فتاوٰی رضویہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

جلد پنجم

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

اجمالی فہرست

پیش لفظ ——— ۵
کتاب الصلوٰۃ ——— ۴۳
باب الاوقات ——— ۱۲۱
اماکن الصلوٰۃ ——— ۳۴۳
باب الاذان والاقامۃ ——— ۳۶۱
مآخذ ومراجع ——— ۶۷۹

فہرست رسائل

○ جمان التاج ——— ۷۵
○ حاجز البحرین ——— ۱۵۹
○ منیر العین ——— ۴۲۹
○ ضمنی رسالہ الہاد الکاف فی حکم الضعاف ——— ۴۷۷ تا ۵۳۷
○ نہج السلامۃ ——— ۶۲۹
○ ایذان الاجر ——— ۶۵۳

○

marfat.com

کتاب ——— فتاوٰی رضویہ جلد پنجم

تصنیف ——— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ——— (۱) حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائمؔ ، ہری پور ہزارہ
(۲) حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری ، لاہور

پیش لفظ ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ ، لاہور

تخریج و تصحیح ——— (۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام و سرپرستی ——— مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظمِ اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان

ترتیب فہرست ——— حافظ محمد عبدالستار سعیدی

کتابت ——— محمد شریف گل کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پروف ریڈنگ ——— مولانا سردار احمد حسن سعیدی

پیسٹنگ ——— مولانا محمد یٰسین قادری شطاری

صفحات ——— ۶۹۲

اشاعت ——— ربیع الاول ۱۴۱۴ھ/ستمبر ۱۹۹۳ء

مطبع ——— یوسف عمر پرنٹرز B12 اندرون بھاٹی گیٹ لاہور

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

قیمت ——— ۲۵۰ روپے

○

——— ملنے کا پتا ———

○ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ! اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خزائنِ علمیہ و ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں منصۂ شہود پر لانے کے لئے مخدوم اہلسنّت حضرت علاّمہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیرِ سرپرستی "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو تدریجاً طے کرتے ہوئے سرعت رفتاری سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ مکمل چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی نظرِ عنایت وفیضان سے پانچویں جلد پیشِ خدمت ہے۔ اس جلد میں باب الاذان والاقامۃ تک عربی و فارسی عبارات کا اردو ترجمہ معروف قلمکار، ادیبِ شہیر، پیرِ طریقت حضرت علاّمہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائمؔ مدیر ماہنامہ جامِ عرفان و مہتمم دار العلوم ربّانیہ صدیہ ہری پور ہزارہ اور باقی تمام عبارات کا ترجمہ فاضل جلیل حضرت علاّمہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور نے کیا ہے۔ مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنّف و مترجم ہیں۔

یہ جلد آغاز کتاب الصّلوٰۃ سے لے کر فتاوٰی رضویہ جلد ثانی قدیم کے اخیر تک پر مشتمل ہے اور اس میں ۴۰ اسوالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کو مبحث بنایا گیا ہے،

(۱) کتاب الصّلوٰۃ

(۲) باب الاوقات

(۳) اماکن الصّلوٰۃ (نماز کن جگہوں میں جائز ہے)

(۴) باب الاذان والاقامۃ

marfat.com

فہرست مضامین

کتاب الصّلوٰۃ ۴۳

نمازِ پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی، اور انبیائے سابقین اور اُن کی اُمتوں پر بھی نمازِ پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کی اُمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ۴۳

نمازِ پنجگانہ کے اُمّت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل اور ان پر رضوی ایرادات۔ ۴۶

توراۃ شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔ ۵۲

حدیث بخاری اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء الخ کے تین محمل۔ ۵۸

امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے اُن کا سنِ وفات۔ ۶۲

پانچوں نمازوں کا اجتماع ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مخصوص ہونا باعتماد علماءِ کرام مانا جائے گا۔ ۶۴

کتاب اللہ کا حفظ اُمم سابقہ میں خاصۂ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام تھا۔ ۶۷

کونسی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں۔ ۶۷

ایک حکایت جو لطیف کلام پر مشتمل ہے۔ ۶۸

قول چہارم کی ترجیح رضوی۔ ۷۰

حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے ہیں اور سلیمان علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد تھے۔ ۷۲

اسی طرح حضرت عزیر علیہ السّلام۔ ۷۲

رسالہ جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج کہ قبل معراج سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔ ۷۵

نمازِ پنجگانہ سے پیشتر مسلمان چاشت اور عصر کی نماز پڑھتے تھے۔ ۸۲

ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔ ۸۳

قبلِ معراج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پہلی نماز دوشنبہ کے اوّل حصہ میں پڑھی، اور

marfat.com

علاوہ ازیں پیشِ نظر جلد میں ابحاثِ نفیسہ و نکاتِ لطیفہ پر مشتمل پانچ گرانقدر رسائل بھی شامل ہیں جن کو دیکھنے سے امام احمد رضا بریلوی کی محدثانہ شان پُورے جوبن اور کامل عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس جلد میں شامل رسائل کے نام یہ ہیں:

(۱) جمان التاج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج ۱۳۱۶ھ
معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے نماز پڑھنے کا طریقہ

(۲) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین ۱۳۱۳ھ
دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کا شرعی حکم۔ الہاد الکاف اور نوٹ متعلق معیار الحق

(۳) منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱ھ
اذان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نامِ نامی سُن کر انگوٹھے چُومنے کا مدلّل بیان

(۴) نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ ۱۳۳۳ھ
اقامت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سُن کر انگوٹھے چُومنے کا مدلّل بیان اور منکرین کا رَد

(۵) ایذان الاجر فی اذان القبر ۱۳۰۷ھ
دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق

○

۱۸ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ
۶ ستمبر ۱۹۹۳ء

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

نوٹ :۔ اس جلد میں شامل رسالہ حاجز البحرین میں متعدد مقامات پر معیار الحق کی عبارات نقل کی گئی ہیں۔ ان عبارات کی تلاش کے لیے معیار الحق مطبوعہ مکتبہ نذیریہ کا نسخہ پیش رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ نسخہ مذکورہ میں اعلیٰحضرت کی نقل کردہ عبارتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ ان کی صرف ایک مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اسی جلد کے ص ۲۲۶ پر عبارت "صلی الظھر والعصر ثم رکب" میں والعصر کا لفظ کاٹ دیا ہے۔ معیار الحق نسخہ مذکورہ کا ص ۳۷۹ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

بے نماز کی نمازِ جنازہ کا حکم۔ ۱۲۰

باب الاوقات ۱۲۱

وقتِ زوال جس تک نیّت روزۂ نفل ہونا چاہیئے کیا ہے۔ ۱۲۱

نہارِ شرعی اور نہارِ عُرفی کا فرق۔ ۱۲۲

نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ ۱۲۲

نہارِ نجومی ۱۲۳

وقتِ زوال جس میں نماز ممنوع ہے کیا ہے۔ ۱۲۶

یہ وقت زیادہ سے زیادہ ہمارے بلاد میں ۸ مہ منٹ تک پہنچتا ہے۔ ۱۳۰

یہ ثابت نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارۂ وقتِ عصر قولِ مثلین سے رجوع فرمالیا بلکہ قولِ یک مثل ہی مرجوع عنہ ہے اور قولِ مثلین احوط، اصح اور از رُوئے دلیل راجح ہے۔ ۱۳۲

اُس قول پر دلیلِ جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے۔ ۱۳۳

جو کچھ خلافِ ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے۔ ۱۳۴

قولِ یک مثل پر قولِ مثلین کی وجوہ ترجیح۔ ۱۳۵

نمازِ عصر کا وقتِ مستحب اور مکروہ کیا ہے۔ ۱۳۶

بابت نمازِ عصر مولائے مشکل کُشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل۔ ۱۳۶

کُرۂ بخار جس کو عالمِ نسیم اور عالمِ لیل و نہار بھی کہتے ہیں وُہ ہر طرف سطحِ زمین سے ۴۵ میل اور قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔ ۱۳۷

طلوع سے بیس۲۰ منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔ ۱۳۸

جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔ ۱۳۸

ان بلاد میں سال بھر کے اندر پُورے وقتِ عصر کی مقدار۔ ۱۳۸

فرض و سنّت پڑھنا اولیٰ کس وقت میں ہے۔ ۱۴۰

غروبِ شمس کی تحقیقِ رضوی۔ ۱۴۰

دربارۂ نمازِ عصر ایک وہابی خیاط کا اعتراض اور اُس کا جواب۔ ۱۴۸

مجہول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ ۱۵۰

رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقتِ عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔ ۱۵۱

وقتِ ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کب تک رہتا ہے۔ ۱۵۳

جون و جولائی و اگست میں ظہر کا وقت مستحب کے بجے سے شروع ہوتا ہے۔ ۱۵۳

تاخیر مستحب کے معنی۔ ۱۵۳

فلکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول۔ ۱۵۴

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ۔ ۱۵۵

بازار، سرائے، اسٹیشن کی مسجد اور جامع مسجد میں دربارۂ اذان و اقامت افضل کیا ہے۔ ۱۵۶

marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے آخر حصہ میں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔ ۸۵
نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔ ۸۵
استقبالِ قبلہ، تکبیر تحریمہ، قیام۔ ۸۵
قرأت، رکوع تھا مگر اس میں اختلاف ہے۔ ۸۶
اور سجود، جماعت، جہر بھی تھا۔ ۸۷
حدیث کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۹۲
سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں۔ ۹۳
مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اُس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبداللہ سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا الخ ۹۷
اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔ ۹۹
ضروریاتِ دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔ ۱۰۱
خلافت خلفاءِ راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت قطعیات سے ثابت ہے۔ ۱۰۱
تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اُس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے ہی کی بنا پر حکمِ کفر دیا جاتا ہے۔ ۱۰۱
تارکِ نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔ ۱۰۲
محتمل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔ ۱۰۶
تارکِ نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔ ۱۰۶
خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۰۷
ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔ ۱۰۹
جس نے قصداً نماز ترک کی اُس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں ستر بار زنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ ۱۱۰
ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالےٰ کے نزدیک چھتیس بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ ۱۱۰
ایک وقت کی نماز قصداً بلا عذرِ شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہوجاتا ہے۔ ۱۱۰
مالی جرمانہ جائز نہیں کہ منسوخ ہوچکا ہے۔ ۱۱۱
ترکِ نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔ ۱۱۱
طلبہ اگر نماز ترک کریں تو اُن کا وظیفہ وضع ہوسکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔ ۱۱۲
جہاز، ریل، کشتی، بجرے پر نماز پڑھنے کا حکم۔ ۱۱۳
اشیائے مسکرہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔ ۱۱۴
دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ ۱۱۵
نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔ ۱۱۵
غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کون سی سزائیں جائز نہیں۔ ۱۱۶
اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہوجائے تو یہ روئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔ ۱۱۷
امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدیدِ اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہیئے۔ ۱۱۷

marfat.com

کہا گیا۔ ۱۸۰
لطیفہ ششم و ہفتم و ہشتم ۱۸۱
مقامِ ملل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔ ۱۸۲
چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا
نہ اُسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔ ۱۸۴
امام سفیان بن عُیینہ نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر اُن کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے۔ ۱۸۴
لطیفہ نہم ۱۸۴
افادۂ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرائن ہیں۔ ۱۸۶
افادہ ثالثہ ۱۸۸
افادہ رابعہ کہ وُہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں۔ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔ ۱۹۶
پہلی حدیث۔ ۱۹۶
دُوسری، تیسری، چوتھی حدیث۔ ۱۹۷
پانچویں تا گیارھویں حدیث۔ ۱۹۹
فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔ ۲۰۳
پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اوّل بابت جمع بین الصلوٰتین ۲۰۴
خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع ہے۔ ۲۰۶
حدیثِ معلول کے لئے ضعفِ راوی ضروری نہیں ۲۰۶
ابنِ حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا ابو الطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدوح و مجروح بتایا۔ ۲۰۶
ایسی ابنِ حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعمِ تعلیق رَد کیا۔ ۲۰۶
پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رَد۔ ۲۱۰
(فا) کے لئے ترتیب ذکری کافی ہے۔ ۲۱۱
اور عدمِ مہلت ہر جگہ اُس کے لئے لائق ہوتی ہے ۲۱۱
حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔ ۲۱۱
افاضۂ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ۲۱۴
لطیفہ دل رُبا ۲۱۵
افاضۂ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی، عبدالرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔ ۲۱۵
اُس کے راوی حسین بن عبداللہ ضعیف ہیں۔ ۲۱۶
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ ۲۱۸
افاضۂ ثالثہ کہ حدیثِ دارقطنی بھی ضعیف ہے۔ ۲۲۰
افاضۂ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۲۱
امام اسحٰق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔ ۲۲۲
شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔ ۲۲۴

marfat.com

مسجدِ محلہ میں جماعتِ ثانیہ کے لئے اعادۂ اذان منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔ ۱۵۶

سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین۔ ۱۵۹

جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اُس کے معنیٰ مراد، اور یہ بعذر سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰

کتاب الحجج تالیف امام فقیہ محدث عیسٰے ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۱۶۱

جمع صوری بضرورتِ شدتِ بارش بھی جائز ہے۔ ۱۶۲

دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنیٰ مراد۔ ۱۶۲

جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقدیم، دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۲

فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح وصریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔ ۱۶۳

حدیثِ اول اثباتِ جمع صوری میں۔ ۱۶۷

نافع اور عبداللہ بن واقد دونوں شاگرد عبداللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۱۶۷

صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجۂ ابنِ عمر، مختارِ کذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۶۸ (حاشیہ)

حدیث دوم اور سوم۔ ۱۷۲

حدیث چہارم و پنجم۔ ۱۷۳

افادۂ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔ ۱۷۴

لطیفۂ اوّل ۱۷۴

محاوراتِ سلف و اصطلاحِ محدثین میں تشیّع اور رفض کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ ۱۷۵

بخاری و مسلم کے تیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاحِ قدماء پر بلفظِ تشیّع ذکر کیا جاتا ہے اور اُن کے اسماء۔ ۱۷۶

لطیفہ دوم و سوم ۱۷۶

بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔ ۱۷۷

فلان لیغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔ ۱۷۷ (حاشیہ)

لطیفۂ چہارم ۱۷۸

پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو ولید بن قاسم بنا لیا اول رجال صحیح مسلم سے امام ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔ ۱۷۸

صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یخطی کہا گیا۔ ۱۷۹ (حاشیہ)

لطیفہ پنجم، عطاف ثقہ ہیں۔ ۱۸۰

وہمی اور صدوق یھم میں فرق ہے۔ ۱۸۰

صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یہم

marfat.com

لطیفہ نہم و دہم ۲۶۳
فائدہ عائدہ بابت حدیث سُنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔ ۲۶۴
اُس حدیث کے رواۃ میں یحییٰ بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔ ۲۶۵
طریق دوم میں مومل بن اہاب صدوق لہ اوہام۔ ۲۶۵
نعیم بن حماد قابلِ احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت۔ ۲۶۶
ابوالزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں لیکن ان سے اگر لیث بن سعد روایت کریں تو مقبول۔ ذکر وجہہ فی المیزان۔ ۲۶۶
مکہ معظمہ اور مقامِ سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔ ۲۶۷
مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔ ۲۶۷
مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلافِ کثیر۔ ۲۶۸
مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے۔ ۲۶۸
حوالیِ مکہ معظمہ میں وقتِ مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔ ۲۶۸
فصلِ چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت التزام اوقات میں۔ ۲۶۹
قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور بتیس ۳۲ حدیثوں پر مشتمل۔ ۲۷۰
آیات ۲۷۰
احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث، محافظتِ وقت اور اُس کی ترغیب اور اُس کے ترک سے ترہیب میں۔ ۲۷۴
حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ سچا ولی ہے۔ ۲۷۸
نوعِ اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام۔ ۲۷۸
نوعِ آخر حدیث سائل۔ ۲۷۹
نوعِ آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔ ۲۸۰
نوعِ آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا جاتا رہا۔ ۲۸۱
تنبیہ ۲۸۳
لطیفہ ۲۸۴
لطیفہ ۲۸۷
قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوتین کی نفی ہے۔ ۲۸۹
صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔ ۲۹۱
مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ ۲۹۲
لطیفہ ۲۹۳
مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ و من بعدہم میں معتبر ہے۔ ۲۹۳

marfat.com

لطیفہ ۲۲۶
لفظ (جمیعًا) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔ ۲۲۶
فصل سوم تضعیفِ دلائل جمع تاخیر۔ ۲۲۷
جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کلام۔ ۲۲۸
اُس کا جواب اوّل۔ ۲۳۲
قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم ایک ہی بار واقع ہُوا تھا۔ ۲۳۳
قربِ وقت کو اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۲۳۴
قرآن وحدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ[۱۲] حدیثیں۔ ۲۳۴
قربِ وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دُوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۲۴۰
جواب دوم ۲۴۳
فحمۂ عشاء سرِ شام کے دُھندلکے کو کہتے ہیں۔ ۲۴۳
عبداللہ بن ابی نجیح یسار مکی مدلس ہیں۔ ۲۴۵
جمہور محدثین کے مذہبِ مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔ ۲۴۵
جواب سوم ۲۴۵
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقتِ مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفقِ ابیض تک، یہی روایۃً صحیح اور درایۃً راجح۔ اور اجلۂ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلائے تبع تابعین اور ائمۂ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔ ۲۴۵
حدیثِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ بابت جمع بین الصلوٰتین۔ ۲۴۶
اُس کا جواب ۲۴۸
حدیثِ سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا جواب اول۔ ۲۵۲
جواب ثانی ۲۵۲
نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلۂ حذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔ ۲۵۳
حدیث اوّل تا سوم ۲۵۳
حدیث چہارم تا ہفتم ۲۵۵
حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔ ۲۵۶
حدیث ہشتم و نہم ۲۵۷
لطیفۂ اوّل ۲۵۸
ٹیلوں کا سایہ اکثر وقتِ ظہر گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ ۲۵۸
لطیفۂ دوم ۲۵۹
لطیفۂ سوم و چہارم ۲۶۰
لطیفۂ پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم ۲۶۰

marfat.com

ڈھلنا معلوم ہوسکتا ہے۔ ۳۲۳

مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب ہے۔ ۳۲۴

طلوعِ آفتاب کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے۔ ۳۲۴

ظہر کی سنّتیں پڑھے بغیر امامت کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۳۲۴

نمازِ مغرب اور اذانِ عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے۔ ۳۲۵

فرائض داخلِ نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نمازِ فرض میں اُن کی فرضیت ہے۔ ۳۲۶

نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ ۳۲۷

نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے ۳۲۷

زوال میں صحیح دُھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔ ۳۲۸

ان بلاد میں فجر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ انیس منٹ ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ۔ ۳۲۹

اوقاتِ جماعت مقرر کرنا چاہیئے یا نہیں۔ ۳۲۹

پانچ شخصوں کی وجہ سے جماعت میں تاخیر کرنا چاہیئے۔ ۳۲۹

آفتاب نکلتے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور تلاوت مکروہ۔ ۳۳۰

بعد عصر و فجر سجدہ کرنا یا قضا پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۳۰

سجدۂ شکر بعد نمازِ فجر و عصر مطلقاً مکروہ ہے۔ ۳۳۰

فجر کے وقت مستحب کی مقدار۔ ۳۳۱

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے جس کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار بریلی میں۔ ۳۳۲

بریلی میں بموسم گرما اور سرما غروب کا وقت۔ ۳۳۲

بحالتِ سفر بھی جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں گناہِ کبیرہ ہے۔ ۳۳۲

تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدّم و تاخّر ہوجاتا ہے۔ ۳۳۴

مدراس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور بنگلور کا بارہ درجے انسٹھ دقیقے یا بارہ درجے پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقے۔ ۳۳۴

وقتِ فجر کی ابتدا و انتہا، اور سوائے یوم النحر نمازِ فجر خوب روشنی میں پڑھنا سنّت ہے۔ ۳۳۴

اور اذان بھی صبح خوب روشن ہونے پر دی جائے۔ ۳۳۵

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے استیذان معاف تھا۔ ۳۳۶

نمازِ فجر کے بعد اشراق تک ذکرِ الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے۔ ۳۳۶

حدِ اسفار کیا ہے۔ ۳۳۶

عورت کے لئے مطلقاً تغلیس افضل ہے۔ ۳۳۸

گرمیوں میں نمازِ ظہر کا وقت مستحب کب ہوتا ہے۔ ۳۳۹

حدیث کان قدر صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلثۃ اقدام الیٰ خمسۃ اقدام کا مطلب۔ ۳۴۰

فصل فی اماکن الصلوٰۃ ۳۴۳

اگر زمین تر اور ناپاک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کو بچھا کر نماز ادا کرے اور وقت جارہا ہو تو کیسے نماز پڑھے۔ ۳۴۳

marfat.com

لطیفہ ۲۹۴
فائدہ ۲۹۷
حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کیسی دقیق ہے کہ اُن سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہوتا۔ ۳۰۰
احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پُوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دُوسرا، جمع طرق سے پُوری بات کا پتا چلتا ہے۔ ۳۰۱
اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصرِ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اُس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ ۳۰۱
لطیفہ ۳۰۳
خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور امام بخاری کے استاد۔ ۳۰۳
ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحبِ افراد ہونا اصلاً موجبِ ضعف نہیں۔ ۳۰۳
ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔ ۳۰۳
بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۰۴ (حاشیہ)
امام اعمش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔ ۳۰۶
جب بصری عن عبداللہ کہیں تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوتے ہیں، دُوسرا کہیں تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۰۶
جب سوید کہیں حدثنا عبداللہ تو ابن المبارک مفہوم ہوتے ہیں اور جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر مراد ہوں گے۔ ۳۰۶
حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن مخلد نہیں۔ ۳۰۷
خلاصۃ الکلام ۳۰۹
عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۳۱۱
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعض فضائل۔ ۳۱۱
بعد خلفائے اربعہ امام اعظم کے نزدیک ان کی روایت و قول کو سب صحابہ کے قول پر ترجیح ہوتی ہے اور ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ بعد خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افقہ ہیں۔ ۳۱۱
ضحوۂ کبریٰ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟ ۳۱۴
ایک شخص نمازِ فجر میں تھا، کسی نے کہا آفتاب نکل آیا، تو وہ کیا کرے۔ ۳۱۹
فجر و ظہر کا آخر وقت مکروہ نہیں۔ باقی تین کا مکروہ ہے۔ ۳۲۰
میرٹھ میں پُورے وقت مغرب کی مقدار۔ ۳۲۱
نصف النہار اور سایۂ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے۔ ۳۲۳
مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا

marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ ۳۷۴

نمازِ جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور اُن کی نمازِ جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔ ۳۷۵

حضرت ابوبکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ عنہم ۳۷۵

نمازِ جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نمازِ جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔ ۳۷۶

حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی، صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ ۳۷۶

فاسق کی اذان کا حکم۔ ۳۷۶

خطیب کے سامنے کی اذان بھی بلند آواز سے کہی جائے ورنہ سُنّت ادا نہ ہوگی۔ ۳۷۸

نماز کے لئے جگانے کا حکم۔ ۳۷۸

اذان کے بعد انتظار مسنون کی حد۔ ۳۷۹

بروقتِ اقامت امام ومقتدی کو شروع سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی تفصیل۔ ۳۸۰

اذان واقامت میں دونوں حیّ علی الصّلوٰۃ دائیں طرف منہ پھیر کر کہے اور دونوں حیّ علی الفلاح بائیں طرف۔ یہی صحیح ہے۔ ۳۸۳

سنت ہے کہ سلطانِ اسلام اور عالمِ دین کی خدمت میں بعد اذان دوبارہ مؤذن اطلاع کے لئے حاضر ہو۔ ۳۸۴

صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔ ۳۸۴

اقامت سے پیشتر مقیم کا بآوازِ بلند درود شریف پڑھنا کیسا ہے۔ ۳۸۶

ختمِ سحری کی اطلاع کے لئے صبح صادق سے دس پانچ منٹ پیشتر صبح کی اذان دینا کیسا ہے۔ ۳۸۶

الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلوٰۃ رحمکم اللہ پکارنے کا حکم۔ ۳۸۷

یومِ جمعہ اذانِ اول کے بعد صلاۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳۸۷

مسئلۂ تثویب میں دیوبندی خیانتیں۔ ۳۹۱

پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔ ۳۹۲

چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔ ۳۹۳

آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔ ۳۹۴

گیارھویں خیانت جو سب سے اخبث ہے کہ اعلیٰحضرت کے والد ماجد اور جدِّ امجد اور پیر ومرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراشتے ہیں، اُن کے مطبع گھڑ لئے، صفحے دل سے بنا لئے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں۔ ۳۹۵

اذان ہو چکی کسی شخص نے لاعلمی سے دوبارہ شروع

marfat.com

بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔ ٣٤٣
مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔ ٣٤٤
جس مکان میں شراب پی جائے وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے، اور کسی شخص کی چارپائی کے برابر جانماز بچھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ ٣٤٥
دوسرے کے کھیت یا بنجر اور ٹانڈ پر نماز پڑھنے کا حکم۔ ٣٤٦
چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی اُمتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط ہے۔ ٣٤٦
حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی متخالف عبارات کے متعلق ایک سوال اور اُس کا جواب۔ ٣٤٧
قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔ ٣٤٩
موضع سجود کی حد۔ ٣٤٩
مزاراتِ بزرگانِ دین کے دائیں یا بائیں نماز پڑھنا موجبِ برکت ہے۔ ٣٥١
اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے۔ ٣٥١
حجرِ اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ ٣٥٣
تعلیق بخاری میں "عند قبر" بمعنے "الیٰ قبر" ہے۔ ٣٥٦
مقبرہ میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل۔ ٣٥٨
علامہ طحطاوی کے کلام حاشیہ مراقی الفلاح کا محل۔ ٣٥٨

باب الاذان والاقامة ٣٦١

تثویب کے معنی اور اُس کا حکم۔ ٣٦١
مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم۔ ٣٦٣
صیغۂ لایفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔ ٣٦٤
امام کے انتظار میں تاخیرِ نماز کا حکم۔ ٣٦٤
اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سنتیں رہ گئیں تو اُن کو کب پڑھ سکتا ہے۔ ٣٦٥
مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ ٣٦٦
خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا چاہیے یا نہیں، اور جب دو خطبوں کے درمیان خطیب بیٹھے تو مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہیے یا نہیں، جواب یا دُعا دل سے کر سکتا ہے یا نہیں۔ ٣٦٨
خطیب جوابِ اذان اور دُعا کر سکتا ہے۔ ٣٦٩
بارش کے لئے، دفعِ وبا کے لئے، بعد دفنِ میت اذان دینا درست ہے یا نہیں۔ ٣٧٠
اذان مسجد کے دائیں طرف کہی جائے یا بائیں طرف۔ ٣٧٠
اقامت کس طرف کہی جائے۔ ٣٧١
بارش طلب کرنے کے لئے مسجد میں اذان دینا کیسا ہے اور یہ طریقہ کہ امام یٰسٓ پڑھے اور ہر مُبین پر اذان کہی جائے کیسا ہے۔ ٣٧٢
بے وضو اذان دینا کیسا ہے۔ ٣٧٣

marfat.com

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو اذان میں یہ سُن کر دونوں انگوٹھے چُوم کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی - یہ دوسرا طریقہ۔ ۴۳۳

امام مجد مصری نے فرمایا کہ جو اذان میں یہ سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی یہ تیسرا طریقہ ہے ۔ ۴۳۴

خواجہ شمس الدین بخاری نے حدیث بیان کی اُس میں انگوٹھوں کے ناخن چُومنا مذکور ہے اور یہ بشارت کہ اندھا نہ ہوگا ۔ ۴۳۵

افادۂ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔ ۴۳۶

حدیثِ حسن احکامِ حلال و حرام میں حجت ہوتی ہے ۴۳۷

کتب صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں۔ تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے ۔ ۴۳۹

حدیث کے آٹھ مراتب اور اُن کے احکام ۔ ۴۴۰

صحیح ، صحیح لغیرہٖ ، حسن لذاتہٖ ، حسن لغیرہٖ سب محتج بہا ہیں ۔ ۴۴۰

پنجم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابلِ احتجاج ۔ ۴۴۰

ششم ضعیف بضعفِ قوی قابلِ احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے۔ ۴۴۰

ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔ ۴۴۰

ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائقِ اعتبار۔ ۴۴۰

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ ۴۴۰

صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

لفظ "لا یثبت" سے یہ ثابت کہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں ۔ ۴۴۲

حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دُور کر دیتا ہے۔ ۴۴۲

تنبیہ ۴۴۳

افادۂ دوم کہ جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے ۔ ۴۴۳

مجہول کے اقسام اور ان کے احکام ۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجہول العین ۔ اور قسم سوم مجہول الحال ۔ ۴۴۳

افادۂ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں ۔ ۴۴۸

حدیثِ منقطع کا حکم ۔ ۴۴۸

افادۂ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں ۔ ۴۵۰

حدیث میں ہے کہ لباسِ صوف اختیار کرو تو

marfat.com

کردی، درمیان میں معلوم ہوا تو کیا کرے۔ ۳۹۶

اقامت کہاں کہی جائے۔ ۳۹۷

جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق چند سوالات۔ ۳۹۷

مردہ سنّت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔ ۳۹۷

زمانۂ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق و مغرب و شمال میں۔ ۴۰۵

اگر حکمِ شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۰۶

محرابِ مسجد کس کو کہتے ہیں اور بین الساریتین کس کو۔ ۴۰۸

کون کون جگہ خارج مسجد ہے۔ ۴۰۹

ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذانِ عثمانی کو منارۂ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذانِ ثانی کو اندرونِ مسجد۔ ۴۰۹

اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سُولی دلوائی اور برسوں سُولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہُوا۔ ۴۱۰

صیغۂ نفی صیغۂ نہی سے زیادہ مؤکّد ہوتا ہے۔ ۴۱۲

لفظِ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے ۴۱۳

حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہیے۔ ۴۱۳

بروقت حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح اقامت میں بھی دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہیں۔ ۴۱۳

عبارات فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قع) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ۴۱۴

اذان و اقامت میں انگوٹھے نہ چُومنے والے کا حکم کیا ہے۔ ۴۱۴

انگوٹھے چُوم کر کیا پڑھے۔ ۴۱۵

قبل نمازِ عید الصلوٰۃ یرحمکم اللہ الصلاۃ پکارنے کا کیا حکم ہے۔ ۴۱۵

تنبیہ علیٰ ما وقع فی اشعۃ اللمعات من الزیادۃ فی الروایۃ۔ ۴۱۷

بعد خطبہ امام کو اختیار ہے کہ بیٹھ جائے اور حیّ علی الفلاح پر کھڑا ہو یا کھڑے کھڑے تکبیر سُنے۔ ۴۱۸

مسجد میں بلا اذان جماعت کرنا کیسا ہے۔ ۴۱۹

اذان سنّت ہے یا واجب، اسی طرح اقامت۔ ۴۲۰

امام مصلّے پر نہ ہو تو تکبیر کہنا جائز ہے یا ناجائز۔ ۴۲۰

حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں حکمت کیا ہے ۴۲۱

وہابی کی اذان کا جواب دیا جائے گا یا نہیں ۴۲۱

اور اُس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں ۴۲۱

فاسق مؤذن کی اذان کا حکم۔ ۴۲۴

مسافر کو ترکِ اذان کی اجازت اور اقامت کا ترک مکروہ۔ ۴۲۶

رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین۔ ۴۲۹

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سُن کر انگشتِ شہادت کے پورے چُوم کر آنکھوں سے لگائے۔ یہ پہلا طریقہ ہوا۔ ۴۳۲

marfat.com

افادۂ پانزدہم کہ اہلِ علم کے عمل کر لینے سے حدیثِ ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۷۵

میّت کو کلمہ شریف کا ثواب پہنچانے سے عذاب دُور ہو جانے کا واقعہ۔ ۴۷۶

افادۂ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں۔ اوّل اعتقادات۔ ۴۷۷

عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔ ۴۷۷

دوم احکام جن میں حدیثِ ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۷۸

تیسرے فضائل و مناقب جن میں باتفاقِ علماء حدیثِ ضعیف مقبول و کافی ہے۔ ۴۷۸

بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۷۸

نبوی ارشاد "اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اُس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقعہ میں وہ میری حدیث نہ ہو" ۴۷۹

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق کے ساتھ ہیں کہ حدیثِ ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل جائز ہے۔ ۴۸۱

افادۂ ہفدہم کہ فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱

افادۂ ہیجدہم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۶

حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔ ۴۸۸

اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔ ۴۸۹

افادۂ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔ ۴۸۹

احادیثِ اولیاءِ کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔ ۴۹۱

حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہلِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ ۴۹۱

امام سیوطی بچھتر بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۴۹۳

افادۂ بستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو۔ ۴۹۴

فائدہ نفیسہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۸

فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۹

بدھ کے دن ناخن نہ تراشنے کے بارے میں حدیث۔ ۴۹۹

افادۂ بست و یکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اُس فعل میں حدیث صحیح کا آنا ضرور نہیں۔ ۵۰۱

تحقیق مقام وانزاحۃ اوھام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔ ۵۰۴

المحاکمۃ بین الفاضل العلامۃ الخفاجی والمحقق الدوانی رحمھما اللہ تعالیٰ۔ ۵۰۵

معروضۃ علی کلام الدوانی۔ ۵۰۷

marfat.com

قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔ ۴۵۱

افادہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۱

تعددِ طُرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔ ۴۵۲

حدیث مبہم دُوسری حدیث کے لیے مقوی ہو سکتی ہے۔ ۴۵۲

افادہ ششم کہ ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے۔ ۴۵۲

افادہ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اُس کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۴

اسبابِ طعن دس ہیں بایں ترتیب۔ ۴۵۴

افادہ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۵

افادہ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۶

حدیث چلّہ صوفیاءِ کرام ۴۵۹

حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح وعلیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھو نہ کاٹے گا۔ ۴۵۹ (حاشیہ)

افادہ دہم کہ موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔ ۴۵۹

تذییل ۴۵۹

حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنون و جذام اور برص کو اُس سے پھیر دیتا ہے الخ ۴۶۰

فضائلِ امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ ۴۶۱

علی بن عروہ دمشقی حدیث وضع کرتا تھا۔ ۴۶۲

ابو عقال ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔ ۴۶۲

ابن تیمیہ کی بکواس۔ ۴۶۵

افادہ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔ ۴۶۸

ان امرتی لا تدفع ید لامس کے معنی راجح حاشیہ ۱ میں۔ ۴۷۰ (حاشیہ)

نتیجۃ الافادات ۴۷۲

افادہ دوازدہم کہ تعددِ طُرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔ ۴۷۲

افادہ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم تعددِ طُرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں۔ ۴۷۴

حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہُوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اُس کی جہالت ہے۔ ۴۷۴

افادہ چہاردہم کہ حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔ ۴۷۵

"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔ ۴۷۵

عمرو بن واقد متروک ہیں۔ ۴۷۵

ضحاک بن حجرۃ ضعیف ہیں۔ ۴۷۵

marfat.com

رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)
افادۂ بست و پنجم کہ کتبِ موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں، کتب موضوعات کی قسم دوم۔ ۵۴۸
ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔ ۵۴۸
کتب موضوعات کی دوسری قسم۔ ۵۴۸
شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔ ۵۴۹
تنبیہ ۵۵۰
لطیفہ ۵۵۰
مقاصدِ حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔ ۵۵۰
نتیجۃ الافادات ۵۵۱
افادۂ بست و ششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی۔ ۵۵۱
افادۂ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔ ۵۵۵
فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔ ۵۶۰
افادۂ بست و ہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔ ۵۶۱

خرقہ پوشی صوفیاءِ کرام و سماعِ حسن بصری امام علیہ رحمۃ المنعام۔ ۵۶۲
تنبیہ ۵۶۳
خوشبو سونگھ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۵۶۵
وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں
رضوی تحقیق ۵۶۸
عمل بموضوع اور عمل بما فی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔ ۵۷۱
افادۂ بست و نہم کہ اعمالِ مشائخ محتاجِ سند نہیں، اعمال میں تصرف و ایجادِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱
چند کرامات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں اِلّا ماشاء اللہ۔ ۵۷۲
افادۂ سیم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں، طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے۔ ۵۷۴
قبول ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحشہ خطائیں۔ ۵۷۴
گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدھی وہابیت ذبح کر ڈالی۔ ۵۷۷
گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تنزیہ بین احکام شرعیہ بالکل مٹا دئے۔ ۵۷۸
کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔ ۵۷۸ (حاشیہ)
مولوی گنگوہی اور مولوی اسمٰعیل کی خانہ جنگی۔ ۵۷۸

marfat.com

ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔ ۵۱۰
مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔ ۵۱۱
بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارۂ متابعات وشواہد موجود ہیں۔ ۵۱۲
عامۂ مسانید، معاجم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔ ۵۱۴
امام ابوداؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔ ۵۱۶
سنن ابوداؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں ۵۱۶
مسند امام احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔ ۵۱۶
دارقطنی احادیث ضعیفہ شاذہ، معللہ سے پُر ہے۔ ۵۱۸
افادۂ بست ودوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا۔ دربارۂ احکام اُسے حجت بنانا نہیں۔ ۵۲۱
دمار، فروج، مضار، خبائث کے سوا تمام اشیاء میں اباحت اصل ہے۔ ۵۲۲
افادۂ بست وسوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔ ۵۲۴
کلبی شدید الضعف ہے۔ ۵۲۵
امام واقدی کی توثیق راجح ہے۔ ۵۲۶
چاند گہوارہ میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔ ۵۲۸

مرغِ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔ ۵۲۹
حدیث شدید الضعف کی تعریف۔ ۵۲۹
علامہ لکھنوی قدس سرہ سے ظفر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔ ۵۳۰
بحث قبول شدید الضعف۔ ۵۳۱
فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و انجبار ضعفہا۔ ۵۳۳
افادۂ بست وچہارم کہ حدیث کا کتب طبقۂ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔ ۵۳۸
قول شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔ ۵۳۸
طبقۂ ثانیہ وثالثہ ورابعہ کی بعض کتابوں کے اسماء۔ ۵۳۸
رموزِ کتبِ احادیث۔ ۵۴۰
دردِ گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ ۵۴۲
تفسیر ابن جریر کتبِ طبقۂ رابعہ سے ہے۔ ۵۴۳ (حاشیہ)
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عجیب فضیلت۔ ۵۴۴
امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶

marfat.com

محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں۔ ۶۱۷

خاتمہ. مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اُس پر نفیس کلام۔ ۶۱۷

حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم حسن ہے جس کو رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔ ۶۱۸ (حاشیہ)

حدیث بابت آبِ زمزم حسن یا صحیح ہے۔ ۶۱۹

حدیث یکون فی اٰخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر مؤول ہے۔ ۶۲۰

فائدہ دوازدھم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمانہ کا ابطال وازہاق۔ ۶۲۱

محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں فقہا اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔ ۶۲۱

قول امام سفیان ثوری "الاسناد سلاح المؤمن الخ" دربارۂ عقائد واحکام ہے۔ ۶۲۴

اسی طرح دیگر اقوال بابت سند۔ ۶۲۴

رسالہ نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ۔ ۶۲۹

تھانوی صاحب کا جواب ۶۳۰

تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار۔ ۶۳۴

مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔ ۶۳۴

نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔ ۶۳۵

"لا اصل لہا" مقتضیِ کراہت نہیں۔ ۶۴۱

مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تقیید قائم ہو۔ ۶۵۰

رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر۔ ۶۵۳

دلیل اوّل ۶۵۴

دلیل دوم ۶۵۶

دلیل سوم وچہارم ۶۵۷ - ۶۵۸

دلیل پنجم ۶۵۹

دلیل ششم ۶۶۰

دلیل ہفتم ۶۶۲

دلیل ہشتم ۶۶۳

دلیل نہم ۶۶۳

آدابِ دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کرے ۶۶۴

دلیل دہم ۶۶۵

دلیل یازدہم ۶۶۶

دلیل دوازدہم ۶۶۷

دلیل سیزدہم ۶۶۸

فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ ۶۶۸

دلیل چہاردہم ۶۶۹

دلیل پانزدہم ۶۷۰

تنبیہات جلیلہ ۶۷۲

marfat.com

حکم اخیر و خلاصہ تحریر ۵۷۹
خاتمہ فوائد منثورہ میں ۵۷۹
فائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے ۵۸۰
دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰
مسئلۂ افضلیت باب عقائد سے ہے۔ ۵۸۱
فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔ ۵۸۲
کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔ ۵۸۲
جیشِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنہ" افترا ہے۔ ۵۸۵
فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزمِ موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶
ہمارے نزدیک ابنِ اسحٰق صاحبِ مغازی کی توثیق راجح ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)
تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزمِ موضوعیت نہیں۔ ۵۹۴
کتاب تنزیہ الشریعۃ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔ ۵۹۴
فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے۔ ۵۹۵
تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ ۵۹۵
فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کے لئے ورود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵
حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف ضعف علمائے احادیثِ صحاح کا ناسخ قرار دیا ہے اگرچہ ہم قائلِ نسخ نہیں۔ ۵۹۵
تنبیہ ضروری: وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔ ۵۹۶
فائدہ ششم کہ حدیثِ ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول۔ ۵۹۷
تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں، نہ صرف ثواب اعمال۔ ۶۰۰
فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سُنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ۶۰۰
فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظِ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔ ۶۰۱
لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جانِ وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ۔ ۶۰۳
فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ ۶۰۶
ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔ ۶۱۲
تنبیہ اخذ میں قلت مبالات زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔ ۶۱۲
فائدہ دہم احادیث طبقۂ رابعہ کے متعلق۔ ۶۱۵
فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات

marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

وضو

نمازِ قبل معراج میں طہارتِ ثوب، وضو۔ ۸۵ ۳۷۶

جنائز

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۰۷

بے نماز کی نمازِ جنازہ کا حکم۔ ۱۲۰

نمازِ جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور ان کی نمازِ جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔ ۳۷۵

حضرت ابوبکر کی نمازِ جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابنِ عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۳۷۵

نمازِ جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ۳۷۵

حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نمازِ جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ ۳۷۶

حظر واباحت

ایک درم سود کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالےٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ ۱۱۰

ترکِ نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔ ۱۱۱

طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہوسکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔ ۱۱۲

اشیائے مسکرہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔ ۱۱۴

نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔ ۱۱۵

غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کو کسی سزائیں جائز نہیں۔ ۱۱۶

احادیث محافظتِ وقت اور اسکی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔ ۲۷۴

حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ

maarifat.com

تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔	۶۷۳
تنبیہ سوم	۶۷۶
تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کل جو اُن مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکاتے ہیں۔	۶۷۶

❖ ❖ ❖

marfat.com

منع ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔ ۱۵۶

سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں۔ ۱۵۹

جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اُس کے معنیٰ مراد، اور یہ بعذر سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰

جمع صوری بضرورتِ شدتِ بارش بھی جائز ہے۔ ۱۶۲

دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد۔ ۱۶۲

جمع حقیقی کی دو صورت: اوّل جمع تقدیم، ۱۶۲

دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۲

قربِ وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۲۳۴

قرآن وحدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں۔ ۲۳۴

قربِ وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۲۴۰

فحمۂ عشاء سرِ شام کے دُھندلکے کو کہتے ہیں ۲۴۳

نصف النہار اور سایۂ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے ۳۲۳

مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا ڈھلنا معلوم ہو سکتا ہے۔ ۳۲۳

فرائض داخلِ نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نمازِ فرض میں اُن کی فرضیت ہے۔ ۳۲۶

نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ ۳۲۷

نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے ۳۲۷

زوال میں صحیح دُھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔ ۳۲۸

صیغۂ لایفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید وجوب ہوتا ہے۔ ۳۶۴

امام کے انتظار میں تاخیرِ نماز کا حکم۔ ۳۶۴

اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سُنّتیں رہ گئیں تو اُن کو کب پڑھ سکتا ہے۔ ۳۶۵

عبارات فقہائے کرام میں علامات (مت) اور (شم) اور (قع) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ۴۱۴

تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں، نہ صرف ثواب اعمال۔ ۶۰۰

رسم المفتی

دماء، فروج، مضار، خبائث کے سوا تمام اشیاء میں اباحت ہے۔ ۵۲۲

کراہت تنزیہ ضلالت نہیں۔ ۵۷۸ (حاشیہ)

"لا اصل لہا" مقتضیِ کراہت نہیں۔ ۶۴۱

تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔ ۶۷۳

عقائد و کلام

کتاب اللہ کا حفظ اُمم سابقہ میں خاصۂ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔ ۶۷

ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔ ۸۳

مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اُس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبد اللہ

marfat.com

سچّا ولی ہے۔ ۲۷۸
بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔ ۳۴۳
مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔ ۳۴۴
چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی اُمتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط ہے۔ ۳۴۶
قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔ ۳۴۹
نماز کے لئے جگانے کا حکم۔ ۳۷۸
صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔ ۳۸۴
الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلوٰۃ رحمکم اللہ پکارنے کا حکم۔ ۳۸۷
حدیث کہ خربوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دُور کر دیتا ہے۔ ۴۴۲
حدیث میں ہے کہ لباسِ صُوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہو گی۔ ۴۵۱
فائدہ نفیسہ بُدھ کے دن بدن سے خُون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۸
فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں۔ ۴۹۹
بدھ کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں حدیث۔ ۴۹۹
مرغِ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔ ۵۲۹
خرقہ پوشی صوفیاء کرام وسماعِ حسن بصری رحمہ اللہ۔ ۵۶۲
آدابِ دُعا سے ہے کہ پہلے کوئی عملِ صالح کرے۔ ۶۶۴
فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان کو خوش کرنا ہے۔ ۶۶۸

طب

دردِ گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ ۵۴۲

توقیت

تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔ ۳۳۴
مدراس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور بنگلور کا بارہ درجے اُنسٹھ دقیقے یا بارہ درجے پچپن دقیقے اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقے۔ ۳۳۴

فوائد فقہیہ

مالی جرمانہ جائز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔ ۱۱۱
نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔ ۱۲۲
نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ۔ ۱۲۲
نہار نجومی ۱۲۳
طلوع سے بیس۲۰ منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس۲۰ منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔ ۱۳۸
جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں ۱۳۸
ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقتِ عصر کی مقدار۔ ۱۳۸
رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقتِ عشاء غروب سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے ۱۵۱
مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادۂ اذان

marfat.com

مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے ۲۶۸
حوالیِ مکہ معظمہ میں وقتِ مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔ ۲۶۸
اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے ۳۵۱
حجرِ اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ ۳۵۳
زمانۂ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق، مغرب اور شمال میں۔ ۴۰۵
ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذانِ عثمانی کو منارۂ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذانِ ثانی کو اندرونِ مسجد۔ ۴۰۹
اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کو سُولی دلوائی اور برسوں سُولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہُوا۔ ۴۱۰
تفسیر ابن جریر طبقۂ رابعہ سے ہے (درحاشیہ) ۵۴۳
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کتنے شہر فتح ہُوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔ ۵۶۰
فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سِیَر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔ ۵۸۲

رَدِّ بد مذہباں

دربارۂ نمازِ عصر ایک وہابی خیاط کا اعتراض اور اُس کا جواب۔ ۱۴۸
مسئلۂ تثویب میں دیوبندی خیانتیں۔ ۳۹۱
پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔ ۳۹۲
چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔ ۳۹۳
آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔ ۳۹۴
گیارھویں خیانت جو سب سے اخبث ہے کہ اعلیٰحضرت کے والد ماجد اور جدِ امجد اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں تراش لیں، اُن کے مطبعے گھڑ لئے، صفحے دل سے بنا لئے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں۔ ۳۹۵
افادہ سیم کہ ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں، طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیلِ ابہامین خاص سنّت ہے۔ ۵۷۴
قبولِ ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحش خطائیں۔ ۵۷۴
گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدھی وہابیت ذبح کر ڈالی۔ ۵۷۷
گنگوہی صاحب نے اباحت، استحباب، کراہت تنزیہ بین احکام شرعیہ بالکل مٹا دئے۔ ۵۷۸
تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں کا شمار۔ ۶۳۴

حدیث و اصولِ حدیث

حدیث بخاری اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعشا الخ کے تین محمل۔ ۵۸

marfat.com

سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا الخ ۹۷
اُس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔ ۹۹
ضروریاتِ دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔ ۱۰۱
خلافت خلفاءِ راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت قطعیات سے ثابت ہے۔ ۱۰۱
تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اُس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے کی بنا پر حکمِ کفر دیا جاتا ہے۔ ۱۰۱
تارکِ نماز کی تکفیر قدمائے اہلسنّت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔ ۱۰۲
تارکِ نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔ ۱۰۶
ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔ ۱۰۹
ایک وقت کی نماز قصداً بلا عذرِ شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔ ۱۱۰
اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ رُوئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔ ۱۱۷
امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح کرنا چاہیئے۔ ۱۱۷
حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم دین میں خطا سے معصوم تھے۔ ۲۵۶
اگر حکمِ شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۰۶
چند کرامات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں الا ماشاء اللہ۔ ۵۷۲
مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے۔ ۵۸۱
کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔ ۵۸۲
تنبیہ ضروری، وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔ ۵۹۶
لطیفہ جلیلہ منیفہ کہ جانِ وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ۔ ۶۰۳

تاریخ و تذکرہ

حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔ ۷۲
اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔ ۷۲
دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ ۱۱۵
کتاب الحجج تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ۱۶۱
مقامِ ہلل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔ ۱۸۲
مکہ معظمہ اور مقامِ سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔ ۲۶۷
مدینہ طیبہ سے ذو الحلیفہ کے فاصلے میں اختلافِ کثیر۔ ۲۶۷
مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلافِ کثیر۔ ۲۶۸

marfat.com

اُس کا جواب اوّل ۔ ۲۳۲

قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم پر ایک ہی بار واقع ہُوا تھا۔ ۲۳۳

جمہور محدثین کے مذہبِ مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔ ۲۴۵

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مذہب میں وقتِ مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف کے نزدیک شفقِ ابیض تک، یہی روایۃً صحیح اور درایۃً راجح، اور اجلۂ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلّائے تبع تابعین اور ائمۂ لغت اور بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔ ۲۴۵

حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بابت جمع بین الصلوٰتین ۲۴۶

اُس کا جواب ۲۴۸

حدیثِ سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جواب اوّل۔ ۲۵۲

جواب ثانی ۲۵۲

نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلۂ حذاق صحابہ کو جس پر احادیث دال ہیں۔ ۲۵۳

حدیث اوّل تا سوم ۲۵۳

حدیث چہارم تا ہفتم ۲۵۵

حدیث ہشتم و نہم ۲۵۷

فائدہ عائدہ بابت حدیث سُنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔ ۲۶۴

قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور تیئیس[۳۲] حدیثوں پر مشتمل۔ ۲۷۰

احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اوّل

احادیث محافظتِ وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔ ۲۷۴

نوعِ اخیر حدیث امامتِ جبریل علیہ السلام۔ ۲۷۸

نوعِ آخر حدیث سائل۔ ۲۷۹

نوعِ آخر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔ ۲۸۰

نوعِ آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا تو دوسری کا جاتا رہا۔ ۲۸۱

قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلوٰتین کی نفی ہے۔ ۲۸۹

مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجّت ہے۔ ۲۹۲

احادیث مرویہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پُوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دُوسرا، جمع طُرق سے پُوری بات کا پتا چلتا ہے۔ ۳۰۱

اسی واسطے امام ابوحاتم رازی معاصرِ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اُس کی حقیقت کو نہ پہچانتے۔ ۳۰۱

ضعیف، متشیع، صاحبِ افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحبِ افراد ہونا اصلاً موجبِ ضعف نہیں۔ ۳۰۳

ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے

marfat.com

جس نے قصداً نماز ترک کی اُس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں ستّر بار زنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ ۱۱۰

مجہول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ ۱۵۰

فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح وصریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔ ۱۶۳

حدیثِ اوّل اثباتِ جمع صوری میں۔ ۱۶۷

حدیث دوم اور سوم۔ ۱۷۲

احادیث چہارم و پنجم۔ ۱۷۳

محاوراتِ سلف و اصطلاحِ محدثین میں تشیّع اور رفض کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ ۱۷۵

فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔ ۷۷ (حاشیہ)

چند اوہام یا کچھ خطائیں محدّث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔ ۱۸۴

امام سفیان بن عُیینہ نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر ان کے ثقہ حجت ہونے پر اجماع ہے۔ ۱۸۴

افادۂ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرائن ہیں۔ ۱۸۶

افادہ رابعہ کہ وُہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔ ۱۹۶

پہلی حدیث ۱۹۶

دوسری، تیسری، چوتھی حدیث۔ ۱۹۷

پانچویں تا گیارھویں حدیث۔ ۱۹۹

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔ ۲۰۳

پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث

اوّل بابت جمع بین الصلوٰتین۔ ۲۰۴

حدیث معلول کے لئے ضعفِ راوی ضروری نہیں۔ ۲۰۶

پیشوائے غیر مقلّدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رَد۔ ۲۱۰

افاضۂ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ۲۱۴

افاضۂ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی، عبدالرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔ ۲۱۵

اُس کے راوی حسین بن عبداللہ ضعیف ہیں ۲۱۶

افاضۂ ثالثہ کہ حدیثِ دارقطنی بھی ضعیف ہے۔ ۲۲۰

افاضۂ رابعہ بابت حدیثِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ ۲۲۱

جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیثِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر کلام۔ ۲۲۸

marfat.com

موضوع نہیں۔ ۴۵۴

اسبابِ طعن دس ہیں بایں ترتیب۔ ۴۵۴

افادۂ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۵

افادۂ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۶

حدیث چلۂ صوفیاءِ کرام ۴۵۹

حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح وعلیہ السلام پڑھ لے تو اس شب بچھو نہ کاٹے گا۔ ۴۵۹ (حاشیہ)

افادۂ دہم کہ موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔ ۴۵۹

حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جنون وجذام اور برص کو اس سے پھیر دیتا ہے الخ ۴۶۰

فضائلِ امیر المومنین واہلِ بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ ۴۶۱

افادۂ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔ ۴۶۸

ان امرتی لاتدفع بید لامس کے معنی راجح حاشیہ ۱ میں۔ ۴۷۰ (حاشیہ)

نتیجۃ الافادات ۴۷۲

افادۂ دوازدہم کہ تعددِ طُرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہوجاتی ہے۔ ۴۷۲

افادۂ سیزدہم کہ حدیث مجہول وحدیثِ مبہم تعددِ طُرق سے حسن ہوجاتی ہے اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں۔ ۴۷۴

حدیث کہ جس کے تین بچے پیدا ہوئے اور کسی کا نام محمد نہ رکھا تو یہ اُس کی جہالت ہے۔ ۴۷۴

افادۂ چہاردہم کہ حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔ ۴۷۵

افادۂ پانزدہم کہ اہلِ علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے۔ ۴۷۵

افادۂ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں، اول اعتقادات۔ ۴۷۷

عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں ۴۷۷

دوم احکام جن میں حدیثِ ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۷۸

تیسرے فضائل ومناقب جن میں باتفاقِ علماء حدیثِ ضعیف مقبول وکافی ہے۔ ۴۷۸

بلکہ فضائل اعمال میں حدیثِ منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۷۸

نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو ۴۷۹

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق کے ساتھ ہیں کہ حدیثِ ضعیف پر فضائلِ اعمال میں عمل جائز ہے۔ ۴۸۱

افادہ ہفدہم کہ فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱

افادۂ ہیجدہم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۶

marfat.com

کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔ ۳۰۳

حدیث کان قد رصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظھر فی الصیف ثلثۃ اقدام الیٰ خمسۃ اقدام کا مطلب۔ ۳۴۰

افادۂ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔ ۴۳۶

حدیثِ حسن احکامِ حلال و حرام میں حجت ہوتی ہے۔ ۴۳۷

کتبِ صحاح ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں، تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔ ۴۳۹

حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔ ۴۴۰

صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ سب حجج بہا ہیں۔ ۴۴۰

پنجم حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابلِ احتجاج۔ ۴۴۰

ششم ضعیف بضعفِ قوی قابلِ احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے۔ ۴۴۰

ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔ ۴۴۰

ہشتم موضوع یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائقِ اعتبار۔ ۴۴۰

حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۴۴۰

صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اُس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱

لفظ "لا یثبت" سے یہ ثابت کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔ ۴۴۲

افادۂ دوم کہ جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ۴۴۳

مجہول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجہول العین۔ اور قسم سوم مجہول الحال۔ ۴۴۳

افادۂ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ۴۴۸

حدیثِ منقطع کا حکم ۴۴۸

افادۂ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۰

افادۂ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۱

تعددِ طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔ ۴۵۲

حدیث مبہم دوسری حدیث کے لئے مقوی ہو سکتی ہے۔ ۴۵۲

افادۂ ششم کہ ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے۔ ۴۵۳

افادۂ ہفتم ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اُس کی حدیث بھی

marfat.com

بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶

رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)

افادہ بست و پنجم کہ کتبِ موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں، کتبِ موضوعات کی قسم دوم۔ ۵۴۸

ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔ ۵۴۸

کتبِ موضوعات کی دوسری قسم۔ ۵۴۸

شوکانی کی کتاب (فوائد مجموعہ) قسم دوم سے ہے۔ ۵۴۹

مقاصدِ حسنہ امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔ ۵۵۰

نتیجۃ الافادات ۵۵۱

افادہ بست و ششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی۔ ۵۵۱

افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلماتِ علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔ ۵۵۵

افادہ بست و ہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔ ۵۶۱

وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں۔ ۵۶۸

عمل بموضوع اور عمل بما فی الموضوع میں فرق عظیم ہے۔ ۵۷۱

افادہ بست و نہم کہ اعمالِ مشائخ محتاج سند نہیں، اعمال میں تصرف و ایجادِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱

دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰

جیشِ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنہ" افتراء ہے۔ ۵۸۵

فائدہ سوم اظہر ہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزمِ موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶

ہمارے نزدیک ابنِ اسحٰق صاحبِ مغازی کی توثیق راجح ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)

تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکرِ حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزمِ موضوعیت نہیں۔ ۵۹۴

کتاب تنزیہ الشریعۃ کی عبارت سے ایک نفیس فائدہ حاصل۔ ۵۹۴

فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہبِ محققین ہے۔ ۵۹۵

تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ ۵۹۵

فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف کے لئے ورود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵

حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف ضعف علماء نے احادیثِ صحاح کا ناسخ قرار دیا ہے اگرچہ ہم قائلِ نسخ نہیں۔ ۵۹۵

فائدہ ششم کہ حدیثِ ضعیف بعض احکام

marfat.com

حدیث انا عند ظن عبدی بی کس کس کتاب میں ہے۔ ۴۸۸

اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔ ۴۸۹

افادۂ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔ ۴۸۹

احادیثِ اولیاءِ کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔ ۴۹۱

حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہلِ کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ ۴۹۱

افادۂ بستم کہ حدیثِ ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو۔ ۴۹۴

افادۂ بست ویکم کہ حدیثِ ضعیف پر عمل کے لئے خاص اُس فعل میں حدیثِ صحیح کا آنا ضرور نہیں۔ ۵۰۱

تحقیق مقام وانراحۃ اوھام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔ ۵۰۴

مسلم شریف میں بھی ضعفاء کی روایتیں ہیں۔ ۵۱۱

بخاری شریف میں ضعفاء کی روایات دربارۂ متابعات وشواہد موجود ہیں۔ ۵۱۲

عامۂ مسانید، معاجیم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔ ۵۱۴

امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔ ۵۱۴

سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔ ۵۱۶

مسند امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔ ۵۱۶

دار قطنی احادیثِ ضعیفہ، شاذہ، منکرہ سے پُر ہے۔ ۵۱۸

افادۂ بست و دوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا، دربارۂ احکام اُسے حجت بنانا نہیں۔ ۵۲۱

افادۂ بست وسوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔ ۵۲۴

حدیث شدید الضعف کی تعریف۔ ۵۲۹

علامہ لکھنوی قدس سرہٗ سے ظفر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔ ۵۳۰

بحث قبول شدید الضعف۔ ۵۳۱

فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و انجبار ضعفھا۔ ۵۳۳

افادۂ بست وچہارم کہ حدیث کا کتب رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعفِ شدید۔ ۵۳۸

قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔ ۵۳۸

طبقہ ثانیہ وثالثہ ورابعہ کی بعض کتابوں کے اسماء۔ ۵۳۸

رموزِ کتبِ احادیث۔ ۵۴۰

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار

marfat.com

بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔ ۱۷۷
پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو
ولید بن قاسم بنالیا اول رجال صحیح مسلم سے امام
ثقہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔ ۱۷۸
صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق
صدوق یخطئ کہا گیا۔ ۱۷۹ (حاشیہ)
لطیفہ پنجم، عطاف ثقہ ہیں۔ ۱۸۰
وہمی اور صدوق یھم میں فرق ہے۔ ۱۸۰
صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یھم
کہا گیا۔ ۱۸۰
خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع ہے۔ ۲۰۶
ابن حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا
ابو الطفیل صحابی کو مقدوح و مجروح بتایا۔ ۲۰۶
اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے
صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو
بزعم تعلیق رد کیا۔ ۲۰۶
امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم
ابن ابی یحیٰی رافضی قدری معتزلی جہمی متروک
واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔ ۲۱۸
امام اسحٰق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند
ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔ ۲۲۲
شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔
عبداللہ بن ابی نجیح یسار مکی مدلس ہیں۔ ۲۴۵
یحیٰی بن محمد جاری متکلم فیہ ہیں۔ ۲۶۵
طریق دوم میں مومل بن اہاب صدوق لہ اوہام۔ ۲۶۵

نعیم بن حماد قابلِ احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع
کرتا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ
ہے نہ بطور حجیت۔ ۲۶۶
ابو الزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں
لیکن ان سے اگر لیث بن سعد روایت کریں تو
مقبول۔ ذکر وجہہ فی المیزان۔ ۲۶۶
خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور
امام بخاری کے استاد۔ ۳۰۳
بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۰۴ (حاشیہ)
امام اعمش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔ ۳۰۶
جب بصری عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن
عاص مفہوم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۰۶
جب سوید کہیں حدثنا عبد اللہ تو ابن المبارک
مفہوم ہوتے ہیں اور جب بندار کہیں عن
محمد عن شعبۃ تو غندر مراد ہونگے۔ ۳۰۶
حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن
مخلد نہیں۔ ۳۰۷
علی بن عروہ دمشقی حدیث وضع کرتا تھا۔ ۴۶۲
ابو عقال ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے موضوعات روایت کرتا تھا۔ ۴۶۲
ابن تیمیہ کی بکواس۔ ۴۶۵
"خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔ ۴۷۵

marfat.com

میں بھی مقبول ۔ ۵۹۷
فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنّیت بھی ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں ۔ ۶۰۰
فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظِ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظِ اصل حدیث ۔ ۶۰۱
فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں ۔ ۶۰۶
ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی ۔ ۶۱۲
تنبیہ اخذ میں قلت مبالات زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی ۔ ۶۱۲
فائدہ دہم احادیث طبقہ رابعہ کے متعلق ۔ ۶۱۵
فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں ۔ ۶۱۷
خاتمہ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام ۔ ۶۱۷
حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم حسن ہے، جس کو رسالہ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا ۔ ۶۱۸ (حاشیہ)
حدیث بابت آبِ زمزم حسن یا صحیح ہے ۔ ۶۱۹
حدیث یکون فی اٰخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر مؤول ہے ۔ ۶۲۰
افادہ دوازدہم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمانہ کا ابطال وازہاق ۔ ۶۲۱
محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے ۔ ۶۲۱

اسماء الرجال

امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سنِ وفات ۔ ۶۲
سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں ۔ ۹۳
نافع اور عبداللہ بن واقد دونوں شاگرد عبداللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ ۱۶۷
صفیہ بنتِ ابی عبیدہ زوجۂ ابن عمر، مختار کذاب کی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہم ۔ ۱۶۸ (حاشیہ)
افادۂ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری ومسلم کے رجال سے ہیں ۔ ۱۷۴
بخاری ومسلم کے تین۳ سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاحِ قدماء پر بلفظِ تشیع ذکر کیا جاتا ہے اور اُن کے اسماء ۔ ۱۷۶

marfat.com

مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔ ۶۳۴
نقل مجہول نا مقبول ہے۔ عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے۔ ۶۳۵
مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل تقیید قائم ہو۔ ۶۵۰
تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ ۶۷۶

طبیعیات

کُرۂ بخار جس کو عالمِ نسیم اور عالمِ لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطحِ زمین سے ۴۵ میل اور قولِ اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔ ۱۳۷

ہندسہ و ریاضی

فلکیوں کی تقسیمِ فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیمِ فصول۔ ۱۵۴
اوقات بعض تحویلات کا نقشہ۔ ۱۵۵

متفرقات

ضحوۂ کبریٰ نکالنے کا طریقہ کیا ہے؟ ۳۱۴
میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار۔ ۳۲۱
بریلی میں بموسمِ گرما اور سرما غروب کا وقت۔ ۳۳۲
خاتمہ فوائد منثورہ میں۔ ۵۷۹
فائدہ اوّل کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے۔ ۵۸۰

❊ ❊ ❊

marfat.com

عمرو بن واقد متروک ہیں۔ ۴۷۵
ضحاک بن حجرۃ ضعیف ہیں۔ ۴۷۵
ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔ ۵۱۰
کلبی شدید الضعف ہے۔ ۵۲۵
امام واقدی کی توثیق راجح ہے۔ ۵۲۶

فضائل ومناقب

توریت شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔ ۵۲
حضرت بحر العلوم کا ارشاد، ہمارے ائمہ حنفیہ کی نظر کیسی دقیق ہے کہ اُن سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہوتا۔ ۳۰۰
عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ۳۱۱
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استیذان معاف تھا۔ ۳۳۶
مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔ ۳۹۷
امام سیوطی بکثرت بار بیداری میں نبوی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۴۹۳
چاند گہوارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔ ۵۲۸
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عجیب فضیلت۔ ۵۴۴
خوشبو سونگھ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۵۶۵

فوائد اُصولیہ

محتمل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔ ۱۰۶
جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے۔ ۱۳۴
قولِ یک مثل پر قولِ مثلین کی وجوہ ترجیح۔ ۱۳۵
(فا) کے لئے ترتیب ذکری کافی ہے۔ ۲۱۱
اور عدمِ مہلت ہر جگہ اُس کے لئے لائق ہوتی ہے۔ ۲۱۱
حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔ ۲۱۱
لفظ (جمیعا) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔ ۲۲۶
صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔ ۲۹۱
مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ ومن بعدہم میں معتبر ہے۔ ۲۹۳
مسلمان کا فعل حتی الامکان محمل حسن پر محمول کرنا واجب ہے ۲۲۴
صیغہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ ۴۱۲
لفظِ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہیے۔ ۴۱۳
المحاکمۃ بین الفاضل العلامۃ الخفاجی والمحقق الدوانی رحمہما اللہ تعالیٰ۔ ۵۰۵
معروضۃ علی کلام الدوانی۔ ۵۰۷

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

مسئلہ (۲۴۹) از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ مُلّا یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی ہے اور اگلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور اُن کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا خاصہ ہے۔ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

الحمد للہ وحدہ ۔ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ۔ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔

اللہ ہی کے لیے تعریف ہے جو اکیلا ہے اور صلاۃ وسلام اس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ (ت)

نماز پنجگانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے کرمِ عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی اُمت کو

marfat.com

الا لهذه الامة ، وانما فرض علی بنی اسرائیل صلاتان فقط ، کما فی الحدیث۔[1]

جمع کی گئی ہیں۔ بنی اسرائیل پر تو صرف دو نمازیں فرض تھیں ، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (ت)

لمعات شیخ محقق دہلوی و شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی میں ہے : مجموع هذه الخمس من خصوصیاتنا[2] (ان پانچ نمازوں کا مجموعہ ہماری خصوصیات میں سے ہے۔ ت) اشعۃ اللمعات میں ہے : مجموع خمس اوقات مخصوص ایں اُمت ست[3] (پانچ اوقات کا مجموعہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ ت) تیسیر و سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیرِ حدیث وصلوا خمسکم (اور پڑھو اپنی پانچ نمازیں۔ت) لکھا : اضافها الیهم لانها لم تجتمع لغیرهم[4] (اپنی کہہ کر) پانچ نمازوں کو امت کی طرف اس لیے منسوب کیا ہے کہ کسی اور اُمت کے لیے یُوں جمع نہیں کی گئیں۔ ت) بلکہ یہ معنی[ع] خود ارشادِ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد و بیہقی سنن میں بسند حسن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

ع فان قلت الم تذکر بقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اتقوا الله وصلوا خمسکم[5] فانه حدیث صحیح رواه الترمذی وحسنه وصححه و ابن حبان والحاکم عن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالٰی عنه ولقد احتجوا به علی الاختصاص قال العلامة الزرقانی حجة ذلك قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اتقوا الله وصلوا خمسکم فاضافتها الیهم لعطی ذلك[6] اه وقد نقلت کلام العزیزی والمناوی فما معنی هذا الترقی

فان قلت (اگر یہ اعتراض ہو کہ) کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عالی یاد نہیں رہا اتقوا اللہ وصلوا خمسکم (اللہ سے ڈرو اور اپنی پانچ نمازیں ادا کرو) کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی نے اسے روایت کرکے حسن و صحیح قرار دیا۔ ابن حبان اور حاکم نے ابوامامہ باہلی سے روایت کیا اور علماء نے اس سے اختصاص پر استدلال کیا ہے علامہ زرقانی کہتے ہیں اس کی دلیل یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے : اللہ سے ڈرو اور اپنی پانچ نمازیں ادا کرو۔ نماز کی اضافت اس امت کی طرف کرنا، اس خصوصیت کا فائدہ دیتی ہے۔ میں نے عزیزی اور مناوی کا کلام نقل کر دیا ہے تو اس ترقی کا کیا معنی؟

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب فی المقصد الخامس تخصیصہ علیہ السلام بخصائص المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۱۴۱
[2] لمعات التنقیح الفصل الثانی کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۲/۲۳۱
[3] اشعۃ اللمعات " " " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۷
[4] السراج المنیر شرح جامع صغیر تحت حدیث "اتقوا اللہ وصلوا خمسکم" مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر ۱/۳۷
[5]، [6] شرح الزرقانی، مقصد رابع، مطبعہ عامرہ مصر ۵/۴۲۴ و ۴۲۵

marfat.com

نہ ملی، بنی اسرائیل پر دو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دو صبح دو شام، وہ بھی ان سے نہ نبھی۔ سنن نسائی شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم حدیثِ معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں

ثم ردت الی خمس صلوات، قال: فارجع الی ربك فاسأله التخفیف فانه فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بهما[1] یعنی پھر پچاس نمازوں کی پانچ رہیں موسٰی علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ لائے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

وردان بنی اسرائیل کلفوا برکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی۔ قیل، ورکعتین عند الزوال، فما قاموا بما کلفوا به[2]۔

روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں رات کو پڑھنے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ دو رکعتیں زوال کی بھی تھیں مگر وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے۔ (ت)

اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں اُن میں کسی کو نہ ملیں علماء نے بے خلاف اس کی تصریح فرمائی، مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا:

ومنها مجموع الصلوات الخمس، ولم تجمع لاحد غیرهم[3]۔

اور ان خصوصیات میں سے پانچ نمازوں کا مجموعہ بھی ہے کیونکہ اُمتِ مسلمہ کے علاوہ کسی اور اُمت کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

شرح زرقانی مقصد معراج مقدس میں زیرِ حدیث مذکور نسائی لکھا:

هذا هو الصواب، وما وقع فی البیضاوی انه فرض علیهم خمسون صلاۃ فی الیوم واللیلۃ، فقال السیوطی، هذا غلط، ولم یفرض علی بنی اسرائیل خمسون صلاۃ قط بل ولا خمس صلاۃ، ولم تجمع الخمس

یہی درست ہے اور جو بیضاوی میں ہے کہ بنی اسرائیل پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، تو سیوطی نے کہا کہ یہ غلط ہے، ان پر پچاس نمازیں کبھی بھی فرض نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان پر تو پانچ نمازیں بھی فرض نہیں تھیں، پانچ صرف اس امت کے لیے

---

[1] سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۷۸
[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۱۴۲
[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع خصائص تتعلق بالصلوٰۃ، المکتب الاسلامی، بیروت ۲/ ۲۱۱

marfat.com

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں بعض علماء سے ناقل ھذہ الصلوات تفرقت فی الانبیاء وجمعت فی ھذہ الامۃ[1] (یہ نمازیں باقی انبیاء کو متفرق طور پر عطا کی گئیں اس اُمت کے لیے جمع کردی گئیں۔ت)
علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں: لم تجمع لاحد غیرھم من الانبیاء والامم[2] (اس امت کے علاوہ باقی انبیاء اور اُمتوں میں سے کسی کے لیے یہ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ت) اُسی میں ہے:

ولا یعارضہ قول جبریل فی حدیث المواقیت حین صلی الخمس بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ھذا وقتک ووقت الانبیاء من قبلک، لان المراد، کما قال الرافعی، انہ وقتھم اجمالا، وان اختص کل منھم بوقت[3]۔

اور اس کے معارض نہیں ہے جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور آپ سے پہلے انبیاء کا بھی۔ حدیث مواقیت کے مطابق جبریل نے یہ بات اُس وقت کہی تھی جب انہوں نے رسول اللہ کو پانچ نمازیں پڑھائی تھیں — عدمِ تعارض کی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات دیگر انبیاء کو اجمالی طور پر ملے تھے، انفرادی طور پر تو ہر نبی کو ان میں سے کچھ وقت دیے گئے تھے۔(ت)

لمعات و شرح ابن حجر مکی میں ہے:

واللفظ للاول، قولہ ھذا وقت الانبیاء من قبلک، یدل بظاھرہ علی ان الصلوات الخمس کانت واجبۃ علی الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام، والمراد التوزیع بالنسبۃ الٰی غیر العشاء، اذ مجموع ھذہ الخمس من خصوصیاتنا، واما بالنسبۃ الیھم فکان

اور لفظ لمعات کے ہیں — جبریل کا یہ کہنا کہ یہ آپ کا وقت ہے اور پہلے انبیاء کا بھی، بظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پانچ نمازیں پہلے انبیاء پر واجب تھیں لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ عشاء کے علاوہ باقی نمازیں دیگر انبیاء پر تقسیم کی گئی تھیں کیونکہ پانچ نمازوں کا مجموعہ ہماری خصوصیات میں سے ہے۔ باقی انبیاء کو تو عشاء

عہ رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وستاتی تخریجاتہ ۱۲ منہ (م)

اسے ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اس کی تخریجات آگے آرہی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۵/ ۴۲۴
[3] " " " " " " " " ۵/ ۴۲۵

marfat.com

نے نمازِ عشا کی نسبت فرمایا:

اعتموا بهذه الصلوٰة فانكم فضلتم بها على سائر الامم ولم تصلها امة قبلكم[1]

اس نماز کو دیر کر کے پڑھو کہ تم اس سے تمام امتوں پر فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی اُمت نے یہ نماز نہ پڑھی۔ (ت)

پر ظاہر کہ جب نمازِ عشا ہمارے لیے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ملا۔ رہا ہمارے نبی سید الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ پانچوں نہ ملنا، علماء اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصه صلى الله تعالٰى عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولم تجمع لاحد[2]۔

یعنی وہ باب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے مجموعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختص ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول بلى ولكن لى فى كونه حجة فى المقام مقال فان امر الاضافات اوسع من هذا تقول ربكم ونبيكم بل فى آخر نفس الحديث تدخلوا جنة ربكم وزاد فى رواية وعند الخلعى وحجوا بيت ربكم وايضا يجوز التخصيص باعتبار اهل الزمان ايضا قد ثبت خصوصنا فيها بوجوه كما يأتى فلا يدل على خصوص نفس الخمس ولو بالجمع والله تعالٰى اعلم ۱۲ منه (م)

اقول (میں کہتا ہوں، کیوں نہیں، لیکن اس حدیث کو اختصاص پر دلیل بنانے میں مجھے اعتراض ہے کیونکہ اضافتوں کا معاملہ اس سے زیادہ وسیع ہے۔ تم کہتے ہو ربکم ونبیکم (تمہارا رب اور تمہارا نبی) بلکہ اس حدیث کے آخر میں ہے تدخلوا جنة ربكم (اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے) اور خلعی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے وحجوا بيت ربكم (اور اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ ان مثالوں میں اضافت موجود ہے مگر اختصاص نہیں کیونکہ رب صرف مخاطبین کا نہیں سارے جہان کا ہے) نیز خصوصیت باعتبار اہلِ زمانہ کے بھی ہوسکتی ہے علاوہ ازیں ہماری خصوصیت دیگر وجوہ کی بناء پر ثابت ہے جیسا کہ آرہا ہے پس اس حدیث سے ان پانچوں نمازوں کی خصوصیت اجتماعی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب وقت العشاء الاخرة مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان آفتاب عالم پریس ۱/۶۱

[2] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

marfat.com

قلت : وذلك لانه كان محل الاكرام الخاص فينبغي اختصاص الخمس ايضا به صلى الله تعالٰی علیه وسلم کالباقیین۔ قال فی نسیم الریاض (فاعطی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثلثا) من الفضائل المخصوصة به صلی الله تعالٰی علیه وسلم[1] اھ۔

میں کہتا ہوں: ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ موقعہ اکرامِ خاص کا تھا اس لیے پانچ نمازیں بھی آپ کے لئے خاص ہونی چاہئیں جس طرح باقی دو چیزیں آپ کے لئے خاص ہیں۔ نسیم الریاض میں ہے (پس دی گئیں رسول اللہ کو تین چیزیں) یعنی اُن فضائل میں سے جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اھ (ت)

اقول : لك ان تقول بعد تسلیم لزوم الخصوص فی کل عطاء یعطی فی مقام الاختصاص، لایلزم الخصوص من کل وجه، فقد کانت الصلاة فریضة علی الانبیاء صلوات الله تعالٰی وسلامه علیهم وفی کل دین الٰهی، کما قال تعالٰی فی سیدنا اسمٰعیل علٰی ابنه الکریم وعلیه الصلاة والتسلیم، وکان یأمر اهله بالصلٰوة والزکٰوة وکان عند ربه مرضیا[2]۔ وقال عزوجل عن عبده عیسی علیه الصلاة والسلام، واوصانی بالصلٰوة والزکٰوة مادمت حیا[3]۔ وفی الحدیث عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاخیر فی دین لاصلٰوة فیه[4] وقد کانت اوقات صلاتهم هی هذه الاوقات، لقول جبریل علیه الصلاة والسلام هذا وقتك ووقت الانبیاء من قبلك[5]۔

میں کہتا ہوں تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اختصاص کے موقعہ پر جو چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری ہے۔ تاہم ہر لحاظ سے خاص ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دینِ الٰہی میں فرض تھیں جس طرح اللہ تعالٰی سیدنا اسمٰعیل — ان کے کریم بیٹے پر اور ان پر صلوٰۃ وسلام ہو — کے بارے میں فرماتا ہے "وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہلِ خانہ کو نماز اور زکوٰۃ کا، اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا" اور اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسٰی علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے "اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالٰی نے نماز اور زکوٰۃ کا، جب تک میں زندہ رہوں" اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو اور پہلے انبیاء کے اوقاتِ نماز وہی تھے جو ہمارے ہیں کیونکہ جبریل نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیمه صلی الله علیه وسلم بما تضمنه کرامة الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲/۲۵۶

[2] القرآن سورہ مریم ۱۹ آیت ۵۵۔ [3] القرآن سورہ مریم ۱۹ آیت ۳۱

[4] سنن ابی داؤد باب ماجاء فی خبر الطائف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۷۲

نوٹ: جو حدیث مجھے ملی ہے اس میں لفظ لاصلوٰۃ فیہ کی جگہ "لاورکوع فیہ" ہے واللہ تعالٰی اعلم نذیر احمد سعیدی

[5] مشکوٰۃ المصابیح باب المواقیت الفصل الثانی ص ۶۰

ماعدا العشاء متفرقا فیھم، کما جاء فی الاخبار۔[1] کے علاوہ باقی نمازیں متفرق طور پر ملی تھیں، جیساکہ روایات میں آیا ہے۔ (ت)

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الصلوات الخمس لم تجتمع لغیرہ ولغیر امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ولا لنبی قبلہ، فانما الانبیاء قبلہ کانت لھم صلاۃ موافقۃ لبعض ھذہ، دون مجموعھا[2]۔

پانچ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے علاوہ کسی اُمت کے لیے جمع نہیں کی گئیں، نہ آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے۔ پہلے انبیاء کو جو نمازیں ملی تھیں تو ان میں سے ہر نبی کی نماز ان اوقات میں سے کسی ایک وقت کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی، مجموعی طور پر پانچ نمازیں اُن میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔ (ت)

اقول مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی

وکل ما ذکروہ فلا یفید المدعی، اومعارض بما ھو اصح واقوی، کما فصلنا ذلک فی تحریر مستقل لنا فی ھذا المقال، کتبناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بعد ورود ھذا السؤال، ملخصہ انھم احتجوا علی ذلک باحادیث و اٰثار، **منھا** حدیث صحیح مسلم عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی خبر الاسراء، فاعطی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثا، اعطی الصلوات الخمس، واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ، وغفر لمن لم یشرک باللہ من امتہ شیأ المقحمات فانہ ظاھر فی اختصاصھا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]۔

یہ سب باتیں جو علماء نے ذکر کی ہیں اِثباتِ مدعی کے لیے مفید نہیں ہیں، یا زیادہ صحیح اور قوی روایات سے معارض ہیں یہ بات ہم نے اس موضوع پر اپنی ایک مستقل تحریر میں مفصل طور پر بیان کی ہے جو اس سوال کے آنے پر لکھی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے پانچ نمازوں کے مجموعے کا اس امت کے ساتھ مختص ہونے پر چند احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے جو واقعہ معراج کے بارے میں عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو تین چیزیں عطا کی گئیں، پانچ نمازیں، سورۂ بقر کی آخری آیتیں اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کی مغفرت جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس حدیث سے ظاہر ہے کہ پانچ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص ہیں۔ (ت)

---

[1] لمعات التنقیح مواقیت الصلوٰۃ الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ معارف علمیہ لاہور ۲/ ۲۳۱

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم بما تضمنہ کرامۃ الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲/ ۲۵۷

[3] الصحیح لمسلم باب فی قول اللہ تعالٰی ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور ۱/ ۹۷

marfat.com

عزوجل لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین ذکر ما اعطی الانبیاء السابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم من الفضائل : اعطیتک ثمانیۃ اسمھم ، الاسلام[1] والھجرۃ[2] و الجھاد[3] والصلاۃ[4] والصدقۃ[5] وصوم رمضان[6] والامر[7] بالمعروف والنھی عن[8] المنکر۔ قال الزرقانی (والصلاۃ) ای مجموع الصلوات الخمس (والصدقۃ) الزکاۃ (وصوم رمضان) وفیہ حجۃ لاحد القولین فی اختصاصہ بالامۃ المحمدیۃ[1] الخ۔

تمام رُوئے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا ہے، یا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں اس شرف کے ساتھ مختص کیا ہے کہ اپنے مقرر کردہ فرائض اپنی جگہ پر رکھے اور بندوں سے تخفیف بھی کردی، اب پڑھی پانچ جاتی ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس ہو جاتی ہیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر اللہ تعالٰی کا انعام ہے۔ اور ان ہی میں سے وہ حدیث ہے جو ابن جریر، بزاز اور ابویعلی نے ابوہریرہ سے اور بیہقی نے ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فضائل کا ذکر کیا جو اللہ تعالٰی نے انبیائے سابقین کو عطا فرمائے تھے تو اللہ عزوجل نے اپنے خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے آپ کو آٹھ حصے عطا کئے ہیں : (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) نماز (۵) صدقہ (۶) رمضان کے روزے (۷) امر بالمعروف (۸) نہی عن المنکر۔ زرقانی نے (اس کی شرح کرتے ہوئے) کہا (اور نماز) یعنی پانچ نمازوں کا مجموعہ۔ (اور صدقہ) یعنی زکوٰۃ اور (رمضان کے روزے) اس میں دلیل ہے دو میں سے ایک قول کے لیے یعنی اس قول کے لئے کہ رمضان امتِ محمدیہ کے ساتھ خاص ہے الخ (ت)

قلت : ای وقد ذکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکل نبی ما خص بہ من الکرامات، فالمحل قاض بات یجاب بما خص بہ من جلائل الفضائل۔ **اقول** : نعم ، لابد للخصوص من وجہ ، اما مطلقا فلا ، فقد کان الجہاد فی الامم السابقۃ قال تعالٰی وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر[2] الاتری

میں نے کہا (دلیل اس بنا پر ہے کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کی وہ عظمت ذکر کی تھی جو اس کے ساتھ مختص تھی۔ تو موقعہ کا تقاضا یہی تھا کہ جواباً ایسے عظیم فضائل کا بیان کیا جاتا جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص تھے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں، خصوصیت کے لئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہیئے ورنہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) مطلقاً اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں ہیں

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب ، المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۱۲۰-۱۲۱
[2] القرآن ۳/۱۴۶

marfat.com

وصرف الفرض الی اجتماع الخمس قد یأباہ ظاھر اللفظ، اذ لو اریید ھذا لقال اعطی الصلوات خمسا، او اعطی خمس صلوات۔ ومع ذلك اذا صرف الیٰ وصف فحینئذ نقول بموجبه، فالخمس علی ھذہ الصفة لم تکن لاحد قبلنا، فان اللہ تعالیٰ خصنا بالاذان والاقامة والبسملة و التأمین[1] الذی ما حسدتنا الیھود علی شئ ما حسدتنا علیه وعلی السلام، وجعلنا نصف کما تصف الملئکة عند ربھا، وجعل لنا الارض مسجدا وطھورا۔ ونقول: خصصنا بان امضی فریضته وخفف عن عباده، فھی خمس، وھی خمسون، تفضلا من ربنا تبارك وتعالیٰ ببرکة نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

ومنھا[2] حدیث ابن جریر والبزار وابی یعلی عن ابی ھریرة والبیھقی عنه وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنھما، فیه قوله

آپ کا اور آپ سے پہلے انبیاء کا۔ اور عبداللہ ابن مسعود کے قول اعطی الصلوٰۃ الخمس کا یہ مطلب نکالنا کہ آپ کو اجتماعی طور پر پانچ نمازیں عطا کی گئیں، حدیث کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی تو عبداللہ ابن مسعود یوں کہتے اعطی الصلوٰۃ خمسا یا یہ کہتے اعطی خمس صلوات[2] (جبکہ انہوں نے اعطی الصلوت الخمس کہا ہے) بایں ہمہ اگر فرضیت کو کسی وصف کے ساتھ مقید کرنا ہی ہے تو اس کے مطابق ہم یہ کہیں گے کہ جس طرح کی پانچ نمازیں ہم پر فرض کی گئی ہیں اس طرح ہم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اذان، اقامت، بسم اللہ اور آمین کہنے کے ساتھ مخصص کیا ہے جبکہ آمین اور سلام میں جتنا یہودی ہمارے ساتھ حسد کرتے تھے اتنا کسی اور چیز میں نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح ہم صفیں بناتے ہیں جس طرح ملائکہ اپنے رب کے رُوبرو صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے

---

[1] رواہ البخاری فی الادب المفرد وابن ماجة بسند صحیح عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

اسے امام بخاری نے الادب المفرد اور ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ام المومنین کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الادب المفرد، باب فضل السلام، حدیث ۹۸۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۲۵۶

[2] اعطی الصلوت خمسا، اعطی خمس صلوت، اعطی الصلوت الخمس، ان جملوں کے مفہوم میں جو فرق ہے اس کو اُردو ترجمے میں واضح کرنا ممکن نہیں ہے، مختصراً آپ یہ سمجھ لیں کہ پہلی دو عبارتیں پانچ کی تخصیص کا تقاضا کرتی ہیں یعنی پانچ نمازیں آپ کے ساتھ خاص ہیں جبکہ تیسری عبارت، جو کہ حدیث میں بھی وارد ہے، تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی۔ (دائم)

marfat.com

عنه قال: قرأت فی بعض ما انزل الله تعالٰے علی موسٰی علیه الصلوٰة والسلام یآ مُوسٰی! رکعتان یصلیهما احمد وامته، وهی صلاة الغداة، من یصلیهما غفرت له ما اصاب من الذنوب من لیله ویومه ذلك ویکون فی ذمتی۔ یآمُوسٰی! اربع رکعات یصلیها احمد وامته، وهی صلاة الظهر، اعطیهم باول رکعة منها المغفرة، وبالثانیة اثقل میزانهم، وبالثالثة اوکل علیهم الملئکة یسبحون و یستغفرون لهم، وبالرابعة افتح لهم ابواب السماء ویشرفن علیهم الحور العین۔ یآ موسٰی! اربع رکعات یصلیها احمد وامته، وهی صلاة العصر، فلا یبقی ملك فی السمٰوات والارض الا استغفر لهم، ومن استغفر له الملئکة لم اعذبه۔ یآمُوسٰی! ثلاث رکعات یصلیها احمد وامته حین تغرب الشمس، افتح لهم ابواب السماء۔ لا یسألون من حاجة الا قضیتها لهم۔ یآموسٰی! اربع رکعات یصلیها احمد وامته حین یغیب الشفق، هی خیر لهم من الدنیا وما فیها یخرجون من ذنوبهم کیوم ولدتهم امهم۔ یآموسٰی! یتوضؤ احمد وامته کما امرتهم، اعطیتهم بکل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها کعرض السماء والارض۔ یآموسٰی! یصوم احمد و اُمته شهرا فی کل سنة، وهو شهر رمضان،

اے مُوسیٰ! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی اُمت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمّہ میں ہوگا۔ اے موسیٰ! ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس کی اُمّت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلّہ بھاری کر دوں گا اور تیسری کے لیے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، اور چوتھی کے بدلے اُن کے لیے آسمان کے دروازے کشادہ کر دُوں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی حُوریں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے مُوسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان و زمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اسے ہرگز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کے لیے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کرینگے اسے پُورا ہی کر دوں گا۔ اے موسیٰ! شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انھیں احمد اور ان کی اُمت، وہ دنیا و ما فیہا سے اُن کے لیے بہتر ہیں، وہ انھیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہُوئے۔ اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اسکی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انھیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان و

marfat.com

الی قولہ ، والامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ویستحیل نفیھما عن الانبیاء السابقین ، علیھم الصلاۃ والسلام ، فما کانوا یبعثون الا لھذا۔ وقد انجی اللہ تعالیٰ قوما کانوا ینھون اصحاب السبت معذرۃ الیٰ ربھم ولعلھم یرجعون، ولم تنزل الصدقۃ فی الامم ، وتقدم قولہ تعالیٰ وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ[1] فانما المراد لم یعطوا علی صفۃ اعطی نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، احلت لہ الغنائم ولم تحل لاحد قبلہ ، والصدقۃ تؤخذ من اغنیائنا وترد علی فقرائنا ، وامرنا بالمعروف و نھینا عن المنکر باعلی وجوھہ وھو الجھاد، وامر الجھاد فی شرعنا اقوی منہ فی سائر الشرائع ۔ قالہ الرازی عن القفال ۔ فکذلک خصصنا فی الصلاۃ باشیاء لم یعطھن احد قبلنا ، وللہ الحمد۔

کیونکہ جہاد پہلی اُمتوں میں بھی تھا ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کتنے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے لڑائی کی"۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو حدیث میں مذکور اس قول کی طرف" اور اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" حالانکہ ان کاموں کا انبیاء سابقین میں نہ پایا جانا محال ہے کیونکہ وُہ تو بھیجے ہی انہی کاموں کے لئے جاتے تھے اور (اسی نہی عن المنکر کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحاب سبت کو شکار کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے رُوبرو اپنا عذر پیش کر سکیں اور اس لئے کہ اس طرح شائد اصحاب سبت غلط کام سے باز آجائیں۔ صدقہ وزکوٰۃ کا حکم امتوں میں ہمیشہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ تو درحقیقت مراد یہ ہے کہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دیں جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں۔ مثلاً جہاد میں حاصل ہونے والی غنیمت رسول اللہ کے لئے حلال کر دی گئی، حالانکہ اس سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئی تھی۔ اسی طرح صدقہ ہمارے اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے اس کو آگ جلا دیا کرتی تھی ایونہی ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے کیونکہ جہاد کا معاملہ ہماری شریعت میں بنسبت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے، یہ بات رازی نے قفال سے نقل کی ہے۔ یعینہٖ اسی طرح ہمیں نماز میں بھی بعض اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں (یعنی اذان اقامت وغیرہ (وللہ الحمد ات)

ومنھا ما نقل الامام الفقیہ ابو اللیث السمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تنبیہ الغافلین عن کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ

امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا

[1] القرآن ۱۹/۵۵

marfat.com

علیه وسلم، وقد ذکر فیہا الوضوٗ ، و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ھذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبلی[1] ، فلیکن المقصود بالذکر عطاؤھم ما رتب علیہا من الفضائل۔

ہر نماز کے ساتھ یہ آیا ہوا ہے کہ اس کو احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت ادا کرے گی، نیز اس روایت میں وضو کا بھی ذکر ہے حالانکہ وضو کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف امتِ محمدیہ کو عطا کئے جائیں گے۔ (ت)

ومنہا اثر الامام العیشی، مروی الامام الطحاوی، وسیأتی الکلام علیہ۔ ونحوہ ماذکر فی الحلیۃ عن بعضھم، قال: ھذہ الصلوات تفرقت فی الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وجمعت فی ھذہ الامۃ، فذکر الفجر لآدم والظھر لابراھیم والعصر لسلیمٰن والمغرب لعیسٰی علیہم الصلاۃ والسلام، ثم قال: واما العشاء فخصصت بھا ھذہ الامۃ[2] اھ۔

اور ان میں سے امام عیشی کا وُہ اثر ہے جسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام عنقریب آرہا ہے، اسی اثر کے مطابق ہے وہ جو حلیہ میں بعض علماء سے مذکور ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ نمازیں باقی انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر ملی تھیں اور اس امت کے لیے جمع کردی گئی ہیں۔ انہوں نے مزید ذکر کیا ہے کہ فجر آدم علیہ السلام کے لئے تھی، ظہر ابراہیم علیہ السلام کے لیے، عصر سلیمان علیہ السلام کے لیے، اور مغرب عیسٰی علیہ السلام کے لیے۔ پھر انہوں نے کہا کہ جہاں تک عشاء کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ یہ اُمت مخصوص کی گئی ہے اھ (ت)

اقول: توجیہ الاستدلال انہ و ان ذکر اختصاص ھذہ الامۃ، لکن لم یقل من بین سائر الامم، ولم یذکر ان نبیا صلاھا، کما ذکر فی سائرھا،

میں کہتا ہُوں: (بعض علماء کی اس عبارت سے) استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ ذکر تو اتنا ہی کیا ہے کہ نمازِ عشاء اس امت کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ نہیں کہا کہ "باقی اُمتوں میں سے"

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضوء فصل ثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۴۷
[2] شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطٰی ای الصلوٰۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۲۰
شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع فیما فضل اللہ بہ مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/ ۴۲۴

marfat.com

اعطیھم بصیام کل یوم مدینۃ فی الجنۃ ، و اعطیھم بکل خیر یعملون فیہ من التطوع اجر فریضۃ ، واجعل فیہ لیلۃ القدر ، من استغفر منھم فیھا مرۃ واحدۃ نادما صادقا من قلبہ ، ان مات من لیلہ اوشھرہ اعطیتہ اجر ثلثین شھیدا ۔ یاموسٰی ! ان فی امۃ محمد رجالا یقومون علی کل شرف یشھدون بشھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ ، فجزاؤھم بذلک جزاء الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ، و رحمتی علیھم واجبۃ ، وغضبی بعید منھم ، ولا احجب باب التوبۃ عن واحد منھم ما داموا یشھدون ان لا الٰہ الا اللہ[1] اھ ۔

زمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسٰی ! ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی اُمت اور وہ ماہِ رمضان ہے میں عطا فرماؤں گا اسکے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری وصدق سے ایک بار استغفار کریگا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مرگیا اسے تیس شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا ۔ اے موسٰی ! امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور ان میں سے کسی پر بابِ توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے اھ (فقیر محمد حامد رضا غفرلہ)

سردناھا تماما ، جبا لما فیھا من النفائس ، ورزقنا اللہ تعالی الحظ الاوفی منھا بمنہ وکرمہ ؛ وجاہ حبیبہ قاسم نعمہ ؛ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، اٰمین ۔

اس روایت میں ذکر کئے گئے نفیس انعامات سے محبت کی بنا پر ہم نے اس کو بتمامہ بیان کردیا ہے ، اللہ تعالٰی اپنے احسان وکرم سے اور نعمتیں تقسیم کرنے والے اپنے محبوب کی عزت کے صدقے ہمیں ان انعامات سے کامل حصہ نصیب فرمائے ۔ آمین ! (ت)

اقول : ان تم الاحتجاج بہ علی الاختصاص ، دل علی خصوص کل من الخمس ، لاکل الخمس ، فانہ قال فی کل ، یصلیھا احمد وامتہ صلی اللہ تعالٰی

میں کہتا ہوں : اگر اس روایت سے اختصاص پر استدلال مکمل مان لیا جائے تو یہ اس پر دلالت کرے گا کہ پانچ میں سے ہر ایک نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے ، نہ کہ پانچ کا مجموعہ ، کیونکہ اس روایت میں

---

[1] تنبیہ الغافلین باب فضل امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۰۴

marfat.com

تحت قول العیشی الاٰتی ، اول من صلی العشاء الاٰخرۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مانصہ : وعورض بما فی شرح المسند (ای للامام الرافعی الشافعی) ان العشاء لیونس علیہ الصلاۃ والسلام اھ ۔ ثم استدرک بقولہ ، لکن یؤید خبر الطحاوی (ای اثر العیشی) حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ[1]۔

کہ عنقریب علامہ عیشی کا جو قول آرہا ہے کہ پچھلی عشاء سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے، اس کے ذیل میں علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ اس قول کا معارضہ کیا گیا ہے اس روایت سے جو مسند کی شرح میں ہے (یہ شرح امام رافعی شافعی کی ہے) کہ عشاء یونس علیہ السلام کے لیے تھی اھ۔ پھر علامہ زرقانی نے اس پر استدراک کرتے ہوئے کہا ہے: "لیکن طحاوی کی خبر (یعنی عیشی کے اثر) کی تائید کرتی ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث۔ (ت)

اقول : لیت شعری ، من این جاء التأیید ، ولا تعرض فیہ بذکر الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ؟ قال ، فقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، فضلتم بہا ، یعارض روایۃ ان العشاء لیونس علیہ الصلاۃ والسلام[2]۔

میں کہتا ہوں کاش میری سمجھ میں آسکے کہ تائید کس طرح کرتی ہے جبکہ حدیث معاذ میں انبیاء کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ زرقانی نے مزید کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کے ذریعے سے تم کو فضیلت دی گئی ہے، معارض ہے اس روایت سے کہ عشاء یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلیے تھی (ت)

اقول : انما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضلتم بہا علی سائر الامم ، و ای تعارض بین النفی عنہم والثبوت لبعض الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے تم کو باقی امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اگر باقی امتوں کے لیے یہ نماز ثابت نہ ہو (جیسا کہ حدیث معاذ کا تقاضا ہے) اور بعض انبیاء کے لیے ثابت ہو (جیسا کہ شرح مسند میں ہے) تو اس میں کیا تعارض ہے؟ (ت)

ومنہا[6] قال الامام السیوطی فی

اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۴۲۵
[2] " " " " ۵/۴۲۶

marfat.com

فالظاھر التخصیص بھذہ الامۃ مطلقا ، اعنی بالنظر الی الامم والانبیاء جمیعا، وقد بدا الکلام ایضا بذکر الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام وھذہ الامۃ فھو المتبادر ھھنا ایضا ، لاقصر المقابلۃ علی الامم دون الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام۔

نہ ہی یہ ذکر کیا ہے کہ یہ نماز کسی اور نبی نے بھی پڑھی تھی، جیسا کہ باقی نمازوں میں یہ بیان کیا ہے تو اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا کہ یہ اُمت مطلقاً اس نماز کے ساتھ مخصوص ہے بنسبت باقی اُمتوں کے بھی اور انبیاء کے بھی (یعنی یہ نماز اس سے پہلے نہ کسی اُمت نے پڑھی نہ کسی نبی نے) نیز اس عبارت کی ابتداء میں اس امت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے تو یہاں بھی ظاہر یہی ہے (کہ اس امت کا عشاء کے ساتھ اختصاص بنسبت باقی انبیاء کے بھی ہے) یہ نہیں کہ صرف اُمتوں کی بنسبت ہو اور انبیاء کی بنسبت نہ ہو۔ (ت)

اقول: ویغنی عن الکلام علیہ مایأتی فی کلام ابن عائشۃ رحمہ اللہ تعالٰی۔

میں کہتا ہوں اس پر جرح کے لیے وہ بحث کافی ہے جو عنقریب ابنِ عائشہ رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام میں آرہی ہے۔

ومنھا حدیث سیدنا معاذ، الصحیح البار فی العشاء ، انکم فضلتکم بھا علی سائر الامم[1]، احتج بہ الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی فی الخصائص الکبری علی کون العشاء لم یصلھا احد قبلہ[2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اور ان میں سے حضرت معاذ کی صحیح حدیث ہے جو گزر چکی ہے، اس میں عشاء کے بارے میں ہے کہ تمہیں اس کے ذریعے تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس حدیث سے امامِ جلیل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

اقول: سبحٰن من لایزل المقابلۃ ھھنا بیننا وبین سائر الامم، فکیف دل علی انتفائھا عن سائر الانبیاء سوے نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیھم وسلم؛ واعجب منہ ان ذکر العلامۃ الزرقانی

میں کہتا ہوں: پاک ہے وہ ذات جس سے لغزش نہیں ہوتی۔ اس حدیث میں تقابل، ہمارے اور باقی اُمتوں کے درمیان ہے۔ اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی نے بھی نہیں پڑھی۔ اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

[2] " " " " " " " " " " " "

marfat.com

تعالٰی علیه وعلی الانبیاء وبارك وسلم، بل لا تصریح فیه بنفی ان صلاها احد ممن قبلنا من سائر الامم ؛ بل ولا نفی ان صلاها اللیلة احد سوانا ؛ انما فیه نفی صلاة غیرنا تلك الساعة ، فیجوز ان یکون الناس صلوا عاجلین ، فانما نفی الانتظار لا نفس الصلاة ۔ و مثله ما للبخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ، لیس احد من اهل الارض ، زاد مسلم ، اللیلة ، ینتظر الصلاة غیرکم[1]۔ ولهما عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنها ، وفیه ، ماینتظرها احد من اهل الارض غیرکم[2]۔ **بل** اخرجه احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجة عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه ، وفیه قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ، قد صلی الناس وناموا ، وانکم فی صلاة ما انتظرتموها[3]۔ ونحوه لاحمد وابی داود والنسائی و ابن ماجة من حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه ۔ فهذا وجه ۔ **والثانی** ان یکون المراد نفی ان یصلیها غیرنا من اهل الزمان مطلقا ، ویؤیده ما للبخاری

علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی ، بلکہ اس میں تو یہ بھی نہیں کہ ہمارے علاوہ سابقہ اُمتوں میں سے کسی نے نہیں پڑھی ، بلکہ اس میں یہ بھی نہیں کہ آج رات ہمارے سوا کسی نے نہیں پڑھی ، اس روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ ہمارے سوا کسی نے اس وقت نہیں پڑھی ۔ ہوسکتا ہے باقی لوگوں نے اس سے پہلے پڑھ لی ہو ۔ اسی کے مطابق بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں تمہارے سوا کوئی نہیں ہے جو ـــــ مسلم نے "آج رات" کا اضافہ کیا ہے ـــــ نماز کا انتظار کر رہا ہو ۔ اور بخاری و مسلم نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یوں روایت کی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کر رہا ہو ، بلکہ احمد ، بخاری ، مسلم ، نسائی اور ابن ماجہ نے جو روایت بیان کی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سو چکے ہیں اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے ہو نماز میں ہی ہوتے ہو ۔ اسی طرح کی روایت احمد ، ابوداؤد ، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی کی ہے ۔ یہ تو ایک توجیہ ہوئی (کہ تخصیص "اس وقت" کے اعتبار سے ہے) ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تخصیص اس زمانے کے تمام لوگوں کے اعتبار سے ہے ۔ اور حدیث کی

---

[1] صحیح مسلم باب وقت العشاء وتاخیرہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۹
[2] " " " "
[3] " " " "

marfat.com

الباب المزبور، اخرج البخاری عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال، اعتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء حتی ابھار اللیل، ثم خرج فصلی، فلما قضی صلاتہ قال لمن حضرہ، ابشروا من نعمۃ اللہ علیکم انہ لیس احد من الناس یصلی ھذہ الساعۃ غیرکم۔ او قال ما صلی ھذہ الساعۃ احد غیرکم[1]۔ اھ **قلت**: واخرجہ مسلم ایضا[2]۔

اسی باب مذکور میں کہا ہے کہ بخاری نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے لیے اتنا اندھیرا کیا کہ رات اچھی طرح تاریک ہوگئی پھر آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا: "تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالٰی کی تم پر یہ نعمت ہے کہ تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جو اس وقت نماز پڑھ رہا ہو"۔ یا آپ نے یوں فرمایا: "تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے جس نے اس وقت نماز پڑھی ہو"۔ اھ میں نے کہا: یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ (ت)

ومنھا قال رحمہ اللہ تعالٰی، واخرج احمد والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال، اخر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلاۃ العشاء، ثم خرج الی المسجد فاذا الناس ینتظرون الصلاۃ، فقال، اما انہ لیس من اھل ھذہ الادیان احد یذکر اللہ تعالٰی ھذہ الساعۃ غیرکم[3]۔ اھ

اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ احمد اور نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء میں تاخیر کی، پھر مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "سنو! موجودہ ادیان کے پیروکاروں میں سے تمہارے سوا کوئی بھی نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالٰی کو یاد کر رہا ہو" اھ (ت)

اقول: وانت تعلم ان لیس فی شئ منھا ما یدل علی مدعاہ، من ان العشاء لم یصلھا نبی قبل نبینا صلی اللہ

میں کہتا ہوں: تم جانتے ہی ہو کہ ان حدیثوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو امام سیوطی کے اس مدعٰی کے لیے دلیل بن سکے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۰۴
[2] صحیح لمسلم باب وقت العشاء وتاخیرھا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۹
[3] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۰۴

marfat.com

فقد اخرج ابن سعد ان ابراھیم واسمٰعیل اتیا منی فصلیا بھا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والصبح[1]۔

ابن سعد نے تخریج کی ہے کہ ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام منٰی کو آئے تو وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھیں۔ (ت)

اگر اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی حاجت ضرور،

فان الخصائص لاتثبت الا بنص صحیح کما نصوا علیہ قاطبۃ، منھم خاتم الحفاظ فی فتح الباری، والقسطلانی فی المواھب، والزرقانی فی شرحہ، وغیرھم فی غیرھا۔

کیونکہ خصوصیات، نص صحیح کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں، جیسا کہ سب نے تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر خاتم الحفاظ نے فتح الباری میں، قسطلانی نے مواہب میں، زرقانی نے اس کی شرح میں اور دیگر علماء نے دوسری کتابوں میں۔ (ت)

ہاں اگر یہ کسی صحیح حدیث صریح بے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشاء جس طرح ہمارے سوا کسی امت نے نہ پڑھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک اختصاص مجموعۂ پنجگانہ بھی ثابت ہو جائیگا بعض علما نے اس کی بھی تصریح فرمائی، امام جلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں بعد عبارت مسطورہ فرمایا:

وبانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول من صلی العشاء ولم یصلھا نبی قبلہ[2]۔

اور اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی اور آپ سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرے کہ انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشاء کو استثنا کرلیا **اقول** مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سوا اُس اثر مقطوع کے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبید اللہ بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا:

اول من صلی العشاء الاخرۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]۔

سب سے پہلے عشاء ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پڑھی۔

وکل ماتمسکوا بہ سوی ذلک، اعنی الاحادیث الثلثۃ الاخیرۃ فلا مساس لہ بماھنالک

اور آخری تین حدیثوں کے علاوہ علماء نے جن روایتوں سے استدلال کیا ہے تو ان کا زیر بحث مسئلے سے

---

[1] شرح الزرقانی المواہب بحوالہ ابن سعد المقصد الرابع خصائص امتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرۃ المصر ۴/۳۲۶

[2] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوٰت الخمس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰۴

[3] شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطٰی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۰

marfat.com

والنسائی عن المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ ولا تصلی یومئذ الا بالمدینۃ[1]، فان الیہود کانوا بخیبر والشام وغیرھما اکثر مما کانوا بالمدینۃ الکریمۃ، فلو کانت عندھم لصلیت بغیرھا ایضا۔

مراد یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگوں میں سے تمہارے سوا ایسے لوگ کہیں نہیں پائے جاتے جو عشاء کی نماز پڑھتے ہوں اس روایت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بخاری ونسائی نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے کہ ان دنوں یہ نماز صرف مدینے میں پڑھی جاتی تھی۔ اگر یہودی یہ نماز پڑھتے ہوتے تو مدینہ کی بنسبت خیبر اور شام وغیرہ میں یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی تو چاہیئے تھا کہ ان مقامات میں بھی یہ نماز پڑھی جاتی (حالانکہ مدینہ کے سوا کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی) (ت)

اقول: ولا تخالف بین الوجھین، فان الکافر لا صلاۃ لہ، فانما اثبت صلی اللہ علیہ وسلم لھم الصورۃ اذ قال، صلی الناس ونام موا، وام المؤمنین نفت المعنی۔

میں کہتا ہوں: دونوں توجیہوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ کافر (اگر صورۃً نماز پڑھے بھی تو حقیقۃً اس) کی نماز نہیں ہوتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سو چکے ہیں صورۃً نماز کے لحاظ سے ہے جبکہ ام المومنین حقیقی نماز کی نفی کر رہی ہیں۔ (ت)

والثالث ان المراد لم تفرض علی غیرنا فلا ینتظرھا ولا یصلیھا احد غیرنا، لا من اھل الزمان ولا من امم مضت، وھو الذی صرح بہ فی حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ فھذا قصوی ما یستفاد منہ، ولیس لہ ملحظ اصلا الی نفیھا عن سائر الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ (تخصیص باعتبار فرضیت کے ہے) چونکہ یہ نماز ہمارے علاوہ کسی پر فرض نہیں کی گئی، نہ موجودہ زمانے کے لوگوں پر، نہ سابقہ امتوں پر، اس لیے ہمارے سوا اس کا کوئی انتظار بھی نہیں کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی کی تصریح کی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کچھ اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔ رہا باقی انبیاء سے اس نماز کی نفی کرنا تو اس کی طرف اس حدیث میں کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ (ت)

بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم نے منٰی میں پانچوں نمازیں پڑھیں،

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۳

marfat.com

بلکہ بعض روایات واحادیث میں حضرت یونس وحضرت موسٰی کلیم اللہ علٰی نبینا وعلیہما الصلاۃ والسلام کا نمازِ عشاء پڑھنا صراحۃً منقول کما سیأتی ذکرہ (جیسا کہ اس کا ذکر آرہا ہے۔ ت) اور حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما الصلاۃ والسلام کا پڑھنا اوپر گزرا بلکہ امام ابواللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ناقل کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واما صلاۃ العتمۃ فانہا الصلاۃ التی صلاہا[ع] المرسلون قبلی۔[1]

نمازِ عشاء وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے پڑھی۔ (ت)

صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ لاجرم امام قاضی ناصرالدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں:

ان العشاء کانت تصلیہا الرسل نافلۃ لہم و لم تکتب علی اممہم کالتہجد وجب علی نبینا دوننا۔[2]

پہلے رسول عشاء کی نماز اضافی طور پر پڑھتے تھے مگر ان کی اُمتوں پر فرض نہیں تھی، جس طرح تہجد کی نماز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی مگر ہم پر واجب نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ زرقانی امام ہروی وغیرہ سے ناقل:

اذ قال بعد ما قدمنا عنہ، من معارضۃ اثر العیشی بخبر الرافعی، ثم الاستدراک بحدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ، مانصہ" وجمع الہروی وغیرہ بان المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول من صلاہا مؤخرا لہا

زرقانی سے ہم پہلے نقل کرچکے ہیں کہ انھوں نے عیشی کے اثر کو رافعی کی خبر سے معارض قرار دیا ہے۔ پھر اس پر حدیثِ معاذ رضی اللہ عنہ سے استدراک کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ ہروی وغیرہ نے اس طرح تطبیق کی ہے کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عشاء کو

ع ہکذا ہو مثبت فی نسختی التنبیہ فاللہ تعالٰی اعلم ولتراجع النسخ ۱۲ منہ (م)

میرے پاس موجود تنبیہ الغافلین کے نسخہ میں عبارت اسی طرح ہے اللہ تعالٰی زیادہ جاننے والا ہے دوسرے نسخوں کو دیکھ لینا چاہیئے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تنبیہ الغافلین باب فضل امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۳
[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص امۃ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرۃ مصر ۵/۴۲۶

کما علمت۔ کچھ تعلق نہیں ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ (ت)

یہ امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقۂ عاشرہ میں اتباعِ تبع تابعین سے ہیں ۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا کما فی الحلیۃ والتقریب[1] وغیرھما (جیسا کہ حلیہ اور تقریب وغیرہ میں ہے۔ت)

اور خود حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وُہ حدیثِ صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے دو روز حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اوّل وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں، پھر حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ سے عرض کی:

هذا وقت الانبياء من قبلك[2]۔

یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔

رواه ابوداود وسكت عليه، والترمذی و حسنه، واحمد وابن خزيمة والدارقطنی والحاكم، وصححه ابن عبد البر و ابوبكر بن العربی۔

اس کو ابوداؤد نے بیان کرکے سکوت اختیار کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ احمد، ابن خزیمہ، دارقطنی اور حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ابنِ عبدالبر اور ابوبکر بن عربی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (ت)

اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیا کے تھے اگرچہ متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثناء کی اُس میں بُو بھی نہیں، نہ ایسا استثناء بے دلیل مساوی قابلِ احتمال۔

اقول: والعجب من ابن حجر، كيف يقول بالتوزيع ثم يستثنی العشاء، فانی يصح التوزيع للجميع۔

اور ابن حجر پر حیرت ہے کہ وُہ ایک طرف تو سب نمازوں کی تقسیم کے قائل ہیں۔ پھر ان سے عشاء کی استثناء بھی کرتے ہیں، تو سب کی تقسیم کیسے ہُوئی؟ (ت)

ظاہراً اسی لیے شیخ محقق قدس سرّہٗ نے اشعۃ اللمعات میں اُس سے رجوع فرماکر ترک کیا حیث قال (چنانچہ وُہ کہتے ہیں۔ت):

ایں وقت نماز پیغمبران ست کہ پیش از تو بودہ اند کہ ہر کدام از ایشاں بعضے اوقات داشتند اگرچہ مجموع اوقات مخصوص ایں امت است[3] فافہم انتہی۔

یہ وقت ان پیغمبروں کی نماز کے ہیں جو آپ سے پہلے گزرے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو، ان میں سے بعض اوقات ملے تھے، اگرچہ پانچ کا مجموعہ اس امّت کے ساتھ خاص ہے۔ اسکو سمجھو۔ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب مطبوعہ دارنشر کتب اسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۲۷

[2] سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/ ۵۶

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ، باب المواقیت، الفصل ثانی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۸۷

marfat.com

وثانیا :کیفماکان ، ھذا حامل للوحی الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی الخمس یومین ، فعجل مرۃ واخراخری ، ثم قال: ھذا وقت الانبیاء من قبلک[1] ، فمن این ان اول من اخرھا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؟ قال ، ویدل لذلک (ای لما ادعی من الجمع) بل یصرح بہ قولہ اثر الطحاوی نفسہ ، العشاء الاٰخرۃ[2] اھ۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو صورت بھی ہو، بہرحال حامل وحی جبریل امین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن پانچ پانچ نمازیں پڑھائیں، پہلے دن ہر وقت کے بالکل ابتدائی حصے میں اور دوسرے دن ہر وقت کے انتہائی حصے میں، پھر کہا کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کا بھی وقت ہے (پھر یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنے سے مختص تھے) زرقانی نے کہا کہ اس پر (یعنی اس تطبیق پر کہ تہائی رات تک مؤخر کرنا مراد ہے) دلالت کرتی ہے بلکہ صراحت کرتی ہے، یہ چیز کہ طحاوی نے خود اپنے اثر میں العشاء الآخرۃ (آخری عشاء) ترکیب استعمال کی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا آخری حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے مختص ہے)۔ (ت)

اقول :یاسبحٰن اللہ !بل لا دلالۃ فیہ اصلا ، فضلا عن التصریح ، فان العشاء الاٰخرۃ ھی العشاء مطلقا دون التی اخرت ۔ تسمی الاٰخرۃ نظرا الی العشاء الاولی وھی المغرب ، علیہ تظافر محاورات الحدیث ۔ وفصل القول ما لاحمد ومسلم والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یؤخر العشاء الاٰخرۃ[3] ۔ واعظم منہ ما للترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی

میں کہتا ہوں : اے سبحان اللہ! صراحت تو کیا، یہ ترکیب اس پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ "عشاء آخرۃ" مطلق عشاء کو کہتے ہیں نہ کہ اس عشا کو جو مؤخر کی گئی ہو۔ اس کو آخرہ اس بناء پر کہتے ہیں کہ عشاء اولٰی مغرب کو کہتے ہیں۔ اس پر حدیث کے بہت سے محاورات شاہد ہیں۔ اور احمد، مسلم، نسائی کی یہ روایت تو اس میں قولِ فیصل کا درجہ رکھتی ہے کہ جابر بن سمرہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ آخری عشاء کو مؤخر کیا کرتے تھے۔" اس سے بھی زیادہ اصح وہ روایت ہے جو ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

---

[1] سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/ ۵۶
[2] شرح الزرقانی علی المواہب ومنہا مجموع الصلوات الخمس مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۵/ ۴۲۶
[3] سنن نسائی کتاب المواقیت باب استحباب من تاخیر العشاء مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۳

marfat.com

الی ثلث اللیل أونحوہ ، اما الرسل فکانوا یصلونہا عند اول مغیب الشفق[1] اھ وغرضنا فیما سلموا من ثبوت العشاء لغیر نبینا من الانبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والثناء ۔ اما ما حاول من الجمع ، **فاقول اولا** : ان کان المراد الجمع بین حدیث فضلتم بہا و روایۃ ان العشاء لیونس علیہ الصلوٰۃ والسلام ، کما یدل علیہ ذکرہ بعد ما قال ان قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضلتم بہا یعارض روایۃ ان العشاء لیونس ، فقد علمت ان لا تعارض بینہما حتی یحتاج الی الجمع ۔ او بین الروایۃ و اثر العیشی ، کما یدل علیہ زیادہ لفظ " نفسہ " بعد لفظ اثر الطحاوی فیما یأتی ، فما ابعدہ جمعا ، فان الاثر صریح فی نفی المطلق دون المقید بالتاخیر فانہ فی سیاق بیان من صلی الصلوات غیر معترض لاقسام الاوقات ، فذکر لکل من الاربع من صلاھا ، وقال فی العشاء : اول من صلاھا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، فاین ھذا مما تریدون !

تہائی رات یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کرکے پڑھا ہے۔ جبکہ پہلے گزر جانے والے رسول شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی عشاء پڑھ لیا کرتے تھے اور اس نقل سے ہماری غرض صرف یہ بتانا ہے کہ ہروی وغیرہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کے لیے بھی عشاء تسلیم کرلی ہے، رہی ان کی تطبیق، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ یہ تطبیق اگر اُن روایتوں کے درمیان ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ عشاء کے ذریعے تمہیں فضیلت دی گئی ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ عشاء یونس علیہ السلام کے لیے تھی، جیسا کہ سباق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ تطبیق زرقانی نے مذکورہ دو روایتوں کے بعد بیان کی ہے — تو (یہ تطبیق فضول ہے کیونکہ) تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ ان دو روایتوں میں تعارض ہی نہیں ہے کہ تطبیق کی ضرورت پڑے۔ اگر یہ تطبیق روایت اور عیشی کے اثر کے درمیان ہے — جیسا کہ طحاوی کے عنقریب آنے والے اثر میں طحاوی کے ساتھ "نفسہ" کا لفظ بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے — تو یہ فہم سے بہت بعید تطبیق ہے کیونکہ اثر میں صراحتاً مطلق عشاء کی نفی ہے نہ کہ (تہائی رات تک) تاخیر سے مقید عشاء کی، کیونکہ اثر کے سیاق کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ نمازیں کس کس نبی نے پڑھی تھیں، قطع نظر اس سے کہ پہلے وقت میں پڑھی تھیں یا مؤخر کرکے، چنانچہ اثر میں چار نمازوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہیں ہمارے نبی کے علاوہ باقی انبیاء نے بھی پڑھا ہے۔ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو تم لوگ چاہتے ہو (کہ مراد تہائی رات تک مؤخر کرکے پڑھنا ہے)۔ (ت)

---

[1] شرح المواہب اللدنیہ ومنہا مجموع الصلوات الخمس المطبعۃ العامرہ مصر ۵/۴۲۶

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر یہ تخصیص واختصاص نہ ہو اس تقدیر پر یہی حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلالۃً اس دعوے کی بھی مثبت ہوگی۔

اما حدیث السیدین ابراھیم واسمٰعیل، علی ابنھما الکریم ثم علیھم الصلاۃ و التسلیم، فلعلہ لم یثبت اذ لو ثبت لما رأینا تظافر کلماتھم علیٰ خلافہ، علی انی **اقول**: الاختصاص بجھۃ الافتراض، اما ھما صلی اللہ تعالیٰ علی ابنھما ثم علیھما وبارك وسلّم، فصلیا بمنی ما کتب اللہ تعالیٰ علیھما و تنفلا فی بقیۃ الاوقات، فمن قبل وقوعھا فی ھذہ الاوقات، عبر عنھا باسماء ھذہ الصلوات، واللہ تعالٰی اعلم بالخفیات۔ ھذا غایۃ ماعندی فی توجیہ المرام۔

رہی دو سرداروں یعنی ابراہیم و اسمٰعیل — ان کے کریم بیٹے پر پھر ان دونوں پر صلوٰۃ وسلام ہو —— والی حدیث، تو شاید وہ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ اگر ثابت ہوتی تو اتنی کثرت سے علماء کے اقوال اس کے خلاف نہ ہوتے — علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ خصوصیت، فرضیت کے اعتبار سے ہے (یعنی پانچ نمازیں فرض صرف رسول اللہ پر ہوئیں) ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام پر اُن میں سے جو فرض ہوں گی وہ انہوں نے بطور فرض منٰی میں پڑھی ہوں گی اور باقی اوقات میں نفل ادا کیے ہوں گے، لیکن وہ نفل چونکہ واقع انہی پانچ اوقات میں ہوئے تھے، اس لیے ان کی تعبیر نمازوں کے ناموں سے کر دی گئی۔ اور اللہ ہی پوشیدہ باتوں کو بہتر جاننے والا ہے۔ اس مقصد کی زیادہ سے زیادہ توجیہ میرے خیال میں یہی ہو سکتی ہے۔ (ت)

اقول مگر استبعاد مذکور کا جواب واضح ہے کچھ عجب نہیں کہ مولیٰ عزوجل بعض نعمتیں بعض انبیا علیہم الصلوٰۃ و السلام کو عطا فرمائے اگلی اُمتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرحومہ کے لیے اُنہیں عام فرما دے جیسے کتاب اللہ کا حافظ ہونا کہ اُمم سابقہ میں خاصۂ انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء تھا اس اُمت کے لیے رب عزوجل نے قرآن کریم حفظ کے لیے آسان فرما دیا کہ دس دس برس کے بچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ اُن کی اُمت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والثناء واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ باقی رہا سوال کا دوسرا جُز کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں:

اوّل: قول امام عبیداللہ بن عائشہ ممدوح کہ جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ وقتِ فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحٰق علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کیے گئے انھوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقتِ مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری

marfat.com

عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، ان اول وقت العشاء الاٰخرۃ حین یغیب الافق[1]۔ فالمقطوع به ان لا اثر لهذه الدلالة فی الکلام ، ولو اراده لقال" اول من اخر العشاء" وهذا ظاهر جدا۔

نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخری عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے"۔ بہرحال اس کلام میں "عشاء آخرہ" کا تاخیرِ عشاء پر دلالت کرنا قطعی طور پر بے نشان ہے اگر یہ مراد ہوتی تو اثر کے الفاظ یہ ہوتے "سب سے پہلے جس نے عشاء مؤخر کی" اور یہ بہت ہی ظاہر ہے۔ (ت)

بالجملہ اس قدر بلاشبہہ ثابت کہ نمازِ عشاء ہم سے پہلے کسی اُمت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں اور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ظاہراً راجح یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور امام طحاوی سے اجتماع خمس کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے خاص ثابت کرنا جس کا مدار اسی نفی عشاء عن سائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پر تھا تام التقریب نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے کبھی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوں اگرچہ کسی اُمت نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام ہی کے لیے مانیے جیسا کہ قول دوم و سوم میں آتا ہے جب بھی وُہ احتمال مندفع نہیں ممکن کہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وُہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقۃً تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کے اُمتی ہیں انھیں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انھیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُمتی بنالیا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین[2] میں اُس کی تفصیل فائق وللہ الحمد۔ غرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی اُمت کو نہ ملا یہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں خود ارشاد اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اُس پر دلیل نہ پائیں کہ آخر کلمات علماء کا اطباق و اتفاق بے چیزے نیست ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں۔

اقول شاید نظرِ علما اس طرف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عزوجل نے اس نعمتِ جلیلہ وفضیلتِ جلیلہ سے اس اُمتِ مرحومہ کو تمام اُمم پر تفضیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل ہیں سب ہمارے آقا و مولٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہم تو اس خصوص نعمت سے سب اُمتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے مولٰی

---

[1] جامع الترمذی ابواب الصلوات باب ماجاء فی مواقیت الصلوات مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۲

marfat.com

دے جیسی اُنھیں ذبحِ ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کرکے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔

نمازِ عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے انھیں چار ظلمتوں سے نجات دی: ظلمتِ لغزش، ظلمتِ غم[1]، ظلمتِ دریا، ظلمتِ شکمِ ماہی۔ یہ اُن کے نفل تھے ہم پر فرض ہُوئی کہ ہمیں مولیٰ تعالیٰ ظلمتِ گناہ و ظلمتِ قبر و ظلمتِ قیامت و ظلمتِ دوزخ سے پناہ دے۔

مغرب سب سے پہلے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی[2]، پہلی اپنے سے نفیِ الوہیت، دوسری اپنی ماں سے نفیِ الوہیت، تیسری اللہ عزوجل کے لیے اثباتِ الوہیت کے لیے۔ یہ ان کے نفل ہم پر فرض ہُوئے کہ روزِ قیامت ہم پر حساب آسان ہو، نار سے نجات ہو، اُس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو۔ **اقول** اور مقام سے مناسب تر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما رضی عنہ اھ **اقول**: وما ذکرت احسن من سنۃ وجوہ لا تخفی علی المتأمل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا ذبح کرنے کی توفیق بخشی اور ہمیں بھی غم سے نجات دی جیسے ان کو دی تھی اور (یہود و نصاریٰ کو جہنم میں) ہمارا فدیہ بنایا جس طرح ان کے لیے (جنتی دُنبے کو اسمٰعیل علیہ السلام کا) فدیہ بنایا اور ہم سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہوا جیسے کہ ان سے ہوا اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) ان الفاظ کی بنسبت میری ذکر کردہ عبارت چھ وجوہ سے زیادہ عمدہ ہے اور یہ وجوہ سوچنے والے پر مخفی نہیں ہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] الذی فی الکتاب وظلمۃ اللیل **اقول** ان کانت تذھب بالنھار فقد ذھبت قبل العصر والافلا اثر لھا ولذا ابدلتھا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کتاب میں (ظلمتِ غم کی بجائے) "ظلمتِ لیل" مذکور ہے۔ میں کہتا ہوں اگر ظلمتِ لیل مراد ہو تو نہار کی وجہ سے ظلمتِ لیل ختم ہوجاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ رات کا اندھیرا وقت عصر سے پہلے ہی ختم ہوچکا ورنہ لازم آئیگا کہ نہار کا کوئی اثر ہی نہ ہوا سی لئے میں نے اس کو ظلمتِ غم سے بدلا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[2] الذی فی الکتاب اول من صلی المغرب تطوعا شکرا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام حین خاطبہ اللہ تعالٰی بقولہ أ انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ وکان ذلک بعد غروب الشمس الخ **اقول** المعروف ان ھذا الخطاب یوم الحساب الا تری الی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

کتاب میں یُوں ہے کہ سب سے پہلے مغرب کی نماز بطور شکرانہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے پڑھی جب ان کو اللہ تعالٰی نے یوں مخاطب کیا تھا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ اور یہ خطاب غروبِ شمس کے بعد ہوا تھا، میں کہتا ہُوں مشہور تو یہ ہے کہ یہ خطاب بروزِ حساب ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کے جواب میں عیسٰی علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کہ جب تُو نے مجھے پُورے طور پر اٹھا لیا تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] و [2] و [3] وظیفۃ العلماء للنابلسی

marfat.com

پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

رواہ کما ذکرنا الامام الطحاوی قال، حدثنا القاسم بن جعفر قال سمعت بحر بن الحکم الکیسانی قال سمعت اباعبدالرحمٰن بن محمد ابن عائشۃ یقول، فذکرہ[1]۔

جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم کیسانی سے، اس نے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ ابن محمد ابن عائشہ سے سُنا — اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔ (ت)

دوم قول امام ابوالفضل کہ سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدم، ظہر کو چار رکعتیں حضرت ابراہیم، عصر حضرت یونس، مغرب حضرت عیسٰی، عشاء حضرت موسٰی علیہم الصلاۃ والسلام نے پڑھی۔ ذکرہ الامام الزندوستی فی روضتہ قال سألت ابا الفضل فذکرہ (اس کو امام زندوستی نے اپنی روضہ میں ابوالفضل کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ کہا میں نے ابوالفضل سے پُوچھا تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ ت) یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہذا اُس کا خلاصہ لکھیں امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابوالفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر و عصر و عشاء کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور بھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انھوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکرِ الٰہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکیِ شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انھوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دُور ہو اور طاعت کا نُور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دُور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولٰی تعالٰی ہمیں قتلِ نفس پر قدرت

[ع] لفظ الکتاب فامرنا بذلک لانہ تعالٰی وفقنا علی ابلیس کما وفقہ لذبح الولد وانجانا من الغم کما انجاہ وفدانا من النار کما فداہ ورضی عنا

کتاب (یعنی روضہ) کی عبارت یوں ہے: "تو ہمیں ظہر کی چار رکعتوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ہمیں بھی اللہ تعالٰی نے شیطان کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائی جس طرح (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطٰی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۰

marfat.com

الا و انسان من اٰل داود قائم یصلی[1] اھ۔ تورات اور دن کی گھڑیوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں ہوتی تھی جس میں آلِ داؤد کا کوئی فرد نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ (ت)

معہذا اُن سب اقوال میں کہیں کہیں گرفت ضرور ہے اوّل نے صاف تصریح کی کہ عشار انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور اُمتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قدمنا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے ت) تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعہ وغیرہا کی عبارتوں میں تھا نہ بلحاظ امم۔ اور ہم اوپر بیان کرچکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف وقول مرجوح ہے، اوّل و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلاۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالٰی:

ووھبنا لداؤد سلیمٰن نعم العبد انہ اواب[2] ۝
اذ عرض علیہ بالعشی الصفنٰت الجیاد[3] ۝
فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی
حتی توارت بالحجاب[4] ۝

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، جب اس کے سامنے اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی چیز کی محبّت نے اپنے رب کی یاد سے غافل کردیا۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں یہ نماز نمازِ عصر تھی، جلالین میں ہے:

عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر[5]۔ (اپنے رب کی یاد سے مراد نمازِ عصر ہے۔ ت)

مدارک میں ہے:

غفل عن العصر وکانت فرضا فاغتم[6]۔ عصر سے غافل ہوگئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لیے غمزدہ ہوگئے۔ (ت)

اور سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ یونس وعزیر علیہم الصلاۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاۃ عصر ان دونوں صاحبوں کے لیے کیونکر ہوسکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیرِ حدیث ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی

---

[1] معالم التنزیل مع الخازن زیرآیۃ "وقلیل من عبادی الشکور" مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۸۵
[2] القرآن ۳۸/ ۳۰ [3] القرآن ۳۸/ ۳۱ [4] القرآن ۳۸/ ۳۲
[5] تفسیر جلالین زیرآیت مذکور مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸۰
[6] تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک التنزیل زیرآیت مذکور مطبوعہ دارالکتاب العربی البیروت ۴/ ۴۱

marfat.com

یہ تھا کہ یُوں فرماتے کہ ہم اپنی خودی اور فخرِ آباء سے باہر آکر اللہ عزوجل کے لیے خاص متواضع ہوں۔

سب سے پہلے عشاء مُوسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بی بی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف، جب وادیِ ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے اِن سب فکروں سے انھیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہُوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے محبوبوں سے ملائے دشمنوں پر فتح دے آمین!

سوم قول بعض علماء کہ فجر آدم، ظہر ابراہیم، عصر سلیمان، مغرب عیسٰی علیہم الصلاۃ والسلام نے پڑھی اور عشا خاص اس اُمّت کو ملی کما تقدم عن الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت)

چہارم وُہ حدیث کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبح آدم، ظہر داؤد، عصر سلیمٰن، مغرب لیعقوب، عشاء یونس علیہم الصلاۃ والسلام سے ہے ذکرہ عنہ الزرقانی فی شرح المواھب والحلبی تماما فی الحلیۃ قال واورد فی ذلک خبرا[1] (اس کو زرقانی نے شرح مواہب میں رافعی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حلبی نے حلیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، حلبی نے کہا کہ رافعی نے اس سلسلے میں ایک روایت پیش کی ہے۔ ت) غرض نماز صبح میں چاروں متفق ہیں باقی چار میں اختلاف۔

اقول فقیر کی نظر میں ظاہراً قول اخیر کو سب پر ترجیح کہ اوّل تو وُہ حدیث ہے لا اقل اثر صحابی یا تابعی سہی اقوال علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصاً ایسے امر میں جس میں رائے وقیاس کو دخل نہیں۔

بل **اقول** عسی ان یکون ما ذکرا لامام ابوالفضل بمعزل عما نحن فیہ، فانہ انما ذکرا لتطوعات، والکلام فی المکتوبات، لا ایقاع نفل فی ھذہ الاوقات، فانہ ثابت فی جمیع الساعات۔ فی المعالم عن جعفر بن سلیمٰن قال سمعت ثابتا یقول، کان داؤد نبی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام قد جزأ ساعات اللیل والنھار علی اھلہ، فلم تکن تأتی ساعۃ من ساعات اللیل والنھار

لیکن میں کہتا ہُوں، ایسے لگتا ہے کہ امام ابوالفضل نے جو کچھ کہا ہے وہ زیر بحث مسئلے سے غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے نوافل کا ذکر کیا ہے جبکہ بحث فرائض سے ہو رہی ہے۔ ان اوقات میں نوافل ادا کرنا بحث سے خارج ہے کیونکہ نوافل تو ان اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت ادا کیے جا سکتے ہیں۔ معالم میں جعفر ابن سلیمٰن سے منقول ہے کہ میں نے ثابت کو کہتے سنا ہے کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام نے رات اور دن کی گھڑیوں کو اپنے اہلِ خانہ پر نماز کے لیے تقسیم کر رکھا تھا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

اُسی میں ہے:

یعملون له مایشاء من محاریب کان مما عملوا له بیت المقدس، ابتدأه داود علیه الصلوٰة والسلام، فلما توفاه الله تعالی استخلف سلیمٰن علیه الصلوٰة والسلام، فبنی المسجد بالرخام والجواهر واللآلئ والیواقیت، فلم یزل بیت المقدس علی ما بناه سلیمٰن علیه الصلوٰة والسلام، حتی غزاه بخت نصر، فخرب المدینة ونقض المسجد[1] اھ ملتقطا۔

(بناتے تھے اس کے لیے جو وُہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لیے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیروں، موتیوں اور یاقوتوں سے بنوایا، یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کر دیا اور مسجد گرادی اھ ملتقطا (ت)

بخلاف قول چہارم کہ اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہراً وہی مرجح و قرین قیاس اور حقیقتِ حال کا علم مولٰی سبحٰنہ کے پاس واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

---

[1] معالم التنزیل مع الخازن۔ آیت یعملون لہٗ ما یشاء الخ کے تحت، مصطفی البابی، مصر ص۲۸۴-۲۸۵

marfat.com

(کسی کے لیے یہ کہنا روا نہیں ہے کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں۔ت) ہے:

هو من ولد بنيامين بن يعقوب عليهم الصلاة والسلام، وكان بعد سليمٰن عليه الصلاة والسلام[1] اھ وفيه فی فصل حكم عقد قلب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، يونس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، كما فی مرآة الزمان، كان بعد سليمٰن نبی اللہ، عليه الصلاة والسلام[2]۔

یونس، بنیامین ابن یعقوب علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے اھ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں، جس کا عنوان ہے حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مرآۃ الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد تھے۔ (ت)

یہ تو یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ اُن کا واقعۂ موت وحیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر گیا تھا اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بناء داود علیہ الصلاۃ والسلام نے شروع اور سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے ختم فرمائی تو سلیمان وعزیر علیہما الصلاۃ والسلام میں صدہا سال کا فاصلہ تھا، معالم التنزیل میں ہے:

قال الذی قال ان الماء كان عزيرا: ان بختنصر لما خرب بيت المقدس واقدم سبی بنی اسرائيل ببابل، كان فيهم عزير ودانيال وسبعة آلاف من اهل بيت داود عليهم الصلاة والسلام، فلما نجا عزير من بابل ارتحل على حمار له[3]۔ الخ

جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیر تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داؤد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے۔ پھر جب اللہ تعالٰی نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لیے نکلے۔ الخ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی حکم عقد قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۴/۲۳
[2] " " " " " " " " " " " " " "
[3] تفسیر معالم التنزیل زیر آیت او کالذی مر علی قریۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۷

marfat.com

۱۶ ھ ۱۳

جمان التاج فی بیان الصلاۃ قبل المعراج

(تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۵۰ از ریاست رام پور بزریہ ملاظریف گھیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہٗ عبدالرؤف خاں ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولٰنا بحرالعلوم صاحب زادکرمہٗ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] بعد نبوت قبل شبِ معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی ؛ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ؛ لاسیما علی صاحب المعراج

اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہو اس کے منتخب بندوں پر، مصطفٰے پر اور ان کے آل و اصحاب

---

[1] تفسیر معالم التنزیل زیر آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفے البابی مصر ۵/ ۸۵ - ۲۸۴

marfat.com

من قیام اللیل ماذکرہ فی اول سورۃ المزمل ثم نسخہ بما فی آخرھا ثم نسخہ بایجاب الخ بایجاب الصلوٰۃ والخمس لیلۃ الاسراء بمکہ۔ اھ مافی المواھب[1] مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ اھ

وفی شرحھا للعلامۃ الزرقانی من المقصد التاسع ، ذھب جماعۃ الی انہ لم تکن قبل الاسراء صلاۃ مفروضۃ الا ما وقع الامر بہ من صلاۃ اللیل بلا تحدید۔ وذھب الحربی الی ان الصلاۃ کانت مفروضۃ ، رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی ۔ ورد ہ جماعۃ من اھل العلم[2] ۔اھ

وفیھما من المقصد الخامس فی الاسراء ، عند ذکر صلاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالانبیاء ببیت المقدس ، (قد اختلف فی ھذہ الصلاۃ) ھل ھی الشرعیۃ المعروفۃ او اللغویۃ ؟ وصوّب الاول لان النص یحمل علٰی حقیقۃ الشرعیۃ ، ما لم یتعذر ۔ وعلی ھذا اختلف (ھل ھی فرض) ویدل علیہ کما قال النعمانی حدیث انس عند ابی حاتم المتقدم قریبا للمصنّف ۔ (او نفل ؟ واذا قلنا انھا فرض، فای صلاۃ ھی ؟ قال بعضھم الاقرب انھا الصبح،

نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورۂ مزمل کی ابتدا میں ذکر ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورۂ مزمل کے آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مواہب کی عبارت ختم ہوئی ۔ (ت)

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی ۔ دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو۔ لیکن حربی کی رائے کو اہلِ علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے (ت)

اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے — جہاں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے ، وہاں لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے ؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے ۔ مشروعیّت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے — اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور

---

[1] المواہب اللدنیہ مقصد اول، اول امر الصلوٰۃ ، المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۱، ۲۱۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۳۲۳

marfat.com

المصطفٰی و اٰلہٖ وصحبہ المقیمین الصلاۃ و العدل والوفاء ۔

پر جنہوں نے نماز کو اور عدل و وفا کو قائم کیا۔ (ت)

الجواب

پیش از اسراء دو وقت یعنی قبل طلوعِ شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیامِ لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔

فی الدر المختار اول کتاب الصلوٰۃ الصلاۃ فرضت فی الاسراء ، وکانت قبلہ صلاتین ، قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا۔ شمنی[1] اھ۔

درمختار کی کتاب الصلوٰۃ کے آغاز میں ہے کہ نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے دوسری غروب سے پہلے۔ شمنی اھ (ت)

وفی المواھب، من المقصد الاول ، قبیل ذکر اول من امن ، قال مقاتل : کانت الصلاۃ اول فرضھا رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی ، لقولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار۔ قال فی فتح الباری : کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعًا ، وکذلک اصحابہ ؛ ولکن اختلف ھل افترض قبل الخمس شئ من الصلاۃ امر لا ؟ فقیل ان الفرض کان صلاۃ قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا ۔ والحجۃ فیہ قولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا انتھی[2]۔

اور مواہب کی فصل اوّل میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے۔ فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں! تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے : اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ شمس سے پہلے اور غروبِ شمس سے پہلے۔ (ت)

وقال النووی : اوّل ماوجب الانذار والدعاء الی التوحید ، ثم فرض اللہ تعالٰی

اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈر سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالٰی

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۷۴

marfat.com

سعید بن جبیر وان کان ربما یفید الاستثناء من کلیته علی ما **اقول** قوله جل ذکره، کل قد علم صلوته وتسبیحه[1]، وقوله تعالٰی فلولا انه کان من المسبحین ○ للبث فی بطنه الٰی یوم یبعثون[2] ○ فان الظاهر ان المراد به ماذکر عنه ربه عزوجل بقوله فنادٰے فی الظلمٰت ان لا الٰه الا انت سبحٰنك انی کنت من الظلمین[3] ○ به فسره سعید بن جبیر، ارشد تلامذه ابن عباس، الراوی عنه تلك الکلیة۔ وقد قال الحسن البصری، کما فی المعالم: ماکانت له صلاة فی بطن الحوت؛ ولکنه قدم عملا صالحا[4]۔ اھ بید ان ابن عباس ھھنا ایضا مشی علی اصله فقال رضی اللہ تعالٰی عنه، من المسبحین، من المصلین[5]۔ ویکون المعنی حینئذ ماقال الضحاك، انه شکر اللہ تعالٰی له طاعته القدیمة[6]، کما فی المعالم ایضا۔ فعلٰی ھذا الحمل واخذ الامر للوجوب، تدل الاٰیة باٰخرھا علی فرضیة اکثر من

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں، اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے: "ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے"۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یوم بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے "پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرے سوا، تو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنے والوں میں تھا"۔ سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا کلیہ کے راوی ہیں انہوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا اھ البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں دواں ہے ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا۔ اس صورت میں —— جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے —— اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت

---

[1] القرآن سورہ النور ۲۴ آیت ۴۱
[2] القرآن سورہ الصّٰفّٰت ۳۷ آیت ۱۴۳
[3] " سورۃ الانبیاء ۲۱ " ۱۴۴
[4] معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انه کان من المسبحین (تفسیر سورہ صافات) مصطفی البابی مصر ۶/۳۷
[5] " " " " " "
[6] معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت فلولا انه کان من المسبحین " مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۳۷

marfat.com

ویحتمل انتکون العشاء) والاحتمالان، کما قال الشامی، لیسا بشئ؛ سواء قلنا صلے بھم قبل العروج اوبعدہ لان اول صلاۃ صلاھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الخمس مطلقا، الظھر بمکۃ باتفاق۔ ومن حمل الاولیۃ علی مکۃ فعلیہ الدلیل۔ قال، والذی یظھر انھا کانت من النفل المطلق، اوکانت من الصلاۃ المفروضۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل لیلۃ الاسراء۔ وفی فتاوی النووی مایؤید الثانی اھ باختصار۔

تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے؟ اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وُہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشار کی نماز ہو) اور دونوں احتمال — جیسا کہ شامی نے کہا ہے — کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وُہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شبِ معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوٰی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

اقول: وفی الاستدلال بقولہ عز اسمہ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا[2] نظر، فان تتمۃ الاٰیۃ ومن اٰناء اللیل فسبح واطراف النھار لعلک ترضٰی[3]، فان حمل التسبیح علی الصلاۃ لقول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما کل تسبیح فی القراٰن صلاۃ اخرجہ الفریابی عن[4]

میں کہتا ہوں: اللہ عزّ اسمہٗ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے، محلِ نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے "اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ"۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۶۳
[2] القرآن سورۃ طٰہٰ ۲۰ آیت ۱۳۰
[3] " " "
[4]

marfat.com

فسرها ترجمان القراٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ بالصلوات الخمس[1]، کما فی المعالم۔ وقد یستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت المقدس "لم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر، ثم اذن مؤذن واقیمت الصلاۃ" قال، فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام بیدی فقدمنی فصلیت بھم، فلما انصرفت، قال لی جبریل: اتدری من صلی خلفک؟ قلت: لا، قال، صلی خلفک کل نبی بعثہ اللہ[2]۔ وھو الحدیث المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی۔

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی (جبکہ اس وقت تک وُہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی)، اسی لیے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے۔ جیسا کہ معالم میں ہے۔ اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعۂ معراج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا) ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔ پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کردیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالٰی نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے (ت)

اقول: ولعل مطمح نظر المستدل وقوع الاذان والاقامۃ فانھما من خصائص الفرائض **اولا**، فلان الاذان والاقامۃ المعروفین ماشرعا الا بالمدینۃ، والاسراء قبل الھجرۃ ولذا قال الزرقانی فی تفسیر الحدیث، اذن مؤذن، ای اعلم بطلب الصلاۃ، فاقیمت الصلوٰۃ، ای تھیؤ لھا وشرعوا فیھا، فلا یردان الاذان والاقامۃ انما

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا مطمحِ نظر یہ ہو کہ اس نماز میں اذان واقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ معروف اذان واقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے پہلے ہوا تھا۔ اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

---

[1] معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۶/ ۹۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۶۲

marfat.com

صلاتین ؛ الا ان یقال : لم یقصد الحصر، بدلیل ان قیام اللیل کان فریضۃ من قبل قطعا ؛ ولکن یبقی قولہ تعالٰی و اطراف النہار؛ وحملہ علی المذکورتین یستلزم التکرار۔

(اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔ معالم میں بھی اسی طرح ہے۔ بہرحال اگر "فسبح بحمد ربك" میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لیے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو۲ سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جا سکتا ہے کہ دو۲ میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالٰی کا یہ فرمان "اور دن کے اطراف میں" بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی (کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتدا میں ہو چکا ہے)۔ (ت)

اما استدلال مقاتل بقولہ تعالٰی و سبح بحمد ربك بالعشی والابکار، **فاقول:** اضعف، واضعف؛ بل لیس بشئ اصلا، فان الاٰیۃ من سورۃ حم المؤمن، وقد تأخر نزولہا عن سورۃ بنی اسرائیل النازلۃ بخبر الاسراء، بزمان طویل، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القراٰن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، فی حدیث ترتیب نزول السور، قال: کان اول ما نزل من القراٰن اقرأ باسم ربك، ثم ن، فذکر الحدیث الی ان قال: ثم بنی اسرائیل، ثم یونس، ثم ہود، ثم یوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم الصفت، ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم المؤمن[2] ۔ الحدیث۔ فکیف یستدل بہا علی ایجاب صلوۃ قبل الاسراء؟ لاجرم ان

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے "اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے"۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے، طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقرأ باسم ربک نازل ہوئی، پھر ن۔ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے "پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر صٰفّٰت، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حم مومن — آخر تک۔ تو پھر حم مومن کی آیت سے

[1] القرآن سورہ مؤمن-۴۰ آیت ۵۵
[2] فضائل القرآن لابن الضریس

marfat.com

رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت ابی تجراۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ذکرہ فی ترجمتہا من الاصابۃ۔

اسس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزہ بنت تجراۃ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصابہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

احادیث اسس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع وتلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریفہ سے مقرر ومشروع ہے حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اوّل بار جس وقت وحی اُتری اور نبوتِ کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اُسی دن بہ تعلیمِ اقدس حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پڑھی، دُوسرے دن امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخرج احمد وابن ماجۃ والحارث فی مسندہ وغیرھم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فی اول ما اوحی الیہ، فاراہ الوضوء والصلاۃ، فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفۃ من ماء فنضح بہا فرجہ[1]۔ وفی سیرۃ ابن اسحٰق، وسیرۃ ابن ھشام، والمواھب اللدنیۃ من المقصد الاول، وکتاب الخمیس، وافضل القری لقراء ام القری، للامام ابن حجر المکی، ثم حاشیۃ الکنز للعلامۃ السید ابی السعود الازھری، ثم حاشیۃ الدر للعلامۃ السید احمد الطحطاوی، وھذا لفظ القسطلانی، مزیدا من الزرقانی، (قد روی) مرّضہ لان لہ طرقا لا تخلو من مقال؛ لکنہا متعددۃ یحصل باجتماعہا

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مُسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے، وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضو سے فارغ ہُوئے تو چُلّو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں، سیرت ابنِ ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القری لقراء ام القری میں، سیّد ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سیداحمد طحطاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے — اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اسس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے — (روایت کی گئی ہے) بصیغۂ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں، لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت

---

[1] مُسند امام احمد بن حنبل حدیث زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۴/ ۱۶۱

marfat.com

شرعا بالمدینۃ والاسراء کان بمکۃ[1] اھ ما **ثانیًا** فلان تخصیصھما بالفرائض انما عرف بعد ما شرعا للامۃ ، اما قبل ذلک فای دلیل علیہ ؟ واما **ثالثًا** ، وھو القاطع ، فلان الاسراء انما کان باللیل ، وقد علمنا ان صلاۃ اللیل کانت فریضۃ قبل فرض الخمس ، فما یدریک لعلھا ھی ۔ وبہ یظھر الجواب عما عسی ان یتعلق بہ متعلق ، مما روی مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث الاسراء "وحانت الصلاۃ فاممتھم"[2]

بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے ان کو آگاہ کیا" اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہوگئے اور اس میں شروع ہوگئے، اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہوگا کہ اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوا تھا ۔ ثانیاً، اس لیے کہ اذان و اقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو امت کے لیے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے ۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے ؟ ثالثاً، اس لیے — اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے — کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز، پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا پتا، ہوسکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو ! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوجاتا ہے جس کو ہوسکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابوہریرہ سے حدیثِ معراج میں مروی ہے (کہ رسول اللہ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی ۔ (ت)

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نمازیں پڑھتے ۔ نمازِ شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے :

کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحٰی والعصر ، فکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا اٰخر النھار ، تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی[3] ۔

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا پڑھتے ۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/۵۷
[2] الصحیح لمسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۶
[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حدیث ۷۲۲۳ ترجمہ عزرہ بنت ابی تجراۃ مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان ۴/۳۶۴

marfat.com

وسلم، اول یوم الاثنین، وصلت خدیجۃ آخرہ، وصلی علی یوم الثلثاء۔[1] آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔ (ت)

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے،

اقول ملاحظۂ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وُہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں طہارتِ ثوب بھی تھی قال تعالٰی فی سورۃ المدثر، وثیابك فطھر[2]۝ (اللہ تعالٰی نے سورۂ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو"۔ت) وضو بھی تھا کما تقدم انفا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ت) استقبالِ قبلہ بھی تھا،

کما مر من حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا، وروی ابن اسحٰق فی سیرتہ قال: حدثنی عبداللہ ابن نجیح المکی عن اصحابہ، عطاء ومجاھد وعمن روی ذلك، فساق حدیث اسلام عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ، وفیہ، فجعلت امشی رویدا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائم یصلی یقرؤ القراٰن، حتی قمت فی قبلتہ مستقبلہ، ما بینی وبینہ الا ثیاب الکعبۃ۔ قال، فلما سمعت القراٰن رق لہ قلبی[3]۔ الحدیث۔

جیسا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث گزری ہے۔ اور ابنِ اسحٰق نے اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ ابن نجیح مکی نے اپنے ساتھیوں عطا اور مجاہد سے اور کچھ لوگوں سے جنہوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کے بعد ابنِ اسحٰق نے عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں آہستہ آہستہ چلتا جارہا تھا اور رسول اللہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کررہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے آپ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہوگیا، میرے اور آپ کے درمیان کعبے کے غلاف کے سوا کوئی حائل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سُنا تو میرا دل اس کے لیے نرم ہوگیا۔ الحدیث (ت)

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبیداللہ ابن ابی رافع حدیث ۹۵۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۳۲۰
[2] القرآن سورہ المدثر ۷۴ آیت ۴
[3] سیرت ابن اسحٰق

marfat.com

القوۃ (ان جبریل بدالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وھو باعلی مکۃ، کما عند ابن اسحٰق، ای بجبل الحراء، کما فی الخمیس (فی احسن صورۃ واطیب رائحۃ فقال: یا محمد! ان اللہ یقرئک السلام ویقول لک: انت رسولی الی الجن والانس فادعھم الیٰ قول لا الٰہ الا اللہ، ثم ضرب برجلہ الارض فنبعت عین ماء فتوضأ منھا جبریل) زاد ابن اسحٰق، ورسول اللہ ینظر الیہ، لیریہ کیف الطھور الی الصلاۃ (ثم امرہ ان یتوضأ، وقام جبریل یصلی، وامرہ ان یصلی معہ) زاد فی روایۃ ابی نعیم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصلی رکعتین نحو الکعبۃ (فعلمہ الوضوء والصلاۃ، ثم عرج الی السماء ورجع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لایمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وھو یقول: السلام علیک یا رسول اللہ! حتی اتی خدیجۃ، فاخبرھا، فغشی علیھا من الفرح، ثم امرھا فتوضأت، وصلی بھا کما صلی بہ جبرئیل) زاد فی روایۃ، وکانت اول من صلی (فکان ذلک اول فرضھا) ای تقدیرھا (رکعتین)[1] اھ وله تمام سیأتی۔ واخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے ـــــ جیسا کہ سیرت ابن اسحٰق میں ہے، یعنی کوہِ حرا پر تھے ـــــ جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورۃ اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحٰق نے اضافہ کیا ہے کہ" اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رُخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا" السلام علیک یا رسول اللہ"۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرطِ مسرت سے غشی آگئی۔ پھر رسول اللہ نے انھیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے اُن کو بھی اُسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے

---

[1] شرح الزرقانی المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۲۷۳

marfat.com

رکعاتٍ اور رکعتین ، منها ما تقدم انفا من حدیث ابی نعیم فصلی رکعتین ، و من حدیث غیرہ فکان ذٰلك اول فرضها رکعتین، وانما سمیت رکعة للرکوع ۔

بیان ہے، ان میں بکثرت رکعات یا دو رکعتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابھی ابونعیم کے حوالے سے گزری تھی کہ نماز پڑھی دو رکعتیں ۔اور ابونعیم کے علاوہ ایک دوسرے محدث کی روایت کہ ابتدا میں صرف دو رکعتیں فرض تھیں ۔ اور رکعت کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے ۔ ت)

سجود بھی تھا،

کما فی حدیث ایذاء ابی جہل وغیرہ من الکفرة، لعنهم الله تعالی ، حین صلی رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم عند الکعبة ، فرمقوا سجودہ ، فالقوا علیه ما القُوا به فی قلیب بدر ملعونین ۔ والحمد لله رب العٰلمین ۔ والحدیث معروف فی الصحیحین وغیرهما عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه ، وفیه من قول الکفار "یجئ به ثم یمهله حتی اذا سجد وضع بین کتفیه ؛ قال : فانبعث اشقاهم فلما سجد صلی الله تعالٰی علیه وسلم وضعه بین کتفیه، وثبت النبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم ساجدًا ۔ الحدیث ۔ وقد قال تعالٰی فی سورة اقرأ ، واسجد واقترب ۝

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابوجہل اور دیگر کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے اُن کے سجدے پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی اوجھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنویں میں ملعون کر کے پھینک دیئے گئے ۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جاکر اوجھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے درمیان اوجھڑیاں رکھ دے ۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بدبخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہوگیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے ۔ الحدیث ۔ اور اللہ تعالٰی نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے : "اور سجدہ کرو اور قُرب حاصل کرو۔" (ت)

لہ صحیح البخاری باب المرأة تطرح علی المصلی شیئا من الاذٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۴

marfat.com

تکبیر تحریمہ بھی تھی قال تعالٰی: وربك فكبّر[1] (اور اپنے رب کی تکبیر کہہ۔ ت) وقال عزاسمہ فی سورۃ الاعلٰی النازلۃ قدما، وذكر اسم ربه فصلّٰی[2] (اور اللہ تعالٰی نے سورۂ اعلٰی میں، جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے، کہا ہے "اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی"۔ ت) قیام بھی تھا، قال تعالٰی:

یٰایھا المزمل ن قم الّیل[3] الاٰیات الٰی قولہ جل ذکرہ ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی الّیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معك۔[4]

اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو" اور اس سے بعد کی آیتیں، اس آیت تک" بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)

قرأت بھی تھی۔

قال تعالٰی فی سورۃ المزمل فاقرؤا ما تیسر من القراٰن[5] وقال الزرقانی تحت ما تقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی، یحتمل انہ کان یقرؤ فیھما بما اٰتاہ من سورۃ اقرء، حتی نزلت الفاتحۃ[6]۔

اللہ تعالٰی نے سورۂ مزمل میں فرمایا ہے: "پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے"۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے" ممکن ہے کہ نزولِ فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۃ اقرأ کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔ (ت)

رکوع بھی تھا،

علی خلف فیہ، کما سیأتی، وقد تظافرت الاحادیث الحاکیۃ عما قبل الاسراء بصلاۃ

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آرہا ہے۔ اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا

---

[1] القرآن سورۂ مدثر ۷۴ آیت ۳
[2] القرآن سورۃ الاعلٰی ۸۷ آیت ۱۵
[3] القرآن سورۂ مزمل ۷۳ آیت ۱
[4] القرآن ۷۳/۲۰
[5] " " "/"
[6] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المطبعۃ العامرۃ مصر ۱/۲۷۴

marfat.com

علیه وسلم فی صلاۃ الفجر، کما تقدم، ومرّ حدیث ابن اسحٰق فی اسلام امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وروی ابن سنجر فی مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "خرجت اتعرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان اسلم، فوجدتہ قد سبقنی الی المسجد، فقمت خلفہ، فاستفتح سورۃ الحاقۃ، فجعلتُ اتعجّب من تألیف القراٰن، فقلت: ھو شاعر کما قالت قریش، فقرأ انہ لقول رسول کریم ○ وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون ○ فقلت: کاھن، علم ما فی نفسی، فقرأ ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون ○ الی آخر السورۃ، فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع[1] **اقول**: لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیثہ المذکور نزول الحاقۃ بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورۃ، وجعلھا من اواخر ما نزل بمکۃ، ولا یظھر الجمع بان بعضھا نزل قدیما فسمعہ عمر قبل ان یسلم وتأخر نزول الباقی، واعتبر ابن عباس بالاکثر، فان امیر المؤمنین یقول فی ھٰذا الحدیث، ان صح: فاستفتح سورۃ الحاقۃ، ویذکر الاٰیات من اواخرھا، ثم یقول الی اٰخر السورۃ، فاللہ

رہنمائی کرتا ہے" اور جنّات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نمازِ فجر میں سُنی تھی، جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے اور ابن اسحٰق کی روایت بھی گزر چکی ہے جو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ اور ابن اسحٰق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو آپ اُس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا، انہوں نے سورۃ الحاقۃ شروع کی تو میں قرآن کی تالیف وترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی" اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو"۔ میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میرے دل کی بات معلوم ہوگئی، اُسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی "نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو ـــ سورۃ کے آخر تک ـــ چنانچہ اسلام میرے دل میں پُوری طرح گھر گیا۔ **اقول** (میں کہتا ہُوں)، لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقۃ کا نزول اس وقت ہُوا جب سورۂ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہوچکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقۃ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکّہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں (پھر حضرت عمر نے الحاقۃ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب مقصد اول اسلامِ عمر فاروق ۔ مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۳۲۲

marfat.com

جماعت بھی تھی ،

کما تقدم من حدیث المبعث ، ولفظه عن ابن اسحٰق ، ثم قام به جبرئیل فصلی به ، وصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بصلاته ، (الی ان قال فی خدیجة) صلی بها رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کما صلی به جبرئیل، فصلت بصلاته[1] ۔ اھ وقد قال تعالٰی وطائفة من الذین معك[2] واخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی حدیث مجیٔ الجن الیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اول البعث ، انهم اتوه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وهو یصلی باصحابه صلاة الفجر[3] ، قال الزرقانی المراد بالفجر الرکعتان اللتان کان یصلیها قبل طلوع الشمس[4] الخ

جیسا کہ بعث والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابنِ اسحٰق کے ہاں اس طرح ہیں "پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی ۔ اھ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے" بخاری و مسلم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتدائے وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنّات کے آنے کا ذکر ہے ۔ اس میں ہے کہ جب جنّات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ۔ زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے الخ ۔ (ت)

جہر بھی تھا ،

قال تعالٰی قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا یهدی الی الرشد فاٰمنا به[5] ، وقد کانوا سمعوه صلی اللہ تعالٰی

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے "کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف

---

[1] سیرت ابن اسحٰق
[2] القرآن ۷۳/ ۲۰
[3] صحیح البخاری زیر آیت قل اوحی الی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲
[4] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعۃ العامرۃ مصر ۱/ ۳۴۹
[5] القرآن ۷۲/ ۱-۲

marfat.com

یصلیہا[1] قبل۔

اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمتِ مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہُوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نمازِ ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور وصحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالرکوع فی الصلاۃ۔ ذکر جماعۃ من المفسرین فی قولہ تعالٰی وارکعوا مع الراکعین، ان مشروعیۃ الرکوع فی الصلاۃ خاص بھذہ الملۃ، وانہ لا رکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل؛ ولذا امرھم بالرکوع مع امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قلت: وقد یستدل لہ بما اخرجہ البزار والطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال، اول صلاۃ رکعنا فیھا صلوٰۃ العصر، فقلت یارسول اللہ ماھذا؟ قال: بھذا امرت۔ و وجہ الاستدلال انہ صلی قبل ذلک صلاۃ الظھر، وصلی قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل وغیر ذلک، فکون الصلاۃ السابقۃ بلا رکوع قرینۃ لخلوّ صلاۃ الامم السابقۃ منہ[2] اھ۔

باب، اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالٰی کے فرمان "اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس اُمت کے ساتھ خاص ہے، اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا، اسی لیے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں۔ اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا: "یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے"۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی، اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے، کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے، تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی اُمتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اھ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحی مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/ ۷۴-۲۷۳

[2] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرکوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۵

marfat.com

تعالٰی اعلم؛ بل قال مجاھد فی قولہ تعالٰی فاصدع بما تؤمر ھو الجھر بالقرآن[1]۔ حکاہ فی المواھب من المقصد الاول ، قال ، قالوا وکان ذلک بعد ثلث سنین من النبوۃ ، قال الزرقانی ، تبرأ منہ لجزم الحافظ فی سیرتہ بان نزول الاٰیۃ کان فی السنۃ الثالثۃ[2]۔

کس طرح سُن لی تھیں، جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہُوئی تھی) اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ ہوسکتا ہے اس کا کچھ حصّہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سُن لیا ہو اور باقیماندہ زیادہ تر حصّہ بعد میں نازل ہوا ہو اور حضرت ابن عباس نے اکثر باقیماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو۔ غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلامِ عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصّے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورت کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہوچکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہوسکتی ہے ؟) پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالٰی کا یہ فرمانا "(اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اس کا اعلان کردو"۔ اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب کے مقصدِ اول میں مذکور ہے۔ صاحبِ مواہب نے کہا: "کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہُوئی"۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ (" کہتے ہیں" کہہ کر) ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہُوئی تھی۔ (ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نمازِ سابق اصول وارکان میں اسی نمازِ مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلک اول فرضھا رکعتین (ابتدا میں نماز کی دو رکعتیں فرض ہُوئی تھیں۔ ت) کے فرمایا:

ثم ان اللہ تعالٰی اقرھا فی السفر کذلک و اتمھا فی الحضر[3]۔

پھر اللہ تعالٰی نے سفر میں دو رکعتیں برقرار رکھیں اور حضر میں (چار) مکمل کردیں۔ (ت)

شرح زرقانی میں ہے:

اقرھا ای شرعھا علی ھیأۃ ما کان

"برقرار رکھیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

---

[1] المواہب اللدنیہ الجہر بالدعوۃ، المکتب الاسلامی بیروت۔ ۱/ ۲۲۲ و ۲۲۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحی از مقصد اول مطبعہ العامرہ مصر ۱/ ۲۸۷

[3] المواہب اللدنیہ اول امر الصلوٰۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۱

marfat.com

جاء غلام فقام عن يمينه ، ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما، فركع الشاب فركع الغلام والمرأة ، فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأة ، فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأة ، فقلت : يا عباس ! امر عظيم ، فقال ، امر عظيم ، تدرى من هذا الشاب ؟ هذا محمد بن عبد الله ، ابن اخى ، تدرى من هذا الغلام ؟ هذا على ابن اخى ، تدرى من هذه المرأة ؟ هذه خديجة بنت خويلد ، زوجته - ان ابن اخى هذا حدثنى ان ربه ، رب السموٰت و الارض ، امره بهذا الدين - ولم يسلم معه غير هؤلاء الثلثة[1] - فيه سعيد بن خثيم الهلالى ، قال الازدى منكر الحديث عن اسد بن عبد الله العسرى[ع] - قال البخارى؛

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں ، جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا ، وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے ، جوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: "اے عباس ! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے"۔ عباس نے کہا : "ہاں ، بڑا معاملہ ہے ، جانتے ہو یہ جوان کون ہے ؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے ؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے ؟ یہ خدیجہ بنتِ خویلد ہے ، جوان کی بیوی۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے ، جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے ، اس کو اِس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اس میں ابن خثیم ہلالی ہے۔ ازدی نے کہا ہے کہ سعید ، اسد ابن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے ——— بخاری نے کہا :

ع۵ هكذا فى الاصل بخط الناسخ وكتب عليه بعض المصححين لعله العنبرى **اقول** الصحيح القسرى والعسرى ليس بشئ عثرنا عليه قط فى الانساب وهو اسد بن عبد الله بن يزيد بن البجلى اخو خالد القسرى بفتح القاف وسكون المهملة فى حديثه لين

اصل کتاب میں کاتب کا لکھا ہوا اسی طرح ہے ، بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العنبری ہو **اقول** (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ القسری ہے العسری کوئی لفظ نہیں۔ انساب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے ، یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن البجلی خالد القسری کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ایاس بن عفیف الکندی ، مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ شیخوپورہ ۱/۴۱۰

marfat.com

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے :

الرکوع من خصائص الامة ، وما صلاہ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل الاسراء لا رکوع فیہ ؛ وکذا اظہر عقب الاسراء ، واول صلاۃ برکوع ، العصر بعدھا[1]۔

رکوع اس اُمّت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا ، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی (اس میں بھی رکوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔(ت)

اقول یہ حدیثِ طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح وحسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وُہ زمانۂ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رُو بکعبہ کھڑے ہوگئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے دہنے ہاتھ پر قائم ہُوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہُوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اُٹھایا تو ان دونوں نے اُٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پُوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان و زمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور اُن کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہُوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، قال : جئت فی الجاھلیة الیٰ مکة ، وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابھا وعطرھا ، فاتیت العباس ، وکان رجلا تاجرا ، فانی عندہ جالس انظر الی الکعبة ، وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذھبت اذا قبل شابٌ فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبة ، فلم البث الا یسیرا حتی

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عفیف کندی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے ، وُہ فرماتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا ، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہُوا تھا اور سُورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہوچکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبلہ رُو ہوکر کھڑے ہوگئے ، تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہوگئے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۶/ ۵۷

marfat.com

بل للجمع[1]۔ تھا اور واؤ ترتیب کے لیے نہیں ہے بلکہ جمع کیلیے ہے۔ (ت)

اقول یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیثِ شبِ معراج:

ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین مابین قائم وراکع وساجد[2]۔ رواہ الحسن بن عرفة وابونعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع میں اور کچھ سجود میں۔ اس کو حسن ابن عرفہ اور ابونعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

جس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مسجدِ اقصٰی میں تشریف فرما ہوئے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

فانه یفید التقسیم، ولا یجوز ان یکون الخشوع قسیما للقیام والسجود۔ فاندفع ما ذکر العلامة الزرقانی ھٰھنا حیث قال تحت قوله مابین قائم وراکع، ای خاشع کخشوع الراکع، فلا یرد ان الرکوع من خصائص الامة[3] الٰی اٰخرما قدمنا نقله وراٰیتنی، کتبت علی ھامشه، ماحاصله ان فیه مثل ما قدمنا عن الزرقانی نفسه ان النص یحمل علی حقیقته الشرعیة مهما امکن، وقد امکن، واختصاص ھذہ الامة من بین الامم، لاینفی صدور الرکوع من الانبیاء علیهم الصلٰوة والسلام، لاسیما بعد الوفاة؛ لاسیما بعد ماظهرت شریعة نبی الانبیاء صلی اللہ

کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ خشوع، قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو۔ اس سے مسترد ہوگئی وہ بات جو علامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے۔ انہوں نے "کچھ قیام میں، کچھ رکوع میں" کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے" یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا کرتا ہے" اب یہ اعتراض پیدا نہیں ہوگا کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے.... آخر تک، جیسا کہ ہم پہلے زرقانی سے نقل کرچکے ہیں۔ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کرچکے ہیں کہ نص جہاں تک ہوسکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے گی، اور (یہاں شرعی حقیقت

---

[1] تفسیر معالم التنزیل تفسیر سورۂ آل عمران مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱-۲/ ۳۴۷

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ مصر ۶/ ۵۶

[3] " " " " " " ۶/ ۵۷

marfat.com

لایتابع علیٰ حدیثه ۔ اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ۔ (ت)

اور دعوی اختصاص امت پر آیۂ کریمہ وظن داود انما فتنّٰہ فاستغفر ربّہ وخر راکعا وانابؔ ۵ (اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی ۔ ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیرا منھم فسروا ھھنا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معناہ خر بعد ما کان راکعا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنیٰ یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا ۔ ت) تو آیۂ کریمہ یٰمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین ۵۲ (اے مریم ! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے رُو برو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ۔ ت) ظاہرۃ الورود ہے ۔ معالم میں ہے :

انما قدم السجود علی الرکوع لانہ کذلك کان فی شریعتھم ، وقیل ، بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع کلھا ، ولیس الواو للترتیب

کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من الخامسۃ مات سنۃ مائۃ وعشرین روی عن ابیہ وعن یحیی بن عفیف وروی عنہ سعید بن خیثم وسلم بن قتیبۃ وسلیمان بن صالح سلمویہ وکان امیرا علی خراسان جوادا ممدحا قال البخاری یتابع فی حدیثہ کذا فی التقریب و تہذیب التہذیب ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ۱۲۰ ہجری میں ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور یحیٰی بن عفیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن خثیم وسلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے بڑے سخی اور لائقِ تعریف تھے ۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب و التہذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ (ت)

---

۵ القرآن ۳۸/ ۲۴

۵۲ القرآن سورۃ آل عمران ۳ آیت ۴۳

marfat.com

بارك وسلّم۔

قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے۔ اور یہ دعوٰی کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علی الحبیب وآلہ وامتہ وبارک وسلم۔ (ت)

بالجملہ مدار کار صحت حدیث مذکور طبرانی وبزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق ولاحق باہم یکساں و متوافق ہیں۔

هذا كله ماظهر لی، والعلم بالحق عند ربی، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم، وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

یہ سب کچھ میرے لیے ظاہر ہوا ہے اور حق کا علم میرے رب کو ہے، اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بہتر علم رکھنے والا ہے اور اسی کا علم زیادہ تام اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۵۱) از بنارس محلہ کتوا پورہ۔ مرسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب ماہِ رمضان ۱۳۰۸ھ

سوال

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار جو چھاپا گیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ نامی بماہ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شبِ جمعہ روضۂ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اونگھ میں باتیں کیں جب آنکھ کھلی سب مضمون اشتہار کاغذ پر لکھا قبر شریف پر دھرا تھا اور بہت باتیں اُس میں مکتوب ہیں درباب اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ بینوا ایہا العلماء رحمکم اللہ۔

الجواب وھو العلیم

کہتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغرٰی سب اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصاً ہندوستان میں اللہ تعالٰی سب مسلمانوں کو اور فقیر کو توبہ نصیب کرے مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب یا اونگھ

marfat.com

تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم ونسخت شرائعہم عن اٰخرھا۔ وقرِ انہ بقیام وسجود ادلُ دلیل علی ان المراد الرکوع الشرعی۔ و کیف یحمل علی اللغوی وھو الخشوع، مع انہ قسم بینھم القیام والرکوع والسجود، اَفَتَرٰی قائمھم وساجدھم غیر خاشع؛ اھ ماکتبت علیہ۔

مراد لینا) ممکن ہے۔ اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا ہے، خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصاً نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا، واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

ثمّ اقول: الحدیث ان دلّ علی خلوصلاۃ بنی اسرائیل عن الرکوع، کان ادل علی خلوصلاۃ الامۃ الابرھیمیۃ عنہ، فان ملتنا ھذہ ھی الملۃ الابرھیمیۃ، مع ان اللہ تعالٰی یقول وعھدنا الٰی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین و العاکفین والرکع السجود[1] وقال تعالٰی واذ بوأنا لابرھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود[2]۔ وادعاء ان المراد بالرکع الامۃ المحمدیۃ خاصۃ واضح البعد۔ صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب واٰلہ وامتہ و

پھر میں کہتا ہوں کہ (حضرت علی والی) حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریقِ اولٰی دال ہوگی کیونکہ ہماری ملّت تو ملتِ ابراہیمی ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے"، اور عہد کیا ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو"۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے" اور جب ٹھکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے،

---

[1] القرآن سورہ البقرۃ ۲ آیت ۱۲۵
[2] القرآن سورہ الحج ۲۲ آیت ۲۶

marfat.com

ومیزان الشعرانی ورحمة الامة فی اختلاف الائمة وشرح الشیخ عبد الحق للمشکوٰۃ وغیرھا من الکتب المعتبرات۔

امام شعرانی کی میزان میں، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں، شیخ عبدالحق کی شرح مشکوٰۃ میں اور دوسری معتبر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور نماز جنازہ تارک الصلاۃ پر چاہیے۔ قال اللہ تعالٰی، ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدًا[1] (اور نہ نماز پڑھئے ان میں سے کسی ایک پر جو مرجائے، کبھی بھی۔) اس آیت میں منع صلاۃ اُوپر کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلوٰۃ کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہیئے کذا فی شرح المشکوٰۃ لعبد الحق الدھلوی وتکمیل الایمان (عبدالحق دہلوی کی شرح مشکوٰۃ میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے) اور تارک الصلاۃ نجس نہیں اُس کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے، اور عیادت تارک الصلاۃ کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عیادت یہود کی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلاشک جائز ہے کذا فی الحدیث وتحقیق ھذہ المسئلة فی المشکوٰۃ[2] والصحاح الستة وشروحھا (حدیث میں اسی طرح ہے، اور اس مسئلے کی تحقیق صحاح ستہ اور ان کی شروح میں ہے) بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالف فقہ اور نصوص قطعیہ کے ہیں اُس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض میں عذاب ہاتھ آوے گا،

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین اھدنا الصراط المستقیم الٰی اٰخر السورۃ۔ ۲۰ شعبان ۱۳۰۸ھ

اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرمادے۔ تُو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے، ہدایت دے ہمیں سیدھے راستے کی آخر سورۃ تک۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ تعالٰی لہ ولاسلافہ وبارک فیہ

کہتا ہے فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، بریلوی، اللہ تعالٰی اس کو اور اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو اور اس کے

---

[1] القرآن سورہ التوبہ ۹ آیت ۸۴

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب عیادۃ المریض الفصل الاول مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۳۴

marfat.com

میں فرمایا علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلاشک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن وحدیث اور نصوص قطعیہ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اَضغاث احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

کذا ذکرہ الملا علی قاری فی المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ وفی الحرز الثمین والعارف بن ابی جمرۃ الاندلسی المالکی فی بھجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری والشہاب احمد الخفاجی الحنفی فی نسیم الریاض وغیرھم فی کتبھم۔

اسی طرح ذکر کیا ہے ملّا علی قاری نے "المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ" اور "الحرز الثمین" میں۔ اور عارف ابن ابی جمرہ اندلسی نے "بہجۃ النفوس" میں، جو کہ مختصر صحیح بخاری کی شرح ہے اور شہاب احمد خفاجی حنفی نے "نسیم الریاض" میں، اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں۔ (ت)

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم[1] (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے) کلامِ الٰہی اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب منسوخ نہیں ہوسکتا الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے واللہ العلیم الخبیر (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلاۃ پر نمازِ جنازہ نہ پڑھیں، غسل نہ دیں، قبرستانِ اہلِ اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب مسائل خلافِ قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں، خلاف اہلِ سنّت کے ہیں، خوارج سے ملتے ہوئے ہیں، ہمارے مذہب اہلِ سنّت میں ترکِ نماز گناہِ کبیرہ ہے اور ترکِ فرض اور ارتکابِ کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہوسکتا، ہاں کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلاشک کافر ہے منکر نصوصِ قطعیہ کا بلاشک کافر ہے، اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا، نمازِ جنازہ نہ پڑھنا، مقابرِ اہلِ اسلام میں دفن نہ کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلاۃ کے کفر واسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلاۃ کو کافر نہیں کہتے فاسق کہتے ہیں اور اس کو ادلۂ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

کذا فی شرح الفقہ الاکبر[2] لملا علی قاری

ملّا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں،

---

[1] القرآن سورۃ المائدۃ ۵ آیت ۳

[2] شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری المعاصی تضر مرتکبہا الخ مصطفی البابی مصر ص ۷۷

marfat.com

نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافۂ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں۔

قال اللہ عزوجل وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے" اور اگر مؤمنوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں۔" (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر۔[2]

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔" (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔[3]

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "میری شفاعت میری اُمت کے ان لوگوں کیلئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔" (ت)

بلکہ مذہبِ معتمد ومحقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شربِ خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریاتِ دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقوطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریاتِ دین کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین (جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول فی ذلک سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللہ تعالٰی عنہ فی بعض فتاواہ (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاوٰی میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماعِ اہلِ سنت ہے کہ ارتکابِ کبیرہ کفر نہیں با اینہمہ تارک الصلاۃ کا کفر و اسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض ما جاء بہ من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

---

[1] القرآن سورۃ الحجرات ۴۹ آیت ۹

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۴

[3] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ " دار الفکر بیروت ۳/۲۱۳

marfat.com

وفی اخلافه - اٰمین !

اخلاف کو برکت عطا فرمائے۔ آمین !

حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی۔ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

من رٰانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لایتمثل بی[1]۔

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں اُسکتا۔ (م)

رواہ احمد والبخاری والترمذی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس کو احمد، بخاری اور ترمذی نے انس ابن مالک سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

من رٰانی فقد رأی الحق فان الشیطان لایتریا بی[2]۔

جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا۔ (م)

رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاحادیث فی ھذا المعنی متواترۃ۔

اس کو احمد اور بخاری ومسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس مفہوم کی احادیث متواتر ہیں۔ (ت)

مگر ازانجا کہ حالتِ خواب میں ہوش وحواس عالم بیداری کی طرح ضبط وتیقظ پر نہیں ہوتے، لہذا خواب میں جو ارشاد سُنے مثل سماع بیداری مورث یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہوچکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالف نہیں فبہا سواء وجد مطابقۃ الصریح اولا (خواہ صراحۃً مطابقت ہو یا نہ۔ ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہئے اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحبِ خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثرِ خواب ہے اُس کے سُننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سُننے میں اُلٹی آئی، اس امر میں فاسق ومتقی برابر ہیں، نہ متقی کا سماع واجب الصحۃ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رٰانی فی المنام الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۲/۵۲

[2] صحیح البخاری باب من رای النبی فی المنام مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۳۶

marfat.com

وہ بیشک کافر ہوگیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابوعمر بن عبد البر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، من ترك الصلاة فلا دین لہ[1] (جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ المروزی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ، من لم یصل فھو کافر[2] (بے نماز کافر ہے۔م) رواہ ابوعمر۔

ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ، لا ایمان لمن لا صلاۃ لہ[3] (بے نماز کے لیے ایمان نہیں۔م) رواہ ابن عبد البر۔

ایضاً امام اسحٰق فرماتے ہیں ؛

صح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارك الصلاة کافر وکذلك کان رأی اھل العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارك الصلاة عمدا من غیر عذر حتی یذھب وقتھا کافر[4]۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہُوا کہ حضور نے تارک الصلاۃ کو کافر فرمایا اور زمانۂ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔ (م)

اسی طرح امام ابوایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاة کفر لا یختلف فیہ[5] (ترکِ نماز بے خلاف کفر ہے۔م)

ابن حزم کہتا ہے :

قد جاء عن عمر وعبد الرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی ھریرة وغیرھم من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنھم ان من ترك صلاة فرض

امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبدالرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابوہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین

---

[1] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵
[2] " " " " " " "
[3] " " " " " " ۱/ ۳۸۶
[4] " " " " " " "
[5] " " " " " " "

marfat.com

اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکمِ کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم وقتل النبی والزنا بحضرته وکشف العورة عند الاذان وقراءة القراٰن علی جهة الاستخفاف وکل ما دل علی الاستهزاء بالشرع او الازدراء به۔

جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بُت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے رُوبرو زنا کرنا، اذان سُن کر شرمگاہ کو ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔ (ت)

یہ حکم اُس اجماع کا منافی نہیں ہوسکتا کہ نفس فعل من حیث ہو مبنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی، والعیاذ باللہ تعالٰی منہ (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔ ت) صدر اول میں ترک نماز بمعنے کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکه کفرا غیر الصلٰوۃ۔[1]

اصحابِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م)

رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطهما وروی الترمذی عن عبد اللہ بن شقیق العضلی مثله۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری ومسلم کی شروط کے مطابق ہے، اور ترمذی نے عبداللہ ابن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

ولہذا بہت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے سیدنا امیر المومنین علی مرتضٰے مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

من لم یصل فهو کافر[2] (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبة والبخاری فی التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: من ترک الصلاۃ فقد کفر[3] (جس نے نماز چھوڑی

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلاۃ الفصل الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹
[2] الترغیب والترہیب، من ترک الصلاۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۵ [3] ایضاً ۱/ ۳۸۶

marfat.com

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جمِ غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہہ وہ اُس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چُستی ومستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھُوٹ چلی وُہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ واحادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور، منهم اصحابنا ومالك و الشافعي واحمد في رواية، الى انه لايكفر۔ ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك؟ فقال الائمة الثلاثة، نعم، ثم هل يكون حداً اوكفراً؟ فالمشهور من مذهب مالك، وبه قال الشافعي، انه حد۔ وكذا عند احمد في هٰذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر[1]۔

جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدمِ کفر والی روایت۔ (ت)

اور اس طرف بحمداللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال واستخفاف وجحود وکفران وفعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیتِ نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک

---

[1] حلیۃ المحلی

marfat.com

واحدمتعمدا حتی یخرج وقتھا فھو کافر مرتد، ولا یعلم لھؤلاء مخالف[1]۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نمازِ فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابنِ حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ م انتہی

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ وابوداؤد طیالسی وابوبکر بن ابی شیبہ وزہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

ذکر کل ذلك الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار ومرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد فی الروایۃ المکفرۃ انہ یقتل کفرا، وھی المختارۃ عند جمھورا صحابہ، علی ما ذکرہ ابن ھبیرۃ[2]۔

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے، جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید،

کما فصل جملۃ منھا خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب، الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواھر البیان فی اسرار الارکان وغیرھا من تصانیفہ النقیۃ العلیۃ الرفیعۃ الشان، اعلی اللہ تعالٰی درجاتہ فی غرفات الجنان، اٰمین!

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح میں، اور اسرار القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری، بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالٰی جنت کے بالاخانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

---

[1] الترغیب والترہیب من ترک الصلوٰۃ لعمد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۹۳

[2] حلیۃ المحلی

marfat.com

شیأ فظلم العبد نفسه فیما بینه وبین ربه، من صوم یوم ترکه او صلاة ترکها، فان الله تعالیٰ یغفر ذلك ان شاء متجاوز، واما الدیوان الذی لا یترك الله منه شیئاً فمظالم العباد، بینهم القصاص لا محالة[1]۔

وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُسے معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م)

رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها۔

اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا (ت)

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلثہ مالک و شافعی واحمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجائے امام محبوبی وغیرہ مشایخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہادیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمانی بنظرِ تالیف وہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لیے فرض ہے۔

وهذا منه، کقاتل نفسه، بل اولی فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غیره، و قتل المؤمن اکبر عند الله من ترك الصلوٰة۔ وقد قال فی الدر: من قتل نفسه، ولو عمدا، یغسل ویصلی علیه، به یفتی، وان کان اعظم وزراً من قاتل غیره[2]، قال فی

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خودکشی کرنے والا۔ بلکہ بطریقِ اَولیٰ، کیونکہ خودکشی کرنا دوسرے مومن کو قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور درمختار میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کردے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی،

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۴۰
[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنازہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲

marfat.com

حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترکِ نماز سخت کفرانِ نعمت و ناشکری ہے۔

کما قال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام لیبلونی ءاشکرام اکفر[1]۔

جیساکہ سیدنا سلیمٰن علیہ السلام نے فرمایا "تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگزار بنتا ہوں یا ناشکرا"

یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی غیر ذلك مما عرف فی موضعه - و من الجادة المعروفة رد المحتمل الی المحکم، لاعکسه، کما لا یخفی، فیجب القول بالاسلام۔

اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا اُلٹ، جیساکہ ظاہر ہے، اس لیے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔ (ت)

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الٰی قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من لم یأت بھن فلیس له عند اللہ عھد انشاء عذبه و انشاء ادخله الجنة[2] (جو اُنھیں نہ پڑھے اس کے لیے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالك وابوداود والنسائی وابن حبان فی صحیحه (اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثة، فدیوان لا یغفر اللہ منه شیأ، و دیوان لا یعبؤ اللہ به شیأ، و دیوان لا یترك اللہ منه شیأ، فاما الدیوان الذی لا یغفر اللہ منه شیأ فالاشراك باللہ، واما الدیوان الذی لا یعبؤ اللہ به

دفتر تین[3] ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کو کچھ پرواہ نہیں

---

[1] القرآن سورہ النمل ۲۷ آیت ۴۰

[2] سنن النسائی باب المحافظة علی الصلوات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/۸۰

marfat.com

الجواب

بلاشبہہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں اُن کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچّا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اُس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۳) از جُونا گڑھ سرکل مدار المہام مرسلہٗ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برسرِ مجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصداً ترک کی اس نے ستّر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا، مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بُرا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کے لیے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنّت واختلافِ ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں، برتقدیرِ ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ وجرمۂ عظیمہ ہے جس پر سخت ہولناک جانگزا وعیدیں قرآنِ عظیم واحادیث صحیحہ میں وارد، مگر بدمذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزّوجل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فسقِ عقیدہ فسقِ عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہانِ جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمداً ناحق قتل کرنا ترکِ نماز سے سخت تر ہے اُس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآن عظیم میں حکم خلود فی النار ہے[1]، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اس کے قریب قریب دربارۂ سُود خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابوہریرہ وحضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضرت براء بن عازب وحضرت عبداللہ بن سلام وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس وآثار موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ابن ماجہ وابن ابی الدنیا وابن جریر وبیہقی وابن مندہ وابونعیم وطبرانی وحاکم وابنِ عساکر وبغوی وعبدالرزاق کے یہاں مروی وقد ذکرناھا بتخاریجھا فی کتاب البیوع من فتاوٰنا (اس کو ہم نے تمام تخریجوں کے ساتھ اپنے فتاوٰی کی کتاب البیوع میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں، البتہ ایک حدیثِ صحیح میں حطیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظناً زمینِ کعبہ ہے نہ یقیناً، اُس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام احمد وطبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

---

[1] القرآن ۴/۹۳

marfat.com

ردالمحتار: به یفتی، لانه فاسق غیر ساعٍ فی الارض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسه، کسائر فساق المسلمین۔ زیلعی۔[1]

اسی پر فتوٰی ہے، اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔ شامی میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان۔ زیلعی۔ (ت)

مگر فرضِ عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما وفضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المدیون وفی قاتل نفسہ بغرض زجر وتنبیہ نماز جنازۂ بے نماز سے خود جُدا رہیں کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یُوں سب آثم وگنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الامن استثنی ولیس ھذا منھم (مگر جو مستثنٰی ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

ھی فرض علٰی کل مسلم مات، خلا اربعة، بغاة، وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب، ومکابر فی مصر لیلا، وخناق خنق غیر مرة۔[2]

نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مرجائے۔ سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنیوالا اور گلا گھوٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔ (ت)

اسی طرح غسل دینا، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا اماتنا اللہ تعالٰی علی الاسلام الصادق، انہ رؤف رحیم، اٰمین۔ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۲) ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجریہ مقدسہ۔

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم۔ بعد سلام علیک کے ملتمس ہُوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت وحدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

---

[1] ردمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مجتبائی مصر ۱/۹۴۳

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی دہلی ۱/۱۲۲

marfat.com

نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکمِ شریعت کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں۔ لانہ شئ کان ونسخ کما بینہ الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں منسوخ ہوگئی تھی جیسا کہ امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بیجا ہے فان المصادرۃ المالیۃ تجوز عند الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ (کیونکہ مالی جرمانہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز ہے۔ ت) نماز پڑھوانا زینہ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ زید توبہ کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۶) از علی گڑھ کالج کمرہ نمبر ۶ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے پنجگانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضر پائے جاتے ہیں اُن پر جُرمانہ ہوتا ہے اس تشریح کے ساتھ کہ فجر، ظہر، عصر اور عشا کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیسے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۲ر جرمانہ ہوگا، آیا یہ طریقہ نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنے کا کہاں تک از روئے شرع جائز ہے اس لحاظ سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورۃً اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا کیا جاسکنے میں چنداں حرج نہیں ہے آیا یُوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

لاباخذ مال فی المذھب[1] بحر۔ — مال لینے کا جرمانہ مذہب کی رُو سے جائز نہیں ہے۔ بحر (ت)

اُسی میں ہے:

وفی المجتبٰی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ[2] — اور مجتبٰی میں ہے کہ ابتدائے اسلام میں تھا، پھر منسوخ کر دیا گیا۔ (ت)

ردالمحتار میں بحر سے ہے:

---

[1] درمختار باب التعزیر — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۳۲۶

[2] " " "

marfat.com

بسندِ صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

درھم ربا یاکلہ الرجل، وھو یعلم، اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ فی الحطیم[1]۔

ایک درم سُود کا کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالٰی کے نزدیک حطیمِ کعبہ میں چھتیس[۳۶] بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔ (م)

اور دربارۂ ترک نماز اگرچہ اس سے سخت تر مذمت ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیثِ مرفوعہ حضرت جابر بن عبداللہ وحضرت بریدہ اسلمی وحضرت عبادہ بن صامت وحضرت ثوبان وحضرت ابوہریرہ وحضرت عبداللہ بن عمرو وحضرت انس بن مالک وحضرت عبداللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی وحضرت عبداللہ بن عباس وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت ابو درداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم میں احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وابنِ حبان وحاکم وطبرانی ومحمد بن نصر مروزی وہروی وبزار وابویعلی وابوبکر بن ابی شیبہ وتاریخ بخاری وابن عبدالبر وغیرہم کے یہاں ترکِ نماز پر صراحۃً حکم کفر وبے دینی مروی کما فصلہ الامام المنذری فی الترغیب (جیسا کہ امام منذری نے ترغیب میں پوری تفصیل بیان کی ہے۔ ت) مگر اس بارہ میں وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کیے اصلاً نظر سے نہ گزرے، واعظ سے سند مانگی جائے اگر سندِ معتبر پیش نہ کرسکے تو بے ثبوت ایسے ادعا جہل فاضح ہیں اور گناہ واضح والعیاذ باللہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۴) از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور

۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی فاسق کہا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً بلا عذرِ شرعی دیدہ ودانستہ قضا کرے فاسق ومرتکب کبیرہ ومستحق جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۵) از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکر نے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے رُوبرو یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حقہ پانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہیئے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن حنظلہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۲۲۵

marfat.com

قاضیخان فی فتاواہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیساکہ امام قاضیخان نے اپنے فتاوٰی میں افادہ کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۵۶) ازبشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنّت وفرض ونفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں ۔بینوا توجروا۔

الجواب

چلتے جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے ہو اور کنارے سے میلوں دُور ہو اُس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہُوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سُنّتیں نہ ہوسکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجۂ اولٰی نہ ہوں گے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکنا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہوجائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل کا ہے ٹھہری ہُوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنّتِ صبح کے سوا سب سنّت ونفل جائز ہیں مگر فرض ووتر یا صبح کی سنّتیں نہیں ہوسکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷ تا ۲۵۹ ازگوری ڈاج نہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید پیکر اشیاء مسکرہ حالت حواس خمسہ وطہارت جسم وجامہ وعدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہُوئی یا نہیں وحکم سکر کہاں تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے تاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہُوا اور بدبُو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

(۳) نمازِ ظالم ورِبْوخوار مقبول ہے یا نہیں؟ معاصیِ رِبْوخوار وشراب خوار میں کس قدر فرق ہے و نماز جنازہ رِبْوخوار، شراب خوار وظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

marfat.com

وافاد فی البزازیة ، ان معنی التعزیر باخذ المال ، علی القول به ، امساك شئ من ماله عنه مدة لیتزجر، ثم یعیده الحاکم الیه ، لا ان یاخذه الحاکم لنفسه او لبیت المال ، کما یتوهمه الظلمة ، اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی[1]۔

اور بزازیہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ اس کا مال کچھ مدت کے لیے روک لینا تاکہ وہ باز آجائے ، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے ، نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت المال کے لیے ، جیسا کہ ظالم لوگ سمجھتے ہیں ، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر کسی کا مال لینا مسلمان کے لیے روا نہیں ہے (ت)

ہاں وہ طلبہ جن کو وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفہ سے وضع کرلینا جائز ہے فانه لیس اخذ شئ من ملکهم بل امتناع تملیك شئ منهم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت سے کوئی چیز لینا نہیں ہے بلکہ اس چیز کو ان کے ملک میں جانے سے روکنا ہے ۔ ت) ——— یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روز جماعت میں حاضر نہ ہوں دوسرے روز ان سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیے تم کو سبق نہ دیا جائیگا اور جو ماہوار فیس دیتے ہیں اُس مہینے تو اُن سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ، دوسرے مہینے کے شروع پر اُن سے کہا جائے کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جماعتیں قضا کیں آئندہ مہینے تمہیں تعلیم نہ دی جائے گی جب تک اس قدر زائد فیس نہ داخل کرو و ذلك لان الاجارة تنعقد شیأ فشیأ (اور یہ اس لیے کہ اجارہ بتدریج منعقد ہوتا ہے ۔ت) یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنائی یا کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اُس قیمت کو جو انتہائی جرمانہ قضائے جماعت کا اُن کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیع کیا اور اُن سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہم اس سے جدا ایک وعدۂ احسانی تم سے کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلا عذر صحیح شرعی کوئی جماعت قضا نہ کی تو سرماہ پر یہ زرِ ثمن تمام وکمال تمہیں معاف کردیں گے اس صورت میں بھی قضائے جماعت کی حالت میں وہ ثمن کل یا بعض اُن سے وصول کرلینا جائز ہوگا۔

ولا یلزم فساد البیع بالشرط المعهود القائم مقام الملفوظ ، لتقدم التصریح بنفیه ، والصریح یفوق الدلالة[2] ، کما افاده الامام

اور شرط معہود سے ، جو کہ ملفوظ کے قائم مقام ہو ، بیع کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا ، کیونکہ پہلے اس کی صراحۃً نفی ہوچکی ہے اور صراحت کو دلالت پر ترجیح حاصل ہے

---

[1] رد المحتار باب التعزیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۱۹۵
[2] درمختار باب المہر مطبوعہ مجتبائی ، دہلی ۱/۲۰۲

marfat.com

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] (باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۶۰) مدرسہ اہل سنت منظرِ اسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

شخص یک نماز را از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و ادا نیز کند قضاے ہفتاد ہزار سال در دوزخ میماند این مسئلہ صحیح است یا نہ۔

کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سستی کرے، اگرچہ بعد میں ادا کرلے تو اس کو دوزخ میں اتنا رہنا پڑے گا کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جاسکے۔ کیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

تاخیر آنچناں کہ بلاعذر شرعی از وقت برآرد و قضا کند بلاشبہہ حرام و فسق و کبیرہ است عذاب و مغفرتش مفوض بمشیت است و ہیچ مسلمان بیش از عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال ست در دوزخ نماند، واللہ تعالٰی اعلم۔

عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی پڑے، بے شک حرام، فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔ (ت)

مسئلہ (۲۶۱) حافظ نجم الدین صاحب گندہ نالہ شہر بانس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ضرور ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۶۲) از فتح گڈھ محلہ سنگت ضلع فرخ آباد مسئولہ شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنچایتی قومیں بتعداد کثیر بلحاظ اپنے اپنے گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں لاکر بصورت اجتماعی اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دُنیوی اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کرکے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہو تاوقتیکہ بعد ادائگی

---

[1] القرآن سورہ البقرہ ۲ آیت ۱۸۸

marfat.com

من شرب مسکرا ماکان لم تقبل لہ صلاۃ اربعین یوما[1]۔ جو کوئی نشہ کی چیز پیئے چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہو۔ (م)

مگر وعیدات سب مقید مشیت ہیں ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء[2] (اس سے (یعنی شرک سے) کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورت مذکورہ میں صحتِ نماز وادائے فرض میں شبہہ نہیں رہا، قبول محلِ عدل میں اُس کی شرط عظیم ہے انما یتقبل اللہ من المتقین[3] (اللہ تعالٰی متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقامِ فضل حدث عن البحر بما شئت ولا حرج (سمندر کے جُود وسخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ت) ہے، یہاں رب العزۃ نے حد یہ مقرر فرمائی ہے حتی تعلموا ما تقولون[4] (یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ کہہ رہے ہو۔ ت) جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدمِ قبول پر جزم جہل وجرأت علی اللہ ہے جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پر اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون[5] (کیا تم اللہ پر افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خالص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین[6] (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جوابِ سوالِ دوم: نماز بلاشبہہ ہوگئی استجماع شرائط وارتفاع موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت ہے، جو کہے نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل ومکابرہ وہابیہ کا شیوہ ہے کہ قائلِ جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام کہنے کے لیے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

جوابِ سوالِ سوم: قبولِ نماز کا جواب جواب اوّل اور فرضیتِ[1] نماز جوابِ[2] سوم سے واضح ربا وشراب دونوں حرام وگناہِ کبیرہ ہیں خمر اگر ام الخبائث ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو ربا میں حق العبد بھی ہے ــــ

---

[1] یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت ۱۲ (م)

[2] یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذبائح میں منقول ہوا ہے۔ (م)

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۶۷۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۱۵۴

[2] القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۸

[3] القرآن، سورہ المائدہ ۵، آیت ۲۷

[4] القرآن، سورہ النساء ۴، آیت ۴۳

[5] القرآن، سورہ الاعراف ۷، آیت ۲۸

[6] القرآن، سورہ ہود ۱۱، آیت ۱۸

marfat.com

کرے وہ کیسا ہے۔

الجواب

پہلے لوگوں کے لیے ان کی نیتِ نیک پر اجرِ عظیم ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان یھدی اللہ بک رجلا خیرلک مما طلعت علیہ الشمس[1] وغربت۔

اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے تو یہ تیرے لیے تمام رُوئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔ (م)

ہدایت کو جانے کے لیے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالیٰ:

نکتب ما قدموا و اٰثارھم[2]۔ ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشان پیچھے چھوڑ گئے (م)

اور جو بغیر سواری نہ جا سکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ جُرم نہیں، یوں ہی خرچِ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانی قول ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے، فرض سے روکنا شیطانی کام ہے۔ بنی اسرائیل میں جنہوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بند کر دیئے گئے اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ لم تعظون قوما اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا[3] (کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔م) یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی، اور یہ کہنا کہ "اس میں رکھا ہی کیا ہے" سب سے سخت کلمہ ہے، اس کہنے والے کو تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۵) از بریلی محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن کا یہ پاس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابلِ اطمینان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹا رکھنا پڑے گا۔ یہ حکم شرعی سے ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حاضری کے جرمانہ میں تین لوٹے یا تین روپے دے تو بہت اچھا ہے اور اُن روپوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک لوٹا یا ایک کوڑی نہیں لے سکتا۔ فان المصادرۃ بالمال منسوخ

---

[1] جامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۱۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵/۲۵۹

[2] القرآن سورہ یٰسٓ ۳۶ آیت ۱۲

[3] القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۶۴

marfat.com

تاوان مقررشدہ قومی آئندہ کے لیے قابلِ قبول ضمانت نہ پیش کر دے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزارنے پر مجبور ہوگا، پس جو پنچائتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم وصلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو نکبت وادبار کا رُوح فرسا دور ہے متاثر ہوکر (یہ امر منجانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض خداترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انھیں قدیمی قواعد وضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم وصلوٰۃ ونیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سراسر خلافِ اسلام ہی نہیں بلکہ تضحیک کا باعث ہیں۔ مثلاً شرابخواری وجُوا وتاش اور داڑھی منڈوانا حسبِ تعلیم فرقان حمید وفرمودۂ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم درست کرنے کا مضطرب کُن رجحان ہو تو ان کو یہ اختیارات مرقومہ بالا قدیمہ کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہوگیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی وسچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ؟ اور حکم تہدیدی اس میں کیا ہے؟

الجواب

جو تنبیہ وتہدید وتادیب وتشدید اپنے امور دُنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اُس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں، جو امور تادیبی اوپر مذکور ہوئے سب جائز ہیں، مگر مالی جرمانہ لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہدیدی صرف اتنا ہے کہ علما و صلحا جن کے پڑھنے سے اُمیدِ برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوا دیں۔ لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز دفن کر دیں یہ جائز نہیں، ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار رہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل، اور اُس کی قبر پہ نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا مظنون ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۶۳و۲۶۴) محمد رضا خاں محلہ ربڑی ٹولہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے بغرضِ تبلیغ صلوٰۃ شہر سے باہر مواضعات میں ایسی جگہ پر پیدل اور دھوپ اور پیاس کی تکلیف اور بلا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اُٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے، بعض لوگ ان میں بھوکے پیاسے بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہوگئے، اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے۔

(۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے یکہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو، کُل خرچہ کھانے پینے کا لو، اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لیے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کر رہے ہو، وہ شخص کیسا ہے اور جو لوگوں کو ہمت شکستہ

marfat.com

کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کریم تارک صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارک صلاۃ اپنے دامنِ رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارکِ صلاۃ کافر نہیں تم امامِ برحق پہ فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجراً کہا تو اس کہنے والے پر کیا حکم ہوگا؟ اور اگر کوئی حنفی جبکہ امام برحق کا حکم تارکِ صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارکِ صلاۃ عمداً کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جانے تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنھوں نے زید کے اس قول پر یُوں تعریضاً ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے اب تو کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ صدہا صحابۂ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمۂ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد:

واقیموا الصّلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین[1] نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م)

زمانۂ سلف صالح خصوصاً صدرِ اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے جیسے اب زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے۔ جب وُہ زمانۂ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وُہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہٖ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیتِ نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نامنصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلۂ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے۔

اور معترضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صدہا صحابہ و ائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضرات امام پر لگتا ہے۔ عمداً تارکِ صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر۔

معترضین اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صدہا صحابہ و ائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عند اللہ اُنہی کا فتویٰ حق ہو، مسائل اختلافیۂ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

---

[1] القرآن سورہ الروم ۳۰ آیت ۳۱

marfat.com

والعمل بالمنسوخ حرام (کیونکہ مالی جرمانہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۶) سید عرفان علی صاحب رُکن انجمن خادم الساجدین ربڑی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب انجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آرہے ہیں اور ۳ بجے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوبلی باغ میں تقریر کریں گے پبلک عام کثیر التعداد اُن کے جلوس میں جوبلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نمازِ عصر و نمازِ مغرب و نمازِ عشا کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب انجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجبِ ثوابِ دارین ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہئے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۷) از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئولہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں صاحب ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوشامدانہ انداز پیار محبت کے طریقے سے نماز با جماعت کی تاکید کی اُن لوگوں کو جب اُس پر کاربند نہ پایا بلکہ اُن میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترکِ نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشاء کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید اُنھیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وُہ نہ آیا بعد فجر اس سے پُوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا مَیں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کے لیے اکثر زید اِن سب صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہوشیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سو جاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ہے ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقتِ مغرب اُن صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا، یہ شاہد بھی ساتھ تھا، شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھایا کہ تم لوگ اپنے وطنِ عزیز و اقربا کو چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو ہرگز وہ شخص ہادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشقِ رسالت نہ ہو اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے اُن سے اُنھوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا کہ من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر[1] کے تم مرتکب ہوا اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو اللہ تمہاری نماز جنازہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر، حدیث ۸۸۸۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۰۲

marfat.com

باب الاوقات

نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ (۲۶۹) مرسلہ حاجی اللہ یار خان صاحب ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزۂ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو لکھا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے تو اس وقت سے کیا مراد ہے اور بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سوال مع جوابِ مولوی گنگوہی صاحب پیش ہوا اس میں تین مسئلے ہیں، دو کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا محض غلط کہ نہ دینا اُس سے ہزار جگہ بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں،

مسئلۂ اولیٰ: باب صیام میں وقت زوال جس تک نیتِ روزۂ نفل ہو جانا چاہئے کیا ہے؟

اقول: فی الواقع روزۂ ماہ مبارک و نذر معین و روزۂ نفل جبکہ ادا ہو نہ قضا تو مذہب صحیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہئے جسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں اُس کے بعد بلکہ خاص ضحوۂ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں، درمختار میں ہے:

یصح اداء صوم رمضان والنذر المعین رمضان کے روزے، نذر معین کے روزے اور

marfat.com

غرض معترضین پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوائے صدہا صحابہ و ائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سوء خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجراً کہے حرج نہیں، محلِ زجر میں ایسا استعمال ہر قرن وطبقہ کے ائمہ وعلماء بلکہ خود سرکار رسالت علیہ الصلاۃ والتحیۃ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقادِ تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے قولِ صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۸) از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعضے علماء اس سے اجتناب اور اُس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابۂ کرام و تابعین عظام و ائمۂ اعلام نے اُس کی تکفیر کی، اور خود صحیح حدیث میں ارشاد:

من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر جهارا۔[1] جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہوگیا (م)

جو ائمہ اُس کی تکفیر کرتے ہیں اُن کے نزدیک اُس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا اُس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں، بہ نظر زجر اگر بے نماز کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں، فقط فاسق فاجر مرتکبِ کبائر ہے تو اُس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماء و پیشوایان قوم اگر اوروں کی عبرت کے لیے اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھوا دیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۸۵۸۷ مطبوعہ دار المعرفت، البیروت ۶/۱۰۲
معجم اوسط، حدیث نمبر ۳۳۷۲، مکتبۃ المعارف ریاض۔ ۴/۲۱۱

marfat.com

آفاق مائلہ نہ کہ ہمارے بلاد جن میں سائل ومجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کلی پر بھی کئی درجے افزوں ہے کہ کما بیش عرض الحج رکھتے ہیں بریلی جس کا عرض الحج الحج ہے یہاں نہار نجومی کہ افق حقیقی پر جانب انطباق مرکز شمس سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پونے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۳ گھنٹے ۸ ۴ منٹ تک پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوا دس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوعِ فجر سے طلوع نجومی شمس تک اواخر جوزا و اوائل سرطان میں پونے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیکی اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹا ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے نہ زنہار اس کا تفاوت ایسا قلیل ہے جسے بے مقدار و ناقابلِ اعتبار سمجھ کر ہمیشہ کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس کی کمی بیشی سوا پہر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہ ل یعنی ساڑھے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ پانچ پہر سے بھی زائد ہوا کجا ساڑھے چار پہر اور انقلاب ثانی میں تقریباً مامہ یعنی پونے بارہ گھنٹے کا کہ چار پہر سے بھی کم ہوا کہاں ساڑھے چار پہر پونے بارہ اور ساڑھے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پہر کامل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید التفاوت چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعثِ مغالطۂ مسلمین ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ جان لیا کہ ساڑھے چار پہر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر حصے میں نیت ہو جانی چاہئے یعنی غروبِ آفتاب تک اس کے نصف سے زیادہ باقی ہو اور اس کا نصف سوا دو پہر یعنی پونے سات گھنٹے تو اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ۶۰ گھنٹے سے کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور ۶۰ یا اس سے کم ہیں تو ہرگز صحیح نہ ہو گی اب ملاحظہ کیجئے جب آفتاب تحویل سرطان پر آیا اور ۷ بجے ڈوبا یعنی وقتِ حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ سات پر تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۶ گھنٹے ۵ ۴ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو لازم کہ اُس دن دوپہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے بلکہ اُس دن حقیقی سوا گیارہ بجے سے چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ ۱۱ بج کر ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب تحویل جدی پر آیا اور سوا پانچ سے کچھ کم یعنی وقتِ حقیقی سے تقریباً ۵ بج کر ۱۰ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اُس دن ساڑھے دس بجے بھی نیت جائز نہ ہو کہ اب شام تک ۶۰ گھنٹے باقی نہیں حالانکہ اُس دن ۱۱ کے بعد یعنی حقیقی وقت سے ۱۱ بج کر ۱۹ منٹ تک بھی نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہوگا پس ثابت ہُوا کہ ۴۰ پہر کا تخمینہ محض غلط و باعثِ تغلیط اور بنائے کار اُنہی حساب پر واجب جو ہم بیان کر آئے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

رہا لفظ زوال کہ عبارت امام اجل ابوالحسن قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ میں واقع عند التحقیق اُس سے دوپہر ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک اِن روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتمد وہی روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت ہو جانی ضرور ہے ہدایہ[1] و وقایہ[2] و شرح وقایہ[3] و عتابیہ[4] و

marfat.com

والنفل بنیتہ من اللیل الی الضحوۃ الکبرٰی، لا بعدھا ولا عندھا، اعتبارا لاکثر الیوم[1]۔

نفلی روزے کی ادا صحیح ہے اگر رات سے ضحوۂ کبرٰی تک نیت کرلی جائے، ضحوۂ کبرٰی کے بعد یا اس کے دوران نیت کرنے سے روزہ نہیں ہوگا کیونکہ دن کے بیشتر حصے کا اعتبار ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوعِ فجر صادق سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے، ردالمحتار میں ہے:

الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب[2]۔

شرعی دن، طلوعِ فجر سے غروب تک ہے۔ (ت)

یہ ہمیشہ نہار عرفی سے کہ طلوعِ مرئی کنارۂ بالائی شمس سے غروب مرئی کل جرم شمس تک ہے بمقدار مدت فجر زیادہ ہوتا ہے یعنی جس جگہ، جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس بمعنی مذکور تک جتنی مدت ہوگی اُس دن کا نہار شرعی اس کے نہارِ عرفی سے اُسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا لہذا ہمیشہ نصف النہار شرعی نصف النہار عرفی حقیقی یعنی نصف النہار دائرہ ہندیہ سے بقدر نصف مقدار فجر کے پیشتر ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے:

اعلم، ان کل قطر نصف نھارہ قبل زوالہ بنصف حصۃ فجرہ[3]۔

جان لو کہ ہر علاقے کا نصف النہار، بقدر نصفِ حصۂ فجر، زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ (ت)

پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے آج کی فجر دریافت کرلی کہ کس مقدار کی ہوئی اُس کی تنصیف میں جتنے منٹ سکنڈ آئے ٹھیک دوپہر یعنی کیلی کا سایہ دھوپ گھڑی میں خط نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اُتنے ہی منٹ سکنڈ لے لیے وہی وقت حقیقی نصف النہار شرعی کا ہوا اُس سے پہلے نیت روزے کی ہوجانی چاہئے اور پُر ظاہر کہ نہ نہار عرفی دائماً ایک حالت پر رہے نہ مقدار فجر دواماً یکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل[عہ] و تزاید و تناقص میل تفاوت طوالع و مطالع ضروری ہے نہ کہ

عہ نصف میل باعثِ اختلاف طوالع یا مطالع ہے اور اس کا تزاید و تناقص باعثِ اختلاف طوالع فی المطالع کما لایخفی علٰی ذی درایۃ ۱۲ (جیسا کہ ذی فہم پر مخفی نہیں۔ ت) (م)

---

[1] درمختار کتاب الصوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۶
[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 ۲/۸۰
[3] 〃 〃 〃 〃 ۲/۸۵

marfat.com

القدوری الی الزوال، والاول اصح[1]۔

مختصر قدوری میں ہے کہ زوال تک صحیح ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ (ت)

کافی للامام النسفی میں ہے:

ذکر فی المختصر، وبینه وبین الزوال، و فی الجامع الصغیر، قبل نصف النهار، وهو الصحیح[2]۔

مختصر میں مذکور ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور جامع صغیر میں ہے "نصف نہار سے پہلے" اور یہ صحیح ہے الخ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

قال فی المختصر (یعنی الکنز) الی ما قبل نصف النهار، وهو المذکور فی الجامع الصغیر، وذکر القدوری ما بینه وبین الزوال، و الصحیح الاول[3]۔

کہا مختصر میں (یعنی کنز میں) "نصف نہار سے پہلے تک"۔ یہی جامع صغیر میں بھی مذکور ہے۔ اور قدوری نے کہا ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور صحیح پہلا قول ہے۔ (ت)

برجندی میں ہے:

اشار القدوری انه تجوز النیة فیما بین الصبح والزوال، وفی الهدایة الاول[4]۔

قدوری نے اشارہ کیا ہے کہ نیت صبح اور زوال کے درمیان صحیح ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ پہلا قول اصح ہے۔ (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

اجزائه النیة ما بینه وبین الزوال اوقبل انتصاف النهار، وهو الاصح[5]۔

اس کے لیے نیت کافی ہے، اگر صبح اور زوال کے درمیان کرے، یا نصف نہار سے پہلے، اور یہ اصح ہے (ت)

اور نص قاطع وہ ہے کہ تاتارخانیہ میں محیط سے نقل فرمایا:

یظهر ثمرة الاختلاف فیما اذا نوی عند

اختلاف کا نتیجہ تب ظاہر ہوگا جب زوال کے قریب

---

[1] شرح الوقایۃ کتاب الصوم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۰۶
[2] کافی شرح وافی
[3] تبیین الحقائق، کتاب الصوم المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ، مصر ۱/۳۱۵
[4] شرح النقایہ للبرجندی " نولکشور لکھنؤ ۱/۲۱۱
[5] جواہر الاخلاطی " قلمی نسخہ غیر مطبوعہ ۱/۴۸

marfat.com

جواہر الاخلاطی[5] وشرح[6] نقایہ برجندی وشرح[7] علامہ اسمٰعیل ومتن[8] نورالایضاح میں اسی کو اصح کہا اور شرح[9] جامع صغیر للامام السرخسی وکافی شرح وافی وشرح[11] کنز للزیلعی ومتن[12] اصلاح میں اسی کو صحیح بتایا اور نقایہ[13] وکنز[14] وملتقی[15] وتنویر[16] و درر[17] واشباہ[18] وغیرہا عامۂ معتمدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقوٰی تو اسی پر عمل وفتوٰی اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اُس روایت کو غلط کہنا ائمہ کے ساتھ گنگو ہی صاحب کا سوءِ ادب ہے کہ قدوری[1] ومجمع[2] و فتاوٰی خانیہ[3] وفتاوٰی خلاصہ[4] وشرح طحاوی[5] وخزانۃ المفتین[6] وغیرہا معتبرات میں کہ اجلۂ متون وشروح وفتاوٰے مذہب سے ہیں اُسی پر جزم واعتماد کیا۔

اما المجمع فنقل عنه فی ردالمحتار واما شرح الطحاوی فرمزله فی خزانة المفتین، واما الاربعة البواقی فرأیت فیها بعینی۔

مجمع سے ردالمحتار نے نقل کیا ہے، شرح طحاوی کی طرف خزانۃ المفتین میں اشارہ کیا گیا ہے اور باقی چاروں میں، مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (ت)

بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا، کما نص علیه الامام شمس الائمة السرخسی فی شرح الجامع الصغیر، ورأیت النقل عنه فی الایضاح شرح الاصلاح للعلامة ابن کمال الوزیر۔

جیساکہ شمس الائمہ سرخسی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے اور علامہ ابن کمال وزیر کی ایضاح شرح اصلاح میں، میں نے اس کی نقل دیکھی ہے۔ (ت)

تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا وزیان اور زوال سے زوال نہار شرعی مراد لے کر قصد توفیق بھی خلاف تحقیق کہ عامۂ ائمہ یہاں ابقائے خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اصح وصحیح کہنے کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یُوں ہے:

قال فی المختصر (یعنی القدوری) مابینه وبین الزوال، وفی الجامع الصغیر قبل نصف النهار وهو الاصح[1] الخ۔

کہا مختصر میں (یعنی قدوری میں) "اس کے اور زوال کے درمیان"۔ اور جامع صغیر میں ہے "نصف النہار سے پہلے"۔ اور یہ اصح ہے الخ (ت)

شرح وقایہ میں ہے:

فی الجامع الصغیر بنیة قبل نصف النهار ای قبل نصف النهار الشرعی، وفی مختصر

جامع الصغیر میں ہے "اگر نصف نہار سے پہلے نیت کرے" یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے، اور

---

[1] الہدایۃ کتاب الصوم مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۹۲

marfat.com

پہنچتا اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر آکر اُس کے بعد جانبِ مشرق پلٹتا اور گھٹنے کی انتہا ہوکر پھر بڑھنا شروع ہوجاتا ہے یہ قول ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب یا نہار شرعی کا نصف مراد ہے جسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع کنارۂ شمس سے غروب کل قرص شمس تک ہے۔

والمراد بالطلوع، المبتنی علیه احکام الشرع، تجاوز اول حاجب الشمس فی جهة الشرق عن دائرة الافق الحسی بالمعنی الاعم، المسمّٰی فی کلام البعض بالافق الترسی، بحرکة الکل، و بالغروب تجاوز کل قرصها فی جهة الغرب عن الدائرة المذکورة بالحرکة المزبورة، فوضح امتیاز النهار العرفی عن النهار النجومی، فانه من انطباق مرکز الشمس علی دائرة الافق الحقیقی من قبل المشرق، الی انطباقه علیها فی جهة المغرب، فان اتحد الافقان یکون العرفی اکبر من النجومی، بقدر ما یطلع نصف کرة الشمس ویغرب النصف، وان انحط الترسی من الحقیقی، وهو الاکثر،

جس طلوع پر شرعی احکام مبنی ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ شرقی جانب جو دائرۂ افقِ حسی ہے —— اُفقِ حسی کا عام معنی مراد ہے جس کو بعض نے اُفقِ ترسی کا نام دیا ہے —— اس دائرے سے، پورے سورج کی حرکت کے ساتھ، سورج کا پہلا کنارہ گزر جائے۔ اور غروب سے مراد یہ ہے کہ سورج کی پوری ٹکیہ، اسی دائرے سے، اسی حرکت کے ساتھ، غربی جانب سے گزر جائے۔ اس سے نہار عرفی اور نہار نجومی کا امتیاز بھی واضح ہوگیا، کیونکہ نہار نجومی شروع اس وقت ہوتی ہے جب شرقی جانب سورج کا مرکز، افق حقیقی کے دائرے پر منطبق ہوجائے، اور ختم اس وقت ہوتی ہے جب غربی جانب سورج کا مرکز افقِ حقیقی کے دائرے پر منطبق ہوجائے۔ اب اگر دونوں افق (حقیقی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اصل تعدیل الایام بلدی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت مدراس کو اختلاف طول سے یہ دن متبدل ہوجائیں گے، مثلاً بریلی جس کا وقت مدراس سے ۳ منٹ ۱۹ سکنڈ زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تاریخوں پر ہوگا ۴ و ۲۵ مئی و ۱۱ ستمبر و ۱۸ دسمبر ۱۲ منہ —— یہ بھی اس وقت تک تھا اب کہ جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراس ٹائم منسوخ اور وسط ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی جہاں طول ۸۲ درجے ہے جس کے ۵۰ گھنٹے ہوئے، اس اختلاف نے بریلی میں صرف دو ہی دن مساوات کے رکھے ۱۸ اکتوبر اور ۲۸ نومبر، اور کمی کی مقدار یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے سے نصف النہار حقیقی کا پہلے ہونا صرف ۴ منٹ رہ گئی، اور زیادت یعنی جیبی کے ۱۲ بجے سے ٹھیک دوپہر بعد کو ہونا ۲۶ منٹ تک پہنچ گئی ۱۲ منہ (م)

marfat.com

قرب الزوال اھ۔ نیت کرے اھ (ت)

اقول بلکہ بعد اس عنایت کے بھی توفیق[1] نہ ہوئی کہ عین وقت انتصاف پر بھی مابینہ وبین الزوال وقبل الزوال وقرب الزوال صادق حالانکہ مذہب صحیح پر خاص وقت ضحوۂ کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کما قدمنا عن الدر وغیرہ (جس طرح ہم نے در وغیرہ سے پہلے نقل کیا ہے) پھر اس تکلیف بے حاصل سے کیا حاصل۔ غرض نہ تغلیط مقبول نہ توفیق معقول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثانیہ : وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے۔

اقول گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بقدر ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زوال تو سورج ڈھلنے کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ممانعت کا وقت نکل گیا اور جواز کا آیا کما صرح بہ فی البحر[2] عن المحلیۃ (جیسا کہ بحر الرائق میں حلیہ سے اسکی تصریح کی گئی ہے) تو وقت ممانعت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور غایت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اسے وقت استوا کہنا چاہیے یعنی نصف النہار کا وقت، اب علما کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی[1] مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالائے افق دائرۂ نصف النہار پر

---

[1] نعم لو اول بالمنتصف کان توفیقا وان لم یکن تحقیقا ۱۲ منہ (م)

ہاں اگر (اس قول کی) تاویل نصف النہار کے ساتھ کر دی جاتی تو ان میں تطبیق ہو جاتی اگرچہ اس میں بھی تسامح ہے۔ (ت)

[2] احتراز ہے نصف النہار عرفی سے کہ ۱۲ بجے کے وقت کو کہتے ہیں، یہ سال میں چار دن یعنی ۱۵ اپریل، ۱۴ جون، ۳۱ اگست، ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے پیچھے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخر تقریباً پاؤ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶، پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الفتاوی التاتارخانیۃ الفصل الثالث فی النیۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۳۵۷

[2] البحر الرائق کتاب الصوم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی دہلی ۲/ ۲۵۱

marfat.com

اُسی میں ہے :

وفی القنیۃ ، واختلف فی وقت الکراھۃ عند الزوال ، فقیل من نصف النھار الی الزوال ، لروایۃ ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ نھی عن الصلاۃ نصف النھار حتی تزول الشمس ، قال رکن الدین الصباغی ، وما احسن ھذا ، لان النھی عن الصلاۃ فیہ یعتمد تصورھا فیہ اھ[1] ما فی الشامی ، وھذا کما تری من الفاظ الافتاء۔

اور قنیہ میں ہے کہ زوال کے قریب مکروہ وقت کی مقدار میں اختلاف ہے ۔ بعض نے کہا کہ نصف النہار سے زوال تک ہے ، کیونکہ ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے نصف النہار سے زوال تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے ، رکن الدین صباغی نے کہا ہے کہ یہ کتنا ہی اچھا استدلال ہے کیونکہ اس وقت میں نماز سے منع کرنے کی ضرورت تب ہی پڑسکتی ہے جب یہ وقت کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اس میں نماز پڑھی جاسکے ، شامی کی عبارت ختم ہوئی ۔ اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو ، یہ افتاء کے الفاظ ہیں ۔ (ت)

اقول ویؤیدہ ما فی الشامی عن الطحطاوی عن ابی السعود عن الحموی عن البرجندی عن الملتقط ، فی باب الکسوف ، انھا اذا انکسفت بعد العصر او نصف النھار دعوا ولم یصلوا[2] ، ای لکراھۃ النفل فی الوقتین ، ووجہ التأیید ظاھر لیس بخاف ۔

اقول (میں کہتا ہوں) : اسی کا مؤید ہے وہ جو شامی میں ہے ۔ شامی نے طحطاوی سے ، اس نے ابوالسعود سے ، اس نے حموی سے ، اس نے برجندی سے ، اس نے ملتقط سے باب الکسوف میں نقل کیا ہے کہ اگر سورج گرہن عصر کے بعد یا نصف النہار کے وقت لگے تو لوگ دعا کریں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے ، یعنی اس وجہ سے کہ ان دو وقتوں میں نفل پڑھنا مکروہ ہے ، تائید کی وجہ ظاہر ہے ، مخفی نہیں ۔ (ت)

غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اُس کے خلاف ترجیح منقول نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے ۔

---

[1] ردالمحتار مطلب یشترط العلم بدخول الوقت مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۳
[2] " باب الکسوف ۱/۶۲۲

marfat.com

لاسیما من جہۃ دقائق الانکسار الافقی ، فزیادۃ العرفی ازید ۔ نعم ، ان وقع فوقہ بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق الانکسار یستوی النہاران ، او ازید من ذلک فیفضل النجومی ، کما لایخفی ۔ وھذہ فائدۃ سنحت للقلم حین التحریر فاجبنا ایرادھا ۔

اور ترسی) متحد ہوں تو نہار عرفی ، نہار نجومی سے اتنی بڑی ہوگی جتنی دیر میں سورج کا آدھا کُرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے ۔ اور اگر ترسی ، حقیقی سے نیچے ہو ، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ـــــ خصوصاً جب افقی انکسار کے دقیقوں کو ملحوظ رکھا جائے ـــــ تو نہار عرفی اور زیادہ بڑھ جائے گی ۔ ہاں ، اگر ترسی ، حقیقی سے ، سورج کے نصف قطر جتنا اوپر ہو اور انکسار کے دقیقے بھی ملحوظ ہوں تو نہار عرفی اور نہار نجومی برابر ہو جائیں گی ۔ اور اگر سورج کے نصف قطر کی مقدار سے زیادہ اُوپر ہو تو نہار نجومی بڑھ جائے گی ، جیسا کہ مخفی نہیں ہے ـــــ یہ فائدہ لکھتے وقت قلم کے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے اس کو ذکر کرنا مناسب سمجھا ۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے ہوگا ، مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جیب گھڑی کے ۶ بج کر ۰ منٹ پر چمکا اور ۶ بج کر ۱۴ منٹ پر ڈوبا ۴ بج کر ۴۸ منٹ پر صبح ہوئی تو اس دن نہار شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۳۴ منٹ ہوا اُسے ۴ گھنٹے ۴۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۲۱ منٹ کا وقت آیا اور نصف النہار شرعی وقت استوائے حقیقی سے ۹ منٹ پیشتر ہوا لاتسع وعشرین کما یتوھم فافھم واعرف انکنت تفھم (نہ کہ انیس منٹ ، جیسا کہ وعدہ کیا جاتا ہے ۔ اس کو سمجھو اور جانو ، اگر سمجھ رکھتے ہو ۔ ت) اسی کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں اسی وقت تک آنے تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے ، اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار عرفی یعنی استوائے حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہوگا ، سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز وممنوع اور پُر ظاہر کہ یہ مقدار اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی یہ قول ائمۂ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتوٰی دیا ، ردالمحتار میں ہے :

عزا فی القھستانی القول بان المراد انتصاف النہار العرفی ای ائمۃ ماوراء النھر وبان المراد انتصاف النہار الشرعی وھو الضحوۃ الکبرٰی الی الزوال الی ائمۃ خوارزم [1]

قہستانی میں اس قول کو ائمۂ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد عُرفی نہار کا نصف ہونا ہے ، اور اس قول کو ائمۂ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے کہ مراد شرعی نہار کا نصف ہونا ہے یعنی ضحوۂ کبریٰ زوال تک ۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب یشترط العلم بدخول الوقت مطبوعہ المصطفی البابی مصر ۱/ ۲۷۳

marfat.com

بعد طلوع کر آتا ہے اسی طرح ہر جگہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابلِ لحاظ ہے یہیں سے وُہ عقدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اس سے استوائے حقیقی تک ۴۰ منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجنے تک صرف ۲۹ منٹ کا فصل ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انھیں رواجی مدراسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا ولہذا طلوعِ شمس حمل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا۔ یہ ہے ان مسائل کا اجمالی تخمینی جواب اور تفصیل و تحقیق مفضی تطویل و اطناب۔

وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الالباب وصلی اللہ تعالٰی علی المولی الاواب سیدنا محمد و الاٰل والاصحاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ عقلمندوں کے لیے کافی ہے، اور درود بھیجے اللہ تعالٰی بہت رجوع کرنے والے آقا سیدنا محمد پر اور ان کی آل و اصحاب پر۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

(ت)

مسئلہ (۲۷۲) از حیدرآباد دکن قریب دروازہ دبیرپورہ مدرسہ محمدیہ مرسلہ مولوی عبدالخالق صاحب اعظم گڈھی

۱۲ جمادی الاخرٰی ۱۳۱۷ھ

حضرت مولٰنا العلام والحبر القمقام حامی السنۃ قامع البدعۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا الحاج المولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے عالی متعالی ہو کہ ان دنوں یہاں کے علما بلکہ چار پانچ علمائے ہند مثل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی وجناب مولوی محمد منصور علی خان صاحب مراد آبادی وجناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڈھی وغیرہم نے مثلین سوی الزوال کا فتوٰی دیا بعدہٗ مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ نظامیہ نے سب علماء کے فتوے کو رَد کر دیا اور لکھا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی قول مثلین سے رجوع کر کے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں اب التماس ہے کہ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادم الطلبہ محمد عبدالخالق

الجواب

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وہی مثلین بعد فیٔ الزوال ہے اور وہی احوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اسی پر اجماع و اطباق جملہ متون متین وہی مختار و مرضی جمہور محققین شارحین اُسی پر افتائے اکثر کبرائے ائمہ مفتین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں اجماع متون مذہب موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خاملہ غیر محفوظہ قابلِ لحاظ کب ہوئیں بلکہ قول یک مثل ہے مرجوع عنہ ہے۔

لما صرح بہ فی البحر والخیریۃ ورد المحتار

کیونکہ بحر، خیریہ اور ردالمحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ

marfat.com

حتی یتبین خلافه **اقول** والمسئلة بعد تحتاج الیٰ زیادة تحقیق وتحریر، وللعبد الضعیف ههنا ابحاث سنوردها ان شاء اللہ تعالیٰ فی غیر هذا التحریر، واللہ تعالیٰ اعلم۔ انتهی ماکتبت فی الجواب۔ و اللہ سبحٰنہ اعلم بالصواب۔[1]

یہاں تک کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے **اقول** (میں کہتا ہوں) ابھی مسئلہ مزید تحقیق وتحریر کا محتاج ہے اور عبد ضعیف کی، یہاں کچھ بحثیں ہیں جنہیں عنقریب ہم کسی اور تحریر میں پیش کریں گے، واللہ تعالیٰ اعلم، جو کچھ میں نے جواب میں لکھا ہے وہ ختم ہوا۔ واللہ سبحٰنہ اعلم بالصواب۔ (ت)

مسئلہ (۲۰۱) ثالثہ: بڑھے سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟

اقول گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کر دیا، اس کا جواب اجمالی یہ ہے کہ ہمارے بلاد میں انتہا درجہ یہ وقت ۸ ۴ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صیفی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہو جاتا ہے اور تحویلِ حمل و میزان یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو ۳۹ منٹ پہلے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑھے باقی ایام میں انھیں کے بیچ میں دورہ کرتا ہے وتفصیل ذلک یطول جدا (اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ت) اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرۂ ہندیہ میں ظل ثانی خط الزوال پر پورا منطبق ہو یہی نہار عرفی کا گویا[2] نصف حقیقی ہے اسی کو استوائے حقیقی کہئے اس وقت آفتاب بیچ آسمان میں ہونا سمجھئے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک نماز مکروہ ہے اس کے بعد پھر وقتِ ممانعت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر پہلے گیارہ وعلیٰ ہذا القیاس ان گھڑی گھنٹوں کے بارہ کا حکم زوال و نصف النہار و شروع وقت ظہر میں اصلاً اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ نظر عوام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور توپ قطع نظر اس سے کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کی غلطی اس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو خود اس حساب پر نہیں چلتی، فقیر نے بارہا بچشمِ خود مشاہدہ کیا ہے کہ دوپہر کی توپ صحیح چلی ہے اور اس وقت آفتاب مرأی العین میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا و لہذا تحویل حوت کا شمس کہ بحساب دائرۂ ہندیہ مع حصۂ انکسار افقی ہمارے شہر میں ۵ بج کر ۳۹ منٹ پر ڈوبنا چاہئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ۵ بج کر ۵۶ منٹ پر ڈوبتا ہے تحویلِ قوس کا مہر کہ بحساب مذکور دائرہ ۶ بج کر ۴۲ منٹ پر چمکنا چاہئے توپ کے گھنٹوں پر ۶ سے ۳۱ منٹ

---

[2] اس گویا اور کہنے اور سمجھنے کی وجہ عالمِ ہیئت پر مخفی نہیں اور یہ بھی وہ جان سکتا ہے کہ یہ وقت وقت استوائے حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہوگا ۱۲ منہ (م)

marfat.com

نص علیہ فی خطبۃ الخانیۃ (جیساکہ خانیہ کے خطبہ میں یہ بات صراحۃً مذکور ہے۔ ت) اور وہی قول معتمد ہوتا ہے کما فی الطحطاوی و الشامی (جیساکہ شامی اور طحطاوی میں ہے۔ ت) یونہی امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی۔ امام اجل برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے ہدایہ اور امام اجل ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرجح رکھی، امام اجل محبوبی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ امام صدر الشریعۃ نے اسی پر اعتماد کیا وہ چند متأخرین اعنی مصنفین برہان و فیض و درمختار ان اکابر میں ایک کی بھی جلالتِ شان کو نہیں پہنچتے۔ فتاوٰی غیاثیہ وجواہر اخلاطی میں فرمایا: ھو المختار (یہی مختار ہے) علامہ قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تحقیق کی، امام سمعانی نے خزانۃ المفتین میں اسی پر اقتصار فرمایا قول خلاف کا نام بھی نہ لیا، امام محمود عینی نے اسی کی تائید فرمائی، ملتقی الابحر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو ارجح ہو کما ذکر فی خطبتہ (جیساکہ اس کے خطبے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) اور وہی مختار للفتوٰے ہوتا ہے کما فی شرحہ مجمع الانہر (جیساکہ اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے ت) مراقی الفلاح میں ہے ھو الصحیح وعلیہ جل المشایخ والمتون (یہی صحیح ہے اور اسی پر بزرگ مشایخ و متون مذہب ہیں) طحطاوی علی المراقی میں ہے صححہ جمھور اھل المذھب (جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی) نقایہ میں روایت خلاف کی تضعیف فرمائی شرح المجمع للمصنف میں ہے انہ المذھب واختارہ اصحاب المتون واراتضاہ الشارحون (مذہب یہی ہے اور اسی کو اصحابِ متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا) ینابیع و علمگیری میں ہے ھو الصحیح (یہی صحیح ہے) جامع الرموز میں اسی کو مفتی بہ بتایا، السراج المنیر میں ہے علی قولہ الفتوٰی (امام ہی کے قول پر فتوٰی ہے) بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اس مذہب مہذب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ

۱؎ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر خطبۂ کتاب مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۷

۲؎ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۹۴

۳؎ " " " " " " " "

۴؎ البحر الرائق بحوالہ شرح المجمع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

۵؎ الفتاوی الھندیۃ الباب الاول فی المواقیت مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۱

۶؎ السراج المنیر

۷؎ صحیح البخاری باب الاذان للمسافر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۷

marfat.com

وغیرھا ان کل ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ[1]۔ ھذا ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات[2]۔ وفقنا اللہ تعالٰی لھا و تقبلھا منا بالکرم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو اس سے رجوع کیا جاچکا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایک سمت ہے جس کی جانب وُہ منہ کرتا ہے تو نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالٰی ہمیں نیکیوں کی توفیق دے اور اپنے کرم سے انھیں قبول فرمائے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ (۲۷۳) ازکلکتہ فوجداری بالاخانہ نمبر ۳۶ مرسلۂ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۸ جمادی الاخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں آج کل آفتاب ۶½ بجے طلوع ہوتا ہے اور پونے چھ بجے غروب اور نمازِ عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت سایہ سوائے سایہ اصلی کے دو مثل کسی طرح نہیں ہوتا اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوئی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہونا چاہیئے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف حکم چاہتا ہُوں مجھے دلائل کی ضرورت نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہوجائے وقتِ عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاوٰی وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی وفیض کرکی و درمختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قولِ امام ہی احوط واصح اور از روئے دلیل ارجح ہے، عموماً متون مذہب قولِ امام پر جزم کیے ہیں اور عامۂ اجلۂ شارحین نے اُسے مرضی ومختار رکھا اور اکابر ائمۂ ترجیح وافتا بلکہ جمہور پیشوایانِ مذہب نے اُسی کی تصحیح کی، امام ملک العلما ابوبکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا: ھو الصحیح[3] (یہی صحیح ہے)۔ امام اجل قاضیخان نے اسی کو تقدیم دی اور وُہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اظہر من حیث الدرایۃ اور اشہر من حیث الروایۃ ہو[4] کما

---

[1] رد المحتار مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰

[2] القرآن سورہ البقرۃ ۲ آیت ۱۴۸

[3] البحر الرائق بحوالہ بدائع کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۱/۲۴۵

[4] فتاوٰی قاضی خان مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ انڈیا ۱/۲

marfat.com

وغیرھما (جیساکہ بحر اور خیریہ وغیرہ میں ہے ۔ ت) تو یہ مذہب مہذب بوجوہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرجح ہوا۔

اولاً یہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔

ثانیاً اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً اسی پر عامۂ شروح ہیں اور شروح فتاوٰی پر مقدم۔

رابعاً اجلۂ اکابر ائمۂ تصحیح وفتوی مثل امام قاضی خاں و امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ و امام ملک العلماء مسعود کاشانی صاحبِ بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جلالت شان مصححین باعث ترجیح ہے۔

خامساً جمہور مشایخِ مذہب نے اسی کی تصحیح و ترجیح کی اور عمل اسی پر چاہیے جس طرف اکثر مشایخ ہوں۔

سادساً اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی۔

سابعاً رہیں حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم، حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہرگز کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعوٰی ہو پیش کرے اور بامداد روح پُرفتوح حضرت سیدنا الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ اس فقیر سے جواب لے اِن شاء اللہ تعالٰی یا تو ثابت ہوجائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالف نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اس کا معارض صحیح موجود ہے اور فقیر اِن شاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ اس تعارض میں احادیث مذہب صاحبین کو منسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہوکر تساقط ہوگا اور پھر وہی مذہب امام رنگ ثبوت پائے گا کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہوگا اور وقتِ عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہوگا والحمد للہ رب العٰلمین ۔ **بالجملہ** عند التحقیق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے گا ورنہ علی التنزل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتبِ فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہوگیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہوجائے گا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس وقت نمازِ عصر لاجرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرے سے ساقط نہ ہوگا اُدھر خلاف صاحبین تھا یہاں خلاف امام وہاں قضا ادا میں خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر

marfat.com

تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذانِ ظہر دینی چاہی، فرمایا: ابرد (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا: ابرد (وقت ٹھنڈا کر)، دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا: ابرد (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتی ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا) اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا "گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو۔" مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیأت گواہ اور خود ائمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حرمین طیبین اور اُن کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی دامام قسطلانی شافعی نے فرمایا: ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوتے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا اور اس حدیث کو ارادہ جمع بین الصلاتین پر حمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابراد کا اظہار فرمارہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے، حضور یہاں حکم عام ارشاد فرمارہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کرو یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ حدیث امامت جبریل جس کے بھروسے پر برہان و درمختار نے مثل اول اختیار کیا اصل حجت نہیں ہوسکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اسرا میں فرض ہوئی اور اسی کے دن میں وقتِ ظہر کو آکر جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والسلام نے بیان اوقات کے لیے امامت کی تو جو حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور اُس کی ناسخ ہے اور قول دو مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متونِ مذہب وہی نقل فرمارہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں، امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام لکھا، نہایہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایہ ہے، غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و ماخوذ ہے۔ محیط میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ ینابیع میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ شرح مجمع میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلك فی البحر[1] (یہ سب بحر میں ہے۔ ت) تو بعض نقول خاملہ مرجوحہ کی بنا پر زعم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی ہے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے کما فی البحر والخیریۃ

---

[1] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

inaafat.com

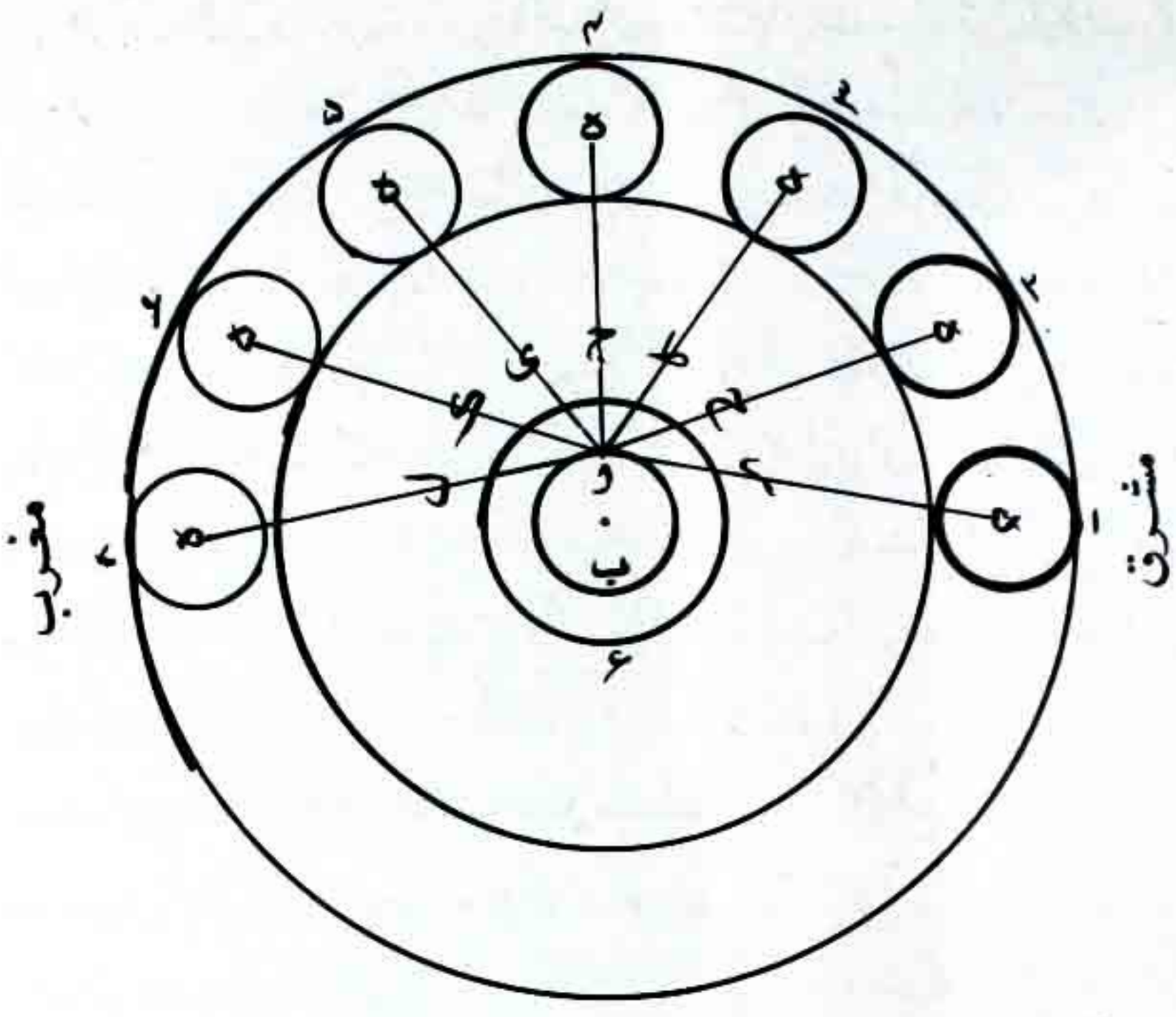

ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وُہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے ح ح زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالمِ نسیم و عالمِ لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطحِ زمیں سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حاصل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی ہ مرکز شمس ہے ا ہ ہر طرف وُہ خطّہ ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افقِ شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ا ہ کا حصہ ا ر کرۂ بخار میں گزرا اور دوسرے پر ا ح تیسرے پر ا ط چوتھے پر ا ح، اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ا ر سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اُونچا ہوتا جاتا ہے ا ح ا ط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ا ح سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ا ح یعنی دوپہر کے وقت کا خط پانسو اٹھانوے $\frac{۵۹۸}{۱۰۰۰}$ میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے جاتے ہیں ی ی برابر ا ط کے پڑتا ہے اور ک ک برابر ا ح کے اور ل ل برابر ا ر کے ہے یہاں سے واضح ہوگیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اُس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اُس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی مشرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اُس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اُس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے، تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہوگیا اور

marfat.com

نفسِ صحت وبطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہیے اور یہ تو بے شمار کتبِ ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعتِ باطلہ یا کم از کم مکروہہ بکراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیفہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کو کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیل صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لیے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۷۴) شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نمازِ عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لانہا تعصر (یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے) حاکم و دارقطنی نے زیاد بن عبداللہ نخعی سے روایت کی "ہم امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجد جامع میں بیٹھے تھے مؤذن نے آکر عرض کی: یا امیر المومنین! نماز۔ امیر المومنین نے فرمایا بیٹھو۔ وہ بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کے لیے عرض کی۔ امیر المومنین نے فرمایا ھذا الکلب یعلمنا السنۃ (یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے)۔ پھر اٹھ کر ہمیں نمازِ عصر پڑھائی۔ جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراھا[1] (ہم زانوؤں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لیے نیچے اتر گیا تھا)۔" یعنی دیوار اس زمانے میں نیچی نیچی ہوتیں آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا، مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبارِ کثیر یا ابرِ رقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اس قدرتی دائمی حیلولت کرۂ بخار کے سبب کہ اُفق کے قُرب میں نگاہ کو اُس کا کثیر حصہ طے کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کرۂ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جمنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے ا ب کرۂ زمین ہے د موضع

---

[1] سنن الدارقطنی باب ذکر بیان المواقیت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۲۵۱

marfat.com

بھی کچھ زائد ایک گھنٹا ۳۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقتِ عصر ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا، اسی حساب سے جس دن جتنا وقت عصر ہو اس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو۲ حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصہ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصلاً کراہت نہیں، ہاں اتنی تعجیل کہ دو۲ مثل پورے ہونے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہئے کہ اگر وہم وخدشہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یونہی اتنی تاخیر نہ چاہئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہوجائے اور اس سے پہلے پہلے اصلاً کسی قسم کی کراہت کا نام ونشان نہیں، نہ وہ اللہ ورسول کے نزدیک کاہل ہے یہ محض غلط وباطل ہے جب شرع مطہر اُس وقت کو مستحب فرمارہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاعل کاہلی کے ساتھ منسوب ہوسکتا ہے یہ نری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقتِ کراہت وسط نماز میں آگیا جب بھی اس پر اعتراض نہیں، نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کردے اور اعتراض ہو، درمختار میں ہے:

لوشرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

سورج میں تغیر آنے سے پہلے نماز شروع کی پھر تغیر تک لمبی کردی تو مکروہ نہیں ہوگی واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۵ و ۲۷۶ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

(۱) فرض وسنّت ہر دو کا اولٰی وقت کیا ہے؟

(۲) امسال وقت صلاۃ عید الفطر انتہا درجہ کب تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) سنّت قبلیہ میں اولٰی اول وقت ہے بشرطیکہ فرض وسنّت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنّت بعدیہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پہ آکر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن اجنبی افعال سے فصل نہ چاہیے یہ فصل سنت قبلیہ وبعدیہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انھیں طریقۂ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرضِ فجر وعصر وعشاء میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقت غیر مکروہ کے دو۲ حصے کرکے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کما نص

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

marfat.com

یہ بھی کھُل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف، تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہوجائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہُوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اُس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور ادھر جب غروب کو بیس منٹ رہیں وقتِ کراہت آجائے گا، اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہوجائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلا ہونا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں، جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلکنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقتِ ظہر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہوجاتا ہے اور بیّن طور پر دُھوپ میں زردی پیدا ہوجاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقتِ کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے، ابوالسعود علی الکنز اور طحطاوی علی الدر میں ہے:

المراد ان یذھب الضوء فلا یحصل للبصر به حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال[1]

یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہوجاتا ہے (ت)

بالجملہ سخن تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحرالرائق وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہما، وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو حصے کریں نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقتِ مستحب ہے کہ وقتِ مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں، جب یہ قاعدہ معلوم ہوگیا اب تعیینِ وقت کے لیے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہوسکے وہ یہ کہ ۲۱ مارچ تحویلِ حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر حنفی سے آفتاب کے غروب شرعی تک ان بلاد میں ایک گھنٹا ۴۱ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹا ۵۰ منٹ ہوتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹا ایک منٹ اور ۲۳ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے ۶ منٹ، اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴-اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹا ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ نومبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو مہینے برابر بلکہ اس سے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۱/۱۷۸

marfat.com

یں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ت) کے مطالعہ رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزجلالہٗ دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی،

فان ایلاج شئ فی شئ یقتضی وجودھما، لا ان یعدم احدھما فیعقبہ الاٰخر، واللیل والنھار بمعنی الملوین متضادان لا یجتمعان، فلا بد من التجوز۔ ومن اقرب وجوھہ ما ذکر العبد، من حمل اللیل علی السواد، فیبقی النھار علیٰ حقیقتہ و یظھر الایلاج من دون کلفۃ، ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجۃ۔ و یمکن العکس ایضا، بان یحمل النھار علی الاشعۃ الشمسیۃ و اللیل علی حقیقتہ، فیکون اشارۃ الیٰ ظھور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل باق بعد، کما فی الصبح الاول۔ وان اریدا للیل العرفی فاظھر واکمل۔ والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر و الابیض و ان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالٰی لا یرضی ان یجعل تلک الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا، کما اطال الکلام فیہ فی سورۃ الانعام، تحت قولہ عزوجل فالق الاصباح[1] ولیس الامر کما ظن، واغتر بقولہ العلامۃ الزرقانی فظن ان

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تبھی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہوجائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل ونہار بمعنی رات دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہوسکتے، تو مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوجائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے، یعنی نہار سے مراد سورج کی شعاعیں لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہوجاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفق احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے، اس کے باوجود رات ہوجاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتی کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی

---

[1] التفسیر الکبیر زیر آیت فالق الاصباح مطبوعہ مطبعۃ بہیۃ مصریۃ ۱۳/۹۵

marfat.com

علیہ فی البحر ائق وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مذہب اصح پر اس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہوچکا تھا مگر ایسی جگہ علما آسانی پر نظر فرماتے ہیں ہمارے علما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس تقدیر پر جس نے بارہ بج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہوگئی کہ اس دن بارہ بج کر ساڑھے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۷۷) از سندیلہ مرسلہ بعض علما بتوسط مولٰنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی۔

دوم ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معاً ہوجاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اقول و باللہ التوفیق (اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہوجاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمسی کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہوجاتا ہے اُس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس الخبر کالمعاینۃ[1] (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ ت) جسے شک ہو طلوع وغروب کے وقت جنگل میں جاکر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہُوا آنکھوں سے مشاہدہ ہوجائے گا الحمدللہ عجائبِ قرآن منتہی نہیں۔

کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ[2]۔

جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المومنین علی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ (ت)

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیۂ کریمہ تولج الیل فی النھار و تولج النھار فی الیل[3] (تو، رات کو دن

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۴۷۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵/ ۳۵۷

[2] جامع الترمذی ماجاء فی فضل القرآن مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴

[3] القرآن الحکیم ۳/ ۲۷

marfat.com

ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم[1] اور سورج پُورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پُورا ہوچکا۔ (ت)

لیل سے مراد سیاہی ہے اور نہار سے مقصود ضوء فان الاقبال من ھھنا والادبار من ھھنا انما یکون لھما (کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی اِدھر سے آتی ہیں اور اُدھر جاتی ہیں۔ ت) تیسیر میں ہے:

اذا اقبل اللیل، یعنی ظلمتہ، وادبر النھار، ای ضوؤہ[2] جب کہ رات آئے، یعنی اس کی تاریکی، اور دن واپس جائے، یعنی اس کی روشنی۔ ت

عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں، پہلے سیاہی اُٹھتی ہے اُس وقت تک اگر اُفق صاف اور غبار وبخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی بلکہ قلل جبال واعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثفِ ابخرۂ افقیہ وکثرت بعد عن الابصار وطول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہوجاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افقِ مرئیِ شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار ونماز آتا ہے اس صاف ونفیس و بے تکلف معنی پر بحمداللہ تعالٰی انتظام کلام اُسی اعلٰی جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحبِ جوامع الکلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کو شایاں وبجا ہے کلماتِ علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایما سے خالی نہ رہے امام ابنِ حجر مکی شرح مشکوۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای وقد یقبل اللیل ولا تکون غربت حقیقۃ، فلا بد من حقیقۃ الغروب[3]۔ یعنی کبھی رات آجاتی ہے اور ابھی حقیقۃً غروب نہیں ہوا ہوتا، اس لیے حقیقی غروب ضروری ہے (ت)

حفنی علی الجامع الصغیر میں ہے:

قولہ، وغربت الشمس، لم یکتف بما قبلہ عن ذلک، اشارۃ الی انہ قد یوجد اقبال الظلمۃ وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس[4]۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "اور سورج ڈوب جائے" آپ نے سیاہی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اکتفا نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی کیونکہ کبھی سیاہی آجاتی ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء اذا اقبل اللیل مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/۸۸
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت، مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ۔ ۱/۷۶
[3] مرقات المفاتیح بحوالہ ابن حجر باب من کتاب الصوم غسل اول۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۴/۲۵۲
[4] الحفنی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر زیر حدیث اذا اقبل اللیل الخ مطبوعہ المطبعۃ الازہریۃ مصر ۱/۹۷

marfat.com

هذا مذهب منقول ، فنسبه لاهل السنة، مع انه ليس الامن توسعات الامام فی البحث والکلام ولم یستدل له الا ببحث عقلی ، لا تام ولا جلی ۔ ومن البدیهی عند کل احد ان الشفق والصبح اخوان ، وما امرهما الا واحد ۔ وقد اخرج ابی شیبۃ عن العوام بن حوشب قال : قلت لمجاهد ، ما الشفق ؟ قال : ان الشفق من الشمس[1] ۔ ذکره فی الدر المنثور ، تحت قوله تعالٰی فلا اقسم بالشفق ، بل فی التفسیر الکبیر تحت الکریمۃ ، اتفق العلماء علی انه اسم للاثر الباقی من الشمس فی الافق بعد غروبها[2] ۔ اما دلیله العقلی فقد رده العبد الضعیف بکلام لطیف ذکرته علی هامشه ۔ وباللہ التوفیق ۔

سورج کی روشنی ماننے پر بھی راضی نہیں ہیں، جیسا کہ سورۂ انعام کی تفسیر میں اللہ تعالٰی کے فرمان "فالق الاصباح" کے تحت انہوں نے اس موضوع پر لمبی گفتگو کی ہے، حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح انہوں نے سمجھا ہے۔ ان کی گفتگو سے علامہ زرقانی کو دھوکہ ہُوا اور انہوں نے رازی کی رائے کو مذہبِ منقول سمجھ کر اہل سنّت کی طرف منسوب کردیا حالانکہ یہ ان توسّعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام میں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے، جو نہ تام ہے نہ واضح۔ اور یہ تو سب کے لیے بدیہی ہے کہ شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام ابن حوشب سے تخریج کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا: "شفق کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "شفق سورج سے ہے"۔ یہ روایت دُرِمنثور میں اللہ تعالٰی کے فرمان "فلا اقسم بالشفق" کے تحت مذکور ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ شفق سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی عقلی دلیل، تو اس کو عبدِ ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کردیا ہے، جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے، وباللہ التوفیق ۔ (ت)

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحبِ جوامع الکلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اقبل اللیل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم

جب ادھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پیٹھ دکھائے

---

[1] الدر المنثور زیر آیۃ فلا اقسم بالشفق مطبوعہ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم، ایران ۵/۳۳۰

[2] التفسیر الکبیر " " مطبوعہ مطبعۃ بہیۃ مصریہ مصر ۳۱/۱۰۹

marfat.com

بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہوجاتی ہے لہذا وغربت الشمس (اور سورج ڈوب جائے۔ت)
زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پُر ظاہر کہ اگر یہ اقبال وادبار اُسی وقت ہوتے جب پُورا قرص ڈوب لیتا
تو اس احتمال وظن کا کیا محل تھا ذکر غروب سے استغنا بدستور باقی رہتا اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا
کہ سیاہی اٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیبی کو تحقیق بتایا
اور حُسنِ قبول سے تلقی فرمایا،

حيث قال بعد نقله، وقال بعض العلماء، انما
ذكر هذين ليبين ان غروبها عن العيون
لايكفي لانها قد تغيب ولا تكون غربت حقيقة،
فلابد من اقبال الليل[1] اھ ثم رده بقوله،
فيه ان القيد الثاني مستغن عنه حينئذ،
وانما كان يتم كلامهم لو كان غربت مقدما[2] اھ
اى انما كان يحتاج اذ ذاك الى دفع ذلك الوهم
بذكر اقبال الليل، اما اذا ذكرا ولا ماهو
القاطع للوهم فاى حاجة بعده الى ذكر
الغروب الموهم؟ ثم قال: فيرجع الحكم
الى ما حققه الطيبي[3] اھ فقد رجع الى
مايفيد تحقيق كلام الامام ابن حجر كما
علمت، غيران المولى الفاضل رحمه الله
تعالى شديد الايلاع بالرد عليه فى شرحيه
للمشكوٰة والشمائل، حتى فى الواضحات
الجلائل، مع انه من تلامذته، رحمة

چنانچہ علی قاری نے طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے
"بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اقبال لیل اور
ادبار نہار کا اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ واضح کردیں کہ سورج
کا آنکھوں سے غروب ہوجانا کافی نہیں ہے، کیونکہ
کبھی آنکھوں سے تو غائب ہوجاتا ہے مگر حقیقۃً
ڈوبا نہیں ہوتا"۔ پھر علی قاری نے اس کو یہ کہہ کر رد
کیا ہے کہ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس
صورت میں دوسری قید (یعنی وغربت الشمس) کی
کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ علماء کی یہ بات تو تب
تام ہوسکتی تھی جب "غربت" (اقبال وادبار سے)
پہلے مذکور ہوتا۔ علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت
میں تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ چونکہ آنکھوں سے غائب ہونا
کافی نہیں ہے اس لیے اس توہم کو دور کرنے کے لیے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اقبال لیل کا ذکر کیا ہے
مگر جب توہم کو قطع کرنے والی چیز (یعنی اقبال لیل) کا
ذکر پہلے ہی ہوچکا تھا، تو پھر اس کے بعد توہم پیدا کرنیوالی

---

[1] مرقات المفاتیح باب من کتاب الصوم الفصل الاول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۲۵۲
[2] " " " " " " " "
[3] " " " " " " " "

marfat.com

اور اگر حدیث میں لیل و نہار معنی حقیقی پر رکھئے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا۔

لما علمت ان اسناد الاقبال والادبار من ھھنا و ھھنا لیس الیھما علی الحقیقۃ۔

کیونکہ تم جان چکے ہو کہ اِدھر سے اُدھر آنے جانے کی نسبت لیل و نہار کی طرف حقیقۃً نہیں ہے۔ (ت)

مگر اب تین[۳] الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے مغنی،

وھذا ما قالہ الامام النووی فی المنھاج، قال العلماء، کل واحد من ھذہ الثلثۃ یتضمن الاٰخرین ویلازمھما[۱]۔

یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے منہاج میں کہی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک، باقی دو[۲] کو یا تو متضمن ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ (ت)

اس کی اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ

انما قال وغربت الشمس، مع الاستغناء عنہ لبیان کمال الغروب؛ کیلا یظن انہ اذا غرب بعض الشمس جاز الافطار[۲]۔

آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" حالانکہ بظاہر اس کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ مکمل غروب کا بیان ہوجائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سورج کا کچھ حصہ غروب ہونے سے افطار جائز ہوجاتا ہے۔ (ت)

علامہ مناوی وغیرہ نے بھی اُن کی تبعیت کی۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وزاد (وغربت الشمس) مع ان ما قبلہ کاف اشارۃ الی اشتراط تحقق کمال الغروب[۳]۔

آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے الفاظ کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کامل غروب کا پایا جانا شرط ہے۔ (ت)

اقول: یہ توجیہ وجیہ صراحۃً ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں بروجہ جلی اور قلت تدبر میں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل و نہار حقیقی مراد ہونے پر ذکرِ غروب کی حاجت نہ تھی کہ سواد و ضیا پر اُن کا حمل بعید نہیں خصوصاً جبکہ اقبال من ھھنا و ادبار من ھ پر قناعت فرمائی جاتی احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد و ادبار ضیا پر وقت افطا

ے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر ظاہرہ ہیں تو اگر اس قدر اقبال لیل در کنار ہنوز

---

[۱] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم زیر حدیث اذا اقبل اللیل الخ مکتبہ نور محمد کراچی ۱/ ۳۵۱

[۲] شرح الطیبی باب فی مسائل متفرقۃ الفصل اول ادارۃ القرآن کراچی ۴/ ۱۵۱

[۳] التیسیر شرح جامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ امام شافعی سعودیہ ۱/ ۷۶

marfat.com

الاقد سقط القرص[1]۔

جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوچکی ہوتی ہے۔ (ت)

وقول جامع الرموز:

ای وقت غیبۃ جرم الشمس کلہ اذ اظہر الغروب، والا فالی وقت اقبال الظلمۃ من المشرق، کما فی التحفۃ[2]۔

یعنی افطار اس وقت کرے جب سورج کی پُوری ٹکیہ غائب ہوجائے، اگر غروب اس کے لیے ظاہر ہو، ورنہ جب مشرق کی جانب تاریکی آجائے (تو افطار کرلے) جیسا کہ تحفہ میں ہے۔ (ت)

وامثال ذلک کہ صراحۃً انھیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق ظاہر اور رؤیت مقدور نہ ہو ایسے ہی عدم تمکن پر محمول ورنہ جب باجماعِ اُمّت اور خود اُنھیں علماء اور اُن کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور اصل اُفق سے ارتفاع سواد بشہادت مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکر معقول اور حدیث مؤطا:

مالک عن ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمٰن ان عمر بن الخطاب وعثمٰن بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہما کانا یصلیان المغرب حین ینظر الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا، ثم یفطران بعد الصلاۃ، وذلک فی رمضان[3]۔

مالک، ابنِ شہاب سے، وہ حمید ابن عبد الرحمٰن سے راوی ہیں کہ عمر ابن خطاب اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہما رمضان میں اس وقت مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے جب افطار سے پہلے سیاہ رات کو دیکھ لیتے تھے، پھر نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔ (ت)

تو اُن عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نخلستان اور ملک کوہستان، پھر امامین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا حُسنِ احتیاط خود عبارتِ حدیث سے ظاہر کہ حین ینظر ان الی اللیل الاسود مجرد ذکر لیل یعنی سواد پر قناعت نہ کی بلکہ تاکیداً صفتِ اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اُس وقت نماز پڑھتے، حدیثِ صحیحین اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ھھنا فقد افطر الصائم[4] (جب تم رات کو دیکھو کہ ادھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کرلے۔ ت) میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواۃ کا اقتصار ہے کہ بکثرت معہود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا غابت الشمس من ھھنا فقد افطر الصائم[5]

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب الصوم فی السفر والافطار مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۱/۴۳
[2] جامع الرموز للقہستانی کتاب الصلوٰۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۱۳
[3] مؤطا الامام مالک ماجاء فی تعجیل الفطر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۲۸
[4] الصحیح لمسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۱
[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

اللہ تعالٰی علیہما وعلی سائر العلماء الکرام۔ چیز (یعنی غروب) کو لانے کی کیا ضرورت تھی؛ پھر علی قاری نے کہا ہے کہ آخر کار بات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق طیبی نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ لیکن علی قاری مشکوٰۃ اور شمائل کی دونوں شرحوں میں ابنِ حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حتی کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی (ابن حجر کی تردید کر دیتے ہیں) حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ہاں شہروں باغوں خصوصاً نخلستان و کوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں اُفق نظروں سے دُور ہوتا ہے، غالباً یہ شرق سے اُٹھتی ہُوئی تاریکی خوب بلند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہو چکتا ہے کلمات علماء مثل قول امام ابوزکریا،

قال بعد ما نقلنا سابقا، وانما جمیع بینہما لانہ قد یکون فی واد ونحوہ بحیث لا یشاھد غروب الشمس فیعتمد اقبال الظلام وادبار الضیاء[1]۔

ابوزکریا نے، بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، کہا ہے کہ (اقبال لیل اور غروب کی) جمع اس لیے کیا ہے کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو تاریکیوں کے آنے اور روشنی کے جانے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے (ت)

وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم:

قد لا یتفق مشاھدۃ عین الغروب ویشاھد ھجوم الظلمۃ حتی یتیقن الغروب بذلک، فیحل الافطار[2]۔

کبھی غروب کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن تاریکی چھا جانے کا مشاہدہ ہو جاتا ہے جس سے غروب ہونے کا یقین ہو جاتا ہے، تو اس وقت افطار جائز ہے۔ (ت)

وقول امام عینی فی عمدۃ:

ثم بین ما یعتبرہ من لم یتمکن من رؤیۃ جرم الشمس، وھو اقبال الظلمۃ من المشرق، فانہا لا تقبل منہ

پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وُہ آدمی بھی جان لیتا ہے جس کے لیے سورج کی ٹکیہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو، یعنی مشرق کی جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہے

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم حدیث اقبل اللیل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ۱/۳۵۱

[2] شرح صحیح مسلم للامام قاضی عیاض

marfat.com

بغوی کی روایت یُوں ہے ؛

عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الذین ھم فی صلوتھم ساھون، قال : اضاعۃ الوقت[1]۔

مصعب بن سعد سے انکے والد رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا : اس سے مراد وقت کھونا ہے ۔

(ت)

کھونا ہے ۔ بعینہٖ یہی معنی ابن جریر نے عبداللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبدالرزاق و ابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیے روایت اخیرہ یوں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا ساھون وہ لوگ ہیں جنھیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا : ھو الذی یسھو عن میقاتھا حتی تفوت (ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔م) فقیر کے یہاں بحمداللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں، مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقتِ کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اُس وقت آتا ہے جب قرصِ آفتاب پر بے تکلف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نمازِ عصر پڑھیں اور عشا میں وقتِ کراہت آدھی رات کے بعد ہے یہ حالتیں بحمداللہ تعالٰی میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات واوہام کی دارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح ، زیاد بن عبداللہ نخعی سے راوی ؛

قال کنا جلوسا مع علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال: یا امیر المؤمنین ! فقال : اجلس ، فجلس ثم عاد فقال لہ ذلک ، فقال رضی اللہ تعالٰی

ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آیا اور عرض کی: یا امیر المومنین (یعنی نمازِ عصر کو تشریف لے چلیے) امیر المومنین نے فرمایا : بیٹھ ۔ وہ بیٹھ گیا ۔ پھر دوبارہ حاضر ہُوا اور

---

[1] تفسیر البغوی مع تفسیر الخازن زیر آیۃ الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون مطبوعہ مکتبہ المصطفٰی البابی مصر ۷/۲۹۹

marfat.com

(جب اِدھر سے سورج غائب ہوجائے تو روزہ دار افطار کرلے۔ت) ہے، تیسری میں اذا غابت الشمس من ھھنا و جاء اللیل من ھھنا فقد افطر الصائم[1] (جب اِدھر سے سورج غائب ہوجائے اور اُدھر سے رات آجائے تو روزہ دار افطار کرلے۔ت) ہے کلتاھما فی صحیح مسلم وغیرہ (دونوں صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں ہیں۔ت) اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد ارادۂ لیل حقیقی اصلاً مفید متوہم نہ رہتی اور علی التنزیل یہ بھی نہ سہی تو اُنھیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی بالجملہ خلاف پر اصلاً کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہئے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات وحسیات کو باطل کردیجیے کہ اُن کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے تلقی کتاب ورویت معجزات آخر بذریعہ حاسۂ سمع و بصر ہی ہوں گے فقیر غفر اللہ لہ نے اس مطلب پر برہان ہندسی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اُس سے زیادت تایید وتشیید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروبِ شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئیگی نیز اُس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب "زیج الاوقات للصوم والصلوات" کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۷۸) از شہر کُہنہ مسئولہ خیاط وہابی ۲۹ ربیع الآخر شریف

تنگ وقت نماز ادا کرنے والے کو اللہ تعالٰی ویل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمائیے گا۔

الجواب

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں ویل کہیں نہ فرمایا ساھون کے لیے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار وابویعلی وابن جریر وابن المنذر وابنِ حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن ومحی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ تعالٰی الذین ھم عن صلوتھم ساھون، قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا[2]۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآنِ عظیم میں فرماتا ہے "خرابی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں"۔ فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

---

[1] الصحیح لمسلم باب بیان وقت انقضاء الصوم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۱

[2] السنن الکبری للبیہقی باب الترغیب فی حفظ الصلوٰۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/ ۲۱۴

marfat.com

نترا ای الشمس مخافۃ ان تکون قد طلعت[1]۔ خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکردری میں ہے:

ذکر الامام الدیلمی عن زہیر بن کیسان قال صلیت مع الرصافی العصر ثم انطلقت مسجد الامام فاخر العصر حتی خفت فوات الوقت ثم انطلقت الی مسجد سفیٰن فاذا ھو لم یصل العصر فقلت رحم اللہ ابا حنیفۃ ما اخرھا مثل اخر سفیٰن[2]

یعنی امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصافی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خوف ہُوا کہ وقت جاتا رہے گا پھر میں مسجد امام سفیٰن ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھوں کہ اُنھوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفیٰن نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن رہے اذانِ عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹا دن رہے سے پہلے ہو چکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۷۹) از ریاست رام پور متصل تالاب کنڈا محلہ میاں نگاناں مکان جناب سید غلام چشتی صاحب مرسلۂ جناب مولٰنا مولوی محمد یحییٰ صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق سُرخ و سپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد غروبِ آفتاب کے ایک گھنٹے بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشاء کا آجاتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

عشائے متفق علیہ کا وقت ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہوجانے کا جزوی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جزافاً لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و ناواقف مُلّاؤں نے اُس کی تصدیق و توثیق کی۔ بریلی، بدایوں، رامپور، شاہجہان پور، مراد آباد، بجنور، بلند شہر، پیلی بھیت، دہلی، میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، گنگوہ وغیرہا بلاد شمالیہ بلکہ عامۂ مواضع و اضلاع ممالک مغربی و شمالی و اودھ و پنجاب و بنگال و وسط ہند و راجپوتانہ غرض معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور حلیۂ صدق و صواب سے عاری و عاطل ہے ہمارے بلاد اور اُن کے قریب العرض شہروں میں عشا کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹا اُنیس منٹ بعد سے ایک گھنٹا

---

[1] شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ای وقت ھو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۲۳

[2] مناقب امام اعظم ابوحنیفہ للکردری الفصل الثانی فی اصول بنی علیہ مذہب مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱/ ۱۵۲

marfat.com

عنه ، هذا الکلب یعلمنا السنة ، فقام علی فصلی بنا العصر ، ثم انصرفنا ، فرجعنا الی المکان الذی کنا فیه جلوسا ، فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نترا ءاھا[1]۔

وہی عرض کی۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ نے فرمایا : یہ کُتّا ہمیں سُنّت سکھاتا ہے۔ بعدہٗ مولا علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر سورج کو دیکھنے لگے اس لیے کہ وہ ڈوبنے کو اُتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے

اما ان زیادا لم یرو عنه غیر العباس[2] ، قاله الدارقطنی ، فاقول : عباس ثقة ، و غایته جهالة عین ، فلا تضر عندنا ، لا سیما فی اکابر التابعین ۔ قال فی المسلم ، لا جرح بان له راویا فقط و هو مجهول العین باصطلاح[3]۔ قال فی الفواتح ، و قیل لا یقبل عند المحدثین ، و هو تحکم[4]۔

رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی ، جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے تو میں کہتا ہُوں : عباس ثقہ ہے ، زیادہ سے زیادہ اس میں "جہالت عین" پائی جاتی ہے اور یہ ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے ، خصوصاً اکابر تابعین میں۔ مسلّم میں ہے کہ یہ کوئی جرح نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی طور پر "مجہول العین" ہے ، فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے ، لیکن یہ بے دلیل بات ہے ۔ (ت)

اگر یہ مولٰی علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحۃً سنّت بتا رہے اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں ، اسی کی مثل امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ سے نمازِ صبح میں مروی امام طحاوی بطریق داود بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں :

قال کان علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنه یصلی بنا الفجر و نحن

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس

---

[1] سنن الدارقطنی باب ذکر بیان المواقیت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۲۵۱
[2] " " " " " " " " " " "
[3] مسلّم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۴۹
[4] فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت مسئلہ مجہول الحال الخ " " " " ۲/۱۴۹

marfat.com

حاصل یہ کہ سال کے دو تہائی حصے میں اُن کبراو اذناب سب کے روزے نذر جہل بے حساب اور اُن کی سحری کے ختم بلکہ کبھی شروع سے بھی پہلے جلوۂ صبح صادق بے حجاب نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ (۲۸۰) ازاترولی ضلع علی گڈھ مدرسۂ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب وعشا و فجر کا کب تک رہتا ہے خصوص مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے ؟

الجواب

وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سوا سایۂ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دو مثل ہو جائے اور عصر کا وقت غروبِ آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے اُفق نہ رہے اور اُس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ جمے جب بغیر کسی عارض بخار یا غبار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پہ جمنے لگی وقتِ کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بتیس منٹ رہ جاتے ہیں مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سُرخی غائب ہونے کے تا دیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقتِ مغرب گیا اور عشا آئی دراز سپیدی کہ صبح کاذب کی طرح شرقاً غرباً ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ بعد غروبِ آفتاب ہوتا ہے آخر مارچ و آخر ستمبر میں، اور زیادہ سے ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے آخر جون میں، اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ ایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں، اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں، اتنی دیر کرنی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکروہ ہے۔ عشا کا وقت طلوعِ فجر صادق تک ہے اور وقتِ مستحب آدھی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں ان کے لیے ایک وقتِ معین بتانا ممکن نہیں۔ مغرب کو سائل نے بالخصوص دریافت کیا تھا اُس کے لیے وہ قریب تخمینہ کہ ان شہروں میں ہے گزارش ہوا یہی تخمینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۱) ازرانی کھیت

ماہِ جون و جولائی و اگست میں نمازِ ظہر کا وقتِ مستحب کے بجے سے شروع ہوتا ہے اور کے بجے تک رہتا ہے ؟

الجواب

بحکمِ حدیث و فقہ ایامِ گرما میں تاخیرِ ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے

marfat.com

پینتیس[۳۵] منٹ بعد تک ہوتا ہے پھر جس قدر شمال کو جائیے وقت بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ اقصائے شمالی ہند میں تحویل سرطان کے آس پاس بعد غروب شمس پونے دو گھنٹے سے بھی زائد ایک گھنٹا اڑتالیس[۴۸] منٹ تک پہنچتا ہے ، دو[۲] منٹ کم آدھے گھنٹے کی غلطی ہے کہ شفق احمر و ابیض میں اختلافِ ائمہ بھی اُس کی جھونک نہیں اٹھا سکتا ہم اپنے بلاد میں سب سے جلد آنے والی عشا کہ حوالی اعتدالین یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کے ارد گرد ہوتی ہے اور سب سے دیر میں ہونیوالی عشا کہ تحویلِ سرطان ۲۲ جون پر ہوتی ہے حساب ہندسی سے پیش کریں جس سے واضح ہو جائے گا کہ اُن بے علم مفتیوں نے شرعِ الٰہی پر جاہلانہ حکم لگا دینے میں کس قدر جرأت کی **تحویل حمل** غروب نجومی وتہا انکسار افقی تقریباً ۲ قہ تعدیل الایام زائد ۲ قہ فرق طول شرقی مدراس ۵ قہ مجموع ۷ وتہ یہ یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں غروب شمس تقریباً سوا چھ بجے ہے **العشاء** (جیب غایۃ الانخفاض سا لہ مثل تمام العرض لعدم المیل = نہ ۵ مر ۷ نخ) = (جیب انخفاض الوقت ۷ نخ = ۷ نخ لب الرم) = لد ۴ مد مویح ÷ (جیب اوسط = جیب تمام العرض لعدم المیل = نہ ۵ مر منخطا) = ۷ نخ نہ لب سہم قوسہ سط ۴ الوح فضل الدائر × ر = ۲ ت لرمہ تمامہ الی سہ ۲ ت الب نہ + (تعدیل الایام و فرق طول زائدین = ۱ قہ) ۲ ت لح مہ یعنی اُس تاریخ سات بج کر سوا تینتیس منٹ پر وقتِ عشا آیا اس میں سے سوا چھ گھنٹے تفریق کیے تو ایک گھنٹا سوا اٹھارہ منٹ رہے **تحویل سرطان** غروب نجومی وتہ ندخ انکسار ۲ قہ تعدیل الایام و فرق طول زائدین ۵ قہ مجموع ۲ ت ح یعنی ۲۲ جون کو یہاں غروب شمس سات بج کر تین منٹ پر ہے **وبروجہ ادق** تمام العرض سا لہ ۔ میل اعظم ۷ ح الہ ر = ۷ ح ی غایۃ الانخطاط جیبہ ۷ ر لہ الو نصف قطر ۵ قہ مو + انکسار معدل لب قہ نا = ۷ ح لہ انخطاط الوقت جیبہ ۵ قہ مذلہ تفاضل الجیبین لو ۷ ح مہ نا جیب تمام المیل سو ۷ لح = نہ ۵ م ر × جیب تمام العرض نہ ۵ مر منخط = ۷ ح الہ لح جیب اوسط پس تفاضل جیبین ÷ جیب اوسط منخط = مد ۴ نخ ط مہ سہم قوسہ ۴ حہ الدلو مہ فضل الدائر × ر ۲ قہ = ۲ ت الح تمامہ وت نخ الب + تعدیل الایام ۱ قہ لب + فضل شرقی ۵ قہ ما = ۲ ت ح ہ یوں بھی وہی سات پر تین منٹ آئے۔

العشاء ۷ ر لہ الو ۔ ۷ ح لب الرم = ۷ ح لب ط مو ÷ ۷ ح الہ لح لح = الح ۷ ر سو سہم قوسہ نا ۷ نخ و فضل الدائر × ۲ قہ = ۲ ت الرلب تمامہ ۲ ت لب الح + الب + ۷ ح قہ ما = ۲ ت ح لرما یعنی اُس تاریخ ۸ بج کر سوا اسینتیس منٹ پر عشا ہوئی تفریق وقت غروب کرنے پر ایک گھنٹے چونتیس منٹ سے قدرے زائد وقت ہوا بعینہٖ یہی مقداریں وقت صبح کی ہیں ہاں ہمارے بلاد میں صرف بقدر ثلث سال بھر یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبلہ سے نصف عقرب تک یہ اوقات ایک گھنٹا بیس منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں باقی تمام سال میں اُس سے زائد تو دہلی، رامپور ، میرٹھ ، مظفر نگر ، دیوبند ، گنگوہ ، سہارن پور میں کہ سب بریلی سے شمال کو ہیں اور باہم ہر پچھلا پہلے سے زیادہ شمالی ہے ہمیشہ ایک گھنٹا بیس منٹ کیونکر معقول ہے اگرچہ مفتیان جاہل و مخطیان غافل اپنی بیخردی سے تصدیقیں کریں شہادتیں دیں اُس کو اپنے بے بصر بے خبر عمائد کا معمول یہ بتائیں وہ بھی نہ فقط عشا بلکہ وقت صبح میں بھی جس کا

marfat.com

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ

تاریخ شمسی	تحویل برج	طلوع شمس		شروع وقت ظہر		وقت مستحب ابتدائے فرض ظہر		شروع وقت عصر حنفی		غروب شمس	
		گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
۲۱ر اپریل	ثور	۵	۴۱	۱۲	۱۱	۲	۳۱	۴	۵۱	۶	۴۴
۲۲ر مئی	جوزا	۵	۱۶	۱۲	۰۸	۲	۳۴	۴	۵۹	۷	۱
۲۲ر جون	سرطان	۵	۱۲	۱۲	۰۱۳	۲	۴۰	۵	۷	۷	۱۵
۲۲ر جولائی	اسد	۵	۲۶	۱۲	۰۱۸	۲	۴۴	۵	۹	۷	۱۱
۲۴ر اگست	سنبلہ	۵	۴۴	۱۲	۰۱۴	۲	۳۴	۴	۵۴	۶	۴۵

بعض عوام کو اپنی ناواقفی سے وقت ظہر پانچ بجے تک رہنے کا بھی تعجب ہوتا ہے نہ کہ پانچ سے بھی کچھ منٹ زائد تک لہٰذا ایامِ خمسہ میں سب سے بڑا وقت کہ ۲۴ جولائی کا آیا ہم اس کی برہان ہندسی ذکر کر دیں کہ آج کل بہت مدعیانِ علم بھی فنِ توقیت سے محض ناواقف ہیں اُنھیں اطمینان ہو کہ یہ بیانات جزافی نہیں تحقیقی ہیں جو نہ جانتا ہو جاننے والوں کا اتباع کرے، اور جو نہ خود جانے نہ جاننے والوں کی مانے اس کا مرض لاعلاج ہے **البرہان** تحویل مفروض بوقت مطلوب راس الاسد بہت ساعۃ درجۂ سابقہ بقہ الحہ سہ × وقت تخمینی رت مطلو = تمہ لاما ۔ تقویم نصف النہار حقیقی نحہ الطمحہ الطمیلکہ سہ ہا + تمام العرض سہ الب + نصف قطر یہ قہ مو = فحہ مطموتمامہ طحمی مدبعد سمتی حقیقی حاجبی وقت ظہیرہ تحویلش بمرئی طحمی ہ ظلش طحما اما ۔ ظل وقت عصر حنفی عط ما اما قوسہ شہ سہ ح الب + نصف قطر = شہ الرنط الب بعد سمتی حقیقی مرکزی وقت مطلوب ۔ عرض البلد الطحہ لح ۔ میل راس الاسد کہ ط لح نر = طحہ ۔ الح الوح + بعد سمتی = عدہ نوالہ الہ نصف لرہ الح سہ مح جیبہ ۱۵۲۶۴۸۴۷ر۹ وبعد سمتی ۔ نصف مذکور = اکرہ نط مولط جیبہ ۴۵۶۴۱۵۷۶ر۹ قاطع عرض ۶۶۷۸۶۰۸۰ر۰ قاطع میل ۰۶۰۴۵۷۴۲۰ر جمیع الاربعہ ۲۲۰۴۴۵۴۰ر۹ تقویلیش درجدول وقت ۶ر۹ گ ۴۵ ت + فصل طول وسط الہندع ۱۲ + تعدیل الایام ۱۶ا ۶ = ۶ر۳۳ ۸ ۵ ت یعنی پانچ بج کر آٹھ منٹ ۳۴ سکنڈ پر وقتِ ظہر ختم ہُوا واللہ تعالیٰ اعلم ۔

marfat.com

کیے جائیں نصف اوّل چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں[1] کما افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ (جیسا کہ بحر رائق میں اسرار وغیرہ سے اس کا افادہ کیا ہے) اور صیف یعنی ایامِ گرما سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے۔ خلاصہ و بحر وغیرہما میں ہے:

الشتاء ما اشتد فیہ البرد علی الدوام، والصیف ما یشتد فیہ الحر علی الدوام[2]۔

شتاء اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل طور پر شدید سردی رہے اور صیف اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت سخت گرمی رہے (ت)

اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے فلکیوں کی تقسیم کہ تحویلِ حمل سے آخر جوزا تک ربیع، آخرِ سنبلہ تک صیف، آخر قوس تک خریف، آخرِ حوت تک شتا ہے اُن کے بلاد کے موافق ہوگی، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک بُرج پہلے شروع ہوجاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتدادِ سرما کا وقت ہے، یونہی درختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہوجاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخرِ مئی شدتِ گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے حوت حمل ثور بہار، جوزا سرطان اسد گرمی، سنبلہ میزان عقرب خریف، قوس جدی دلو جاڑا، تو زمانۂ استجاب تاخیر ظہر ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات ثور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اُس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کرسکیں اور زیادت افادت کے لیے ان ایام کا طلوع وغروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جون گزر گئے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کرسکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خطِ نصف النہار پر منطبق ہو جیبی گھڑی میں وہ وقت کردیں جو خانۂ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی وجہ پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار بجے جو مدراس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ[16] کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صدہا بار پائی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور ازانجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکنڈوں کی تدقیق نہ کریں گے رانی کھیت کے لیے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۸ دقیقے اور طول شرقی ۷۹ درجے ۲۸ دقیقے ہے۔

---

[1] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۴۷

[2] " " " " ۱/ ۲۴۸

marfat.com

مسئلہ (۲۸۴ و ۲۸۵) از موضع سرنیاں ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعلیٰحضرت مولٰنا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نمازِ جمعہ وقت کھوکر پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پر پڑھتے ہیں، سائل نے اس کے جواب میں یُوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ ادا ہوتا ہے اور کُل نمازیں بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے پہلے روز اوّل وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت اِن دونوں نمازوں کے درمیان ہے اس پر وُہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دُور دُور تک سَیر کو گئے ہیں بمبئی، مکہ شریف، مدینہ شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی مذہب نہیں ہیں دیگر دیہات میں مولوی جمعہ کی نماز جائز کرتے ہیں اور اعلیٰحضرت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں خیران کا لکھنا مناسب نہ جانا حضور جو کچھ تحریر فرماویں جواب دیا جائے گا۔

الجواب

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وکذٰلك جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس و الجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا[1] ۵

یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ اُن میں ایک دوسرے کے دل میں جھُوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

جب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو اُن کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقایان کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالائقوں کو اُن کریموں کے ترکہ سے حصّہ ملے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: واعرض عن الجٰھلین[2] (جاہلوں سے منہ پھیرلو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یُوں کہو: لانبتغی الجٰھلین[3] ۵ (جاہلوں کے مُنہ لگنا ہم نہیں چاہتے) نہ کہ وُہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند تعصب مآب بھی، ایسوں کے لیے یہ مناسب ہے کہ نذرھم فی طغیانھم

---

[1] القرآن سورہ الانعام ۶ آیت ۱۱۲
[2] القرآن سورہ الاعراف، آیت ۱۹۹
[3] القرآن سورہ القصص ۲۸/۱ آیت ۵۵

marfat.com

مسئلہ (۲۸۲و۲۸۳) از شہر۔ سنہری مسجد مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب یکے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۲½ پر باجماعت ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۴½ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایامِ سرما میں تنگ سمجھے جائیں گے یا کچھ کمی بیشی ان اوقات میں کی جائے۔ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر ۲ بجے اور عصر ۴ بجے ہونی چاہئے ان دو وقتوں میں اوّل کی پابندی کی جائے یا ثانی کی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کئی جماعت کے واسطے تکبیر اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اوّل ہی میں اور محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور اذان ہونی چاہئے یا نہیں اور بازاری مسجد میں ہر جماعت اولیٰ کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کے لیے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب نومبر کے آخر اور دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہوتا ہے جب ریلوے وقت سے آفتاب سوا پانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت کا وقت غروب سے صرف بیس۲۰ منٹ پہلے ہے تو چار بج کر پچپن۵۵ منٹ پر وقتِ کراہت آجائے گا نماز اگر ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوئی تو غایت درجہ دس بارہ۱۲ منٹ میں ختم ہوجائے گی جب بھی وقت کراہت سے تقریباً پاؤ گھنٹے پہلے ہوچکے گی، ہاں اُن دنوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں خطرہ ہے کہ اگر جماعت ۸ منٹ میں ادا کی اور شروع میں پونے پانچ بجے سے دو۲ تین۳ منٹ بھی دیر ہوگئی تو سلام سے پہلے وقتِ کراہت آجائے گا اتنی تاخیر وہ کرے جسے وقت صحیح معلوم ہوں اور تصحیح ساعات جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے جبکہ وقتِ کراہت سے پہلے پہلے ختم ہوجائے، پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اس سے تاخیر بھی ہوجاتی ہے اور گھڑی کبھی چند منٹ سُست ہوجاتی ہے ومن رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیه (اور جو چراگاہ کے اردگرد چرے، تو ہوسکتا ہے کہ اس میں گھس پڑے۔ ت) لہٰذا اُن ایّام میں عام کو عصر سوا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرما میں ساڑھے چار بجے شروع نماز میں اصلاً حرج نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے بازار کی مسجد میں کہ اہلِ بازار کے لیے بنی اسی طرح سرا اور اسٹیشن کی مسجد اور مسجد جامع ان سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب جماعت اولیٰ ہوں گی اور مسجدِ محلّہ میں جماعت ثانیہ کے لیے اعادۂ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

رسالہ

۱۳ھ

حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین

دو۲ دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو۲ نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ (۲۸۶) از بریلی محلہ قراولان یکم رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو۲ نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الصلاۃ علی المؤمنین کتابا موقوتا، وامرھم ان یحافظوا علیھا فیحفظوھا ارکانا وشروطا ووقوتا، مرج البحرین یلتقیٰن، بینھما برزخ لا یبغیٰن، وافضل الصلوات، واکمل التحیات علی من عین الاوقات وبین العلامات، وحرم علی امتہ اضاعۃ الصلوات، وعلیٰ آلہ الکرام، وصحبہ العظام، ومجتہدی شرعہ الغر الفخام، لاسیما

marfat.com

یعمھون[1] (ہم انھیں چھوڑتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں) ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاوٰی میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سُود اور کذب وافترا کا علاج مفقود، سائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں اُن کی بیان کیں وُہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۶/۱۱۰

marfat.com

والعشاء فی اول وقتہا۔ اورعشاء اوّل وقت میں۔ (ت)

اقول تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجۂ اولٰی کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں[1] کما صرح بہ فی البحر الرائق وحققناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار (جیسا کہ بحرالرائق میں تصریح ہے اور ردالمحتار کے حاشیے پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) بخلاف مغرب کہ اُس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے[2] کما فی البحر والدر وغیرھما، ونطقت بکراھۃ ذلک احادیث (جیسا کہ بحر اور در وغیرہ میں ہے، اور اس کی کراہت پر کئی احادیث ناطق ہیں۔ ت) پھر جزئیۂ ظہر ین بھی کتاب الحج میں نظر فقیر سے گزرا اس کتاب جلی الصواب جلی الخطاب رفیع النصاب میں کلام کلام امام ہمام محرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سید الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور تالیف امام فقیہ محدث عیسٰی بن ابان تلمیذ امام محمد ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فرماتے ہیں:

قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ: الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظھر والعصر، والمغرب والعشاء سواء، یؤخر الظھر الی اٰخر وقتھا ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتھا فیصلی فی اول وقتھا، وکذلک المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی اٰخر وقتھا فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلک اٰخر وقتھا، ویصلی العشاء فی اول وقتھا حین یغیب الشفق، فھذا الجمع بینھما[3]۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں، یکساں ہے۔ یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کرکے پڑھے اور عصر میں تعجیل کرکے اس کو اول وقت میں پڑھ لے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں، یعنی شفق غائب ہونے سے تھوڑا پہلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کرکے اس کو اول میں پڑھ لے، یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا۔ (ت)

قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی، من اراد ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش،

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ المصطفی البابی مصر ۱/۲۷۱
[2] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۹
[3] الدرالمختار " مجتبائی دہلی ۱/۶۱
[4] کتاب الحجۃ باب جمع الصلاۃ فی السفر مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۷۴

marfat.com

الامام الاقدم ، والهمام الاعظم ، امام الائمة ، مالك الازمة ، كاشف الغمة ، سراج الامة ، نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثريا ، ناشر علم الدين الحنيفی نشرا جليا ، نصر الله اتباعه ورضی اتباعه متبوعا تابعيا ، وعلينا معهم ، يا ارحم الراحمين ، الی يوم الدين ۔

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت ، ظہرین عرفہ وعشائین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفراً حضراً ہرگز کسی طرح جائز نہیں ۔ قرآن عظیم واحادیث صحاح سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عدل ہیں ۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصواب موافق الرائے بالوحی والکتاب امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم وحضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ وحضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابۃ البررۃ وحضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق وحضرت سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق اعاظم صحابۂ کرام وخلیفہ راشد امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز و امام سالم بن عبداللہ بن عمر وامام علقمہ بن قیس وامام اسود بن یزید نخعی وامام حسن بصری وامام ابن سیرین وامام ابراہیم نخعی وامام مکحول شامی وامام جابر بن زید وامام عمرو بن دینار وامام حماد بن ابی سلیمان وامام اجل ابوحنیفہ اجلۂ ائمہ تابعین وامام سفیان ثوری وامام لیث بن سعد وامام قاضی الشرق والغرب ابو یوسف وامام ابوعبداللہ محمد الشیبانی وامام زفر بن الہذیل وامام حسن بن زیاد وامام دار الہجرۃ عالم المدینۃ مالک بن انس فی روایۃ ابن قاسم اکابر تبع تابعین وامام عبدالرحمٰن بن قاسم عتقی تلمیذ امام مالک وامام عیسیٰ بن ابان وامام ابوجعفر احمد بن سلامہ مصری وغیرہم ائمۂ دین کا ، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے :

جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقتِ عصر آگیا اب فوراً عصر اوّل وقت پڑھ لی ، ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت اور فعلاً وصورۃً مل گئیں ۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشاء کا وقت ہوگیا وہ پڑھ لی ، ایسا ملانا بعذر مرض وضرورت سفر بلاشبہہ جائز ہے ۔ ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں ۔ رد المحتار میں ہے :

للمسافر والمريض تاخير المغرب للجمع بينها وبين العشاء فعلاً ، كما فی الحلية وغيرها ، ای ان تصلی فی اٰخر وقتها	مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کرسکتے ہیں تاکہ اس کو اور عشاء کو فعلاً اکٹھا کرلیں ، جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں ہے ، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

marfat.com

محض باطل و ناکارہ جائے گی جب اُس کا وقت آئیگا فرض ہو گی نہ پڑھے گی ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہ گار ہو گا عمداً نماز قضا کر دینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا۔ یہ **تفصیل** مذہب مہذب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توقیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانستہ قضا کر دینا بلاشبہہ حرام تو جس طرح صبح یا عشا قصداً نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عمداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت درکنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدھی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی، یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشار نبٹا لے اس کا بھی نہ ہونا واجب، احادیث میں کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وارد نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند التحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کر کے نظرِ انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی وجوباً یا امکاناً اُسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں غرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین، یہ **اجمال** کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہٰذا یہ مختصر کلم چار فصل پر منقسم،

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات جمیل،

فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال جلیل،

فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات،

فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات۔

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امامِ لامذہباں مجتہد نامقلداں مخترع طرز نوی مبتدع آزاد روی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجب العجاب معیار الحق کے آخر میں اپنی چلتی حد بھر کا کلام مشبع کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پُلٹا اُلجھا سُلجھا جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کر لیا اور کھلے خزانے احادیثِ صحاح کو رد فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے بخاری و مسلم کی صدہا حدیثوں کو واہیات بتانے محدثی کا بھرم عمل بالحدیث کا دھرم دن دہاڑے دھڑی دھڑی کر کے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی ابکار افکار کو جلوہ دیا تو بعون قدیر اُس تحریر عدیم التحریر حائز ہر غث و یابس و نقیر و قطمیر کے رد میں تمام مساعی نو و کہن کا جواب اور ملّا جی کے ادعاے باطل عمل بالحدیث و لیاقت اجتہاد و علم حدیث کے روئے نہانی سے کشف حجاب

marfat.com

ان یجمع بین الصلاتین بمطر او سفر اوغیرہ ، فلیؤخر الاولی منھما حتی تکون فی اٰخر وقتھا ، ویعجل الثانیۃ حتی یصلیھا فی اول وقتھا فیجمع بینھما ، فتکون کل واحدۃ منھما فی وقتھا[1] الخ ۔

سفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کردے اور دوسری میں جلدی کرکے اول وقت میں ادا کرے اس طرح دونوں کو جمع کرلے ، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے وقت میں الخ (ت)

اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم سے ظاہر ہوا کہ جواز جمع صوری صرف مرض وسفر پر متصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت مینہ برستا ہو تو انتظار کرکے آخر وقت حاضر مسجد ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پر تیقن ہوتے ہی جماعت عصر کرلیں کہ شاید شدتِ مطر بڑھ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے ، مطر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اُس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لیے جماعت ومسجد کی محافظت ہے واللہ تعالٰی اعلم ۔

دوسری قسم **جمع وقتی** ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں ۔ **اقول** یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقۃً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنے پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی ، اور اسی لحاظ سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقۃً فرائض میں یہ جمع بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں تداخل محال تو جب ملیں گے صورۃً ملیں گے اور معنیً جدا فافھم فانہ نفیس جدا (اس کو سمجھو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے ۔ ت) اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں :

جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلا بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں ، اور **جمع تاخیر** کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت واختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے ، یہ دونوں صورتیں بحالتِ اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص ساکنانِ مکہ و منٰی وغیرہما مواضع قریبہ کہ وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر اور بحالت اضطرار وعدمِ قدرت سفر حضر یا ظہر عصر وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدتِ مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے ناچار سب موخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوۂ خندق میں ظہر وعصر ومغرب وعشا کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز اخیر

[1] کتاب الحج باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۵۹

marfat.com

الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین آیۃ من آیات رب العلمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم اجمعین ذی التصنیفات الرائقہ والتحقیقات الفائقہ والتدقیقات الشائقہ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا الواجد امجد الاماجد اطیب الاطائب **مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب** محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہٗ وعمم برہ وتمم نورہ واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ ولا حرمنا سعدہ ولم یفقنا بعدہ ہے والحمد للہ دہر الداہرین ہاں ہاں یہ ادنی خاکبوسی آستان رفیع غلمان منیع بندگان بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف العرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب الہامر بفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباہر ذوالقرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الطاہر ملحق الاصاغر بالجلۃ الاکابر معدن **البرکات** مخزن الحسنات من **آل محمد** سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وارث النجدات من **حمزۃ** الحمزات القمر المستبین بالنور المبین من شمس **الدین ابی الفضل** العظیم والشرف الکریم سیدنا ومولینا وملجانا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدی اعلحضرت **سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی** فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلجرامی مارہری رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام بفضل رحمۃ علیہ وعلٰی آبائہ الکرام والحمد للہ ابد الآبدین ؎

عہدما بالب شیریں دہنان بست خدائے
ما ہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند

(خدا نے شیریں دہنوں کے لبوں سے ہمارا عہد باندھ دیا ہے، ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ ت)

خیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالٰی یہی طریقہ رعایت[ع۵] پائے گا ولہذا ایک آدھ بحث کہ بقدر کافی طے کردی گئی اس سے تعرض اطناب سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار احقاق ہے نہ اکثار اوراق۔ ان چار فصل میں ملاجی کے ادعائی بول یکسر برعکس ہیں سایۂ بخت سے سب قابل نکس ہیں جابجا ثابت کو ناثابت ناثابت کو ثابت ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اول تا آخر کوئی دقیقہ تحکم ومکابرہ وتعصب مدابرہ کا نامرعی نہ رہا یہاں بعونہ تعالٰی عزمجدہ ہر فصل میں قول فصل وحق اصل بدلائل قاہرہ وبیانات باہرہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم وصاف

ع۵ لاسیما اذا کان فتی لا تر تضیہ لوھن اوضعف نعلم فیہ۔ (م) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً اعلحضرت کی اپنی عبارت گزشتہ صفحہ ۱۶۴ کی طرف اشارہ ہے، فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر کو اپنی تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماورا میں بھی حتی الوسع اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے، ملخصاً (نذیر احمد سعیدی)

marfat.com

بعض علمائے[1] عصر و عظمائے وقت غفر اللہ تعالیٰ لنا ولہ و شکر فی انتصارنا للحق سعینا وسعیہ نے ملاجی پر تعقبات کثیرہ بسیطہ کیے مگر اِن شاء اللہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ اِلا باللہ العلی العظیم، یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہوں گے جنھیں دیکھ کر ہر منصف حق پسند بے ساختہ پکار اُٹھے کہ ع

کم ترک الاول للاٰخر

(بہت سی چیزیں پہلوں نے پچھلوں کے لیے چھوڑ دی ہیں۔ت)

فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر اُن کے ماورا میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالیٰ اس[2] وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل و استناد کے سوا محض جمع و تلفیق کلمات سابقین سے کم کام لیا جائے، حتی الوسع بحول و قوت ربانی اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے ع

کہ حلوا چو یکبار خورند و بس

اگر اقامت دلائل یا ازاحت اقوال مخالف میں وُہ امور مذکور بھی ہوتے ہیں کہ اور متکلمین فی المسئلہ ذکر کر گئے تو غالباً وُہ وہی واضحات متبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے اُن کی طرف سبقت کرے۔ انصافاً ان میں سابق و لاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر اذا نجا کہ کلمات متقدمہ میں اُن کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہ تعالیٰ تلخیص و تہذیب و ترصیف و تقریب و حذف زوائد و زیادت فوائد سے جدت جگہ پائے گی اور کچھ نہ ہو تو اِن شاء اللہ تعالیٰ طرزِ بیان ہی اجلی و وقع فی القلب نظر آئے گی اُس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بحمد اللہ تعالیٰ تحدیث بنعمۃ اللہ عزوجل مقصود و الحمد للہ الغفور الودود، اہلِ حسد جس معنے پر چاہیں محمول کریں مگر اربابِ انصاف اگر تصانیف فقیر کو موازنہ فرمائیں گے بعونہ تعالیٰ عیان موافق بیان پائیں گے بایں ہمہ اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ الفضل للمتقدم (پہل کرنے والے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے) خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنا باکرامہم و حشرنا فی زمرۃ خدامہم کہ جو کچھ ہے اُنھیں کی خدمت کلمات برکت آیات کا نتیجہ اور اُنھیں کی بارگاہ دولت کا حصہ رسد بٹتا ہوا صدقہ ع

اے بادِ صبا! اینہمہ آوردۂ تست

ہاں ہاں یہ کفش برداری خدام درگاہ فضائل پناہ اعلیحضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانیین افضل

---

[1] یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن مولٰنا مولوی حافظ الحاج محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲

[2] یہ اُس وقت تھا کہ ۱۳۱۹ھ ہے بحمد اللہ تعالیٰ عدد تصانیف ایک سو نوّے[190] سے متجاوز ہے ۱۲ اور اب تو بحمدہ تعالیٰ اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہوگا ۱۲ (م)

marfat.com

حدیث ۱: جلیل وعظیم حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسٰی بن ابان نے کتاب الحج علیٰ اہلِ مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہریات اور اسمٰعیلی نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا:

فالبخاری والاسمعیلی والذهلی من طریق اللیث بن سعد عن یونس عن الزهری، والنسائی من طریقی یزید بن زریع والنضر بن شمیل عن کثیر بن قاروندا کلاهما عن **سالم**۔ و النسائی عن قتیبة والطحاوی عن ابی عامر العقدی والفقیه فی الحجج ثلثهم عن العطاف، وابوداؤد عن فضیل بن غزوان، و عن عبداللہ بن العلاء، وایضا هو عیسٰی والنسائی عن الولید والطحاوی عن بشر بن بکر، هؤلاء الثلثة عن ابن جابر، والطحاوی عن اسامة بن زید، خمستهم اعنی العطاف وفضیلا وابن العلاء و جابر واسامة عن **نافع**۔ وابوداؤد عن **عبداللہ** بن واقد۔ والطحاوی عن **اسمٰعیل** بن عبدالرحمٰن۔ اربعتهم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهما۔

بخاری، اسمٰعیلی اور ذہلی نے لیث ابن سعد کے طریق سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے۔ اور نسائی نے یزید ابن زریع اور نضر ابن شمیل کے دو طریقوں سے کثیر ابن قاروندا سے روایت کی ہے۔ دونوں (زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے قتیبہ سے، طحاوی نے ابوعامر عقدی سے اور فقیہ نے حجج میں یہ تینوں عطاف سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد نے فضیل ابن غزوان سے اور عبداللہ ابن علاء سے روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسٰی سے، نسائی نے ولید سے، طحاوی نے بشر ابن بکر سے، یہ تینوں (عیسٰی، ولید، بشر) جابر سے روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی نے اسامہ ابن زید سے روایت کی ہے۔ یہ پانچوں یعنی عطاف، فضیل، عبداللہ، جابر اور اسامہ نافع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبداللہ ابن واقد سے راوی ہیں اور طحاوی اسمٰعیل ابن عبدالرحمٰن سے راوی ہیں۔ چاروں (سالم، نافع، عبداللہ ابن واقد، اسمٰعیل) عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (ناقل ہیں) (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں جمع و تلخیص طرق کی اکمال الحجہ و ایضاح المحجہ کے لیے اُن کے اکثر نصوص و الفاظ بھی وارد کرے وباللہ التوفیق، **سنن ابوداود** میں بسند صحیح ہے،

حدثنا محمد بن عبید المحاربی نا محمد بن فضیل عن ابیه عن نافع و عبداللہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر

یعنی نافع وعبداللہ بن واقد دونوں تلامذۂ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا، فرمایا چلو

marfat.com

ہو تو مخالف منکر مدعی مُصر کو بھی معترف و مقر لیجئے

وما ذلك على الله بعزيز ، ان ذلك على الله يسير ، ان الله علىٰ كل شئ قدير۔

اور یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے ، یہ اللہ پر آسان ہے ، اللہ ہر شئ پر قادر ہے۔ (ت)

یہ معارک جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیشِ نظر ہے ملاحظہ کیجئے داد انصاف دیجئے ع

فی طلعۃ الشمس ما یغنیك عن خبر

(سورج طلوع ہو جائے تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ت)

اس کے سوا نفس مسئلہ میں ملّا جی نے اپنے موافق کہیں چودہ[۱۴] کہیں پندرہ[۱۵] صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کر سکے اُن میں بھی عند الانصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے تو صرف ایک سے۔ میں بعونہٖ تعالیٰ اپنے موافق روایات تئیس[۲۳] صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا، ملّا جی صرف چار حدیثیں پیش خویش اپنے مفید دکھا سکے جن میں حقیقۃً کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو اُن کی طرف نام بھی نہیں، میں بحول اللہ تعالیٰ اُن سے دُونی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا، میں یہ بھی روشن کر دوں گا کہ حنفیۂ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پوچ و لچر بے بنیاد ہوتی ہے، میں یہ بھی بتا دُوں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے، میں یہ بھی دکھا دوں گا کہ ملّا جی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے استاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے کل ذلك بعون الملك العزيز القريب المجيب وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب وهذا اوان الشروع في المقصود متوكلا على واهب الفيض والجود والحمد لله العلي الودود والصلاة والسلام علىٰ احمد محمود محمد و اٰله الكرام السعود امين۔

فصل اول طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری

حضور پُرنور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی مذہب مہذب ائمۂ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل و صحیح احادیث مروی مگر ملّا جی تو انکارِ آفتاب کے عادی، بکمال شوخ چشمی بے نقط سُنا دی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت[ع] جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے، بہت[۱] اچھا ذرا نگاہ رُو برُو۔

ع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وکرم ۱۲ منہ (م)

۱ معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰۃ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۴۰۱

marfat.com

اٰتٍ فقال ، ان صفية بنت ابی عبيد لما بها ، فانظر ان تدركها ۔ فخرج مسرعا ، ومعه رجل من قريش يسايره ، وغابت الشمس فلم يصل الصلاة ، وكان عهدی به وهو يحافظ على الصلاة ، فلما ابطا ، قلت ، الصلاة ، يرحمك الله ، فالتفت اِلَيَّ و مضى ، حتى اذا كان فی اٰخر الشفق نزل فصلى المغرب ، ثم اقام العشاء ، وقد توارى الشفق فصلى بنا ، ثم اقبل علينا ، فقال : ان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان اذا عجل به السير صنع هكذا[1]

آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سُن کر بہ سُرعت چلے اور اُن کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سُورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہُوئے جب شفق کا اخیر حصہ رہا اُتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی اُس وقت عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے۔ (م)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

هی ، ففی عمدة القاری ، ادركت النبی صلى الله تعالٰى عليه وسلم وسمعت منه ۔ اھ وفی ارشاد الساری ، الصحابية الثقفية اخت المختار ، وكانت من العابدات ۔ اھ لكن قال الحافظ فی التقريب : قيل لها ادراك ، وانكره الدارقطنی ، وقال العجلی ، ثقة فهی من الثانية ۔ اھ وحقق فی الاصابة نفی السماع واثبات الادراك ظنا ، فراجعه ۔ وقد حدث عن ازواج النبی صلى الله تعالٰى عليه وعليهن وسلم ۱۲ منه (م)

صفیہ کے بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ اور ارشاد الساری میں ہے کہ یہ بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیہ تھیں اور مختار کی بہن تھیں، عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔ لیکن حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار کیا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس لحاظ سے یہ طبقہ ثانیہ میں سے ہوں گی (یعنی تابعیات سے) اصابہ میں ثابت کیا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو نہیں سنا البتہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا زمانہ پایا ہو۔ اس سلسلے میں اصابہ کی طرف رجوع کرو۔ صفیہ نے ازواجِ مطہرات سے احادیث بیان کی ہیں۔ (ت)

---

[1] سنن نسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

marfat.com

قال : الصلاة ، قال : سر ، حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل ۔ فصلی المغرب ، ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ، ثم قال : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل به امر صنع مثل الذی صنعت ۔ فسار فی ذلك الیوم واللیلة مسیرة ثلث[1]

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشا پڑھی پھر فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا ۔ ابن عمر نے اس دن رات میں تین رات دن کی راہ قطع کی (م)

ابوداود نے فرمایا ،

رواه ابن جابر عن نافع نحو هذا باسناده

اسکو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے۔

حدثنا ابراهیم بن موسیٰ الرازی **انا** عیسیٰ ابن جابر بهذا المعنی ورواه عبدالله بن العلاء عن نافع ، قال : حتی اذا کان عند ذهاب الشفق نزل فجمع بینهما[2]

حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم ابن موسیٰ رازی نے، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں عیسیٰ ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اور روایت کیا ہے اسکو عبداللہ ابن علاء نے نافع سے کہ انہوں نے کہا : جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں ۔ (ت)

نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے :

اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال : خرجت مع عبدالله بن عمر فی سفر ، یرید ارضا له ، فاتاه

یعنی نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لیے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی

عه هی اخت مختار الکذاب المشهور، وابوها ابوعبید رضی الله تعالیٰ عنه من الصحابة، استشهد فی خلافة امیر المؤمنین ، اما

صفیہ، مشہور مختار کذاب کی بہن تھیں ۔ ان کے والد ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے تھے ، امیر المومنین کی خلافت کے دوران شہید ہوگئے تھے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۷۱
[2] سنن ابی داؤد " " " " " " "

marfat.com

جلدی ہوتی) یہ طرق حدیث نافع عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھے ، اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب ہل یؤذن اویقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے : حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی سالم عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینھا وبین العشاء ۔ قال سالم ، وکان عبداللہ یفعلہ اذا عجلہ السیر ، ویقیم المغرب فیصلیھا ثلثا ثم یسلم ، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیھا رکعتین[1] الحدیث ۔ اُسی کے باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر میں بطریق مذکور وکان عبداللہ یفعلہ اذا عجلہ السیر تک روایت کر کے فرمایا[2] وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شھاب قال سالم کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ ۔ قال سالم ، واخبرنی عبداللہ ابن عمر المغرب ، وکان استصرخ علیٰ امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید ، فعجلت لہ ، الصلاۃ ، فقال ، سر ، فقلت لہ ، الصلاۃ ، فقال : سر ، حتی سار میلین او ثلثۃ ، ثم نزل فصلی ، ثم قال : ھکذا رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عجلہ السیر یؤخر المغرب فیصلیھا ثلثا ثم یسلم ، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیھا رکعتین[3] الحدیث (ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایامِ حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب وعشا جمع کر کے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا ، میں نے کہا نماز ، فرمایا چلو ، میں نے پھر کہا نماز ۔ فرمایا چلو ، دو تین میل چل کر اُترے اور نماز پڑھی ، پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے ، مغرب اخیر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشا کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے) نسائی کے یہاں یوں ہے : اخبرنی محمد بن عبداللہ بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا کثیر بن قارَوَنْدا قال ، سألت سالم بن عبداللہ عن صلاۃ ابیہ فی السفر وسألناہ ھل کان یجمع بین شئ من صلاتہ فی سفرہ ؟ فذکر ان صفیۃ بنت ابی عبید کانت تحتہ فکتبت الیہ ، وھو فی زراعۃ لہ ، انی فی اٰخر یوم من ایام الدنیا واول یوم من

---

[1] جامع صحیح البخاری باب ہل یؤذن اویقیم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۹

[2] جامع صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر " " " ۱/۱۴۸

[3] " " " " " " " " ۱/۱۴۸

marfat.com

اسی طرح امام طحاوی نے روایت کی فقال حدثنا ربیع المؤذن ثنا بشر بن بکر ثنی ابن جابر ثنی نافع[1] فذکرہ نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتیبۃ بن سعید حدثنا العطاف[2] اور ابوجعفر نے بطریق حدثنا یزید بن سنان ثنا ابو عامر العقدی ثنا العطاف بن خالد المخزومی[3] اور امام فقیہ نے حج میں بلاواسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاف بن خالد المخزومی المدینی قال اخبرنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکۃ، حتی اذا کان ببعض الطریق استصرخ علی زوجتہ، فقیل لہ انہا فی الموت، فاسرع السیر، وکان اذا نودی بالمغرب نزل مکانہ فصلی، فلما کان تلك اللیلۃ نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انہ نسی، فقلنا: الصلاۃ، فسار حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب، وغاب الشفق فصلی العشاء، ثم اقبل علینا فقال: ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جد بنا السیر۔ (یعنی امام نافع فرماتے ہیں راہِ مکہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اُتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشاء پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسٰی بن ابان نے اسے روایت کر کے فرمایا: وھکذا قال ابوحنیفۃ فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاول منھما فی اٰخر وقتہا، والاخری فی اول وقتہا، کما فعل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ورواہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[4] (یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت اور پچھلی کو اُس کے اوّل وقت میں پڑھے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود کیا اور حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت کی: حدثنا فھد ثنا الحمانی ثنا عبداللہ بن المبارك عن اسامہ بن زید اخبرنی نافع، وفیہ حتی اذا کان عند غیبوبۃ الشفق فجمع بینہما وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع ھکذا اذا جد بہ السیر[5] (یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اُتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۷۰

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

[4] کتاب الحجۃ باب الجمع الصلوٰۃ فی السفر دارالمعارف نعمانیہ لاہور ۱/۱۷۴، ۱۷۵

[5] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

marfat.com

ابی رباح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظھر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء[1]۔ (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اوّل وقت پڑھتے)

حدیث ۳ : ابوداؤد اپنی سنن باب متی یتم المسافر اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں : ان علیاً کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فیصلی المغرب، ثم یدعو بعشائہ فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ ویقول : ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع[2]۔ (یعنی امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وبہہ الاسنی جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہو تاکہ تاریکی ہو جائے پھر اتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشا پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے) امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا : لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں)۔

حدیث ۴ : طحاوی بطریق ابی خثیمہ عن عاصم الاحول عن ابی عثمن راوی قال وفدت انا وسعد بن مالک ونحن بنادر للحج، فکنا نجمع بین الظھر والعصر، نقدم من ھذہ ونؤخر من ھذہ، ونجمع بین المغرب والعشاء، نقدم من ھذہ ونؤخر من ھذہ، حتی قدمنا مکۃ[3] (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر و عشا جلد)

حدیث ۵ : نیز امام ممدوح عبدالرحمٰن بن یزید سے راوی صحبت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجہ فکان یؤخر الظھر ویعجل العصر، ویؤخر المغرب ویعجل العشاء، ویسفر بصلاۃ الغداۃ[4] (میں حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳
[2] سنن ابی داؤد باب متی یتم المسافر مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان ۱/۱۷۳
[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۴
[4] " " " " "

marfat.com

الاخرة ، فرکب فاسرع السیر الیھا ، حتی اذا حانت صلاۃ الظھر قال لہ المؤذن : الصلاۃ یا اباعبد الرحمٰن ! فلم یلتفت ، حتی اذا کان بین الصلاتین نزل ، فقال : اقم ، فاذا سلمت فاقم ، فصلی ثم رکب حتی اذا غابت الشمس ، قال لہ المؤذن : الصلاۃ ، فقال : کفعلك فی صلاۃ الظھر والعصر ، ثم سار حتی اذا اشتبکت النجوم نزل ، ثم قال المؤذن : اقم ، فاذا سلمت فاقم ، فصلی ثم انصرف فالتفت الینا فقال ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حضر احدکم الامر الذی یخاف فوتہ فلیصل ھذہ الصلاۃ[1] ۔

(خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپسیں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شتاباں چلے نماز کیلئے ایسے وقت اُترے کہ ظہر کا وقت جاتے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو ، اُس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لیے اُس وقت اُترے جب تارے خُوب کِھل آئے تھے (جس وقت تک بلا عذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے ، اُسے پڑھ کر عشاء پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یُوں زائد کیا : اخبرنا عبدۃ بن عبد الرحیم ثنا ابن شمیل ثنا کثیر بن قارَوَندا قال سألنا سالم بن عبد اللہ عن الصلاۃ فی السفر ، فقلنا اکان عبد اللہ یجمع بین شئ من الصلاۃ فی السفر ؟ فقال لا الا یجمع[2] (یعنی ہم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں کسی نماز کو دُوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہا نہ سوا مزدلفہ کے) (جہاں کا ملانا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں۔ اس حدیث جلیل کے اتنے طُرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سفر میں بحال شتاب وضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔

حدیث ۲ : امام اجل احمد بن حنبل مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیع بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدثنا فھد ثنا الحسن بن البشیر ثنا المعافی بن عمران کلاھما عن مغیرہ بن زیاد الموصلی عن عطاء بن

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۹۸

[2] " " " " " " " " " " ۱/۹۹

marfat.com

اصطلاح محدثین میں تشیع ورفض میں کتنا فرق[عہ] ہے زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلہم اللہ تعالٰے جمیعا بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلافِ تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یادکرنا ضروری مانتے ہیں خود مُلّا جی کے خیال میں اپنی مُلّائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ حُسنِ عقیدت رکھتا اور حضرت امیرالمومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو اُن میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیرالمومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تفضیل دیتا اُسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنّت کا تھا اسی بناء پر متعدد ائمۂ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفّاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا وبس۔

حیث قال : محمد بن فضیل بن غزوان ، المحدث الحافظ ، کان من علماء ھذا الشان ، وثقہ یحیٰی بن مَعین ، وقال احمد : حسن الحدیث ، شیعی ۔ قلت : کان متوالیا فقط[1] ۔

چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد ابن غزوان، جو کہ محدّث اور حافظ ہے، حدیث کے علماء میں سے تھا ــــ یحیٰی ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے ۔ میں نے کہا "صرف اہلِ بیت سے محبت رکھتا تھا"۔ (ت)

رابعاً: ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی، کیا بخاری ومسلم سے بھی

عہ کما صرحوا بہ وتدل علیہ محاوراتھم، منھا ما فی المیزان فی ترجمۃ الحاکم بعد ما حکی القول برفضہ ، اللہ یحب الانصاف ، ما الرجل برافضی بل شیعی فقط اھ ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور ان کے محاورات سے بھی واضح ہے۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس کے بعد کہا ہے "اللہ انصاف کو پسند کرتا ہے، یہ آدمی رافضی نہیں ہے، صرف شیعہ ہے"۔ (ت)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ محمد بن فضیل مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/۲۹۰

marfat.com

اور عصر میں تعجیل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کرکے پڑھتے) امام ممدوح ان احادیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں ؛

وجمیع ما ذھبنا الیہ من کیفیۃ الجمع بین الصلاتین قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالٰی۔[1]

نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (م)

الحمدللہ جمع صوری کا طریقہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و حضرت مولٰی علی و عبداللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبداللہ بن عمرو غیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روشن وجہ پر ثابت ہوا اور امام لامذہبان کا وہ جبروتی ادعا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں، اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واہیات اور مردود اور شاذ اور منا کیر ہیں اور بشدت حیا یہ خاص جحود و افترا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے[2] اپنی سزائے کردار کو پہنچا اب ایضاح مرام وازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۂ اولٰی : لامذہب ملّا کو جب کہ انکار جمع صوری میں چاند پر خاک اُڑانی تھی اور احادیث مذکورہ صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رَد صحاح چارۂ کار کیا تھا لہذا بایں پیرانہ سالی حضرت کے رقص جملی ملاحظہ ہوں :

لطیفہ ۱ : ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داود کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اوّلاً : یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔

ثانیاً : امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لاباس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں۔ ت) کہا، امام احمد نے اُس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسّر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً : یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعوٰی کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ملّا جی کو بایں سالخوردی و دعوٰی محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاوراتِ سلف و

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین صلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۴

[2] معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلوٰتین مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۹۶

marfat.com

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اوّلاً : ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رَد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانیاً : اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا[1] تھا وہ ہضم کر گئے۔

ثالثاً : محدث جی! تقریب میں ثقۃ یغرب[2] ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے۔

رابعاً : اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف۔ محدث جی! غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

خامساً : باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے، یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں[ع] کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً : ذرا میزان تو دیکھئے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقۃ لا طعن فیہ[3] (یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلاً کسی وجہ سے طعن نہیں) کیوں شرمائے تو نہ ہوگے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں ؎

شرم بادت از خدا و از رسول

ع مثلاً ابرٰھیم بن طہمان، بشر بن خالد، ابرھیم بن سوید بن حبان، بشیر بن سلمان، حسن بن احمد بن ابی شبیب، محمد بن عبد الرحمٰن بن حکیم وغیرھم کہ سب ثقۃ یغرب ہیں۔ احمد بن صباح بن اسحٰق وغیرھم کہ صدوق یغرب یہ تینوں بشر بن بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اتر کر طرف صدوق ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ بشر بن بکر التنیسی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۴۴

[2] " " " " " " "

[3] میزان الاعتدال فی ترجمۃ بشر بن بکر " " دار المعرفت بیروت لبنان ۱/۳۱۴

marfat.com

ہاتھ دھونا ہے ان کے رواۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاحِ قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلم ملاٰن من الشیعۃ[1] (مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے ۔ ت) دُور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں ۔

خامساً اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدول ابن جابر و عبداللہ بن العلاء سے ابوداود نے ذکر کردیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا ولکن الجھلۃ لا یعلمون (لیکن جاہل جانتے نہیں ہیں ۔ ت) اور یہ تو ادنٰی نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملّا جی نے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی ۔

لطیفہ ۲ : طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ اسے یُوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابوداؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اُسے یُوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدثنا ابرھیم بن موسٰی الرازی انا عیسی عن ابن جابر[2] فرما کر موصول کر دیا ہے ولکن النجدیۃ لا یبصرون

لطیفہ ۳ : امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے[ف]

عہ مثلاً ابانؔ بن تغلب ، اسمٰعیلؔ بن ابان وراق ، اسمٰعیل بن زکریا ، اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سُدی صدوق یھم ، بکیر بن عبداللہ ، جریر بن عبدالحمید ، جعفر بن سلیمٰن ، حسن بن صالح ، خالد بن مخلد قطوانی ، ربیع بن انس صدوق لہ اوھام ، زاذانؔ کندی ، سعید بن فیروز ، سعید بن عمر وھمدانی ، عبادؔ بن یعقوب رواجنی ، عبادؔ بن عوام کلابی ، عبداللہ بن عمر مشکدانہ ، عبداللہ بن عیسٰی کوفی ، عبدالرزاق صاحبِ مصنّف ، عبدالملک بن اعین ، عبیداللہ بن موسٰی ، عدی بن ثابت ، علی بن الجعد ، علی بن ھاشم بن البرید ، فضل بن دُکین ابونعیم ، فضیل بن مرزوق ، فطر بن خلیفۃ ، مالک بن اسمٰعیل نھدی ، محمد بن اسحٰق صاحبِ مغازی ، محمد بن جحادہ اور یہی محمد بن فضیل ، ھشام بن سعد ، یحیی بن الجزار وغیرھم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۲۵

[2] سنن ابوداؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۱

ف ۔ معیار الحق ص ۳۹۶

marfat.com

تم نے جانا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تو کہ آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کرلیا، کیا اس طبقہ میں اس نام کا رواۃ نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آکر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن مسلم کیسے جانا اوّل تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادۃً پوچھو تو پہلے اپنی جزاف کا صاف صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہٖ تعالٰی بہت کچھ سکھا دیں وہ قواعد بتا دیں جس سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعیین نکال سکو۔

ثانیا: بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وُہ بھی کب مستحقِ رَد ہیں امام احمد نے اُن کی توثیق فرمائی، اُن سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث لکھو۔ ابنِ عدی نے کہا: اذا روی عن ثقۃ فلا باس بہ[1] (وُہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثا: ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہُوئے کہ اُن میں کتنوں[عہ] کی نسبت تقریب میں یہی صدوق

عہ مثلاً اسمٰعیل بن مجالد، اشھل بن حاتم، بشر بن عبیس، حارث بن عبید، حبیب بن ابی حبیب، حجاج بن ابی زینب، حسان بن ابرھیم، حسان بن حسان بصری، حسان بن عبد اللہ کندی، حسن بن بشر بن سلم، حسن بن ذکوان ورمی بالقدر، خالد بن خداش، خالد بن عبد الرحمٰن السلمی، شریک بن عبد اللہ بن ابی بر، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار، عبد المجید بن عبد العزیز، مسکین بن بکیر، معقل بن عبید اللہ وغیرھم ان سب پر وہی حکم صدوق یخطئ لگایا ہے خلیفۃ بن خیاط، عبد اللہ بن عمر نمیری، عبد الرحمٰن بن حرملہ اسلمی، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبید، یحیٰی بن ابی اسحٰق حضرمی وغیرھم صدوق ربما اخطأ ہیں، اب زیادہ کی بعض مثالیں لیجئے حجاج بن ارطاۃ صدوق کثیر الخطاء والتدلیس، شریک بن عبد اللہ نخعی صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ، صالح بن رستم المزنی صدوق کثیر الخطاء، عبد اللہ بن صالح صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ و کانت فیہ غفلۃ، فلیح بن سلیمان صدوق کثیرا لخطاء، مطر الوراق صدوق کثیر الخطاء وحدیثہ عن عطاء ضعیف، نعیم بن حماد صدوق یخطئ کثیرا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] الکامل لابن عدی فی ترجمۃ ولید ابن قاسم مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۷/۲۵۴۵

marfat.com

لطیفہ ۴ : طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رُد کیا کہ روایت میں اُس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی ۔

اقول اولا : مسلمانو! اس تحریفِ شدید کو دیکھنا اسنادِ نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث[1] ۔ ملّا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم و ائمۂ ثقات و حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ اُس کا احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحۃً حدثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرمارہے ہیں۔ میزان میں ہے :

الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی ، احد الاعلام وعالم اھل الشام ۔ لہ مصنفات حسنۃ ، قال احمد ، ما رأیت فی الشامیین اعقل منہ ۔ وقال ابن المدینی عندہ علم کثیر ۔ قال ابو مسھر ، الولید مدلس ، قلت ، اذا قال الولید ، عن ابن جریج او عن الاوزاعی ، فلیس بمعتمد لانہ یدلس عن کذابین ، فاذا قال ، حدثنا فھو حجۃ[2] اھ ملخصًا ۔

ولید ابن مسلم ابو العباس دمشقی ۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے ایک، شام کا عالم، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں۔ احمد نے کہا ہے کہ میں نے شامیوں میں اس سے زیادہ عقل مند آدمی نہیں دیکھا ۔ ابن مدینی نے کہا کہ اس کے پاس بہت علم ہے ۔ ابو مسہر نے کہا ہے کہ ولید مدلّس ہے ۔ میں نے کہا، جب ولید عن ابن جریج یا عن الاوزاعی کہے تو قابلِ اعتماد نہیں ہے لیکن جب حدثنا کہے تو مستند ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

ملّا جی! ؎

در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست
یا سخن دانستہ گو اے مرد غافل یا خموش
(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے اے مردِ غافل!
یا تو سوچ سمجھ کر بات کر یا خاموش رہ)

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۹۹
[2] میزان الاعتدال فی ترجمۃ ولید بن مسلم ۹۴۰۵ " دار المعرفت بیروت ۴/۳۴۷-۳۴۸

marfat.com

لطیفہ ۶ : آپ کے امتحان علم کو پُوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدثنا فھد ثنا الحمانی ثنا ابن المبارك عن اسامۃ بن زید اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کرلیا کہ یہ اُسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظہ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیثی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم وسُنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحیٰی بن معین نے کہا، ثقہ ہے[1]۔ ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشار تعیین کیا ہے اور آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی دقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حمانی حافظ کبیر یحیٰی بن عبدالحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحیٰی بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا ارجوانہ لاباس بہ[2] (مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) اور ابن نمیر کا ھو اکبر من ھؤلاء کلھم، فاکتب عنہ (وہ ان سب سے بڑا ہے، اس لیے میں اس سے حدیث لکھتا ہوں۔ ت) کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسعہ سے اُس کا والد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حمانی کہلائے جاتے ہیں کما فی التقریب۔

لطیفہ ۷ : روایات نسائی بطریق کثیر بن قارو ندا عن سالم عن ابیہ میں جھوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یُوں کہہ کر ٹالا کہ وہ شاذ ہے اس لیے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب کہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔

اقول اوّلا : شیخین کا نام کس مُنہ سے لیتے اور اُن کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کردینے کا عادی تھا۔

ثانیا ثالثا رابعا : یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہمی کئی درجن بھرے ہُوئے ہیں۔

خامساً : مخالفت شیخین کا دعوٰی محض باطل ہے جیسا کہ بعونہٖ تعالٰی عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

لطیفہ ۸ : اس حدیث جلیل صحیح کے رَد میں مُلّا جی نے جو جو چالاکیاں بیباکیاں برتیں اُن کا پردہ تو فاش ہوچکا، جابجا ثقات کو مجروح فرمایا، رواۃ بخاری ومسلم کو مردود ٹھہرایا، حدیث موصول کو معلق بنایا، متابعات سے آنکھیں بند کرلیں، نقلِ عبارت میں خیانتیں کیں، معانی میں تحریف کی راہیں لیں، راوی کو کچھ سے کچھ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ اسامہ بن زید اللیثی ۷۰۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۷۴
[2] میزان الاعتدال ترجمہ یحیٰی بن عبدالحمید الحمانی ۹۵۶۷ " " ۴/۳۹۲
ف، معیارالحق صـ۳۹

marfat.com

یخطئ بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے!

رابعاً صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انھیں صدوق یخطئ[1] پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خلطه ابن مندة بالذی قبله فوهم، وهذا ضعیف[2] (ابن مندہ نے اسے پہلے کے ساتھ ملادیا ہے یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ ت) دیکھو صاف بتادیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں، مُلّا جی اپنی جہالت سے مردود و واہیات گا رہے ہیں۔

لطیفہ ۵ : حدیث صحیح نسائی وطحاوی وعیسٰی بن ابان بطریق عطاف عن نافع کو عطاف سے معلول کیا کہ وُہ وہمی ہے کہا تقریب میں صدوق یہم[ف]۔

اقول اوّلا : عطاف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا وکفی بهما قدوة میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسّر منقول نہیں۔

ثانیاً : کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یہم میں کتنا فرق ہے۔

ثالثاً : صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی اُن میں کس قدر ہیں۔

رابعاً : بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین اُن میں کوئی بھی درجۂ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے ولکن الوهابیة قوم یجهلون (لیکن وہابی جاہل لوگ ہیں۔ ت)

عہ مثل ابرٰھیم بن یوسف بن اسحاق، اسامہ بن زید اللیثی، اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن السدی، ایمن بن نابل، جابر بن عمرو، جبر بن نوف، حاتم بن اسمٰعیل، حرب بن ابی العالیہ، حرمی بن عمارہ، حزم بن ابی حزم، حسن بن الصباح، حسن بن فرات، حمید بن زیاد، ربیعہ بن کلثوم، عبداللہ بن عبداللہ بن اویس وغیرھم سب صدوق یہم ہیں احوص بن جواب، حمزہ بن حبیب زیات امام قراءت، معاذ بن ھشام، عاصم بن علی بن عاصم وغیرھم سب صدوق ربما وھم بلکہ عطاء بن ابی مسلم صدوق یہم کثیرا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تقریب التہذیب فی ترجمہ ابن حسان الواسطی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۶۸

[2] "

ف معیار الحق ص ۳۹۶

marfat.com

کما حکاہ الزرقانی (جیساکہ زرقانی نے بیان کیا ہے۔ ت) ابن وضاح نے کہا بائیس ۲۲ میل کما نقلہ ابن رشیق عن ابن وضاح[1] (جیساکہ ابن رشیق نے ابن وضاح سے نقل کیا ہے۔ ت) بلکہ بعض نسخ مؤطا میں خود امام مالک سے اسی کی تصریح ہے قال مالك وبينهما اثنان وعشرون ميلا (مالک نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان بائیس ۲۲ میل کا فاصلہ ہے۔ ت) وہ سترہ ہی میل سہی آپ کے طور پر کوئی رات کے نو دس بجے تک عصر کا وقت رہا ہوگا کہ جمعہ پڑھنے سے آٹھ نو گھنٹے بعد امیر المومنین نے عصر ادا کی کہ مدینہ طیبہ اور اس کے حوالی میں جن کا عرض اللہ سے زائد نہیں مقدار نہار روز تحویل سرطان بھی صرف ۱۴ لحۃ ہے کما لا یخفی علی من یعلم استخراج طول النہار من عرض البلاد (جیساکہ اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو عرض بلاد سے دن کی لمبائی کا استخراج کرسکتا ہو۔ ت)

ثالثاً اقول: اسی لیے خود آخر حدیث بخاری میں مذکور تھا کہ مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کرکے عشا پڑھی اگر خود عشا ہی کے وقت میں مغرب پڑھتے تو ایسی جلدی واضطراب شدید کی حالت میں اب عشا کے لیے انتظار کس بات کا تھا یہ ٹکڑا حدیث کا ہضم کرگیا کہ بھرم کھلتا۔

رابعاً اقول: آپ تو اسی بحث میں فرما چکے کہ تعلیقات حجت نہیں صحیح بخاری میں یہ ٹکڑا جو آپ اپنی سند بناکر نقل کررہے ہیں تعلیقاً ہی مذکور تھا اصل حدیث بطریق حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری ذکر کی جس میں آپ کے اس مطلب کا کچھ پتا نہ تھا اس کے بعد یہ ٹکڑا تعلیقاً بڑھایا کہ وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شہاب، اب تعلیق کیوں حجت ہوگئی، وہاں تو آخر حدیث کو ہضم کیا تھا یہاں اول کلام تناول فرمایا کہ اپنا عیب نہ ظاہر ہو۔

خامساً اقول: آپ تو راوی کو اس کے وہم وخطا بلکہ صرف اغراب پر رد فرماتے ہیں اگرچہ رجال بخاری ومسلم سے ہو، اب یہ تعلیق کیونکر مقبول ہوگئی اس میں زہری سے راوی یونس بن یزید ہیں جنہیں اسی تقریب میں فرمایا:

ثقۃ الا ان فی روایتہ عن الزہری وہما قلیلا وفی غیرا لزہری خطأ۔

ہیں تو ثقہ مگر زہری سے ان کی روایت میں کچھ وہم ہے اور غیر زہری سے روایت میں خطا۔

اثرم نے کہا: ضعف احمد امر یونس (امام احمد نے یونس کا کام ضعیف بتایا) امام ابن سعد

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا للامام مالک زیر حدیث مذکور مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲۶
[2] تقریب التہذیب حرف الیاء " مطبع فاروقی دہلی ص ۲۸۷

marfat.com

بنالیا، مشترک کو جزافاً معین کردیا، جہاں کچھ نہ بن پڑا مخالفتِ شیخین کا ادعا کیا، اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو رَد کردینا اور بات تھی کہ عوام کو ان کی کیا خبر، مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر رَد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر، لہذا یہ چال چلے کہ لاوَا سے بزورِ زبان و زورِ بہتان اپنے موافق بنالیجئے اس لیے حدیث مذکور باب ہل یؤذن او یقیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کرکے فرمایا یہ بات ادنٰے عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کوس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہوجاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہوجاتا ہے۔

اوّلاً : میل کا کوس بنایا کہ کچھ دیر بڑھے دو۲ میل کا تو سوا ہی کوس ہوا، اور تین ہی لیجئے جب بھی دو۲ کوس پورے نہیں پڑتے۔

ثانیاً اقول : فریبِ عوام کو چالاکی یہ کی کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد پیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھلتا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی حالت میں تھے ہم نے حدیث ابوداؤد سے نقل کیا کہ انھوں نے اُس دن سہ۳ منزلہ فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر پیادہ ہی چلے تو اتنی دیر میں ہرگز وقتِ عشاء نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کایا پلٹ کردیا مکہ معظمہ اور اُس کے حوالی میں جن کا عرض مابین کا آٹھ حصہ ہے غروبِ شمس سے انحطاط ثمنہ تک ہر موسم میں ایک ساعت فلکیہ سے زیادہ وقت رہتا ہے اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھیے وقت بڑھتا جائے گا کما لا یخفی علی العارف بالھیأۃ (جیسا کہ علم ہیئت جاننے والے پر ظاہر ہے۔ت) تو غروب سے گھنٹے بھر بعد بھی نمازِ مغرب وقت میں ممکن، آپ کے نزدیک جبکہ دو۲ میل چلنے میں عشاء آجاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف ہونا واجب ہو، اور امام مالک مؤطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ طیبہ میں نمازِ جمعہ سے فارغ ہوکر سوار ہوئے اور موضع مَلَل میں عصر کے لیے اُترے

مالك عن عمرو بن يحيى المازنى عن ابن ابى سليط ان عثمٰن بن عفان صلى الجمعة بالمدينة وصلى العصر بمَلَل[1]۔

مالک، عمرو بن یحیٰی المازنی سے، وہ ابن سلیط سے راوی کہ عثمان ابن عفان نے جمعہ مدینہ میں پڑھا اور عصر مَلَل میں۔ (ت)

مَلَل مدینہ طیبہ سے سترہ۱۷ میل ہے کما فی النہایۃ[2] (جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ ت) بعض نے کہا اٹھارہ۱۸ میل

---

[1] مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ، وقت الجمعۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶

[2] النہایۃ لابن اثیر المیم مع اللام لفظ مَلَل مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/۳۶۲

ف۔ معیار الحق ص ۳۷۵

marfat.com

اوھام (سچا ہے، اس کے اوہام ہیں ت) کہا ہے۔

رابعا: مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے بآں تشدد شدید فرمایا: لیس بہ باس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) نزاد یحیٰی لہ حدیث واحد منکر (اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ، ابوداؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی لا باس بہ[1] (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ت) کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجۂ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اُس درجے کا قوی نہیں ہے۔ ت) ابواحمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم[2] (اس درجے کا متین نہیں ہے ان کے نزدیک۔ ت) کہا لا انہ لیس بقوی لیس بمتین و شتان ما بین العبارتین (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔ ت) حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔

لطیفہ ۱۰: حدیث مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تماشا کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا:

قال اخبرنی عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ ان علیا کان اذا سافر الحدیث[3]

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولٰی علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ربّاح بن ابی معروف، ربیع بن انس ورمی بالتشیع، ربیع بن یحیٰی، ربیعہ بن عثمان، زکریا بن یحیٰی بن عمر، سعید بن زید بن درھم، سعید بن عبدالرحمٰن جمحی، شجاع بن الولید، مسلمہ بن علقمہ، مصعب بن المقدام، معاویہ بن صالح، معاویہ بن ھشام، ھشام بن حجیر، ھشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کہ سب صدوق لہ اوھام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] و [2] میزان الاعتدال ترجمہ مغیرہ بن زیاد موصلی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۶۰

[3] سنن ابی داؤد باب یتم المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۳

marfat.com

نے کہا: لیس بحجۃ (یونس قابل احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا: سیئ الحفظ (یونس کا حافظہ بُرا ہے) یُوں ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کل ذلك فی المیزان[1] (یہ سب میزان میں ہے۔ت)

تنبیہ: یہ ہم نے آپ کا ظلم وتعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلیق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم وخطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحۃً ہمارے مؤید و باللہ التوفیق چند اوہام یا کچھ خطائیں محدّث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کردیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود نہ وہ کتنے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے ہیں، یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفیٰن بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیسیؔ سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہُوا کہ زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے، علی نے کہا سفیٰن بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطا سفیٰن کی خطاؤں سے کم ہے قریب بیسؔ حدیثوں کے ہیں جن میں سفیٰن نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گِنا دیں اور اُن سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیٰن نے بیسؔ سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے[2] ذکرہ فی المیزان (اسے میزان میں ذکر کیا گیا ہے۔ت) باایں ہمہ امام سفیٰن کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔

لطیفہ ۹: مُلّا جی کی یہ ساری کارگزاریاں حیاداریاں حدیث صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے متعلق تھیں حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی امام طحاوی ونیز امام احمد وابن ابی شیبہ استاذان بخاری و مسلم کے رَد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اوّلا: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صندوق میں رہا۔

ثانیا: وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثا: وہی صحیحین سے پُرانی عداوت تقریب دُور نہیں دیکھئے تو کتنے رجال بخاری ومسلم کو یہی صدوق لہ

عہ صدوق یھم وصدوق ربما وھم کی بکثرت مثالیں اوپر گزر چکیں مگر باتباع لفظ خاص امثلہ سُنیے احمد بن بشیر، حسن بن خلف، خالد بن یزید بن زیاد، (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال حرف الیاء ۹۹۲۴ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۴۸۴

[2] میزان الاعتدال ترجمہ سفیان بن عیینہ ۳۳۲۷ " " ۲/۱۷۰

ف معیار الحق ص ۴۰۱

marfat.com

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی گِنا حالانکہ اُن کا بھی مذہب وہی منع جمع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی المذہب امام ابوالعزیز یوسف بن رافع اسدی حلبی شہیر بابن شداد متوفی ۶۳۱ھ نے کتاب دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا ؛

کما فی عمدۃ القاری للامام البدر العینی عن التلویح شرح الجامع الصحیح للامام علاء الدین المغلطائی عن دلائل الاحکام لابن شداد۔

جیسے کہ امام بدرالدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام علاء الدین المغلطائی کی کتاب الجامع الصحیح کی شرح ہے اور انہوں نے ابن شداد کی (کتاب) دلائل الاحکام سے نقل کیا ہے۔ (ت)

تو مراد وہی جمع صوری ہوگی جیسا کہ خود اُن کے فعل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحدیث الرابع (جیسا کہ حدیث ۴ میں گزرا۔ ت)

(۴) **اقول** بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما گِنے جاتے ہیں وسیأتی بعض روایاتہ فی الحدیث الاول والباقی فی الفصل الثالث اِن شاء اللہ تعالٰی (عنقریب حدیث اول کے تحت ان سے بعض مرویات کا ذکر آئیگا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا اِن شاء اللہ تعالٰی۔ ت) حالانکہ وُہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مغرب وعشا کو سفر میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا کما سیأتی فی اٰخر الفصل الرابع اِن شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آرہا ہے اِن شاء اللہ تعالٰی۔ ت) ظاہر ہے کہ وُہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایاتِ صحیحہ نے واضح کردیا جس کا بسط حدیث اوّل میں گزرا۔

(۵) **اقول** لُطف یہ کہ ان عبداللہ بن عمر سے قصہ صفیہ بنت ابی عبید میں عشائین کا جمع جو مروی ہوا اُس کے جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے صراحۃً فرما چکے کہ حضرت عبداللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات ساتھ ہونا وہیں حدیث بخاری سے ظاہر ہوچکا قلت لہ : الصلاۃ ، قال : سر[1] ۔ الحدیث (میں نے ان سے نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا : سفر جاری رکھو۔ الحدیث ۱۲ ت) تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے لاجرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہٖ تعالٰی بہت سے خیالات مخالفین کا علاج کافی ہوگا۔

---

[1] صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۸

marfat.com

سے بھی روایت فرمائی۔

ابیہ اور جدّہ دونوں ضمیریں عبداللہ کی طرف تھیں حضرت نے بزور زبان ایک ضمیر عبداللہ دوسری محمد کی طرف قرار دے کر یہ معنے ٹھہرائے[ف] کہ عبداللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے۔ اور اب اس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل حجت نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ مرسل ہمارے اور جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان ڈھٹائیوں سے صحیح و ثابت حدیثوں کو رَد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنیٰ جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی جاتی تھی اور بات بھی مدلل ہوتی کہ ضمیر اقرب کی طرف پھرتی ہے اور ابیہ سے اقرب ابوطالب اور جدّہ سے اقرب ابیہ تو معنی یُوں کہے ہوتے کہ عبداللہ نے روایت کی ابوطالب کے باپ حضرت عبدالمطلب سے اور عبدالمطلب نے اپنے دادا عبدمناف سے کہ مولا علی نے جمع صوری کی' اب ارسال بھی دیکھئے کتنا بڑھ گیا کہ مولا علی کے پرپوتے مولا علی کے دادا سے روایت کریں اور حدیث صراحۃً موضوع بھی ہوگئی کہ کہاں عبدالمطلب و عبدمناف اور کہاں مولیٰ علی سے روایت حدیث مفید احناف ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھا یہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی ایسی بد دیانتیوں بے غیرتیوں بیباکیوں چالاکیوں سے صحیح بخاری کو بھی پسِ پشت ڈال کر ایک ہانک بولتے ہیں کہ سب واہیات اور مردود[ف۲] ہیں انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

افادۂ ثانیہ: احادیث وطرق پر نظرِ انصاف فرمایئے تو ارادۂ جمع صوری پر متعدد قرائن پایئے مثلاً:

(۱) یہ کہ احادیث جمع بین الصلاتین کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں کما سیأتی فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ (جیسا کہ افادۂ رابعہ کی نویں حدیث میں آرہا ہے۔ت) حالانکہ یہی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیأتی تحقیقہ فی الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالٰی (اس کی تحقیق اِن شاء اللہ تعالٰی چوتھی فصل میں آئے گی۔ت) تو ضرور ہے کہ روایت جمع سے جمع صوری مراد ہو۔

(۲) **اقول** خود حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی جمع کرنا مروی ہُوا حالانکہ ان کا مذہب معلوم کہ جمع حقیقی کو منسک حج کے سوا ناجائز جانتے۔

(۳) **اقول** مُلّا جی نے اُن پندرہ۱۵ صحابیوں میں جن کی نسبت دعوٰی کیا کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین

[ف] معیار الحق صـ ۴۰۰، ۴۰۱ [ف۲] معیار الحق صـ ۳۹۶

marfat.com

تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچاننا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں اُفق سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر، ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آنِ واحد و جزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصۂ انبیاء و اولیاء عامۂ بشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اقول اول و آخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالاجماع مبطل و حرام ہے کیا اللہ عزوجل نے امر محال کی تکلیف دی لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا[1] (اللہ تعالٰی کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ ت) فافہم۔

ثالثاً اقول تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لیے پانچ حالتیں ہیں: وقتِ اوّل پر یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، فقہیات میں ظن ملتحق بیقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو بین الوقتین حکماً بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلۂ تسحر و مسئلۂ صلاۃ الفجر فی آخر الوقت وغیرہما میں تصریحاتِ علما دیکھیے۔

رابعاً اقول کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آنی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بروایت صحیح بخاری و حدیث امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بروایت ابی داود دیکھیے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ طرز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر عشا پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملاحظہ فرمایا اور لطف الٰہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ اُمت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی کرلے اسی حدیثِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رؤف رحیم خبیر علیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لحاظ کرلیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اُترنے چڑھنے وضو نماز کا جُدا جُدا سامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اُتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہو لے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکابرہ ہے ہاں یہ کہئے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے۔

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

marfat.com

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الثانی (جیساکہ دوسری حدیث میں آرہا ہے ۔ ت) اوران کی حدیث اِن شاء اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلی فوت ہوجاتی ہے ۔

(۷) یُوں ہی حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی جمع ہیں کما یجئ فی الحدیث الخامس (جیساکہ پانچویں حدیث میں آئے گا ۔ ت) اوران کی حدیث بھی بمشیۃ اللہ تعالٰی آنے والی ہے کہ نماز میں تفریط یہ ہے کہ دُوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افادھذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بیان کئے۔ ت)

افادۂ ثالثہ :اب کہ ملّاجی نے پیٹ بھر کر رَدِ احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں : ف

جمع صوری سفر میں ازراہ عقل کے بھی واہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور اوّل جز نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام ۔

اقول ملّاجی بیچارے جو شامتِ ایّام سے مقابلۂ شیرانِ حنفیہ میں آ پھنسے وُہ چوکڑی بُھولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوش تھے کہ ابوحنیفہ وشافعی کی تقلید حرام بدعت شرک یا اب جا بجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیٹ مقلد بنے ہیں رطب یابس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کا مل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچ اور ضعیف ہو اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے بے سمجھے بُوجھے ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ وشافعیہ کی تقلید جامد کے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخ چشمی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اس کی دھجیاں اُڑا چکے اُن سے ایک کان گونگا ایک بہرا کرلیا اور پھر اسی رَدشدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کردیا بہادری تو جب تھی کہ اُن قاہر جوابوں کے جواب دیتے پھر واہی تباہی جو چاہتے فرمالیتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ افاضات لیجئے وباللہ التوفیق ۔

اوّلا اللہ عزوجل نے نماز خواص وعوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لیے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لیے اول وآخر بتائے اوران پر واضح وعام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص وعام کو آسان ہوجائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1] (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی ، اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۵ ف معیار الحق ص ۴۰۱

marfat.com

وفی اخری لہ وللترمذی بطریق حبیب ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین الظھر والعصر، وبین المغرب والعشاء بالمدینۃ فی غیر خوف ولا مطر۔[1]

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ حبیب ابن ابی ثابت، سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے مدینہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کیا۔ (ت)

وللطحاوی عن صالح مولی التوأمہ عن ابن عباس، فی غیر سفر ولا مطر۔[2]

اور طحاوی نے صالح مولٰی التوأمہ کے واسطے سے ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "بغیر سفر اور بارش کے"۔ (ت)

وفی لفظ للنسائی اخبرنا قتیبۃ ثنا سفیٰن عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمدینۃ، ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا، اخرالظھر وعجل العصر، واخرالمغرب وعجل العشاء۔[3]

اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں: خبر دی ہمیں قتیبہ نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیٰن نے عمرو سے اس نے جابر سے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی، آپ نے ظہر کو مؤخر کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی، اسی طرح مغرب کو مؤخر کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی۔ (ت)

وفی لفظ لہ عن عمرو بن ھرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انہ صلی بالبصرۃ، الاولٰی والعصر، لیس بینھما شئ، والمغرب والعشاء، لیس بینھما شئ، فعل ذلک من شغل۔

نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو ابن ہرم، جابر ابن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ میں ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھا، ان کے درمیان کوئی شئے حائل نہ تھی، اور مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھا ان کے درمیان کوئی شئ حائل نہ تھی۔ اس طرح

---

[1] جامع الترمذی ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی ۱/۲۶
[2] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین کیف ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱
[3] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹

marfat.com

اقول دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پُوری چھٹی، رخصت میں آسانی درکار ہے پُوری آسانی کس نے مانی!

خامساً احمد بخاری مسلم ابوداؤد نسائی طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

وھذا لفظ مسلم، قال: صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا، قلت، یا ابا الشعثاء! اظنہ اخر الظھر وعجل العصر، واخر المغرب وعجل العشاء، قال: وانا اظن ذلک[1]۔

اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں، کہا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور اکٹھی سات رکعتیں بھی۔ اس حدیث کا راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا "اے ابو الشعثاء! میرا خیال ہے کہ انھوں نے ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھا ہوگا۔" ابو الشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے"۔ (ت)

مالک احمد، مسلم، ابوداؤد ترمذی نسائی طحاوی وغیرہم اُسی جناب سے بطرق شتی و الفاظ عدیدہ راوی:

وھذا حدیث مسلم بطریق زھیر نا ابو الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظھر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر، قال ابو الزبیر: فسألت سعیدا لم فعل ذلک؟ فقال: سألت ابن عباس کما سألتنی، فقال: اراد ان لا یحرج احد من امتہ[2]۔

اور یہ حدیث مسلم کی بواسطہ ابو الزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں، ابو الزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پُوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پُوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی اُمت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۶
[2] " " " " " " " " " " ۱/۲۴۶

marfat.com

بے عذر جمع وقتی ملّا جی بھی حرام جانتے ہیں، حدیثِ مسلم انما التفریط علی من لم یصل الصلاۃ حتی یجئ وقت الصلاۃ الاخری[1] (گناہ اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہو جائے۔ ت) کے جواب میں کیا فرمائیں گے یہ حدیث اُسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے۔ حدیث امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر[2] (ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ ت) کے جواب میں کہہ چکے ہیں[ف] منع کرنا عمر کا جمع بین الصلاتین سے حالتِ اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدہم کا اوپر عدم جواز بلا عذر کے، تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں جمع فعلی مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملّا جی نے امام ابنِ حجر شافعی اور اُن کے توسط سے امام قرطبی و امام الحرمین و ابن المامون و ابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادۂ جمع فعلی کی تقویت و ترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ و راویانِ حدیث جابر بن زید و عمرو بن دینار نے ظناً حدیث کا یہی محمل مانا قال ابن سید الناس، وراوی الحدیث ادری بالمراد من غیرہ (ابن سید الناس نے کہا ہے کہ حدیث کا راوی، دوسرے شخص کی نسبت حدیث کی مراد سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔ ت) روایت نسائی میں خود ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس جمع کے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرما دی کہ ظہر و مغرب میں دیر کی اور عصر و عشاء میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سخن نہ رہا تھا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا:

مما یدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری، ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس (و ذکر لفظہ قال) فھذا ابن عباس، راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری[3]۔

جو چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس باب سے متعلق حدیث کا جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہے، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو نسائی نے ابن عباس سے نقل کی ہے (اس کے بعد شوکانی نے مذکورہ روایت بیان کی ہے اور کہا ہے) یہ ابن عباس، جو اس موضوع سے متعلق حدیث کے (اولین) راوی ہیں خود تصریح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۹
[2] موطا امام محمد باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۹
[3] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب جمع المقیم لمطر او غیرہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۲

ف[1] معیار الحق ص ۱۴۷ ف[2] معیار الحق ص ۱۴۰

marfat.com

وزعم ابن عباس انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمدینۃ الاولی والعصر، ثمان سجدات لیس بینھما شئ[1]۔

انہوں نے ایک مصروفیت کی وجہ سے کیا تھا۔ ابن عباس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بھی ظہر وعصر اکٹھی پڑھی تھیں یہ آٹھ رکعتیں تھیں اور ان دو کے درمیان اور کوئی شے نہ تھی۔

ولمسلم بطریق الزبیر بن الخرّیت عن عبد اللہ بن شقیق ان التاخیر کان لاجل خطبۃ خطبھا[2]۔

مسلم نے زبیر ابن خرّیت کے واسطہ سے عبداللہ ابن شقیق سے روایت کی کہ یہ تاخیر ایک خطبہ دینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

وله بطریق عمران بن حُدَیر عن عبد اللہ المذکور عن ابن عباس، فی القصۃ، قال: کنا نجمع بین الصلاتین علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]۔

اور مسلم نے بطریقہ عمران ابن حدیر، عبداللہ ابن شقیق سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے مذکورہ واقعے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔

وللطحاوی من ھذا الوجہ، قد کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربما جمع بینھما بالمدینۃ[4]۔

اور طحاوی اسی سند سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بارہا دو نمازوں کو مدینہ میں اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ان روایاتِ صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا بجماعت جمع فرمائیں سفر وخطر و مطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر ملحی کی نفی سوق بیان سے صاف مستفاد معہذا جب نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مریض ومعذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا اسی بناء پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب واستناد بجمع مذکور انتفائے اعذار پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کے لیے

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۹
[2] صحیح لمسلم جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۶
[3] " " " " " " " " "
[4] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۱

marfat.com

قال لان لاتحرج امته ، ان جمع رجل[1]

علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا تھا ؟ تو انھوں نے جواب دیا تاکہ امت پر تنگی نہ ہو، اگر کوئی شخص جمع کرلے ۔ (ت)

ابن جریر اسی جناب سے بایں لفظ راوی ،

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فکان یؤخر الظھر ویعجل العصر فیجمع بینھما، ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینھما[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ ظہر میں تاخیر کرکے اور عصر میں تعجیل کرکے دونوں کو جمع کرلیتے تھے، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کرکے دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے ۔ (ت)

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اُسی جناب سے یوں ہے :

اذا بادر احدکم الحاجۃ فشاء ان یؤخر المغرب ویعجل العشاء ثم یصلیھما جمیعا فعل[3]۔

اگر تم میں سے کسی کو کسی ضرورت کی بنا پر جلدی ہو اور وہ چاہے کہ مغرب کو مؤخر کرکے اور عشاء میں جلدی کرکے دونوں کو یکجا پڑھ لے، تو ایسا کرلے ۔ (ت)

ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بیشک آسانی و رحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت۔

تاسعا : عبدالرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بین الظھر والعصر فی یوم مطیر[4] یعنی امیر المؤمنین فاروق اعظم نے مینہ کے سبب ظہر و عصر جمع کی۔

اقول ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کے نزدیک جمع وقتی حرام و گناہِ کبیرہ ہے جس کا بیان اِن شاء اللہ المنان فصل چہارم میں آتا ہے لاجرم جمع صوری فرمائی۔

عاشراً : طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء یؤخر ھذہ فی اٰخر وقتھا ویعجل ھذہ فی اوّل

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مغرب و عشاء کو جمع فرماتے، مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اوّل

---

[1] مصنف ابی بکر عبدالرزاق حدیث ۴۴۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۵۶
[2] کنزالعمال الاکمال من صلوٰۃ المسافر حدیث ۲۲۷۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۸/۲۵۰
[3] کنزالعمال " " " ۲۰۱۹۰ " " " ۷/۵۴۷
[4] المصنف لعبدالرزاق باب جمع بین الصلوٰتین فی الحضر حدیث ۴۴۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۵۶

marfat.com

شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند مؤیدات بھی بیان کیے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کر لیجئے بالجملہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنظرِ رحمت و آسانیِ اُمّت کی تھی، مُلّا جی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔

سادساً : عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعثِ مشقت و منافی رخصت جانا خود اسی حدیثِ ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افاد الامام الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زیلعی وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے۔ت) یہ صریح منافقت ہے۔

اقول مُلّا جی تو تقلید جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ عنقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں اَن کہی بولتے[ف۱] ہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو حالتِ قیام میں بلا عذر آنحضرت[ع۱] نے جمع کی تھی جیسا کہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرت[ع۲] نے حالت قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ ملّا جی! ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رافت کیونکر ہو گئی۔

سابعاً : حدیث حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی احمد و ابو داؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان مستحاضہ کے لیے جمع صوری پسند فرمائی ہے ملّا جی کو وہاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا کہ وہ مقیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔[ف۲]

اقول مُلّا جی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھُلے میدانوں میں، اب کیا دُنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان[ع۳] ناقصات العقل کے لیے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہو گئی۔

ثامناً : عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی :

قال، قال عبد اللہ: جمع لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مقیما غیر مسافر، بین الظھر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال رجل لابن عمر: لم تری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل ذلک؟

اس نے کہا کہ عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے۔ یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشار کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پُوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ

ع۱ و ع۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ (م)

ع۳ یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کو جمع صوری میسر ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

ف۱ معیار الحق ص ۴۰۰ ف ۲ معیار الحق ص ۴۱۸

marfat.com

عن بقیۃ[۲] وعثمٰن[۳][۱] ، کلھم عن شعیب بن ابی حمزہ ۔ و مسلم عن ابن وھب عن یونس[۴] ۔ والبخاری عن علی[۵] بن المدینی ، ومسلم عن یحیٰی[۶] بن یحیٰی وقتیبۃ[۷] بن سعید و ابی[۸] بکر بن ابی شیبۃ وعمر[۹] والناقد ، والدارمی عن محمد[۱۰] بن یوسف ، والنسائی عن محمد[۱۱] بن منصور ، والطحاوی عن الحمانی[۱۲] ، ثمانیتھم عن سفین بن عیینۃ ، ثلثتھم اعنی شعیبا ویونس وسفین عن الزھری عن سالم ، ومسلم عن یحیٰی[۱۳] بن یحیٰی ، والنسائی عن قتیبۃ[۱۴] ، والطحاوی عن ابن وھب[۱۵] ، کلھم عن مالک ، والنسائی بطریق عبدالرزاق ثنا معمر عن موسٰی[۱۶] بن عقبۃ ، والطحاوی عن لیث[۱۷] ، والبیھقی فی الخلافیات من طریق یزید بن ھارون عن یحیٰی[۱۸] بن سعید ، اربعتھم عن نافع ، کلاھما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما ۔

عثمان سے ، یہ سب (ابوالیمان ، بقیہ ، عثمان) شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں ۔ اور مسلم ، ابن وہب سے ، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں ۔ اور بخاری ، علی ابن مدینی سے ۔ اور مسلم ، یحیٰی ابن یحیٰی ، قتیبہ ابن سعید ، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عمر والناقد سے ۔ اور دارمی ، محمد ابن یوسف سے ۔ اور نسائی ، محمد ابن منصور سے ۔ اور طحاوی ، حمانی سے ۔ یہ آٹھوں (یعنی علی ، یحیٰی ، قتیبہ ، ابوبکر ، عمرو ، ابن یوسف ، ابن منصور ، حمانی) سفیان ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں ۔ پھر تینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی) یعنی شعیب ، یونس اور سفیان ، زہری کے واسطے سے ، سالم سے راوی ہیں ۔ اور مسلم ، یحیٰی ابن یحیٰی سے ۔ اور نسائی ، قتیبہ سے ۔ اور طحاوی ابن وہب سے ۔ یہ تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں ۔ اور نسائی ، بطریق عبدالرزاق ، وہ معمر سے ، وہ موسٰی ابن عقبہ سے روایت کرتے ہیں ۔ اور طحاوی لیث سے روایت کرتے ہیں ۔ اور بیہقی خلافیات میں بطریق یزید ابن ہارون ، یحیٰی ابن سعید سے روایت کرتے ہیں ۔ یہ چاروں (آخری راوی یعنی مالک[۱] ، موسٰی[۲] ، لیث[۳] ، یحیٰی[۴]) نافع سے راوی ہیں ۔ (سالم اور نافع) دونوں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں ۔ (ت)

حدیث[۲] معلق بخاری

ووصلہ البیھقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما ، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجمع بین صلاۃ الظھر والعصر اذا کان علی ظھر سیر ،

بیہقی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرلیتے تھے ۔ اسی طرح مغرب وعشاء بھی جمع کرلیتے تھے ۔

marfat.com

وقتہا[1] وقت میں۔ (م)

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملّا جی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا رَدِ ان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے غرض شاباش ہے تمہارے جگرے کو کہ صحیح حدیثوں کے رَدّ و ابطال میں کوئی دقیقہ مغالطۂ جاہلین و مکابرۂ عالمین و تقلید مقلدین کا اُٹھا نہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

افادۂ رابعہ: الحمدللہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر نیمروز ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہوگئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو جمع فرمایا عصر و عشا سے ملانے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی وامثال ذلک کسی میں مخالف کے لیے اصلاً حجت نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور استدلال مخالف احتمالِ موافق سے مطرود و مخذول مثل حدیث بخاری و مسلم و دارمی و نسائی و طحاوی و بیہقی بطریق سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلم و مالک و نسائی و طحاوی بطریق نافع

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جد بہ السیر[2]۔ وفی لفظ مسلم والنسائی من طریق سالم ، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینہا و بین صلاۃ العشاء[3]۔

ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں تیزی ہوتی تھی تو آپ مغرب و عشاء کو جمع کرتے تھے۔ اور مسلم کی ایک روایت اور نسائی کی بطریق سالم روایت کے الفاظ یُوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کے دوران چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کر دیتے تھے کہ عشا کے ساتھ ملا لیتے تھے۔ (ت)

یہ معنی مجمل بروایات سالم و نافع مستفیض ہیں۔

فرواہ البخاری عن ابی الیمان[1] ، والنسائی

چنانچہ بخاری ابوالیمان سے ، نسائی بقیہ اور

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبداللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۴۷
[2] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱
[3] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۵

marfat.com

وحدیث مالک وشافعی ودارمی ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی مطولاً ومختصراً

عن عامر بن واثلة ابی الطفیل عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہم قال: جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء، قال: فقلت، ما حملہ علی ذلک؟ قال، فقال: اراد ان لا یحرج امتہ[1]

عامر ابن واثلہ ابوالطفیل، معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع کیا تھا۔ واثلہ نے کہا کہ میں نے پوچھا: "اس کی وجہ کیا تھی؟" تو معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب دیا کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی اُمت کو کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

ھذا لفظ مسلم فی الصلاۃ، ومثلہ للطحاوی، وعند الترمذی صدرہ فقط، وھو احد لفظی الطحاوی ولمالک و من طریقہ عند مسلم فی الفضائل، خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عام غزوۃ تبوک، فکان یجمع الصلاۃ، فصلی الظھر والعصر جمیعا، والمغرب والعشاء جمیعا حتی اذا کان یوما اخر الصلاۃ، ثم خرج فصلی الظھر والعصر جمیعا، ثم دخل، ثم خرج بعد ذلک، فصلی المغرب و العشاء جمیعا[2]، الحدیث بطولہ، و ھو بھذا القدر من دون زیادۃ عند الباقین۔

یہ مسلم کے الفاظ ہیں کتاب الصلوٰۃ میں، اور طحاوی نے بھی یونہی روایت کی ہے۔ ترمذی میں صرف اس کا ابتدائی حصّہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی صرف ابتدائی حصّے پر مشتمل ہے۔ مالک کے ہاں، اور انہی کے طریقے سے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا اور مغرب وعشا کو ملا کر پڑھا حتّٰی کہ ایک روز آپ نے نماز کو مؤخر کیا، پھر تشریف لائے تو ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا۔ پھر اندر تشریف لے گئے پھر باہر جلوہ افروز ہوئے اور مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھا۔ مالک اور مسلم نے اس حدیث کو آخر تک پوری طوالت سے ذکر کیا ہے۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں اسی قدر ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے۔ (ت)

وحدیث مالک مرسلاً ومسنداً

من طریق داود بن الحصین عن الاعرج

بطریقہ داؤد ابن حصین، اعرج سے، وہ ابوہریرہ

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۶

[2] الصحیح لمسلم باب فی معجزات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کتاب الفضائل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۶

marfat.com

ویجمع بین المغرب والعشاء[1]۔ وھو عند مسلم واٰخرین بذکر غزوۃ تبوك، ولابن ماجۃ من طریق ابرٰھیم بن اسمٰعیل عن عبدالکریم عن مجاھد وسعید بن جبیر وعطاء بن ابی رباح وطاؤس، اخبروہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ اخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یعجلہ شئ ولا یطلبہ عدو ولا یخاف شیأ[2]۔ **قلت**: ابرٰھیم ھذا، ھو ابن اسمٰعیل بن مجمع الانصاری، ضعیف۔ وعبدالکریم، ان لم یکن ابن مالك الجزری، فابن ابی المخارق، وھو اضعف واضعف۔ والمعروف حدیثہ فی الجمع بالمدینۃ۔ رواہ الشیخان وجماعۃ، کما قدمناہ بطرقھا والفاظھا عما قریب۔

یہ روایت مسلم اور دیگر محدثین کے نزدیک غزوہ تبوک کے تذکرے سے متعلق ہے۔ اور ابن ماجہ بطریقہ ابراہیم بن اسمٰعیل راوی ہیں کہ عبدالکریم کو مجاہد، سعید ابن جبیر، عطاء ابن ابی رباح اور طاؤس نے خبر دی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں مغرب و عشاء جمع کرلیتے تھے حالانکہ نہ آپ کو جلدی ہوتی تھی نہ دشمن تعاقب میں ہوتا تھا اور نہ کسی اور چیز کا خوف ہوتا تھا۔ **قلت** (میں نے کہا): یہ وہی ابن اسمٰعیل ابن مجمع انصاری ہے جو ضعیف ہے۔ اور عبدالکریم اگر ابن مالک جزری نہیں ہے، تو ابن ابی المخارق ہوگا اور وہ بہت ضعیف اور بہت ہی ضعیف ہے۔ ابن عباس کی جو حدیث معروف ہے وہ مدینہ میں جمع کرنے کی ہے (نہ کہ سفر میں) اس کو بخاری، مسلم اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ تھوڑا ہی پہلے ہم اس کے تمام طریقے اور الفاظ بیان کرآئے ہیں۔ (ت)

وحدیث[3] بخاری تعلیقاً ووصلاً وطحاوی وصلاً عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین ھاتین الصلاتین فی السفر، یعنی المغرب والعشاء۔

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان دو نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے، یعنی مغرب اور عشاء کو۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴۹
[2] سنن ابن ماجہ باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۶
[3] شرح معانی الآثار " " " " " " " " ۱/۱۱۱

marfat.com

وسلم اذا جد به السیر جمع بین الظهر و العصر، والمغرب والعشاء، قال الترمذی، سألت محمدا، یعنی البخاری عن هذا الحدیث، فقال: الصحیح، هو موقوف عن اسامة بن زید۔[1]

وسلم کو جب چلنے میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد، یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر موقوف ہے۔ (ت)

وحدیث:

احمد بطریق ابن لهیعة عن ابن الزبیر قال، سألت جابرا رضی الله تعالٰی عنه، هل جمع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بین المغرب والعشاء؟ قال: نعم، عام غزونا بنی المصطلق۔[2]

احمد بطریقہ ابن لہیعہ، ابوالزبیر سے راوی ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، جس سال ہم غزوۂ بنی مصطلق کے لیے گئے تھے"۔ (ت)

وحدیث ابن ابی شیبہ وابوجعفر طحاوی

اما الاول فبطریق ابن ابی لیلٰی عن هذیل، و اما الاٰخر فعن ابی قیس الاودی عن هذیل بن شرجبیل عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم جمع، ولفظ الاٰخر کان یجمع، بین الصلاتین فی السفر۔[3]

پہلے (یعنی ابن ابی شیبہ) بطریقہ ابن ابی لیلٰی، ہذیل سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی) ابوقیس اودی وہ ہذیل ابن شرجبیل سے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر کے دوران جمع کیا ـــــ طحاوی کے الفاظ یہ ہیں: "جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران"

وللطبرانی فی معجمیه الکبیر و الاوسط عنه رضی الله تعالٰی عنه قال: جمع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم

اور طبرانی نے اپنی دونوں معجموں، یعنی کبیر اور اوسط میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر و عصر

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۷/۹
نوٹ: یہ حوالہ مجھے ترمذی کی کتاب العلل میں نہیں مل سکا اور بڑی کوشش سے عمدۃ القاری سے ملا ہے۔ نذیر احمد سعید

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبداللہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۳/۳۴۸

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من قال یجمع المسافر بین الصلاتین مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۸

marfat.com

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الظھر والعصر فی سفرہ الی تبوک[1]۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر وعصر کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

ھکذا روی عن یحیٰی مسندا ، وھو عند محمد وجمھور رواۃ المؤطا عن عبد الرحمٰن بن ھرمز مرسلا ۔ وعبد الرحمٰن ، ھو الاعرج ۔

یہ حدیث یحیٰی سے بھی اسی طرح مسنداً مروی ہے ، مگر محمد اور مؤطا کے اکثر راوی اس کو عبدالرحمٰن ابن ہرمز سے مرسلاً روایت کرتے ہیں ، اور عبدالرحمٰن ، وہی اعرج ہے۔

وھو عند البزار عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر[2]۔

اور بزار کے ہاں عطاء ابن یسار ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (ت)

وحدیث[6] :

احمد وابن ابی شیبۃ بطریق حجاج ابن ارطاۃ ، مختلف فیہ ، عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وھو عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال : جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق[3]۔

احمد اور ابن ابی شیبہ بطریق حجاج ابن ارطاۃ ، جو مختلف فیہ ہے ، عمرو ابن شعیب سے ، وہ اپنے باپ سے ، وہ اس کے دادا سے ، یعنی عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ بنی مصطلق میں دو نمازوں کو جمع کیا۔ (ت)

وحدیث ترمذی فی کتاب العلل

حدثنا ابو السائب عن الجریری عن ابی عثمٰن عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

حدیث بیان کی ہم سے ابوالسائب نے جریری سے ، اس نے ابوعثمان سے ، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] مؤطا امام مالک الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۵-۱۲۴

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۳۳۰

[3] المصنف لابن ابی شیبہ " " " مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۴۵۸

marfat.com

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں۔ ملّا جی تو ایک ہوشیار ان احادیث اور ان کے امثال کو محتمل و بے سُود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور اغوائے عوام کے لیے یُوں گول در پردہ کہہ گئے کہ جمع بین الصلاتین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ[1] سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔ پھر پندرہ[15] صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا لاکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ اُن میں فقط جمع کرنا رسول اللہ[2] کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ اُن حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اسی لیے وُہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انھیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں اھ ملخصاً۔

اقول بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محتمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیثِ صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہِ تلبیس پندرہ[15] صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جا بجا عوام کو دہشت دلانے کے لیے کہیں چودہ کہیں پندرہ سُنانا کیا مقتضائے مُلّائیت ہے اب تو مُلّا جی کی تحریر خود اُن پر بازگشتی تیر ہوئی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انھیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں، رہے وُہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسر نا قابل تاویل کہتے ناظرین نقاد کا خوف نہ لائے وہ صرف چار ہیں دو جمع تقدیم دو جمع تاخیر میں، اُن روایات کا حال بھی عنقریب اِن شاء اللہ القریب المجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہوگا کہ دعوٰی کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے تین ہاتھ پیر آتا ہے وللہ الحجۃ السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم

واضح ہو کہ جمع تقدیم غایت درجہ ضعف و سقوط میں ہے حتی کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہُوئی مگر مُلّا جی اپنی مُلّائیت کے بھروسے بیڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے ؎

چلا تو ہے وہ بت سیمتن شب وعدہ
اگر حجاب نہ روکے حیا نہ یاد آئے

جمع تقدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں، ابھی سُن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں

---

[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ۱۲ منہ (م)، ف معیار الحق صـ ۳۶۶

marfat.com

بین الظهر والعصر ، والمغرب والعشاء ، فقیل له فی ذلك ، فقال ،صنعت ذلك لئلا تحرج امتی[1]۔

اور مغرب وعشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح اس لیے کیا ہے تاکہ میری اُمّت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (ت)

وحدیث[10]

طبرانی فی المعجم الاوسط عن عطا عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر[2]۔

طبرانی معجم اوسط میں ابونضرہ سے، وہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

وحدیث[11] مرسل وبلاغ مالک

انہ بلغہ عن علی بن حسین ، ھو ابن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم انہ کان یقول :کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومہ ، جمع بین الظھر والعصر، واذا اراد ان یسیر لیلہ ، جمع بین المغرب والعشاء[3]۔

مالک کو علی ابن حسین ابن علی رضی اللہ عنہم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دن کو سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر وعصر کو جمع کرلیتے تھے اور جب رات کو سفر کرنا چاہتے تھے تو مغرب وعشاء کو جمع کرلیتے تھے۔ (ت)

ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مؤطا شریف میں حدیث پنجم روایت کرکے فرماتے ہیں:

بھذا ناخذ ، والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولٰی منھما فتصلی فی اٰخر وقتھا ، وتعجل الثانیۃ فتصلی فی اول وقتھا[4]۔

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع بین الصلاتین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی کو مؤخر کرکے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری کو جلدی کرکے اول وقت میں۔ (ت)

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر جمع فرماتے ہم

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۲۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/۲۶۹
[2] معجم اوسط، حدیث نمبر ۵۵۵۸ مکتب المعارف ریاض ۲/۲۶۲
[3] مؤطا امام مالک جمع بین الصلاتین میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۶
[4] مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۱

marfat.com

عجل العشاء فصلاها مع المغرب[1] ۔ رواہ احمد وابوداود والترمذی وابن حبان والحاکم والدارقطنی والبیھقی ۔ زاد الترمذی بعد قولہ : اذا ارتحل بعد زیغ الشمس ، عجل العصر الی الظھر وصلی الظھر والعصر جمیعا ۔ الحدیث[2] ۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوچ فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر وعصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشا کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوچ فرماتے تو عشا میں تعجیل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہ ہے حیث قال : حدیث اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل عن معاذ ، حدیث غریب ، والمعروف عند اھل العلم حدیث معاذ من حدیث ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع فی غزوۃ تبوک بین الظھر والعصر ، وبین المغرب والعشاء ۔ رواہ قرۃ بن خالد و سفین الثوری ومالک وغیر واحد عن ابی الزبیر المکی[3] ۔

چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وُہ حدیث جو لیث نے یزید ابن ابی حبیب سے ، اس نے ابوالطفیل سے ، اس نے معاذ سے روایت کی ہے ، وہ غریب ہے اور اہلِ علم کے نزدیک معروف معاذ کی وُہ حدیث ہے جو ابوالزبیر نے بواسطہ ابوالطفیل معاذ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کیا ۔ اس کو قرۃ ابن خالد ، سفیان ثوری ، مالک اور دوسروں نے ابوالزبیر مکی سے روایت کیا ہے ۔ (ت)

پھر ائمۂ شان مثل ابوداود و ترمذی و ابوسعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سوا قتیبہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا[4] کما نقلہ الامام البدر فی العمدۃ والشوکانی الظاھری فی شرح المنتقی عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جیسا کہ امام بدر نے عمدۃ میں اور شوکانی الظاہری نے شرح منتقی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا ۔ ت) امام ابوداؤد نے

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۲
[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۷۲
[3] " " " " " "
[4] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۲۴۳

marfat.com

پھر بعد ذکرِ احادیث[1] فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا[2]: نصوص قاطعہ تاویل۔ اس سے اوپر لکھا: احادیثِ[3] صحاح جو جمع بین الصلاتین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل ؎

بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خُوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرقریزی دو[2] حدیثیں تلاش کر کے لائے وُہ بھی ثمرۂ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید جامد سے۔

حدیث اوّل بعض طرقِ حدیث سیدنا معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس جناب سے روایت صحیحہ معروفہ مشہورہ مرویۂ کبار ائمہ تو وُہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جماہیر ائمہ وحفّاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعۃ من الحفاظ، منھم سفیٰن الثوری وقرۃ بن خالد ومالك بن انس و اٰخرون، اما سفیٰن فعند ابن ماجۃ، واما قرۃ فعنہ خالد بن الحارث عند مسلم، وعبد الرحمٰن بن مھدی عند الطحاوی، واما مالك فعنہ الشافعی فی مسندہ، وابن وھب عند الطحاوی، وابو القاسم عند النسائی، وابو علی الحنفی عند الدارمی، وعن الدارمی مسلم فی صحیحہ۔

اس حدیث کو ابو الزبیر سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے، حفّاظ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جن میں سفیان ثوری، قرۃ ابن خالد، مالک بن انس اور دیگر محدثین شامل ہیں۔ سفیان ثوری کی روایت ابن ماجہ کے ہاں ہے۔ قرۃ ابن خالد سے خالد ابن حارث نے جو روایت لی ہے وُہ مسلم میں ہے، اور جو عبد الرحمان ابن مہدی نے لی ہے وُہ طحاوی میں ہے۔ مالک سے جو روایت شافعی نے لی ہے وُہ ان کے مسند میں ہے۔ جو ابنِ وہب نے لی ہے وُہ طحاوی کے ہاں ہے۔ جو ابو القاسم نے لی ہے وُہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابو علی حنفی نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور دارمی سے مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ (ت)

یہی اہلِ علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل یُوں آئی: ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوك، اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظھر حتی یجمعھا الی العصر فیصلیھما جمیعا، واذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظھر والعصر جمیعا ثم سار، وکان اذا ارتحل بعد المغرب

---

[1] معیار الحق ص۳۸۳ [2] ایضاً ص۴۱۸ [3] ایضاً ص۴۰۳

كما تقدم ، ومن يشبه اباءه فما ظلم
ثمّ اقول : وتحسين الترمذى يرجع
الىٰ حديث معاذ ، لقوله : حديث معاذ
حديث حسن غريب - واذا اتى على هذه
الرواية لم يحسنه ، انما قال : وحديث
الليث عن يزيد غريب - وافاد انه خلاف
المعروف ، فقال : والمعروف عند اهل
العلم حديث معاذ[1] الخ واما ابن حبان فلا
نعلم له فضلا على ابى سعيد بن يونس ،
فانه ايضا ثقة ، ثبت ، حافظ ، امام
من ائمة الشان ، كلاهما من الاقران ، من
تلامذة الامام النسائى ابى عبد الرحمٰن - و
ابن يونس ، لنزاهته من نفس فلسفى ،
احب الى الناس من ابن حبان - وقد
قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فى طبقات
الشافعية : ربما غلط الغلط الفاحش
فى تصرفاته[2] ، كما نقله الذهبى فى تذكرة
الحفاظ - فانى يدانى ابا داود ، فضلا ان
يوازيه ، فضلا ان يباريه ، فضلا عن
ذالك الجبل الجليل محمد بن اسمعيل .
وقد عرف بالتساهل فى باب التصحيح ،
بل والتحسين ، هو والترمذى : كما نص

جیسا کہ گذرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے
اس کا کوئی قصور نہیں. **ثم اقول** پھر میں کہتا ہوں)
کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے
کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے
اور جب اس روایت کا ذکر کیا اسے حسن نہیں کہا صرف یہ
کہا کہ لیث کی یزید سے مروی حدیث غریب ہے. ترمذی
نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے.
چنانچہ ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف،
معاذ کی وہ حدیث ہے الخ. رہا ابن حبان تو اسکی سعید ابن یونس
پر کوئی برتری ہمارے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے
ثبت ہے، حافظ ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک
امام ہے. دونوں ہم زمان ہیں اور امام ابو عبد الرحمن نسائی
کے شاگردوں میں سے ہیں. تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک
ہونے کی وجہ سے لوگوں کے ہاں ابن حبان سے زیادہ
پسندیدہ ہے. امام ابو عمر ابن صلاح نے طبقات الشافعیہ
میں کہا ہے کہ ابن حبان کو تصرفات حدیث کے دوران
بسا اوقات شدید غلطی لگ جاتی تھی، جیسا کہ ذہبی نے
تذکرۃ الحفاظ میں بیان کیا ہے - تو پھر ابن حبان ابو داؤد
کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چہ جائیکہ اس کا
ہمسر ہو، چہ جائیکہ اس کے مقابل ہو. اور علم کے
عظیم پہاڑ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا مقام تو پھر بہت
ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو صحیح قرار دینے
میں متساہل ہے - بلکہ حسن قرار دینے میں بھی یہ اور ترمذی

---

[1] جامع الترمذی باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۲۷
[2] تذکرۃ الحفاظ فی ترجمۃ ابن حبان مطبوعہ حیدر آباد دکن ۳/۱۲۶

marfat.com

منکر کہا[1] کما فی البدر المنیر وعنہ فی النیل (جیساکہ بدرمنیر میں ہے اور اس سے نیل الاوطار نے نقل کیا ہے) بلکہ رئیس الناقدین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکر وحیلہ شیوخ پر اُن کی ناشنیدہ روایتیں داخل کردیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام زیلعی شارح کنز و امام بدرعینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ کے سوا شافعیہ و مالکیہ وظاہریہ قائلان جمع بین الصلاتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زرقانی مالکی شارح موطا ومواہب وشوکانی ظاہری شارح منتقی وغیرہم نے امام ابن یونس وامام ابوداؤد وابوعبداللہ حاکم وامام المحدثین بخاری سے نقل کیں بلکہ انھیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدرمنیر وغیرہ نے امام ابوداؤد سے حکم مطلق نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابلِ استناد نہیں کما سیأتی اِن شاء اللہ تعالٰی (جیساکہ اِن شاء اللہ تعالٰی آگے آئیگا۔ ت) تو باوصف تصریحات ائمہ شان خصوصاً بخاری کے پھر ملّا جی کا اس روایت کی تصحیح میں عرق ریزی بے حاصل اور توثیق لیث وقتیبہ وغیرہما رواۃ وقبول تفرد ثقہ کے اثبات میں تطویل لاطائل کرنا کیسی جہالتِ فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی حبیب یا معاذاللہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ ضعیف ہیں، ملّا جی بایں پیرانہ سالی و دعوے محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اُس کے لیے کچھ ضعفِ راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف وثاقت و عدالت رواۃ حدیث میں علت قادحہ ہوتی ہے کہ اُس کا رَد واجب کرتی ہے جسے بخاری وابوداؤد وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں بخاری وابوسعید و حاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انھیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑگئے پھر اس سے عدالتِ قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا، وثاقتِ قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا، ہاں یہ دفترِ توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیرمقلد لامذہب کو سنائیے جس خبیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رَد میں سیدنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو عیاذاً باللہ مقدوح ومجروح بتایا جسے دوسرے غیرمقلد شوکانی نے نقل کیا، غیرمقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رَد پر آتے ہیں خوفِ خدا وشرمِ دُنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لیے صحیح بخاری شریف کی صحیح ومتصل حدیث کو بزعمِ تعلیق رَد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بناکر احادیث صحیحہ جیدہ کو رَد کرنے کے لیے آپ نے سیکھے ہیں،

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۳

marfat.com

راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری[1]۔

جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ومن المؤیدات للحمل علی الجمع الصوری ایضا، ما اخرجہ ابن جریر عن ابن عمر، قال، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم، فکان یؤخر الظھر و یعجل العصر فیجمع بینھما، ویؤخر المغرب و یعجل العشاء فیجمع بینھما۔ وھذا ھو الجمع الصوری[2]۔

جمع صوری پر حمل کرنے کی مؤیدات میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو ظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی، اس طرح دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ اسی کو جمع صوری کہتے ہیں۔ (ت)

معہذا ظہر و مغرب کا جب وقت کھو دینا ٹھہرا تو عصر و عشا میں جلدی کا ہے کی، اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جاتیں، ہاں جمع صوری اُن کی تعجیل ہی سے ممکن، تو حدیث اُسی طرف ناظر، بالجملہ شک نہیں کہ یہ روایت بھی اُنھیں احادیث مجملۃ الکیفیۃ سے ہے جسے مُلّا جی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسر ناقابل تاویل مان لیا۔ الحمدللہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں:

(جمع بین الظھر والعصر) ای فی المنزل، بان اخر الظھر الٰی اٰخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ۔

(ظہر و عصر کو جمع کیا) یعنی قیام گاہ میں، ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعجیل کر کے اول وقت میں پڑھا۔ (ت)

پھر فرمایا:

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل، کما سبق[3]۔

(مغرب و عشاء کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)

---

[1] و [2] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار باب الجمع المقیم لمطر او غیرہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۶
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۲۲۵

marfat.com

علیہ الائمۃ وحققناہ فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث علی ان الجرح مقدم فی مثل المقام، فان من اثبت فانما نظر الی ثقۃ الرواۃ، ولم یطلع علی ما اطلع علیہ غیرہ من العلۃ، و من یعلم قاض علی من لا یعلم۔ واللہ اعلم، من کل اعلم۔

متساہل ہیں، جیسا کہ ائمہ نے تصریح کی ہے اور ہم نے اپنے رسالے "مدارج طبقات الحدیث" میں تحقیق کی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے مقام پر جرح، تعدیل سے مقدم ہوتی ہے کیونکہ جو علماء، حدیث کو ثابت قرار دیتے ہیں وہ صرف راویوں کا ثقہ ہونا مدنظر رکھتے ہیں اور اس خامی سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں جس سے دوسرے واقف ہوتے ہیں اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی نسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم من کل اعلم۔ (ت)

ثم اقول اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام علما طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے نظر تحقیق کو رخصت تدقیق دیجئے تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اُس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کُوچ ہوتا تو راہ میں اُتر کر ورنہ منزل ہی پر پہلی صورت میں جمع بعد سیر ہوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خلاف کیا ہوا حدیث کا کون سا لفظ حقیقی کی تعیین کر رہا ہے اذا ارتحل بعد ما زیغ الشمس میں خواہی نخواہی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا صلی ثم سار ہے بلکہ الفاظ اخر الظہر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کر کے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم و متبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں، ولہذا علمائے کرام مثل امام اجل طحاوی و ابو الفتح ابن سید الناس وغیرہما بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاخیر و تعجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا، شرح منتقی میں کہا:

مما یدل علی تعین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری، ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس، بلفظ، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظہر والعصر جمیعا، والمغرب والعشاء جمیعا، اخر الظہر وعجل العصر، و اخر المغرب وعجل العشاء۔ فہذا ابن عباس،

جن وجوہات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہو جاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تخریج کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب و عشا کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل فرمائی، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشا میں تعجیل فرمائی تو یہ ابن عباس

marfat.com

اول فا کو ترتیب ذکری کافی، مسلم الثبوت میں ہے،

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی الذکر[1] فاء ترتیب کے لیے بطور تعقیب ہے خواہ یہ ترتیب ذکر میں ہو۔ (ت)

ثانی عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کما فی فواتح الرحموت[2] (جیسا کہ فواتح الرحموت میں ہے۔ ت) تزوج فولدلہ میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اُسی آن میں بچہ پیدا ہوا تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے فا نہیں، ظہر و عصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا۔

ثالث ہاجرہ ظرف خروج ہے ممکن کہ خروج آخر ہاجرہ میں ہو کہ وضو و نماز ظہر تک تمام ہو جائے اور نمازِ عصر بلا مہلت اُس کے بعد ہو، ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقتِ ظہر کو بھی شامل ہے کما فی القاموس۔ تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محض باطل۔

رابع حدیث مروی بالمعنٰی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فا و واو وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجۃ البالغۃ۔ یہ تلخیص و تہذیب اجوبہ ہے وقد ترکنا مثلھا فی العدد (اور ہم نے اتنے ہی جوابات ترک کردیئے ہیں۔ ت) **وانا اقول وبحول اللہ اصول۔**

خامس ہاجرہ کو ظرف افعال ثلثہ کہنا محض ادعائے بے دلیل ہے "وہ" تعقیب چاہتی ہے۔ اتحاد زمانہ نہیں چاہتی بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں۔

سادس ظرفیت ثلثہ فا سے ثابت یا خارج سے اول بداہۃً باطل کما علمت بر تقدیر ثانی حدیث فا لغو محض ہے کہ عصر فی الہاجرہ اُسی قدر سے ثابت، پھر باوصف لغویت اُسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فا یہ معنے ہوئے اور عجیب تر۔

سابع ذرا صفت حجۃ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیح مسلم وغیرہ میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

فلما کان یوم الترویۃ توجھوا الی منٰی فاھلوا بالحج ورکب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی بھا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والفجر[3]

جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حج کا احرام باندھ کر منٰی کو چلے اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوئے تو منٰی میں ظہر و عصر و مغرب و عشا و فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ (م)

---

[1] مسلم الثبوت مسئلہ الفاء للترتیب مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۶۱

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستصفی بحث الفاء للتعقیب مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۳۴

[3] الصحیح لمسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۶

marfat.com

حدیث دوم اورتم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وُہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلاً علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نام نہیں، نشان نہیں، بُو نہیں، گمان نہیں۔ خود قائلینِ جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا، ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شراح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کرجاتے ہیں لکھ دیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے ملّا جی چار طرف ٹٹول میں تھے ہی تقلید جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑ لے انہیں بند کیے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا لکم لکل ساقطۃ لاقطۃ (ہر گری ہُوئی چیز کو کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے ت) جھٹ خوش خوش اٹھا لائے اور معرکۂ مناظرہ میں جما دی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، خرج علینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء، فتوضأ فصلی لنا الظھر والعصر[1]۔ ولفظ البخاری، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ، فصلی بالبطحاء الظھر رکعتین والعصر رکعتین[2]۔

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقامِ بطحاء میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور ہمیں ظہر وعصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ یُوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقامِ بطحاء میں ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ (ت)

سچ تو ہے مُلّا جی کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح ناصالح تاویل بتانا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ! حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمۂ اقدس سے برآمد ہوکر وضو کیا اور ظہر وعصر دونوں اُسی موضع بطحاء میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو، ملّا جی تو آپ جانیں ایک ہوشیار ہیں خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہذا یہ نامندمل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی بولے اور یُوں اپنی نحودانی کے پردے کھولے کہ ہاجرہ[ف] خروج ووضو وصلاۃ سب کی ظرف ہے اور فا ترتیب بے مہلت کے لیے تو بمقتضائے فامعنے یہ ہُوئے کہ یہ سب کام ہاجرہ ہی میں ہولیے، ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی ناروا، علاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلّے توضأ سے بے مہلت مربوط تو معطوفِ معمول کو جُدا کرلینا کیونکر جائز اھ ملخصا مھذبا مترجما۔ اس پر بہت وجوہ سے رَد ہیں، مثلاً:

---

[1] الصحیح لمسلم باب سترۃ المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۶
[2] الصحیح للبخاری کتاب المناقب، باب صفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ۱/۵۰۲
[ف] معیار الحق ص ۳۶۷-۳۶۹

marfat.com

رکعتین والعصر رکعتین[1]
نیز باب مذکور
بطریق مالک بن مغول عن عون عن ابیہ ، وفیہ ، خرج بلال فنادی بالصلاۃ ، ثم دخل فاخرج فضل وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، فوقع الناس علیہ یاخذون منہ ، ثم دخل فاخرج العنزۃ ، وخرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، کانی انظر الی وبیص ساقیہ ، فرکز العنزۃ ، ثم صلی الظہر رکعتین والعصر رکعتین[2]۔

عصر کی دو رکعتیں۔ (ت)
بطریقہ مالک ابن مغول ، وہ عون سے ، وہ اپنے والد سے۔ اس روایت میں ہے کہ بلال (خیمے سے) نکلے اور نماز کے لیے پکارا ، پھر اندر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے آئے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے ، بلال پھر اندر گئے اور عصا نکال لائے ، اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی باہر تشریف لے آئے — گویا کہ میں اب بھی آپ کی ساقین کی چمک دیکھ رہا ہوں — بلال نے عصا (بطور سترہ) زمین پر گاڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

چلے کہاں کو ، ان دو نے تو آپ کی تعقیب ہی بگاڑی ہے ، تیسرا اور نہ لیے جاؤ جو خود ظہر و عصر میں فاصلہ کر دکھائے ، صحیح مسلم شریف

بطریق سفین نا عون بن ابی جحیفۃ عن ابیہ ، وفیہ ، فخرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتوضأ ، واذن بلال ، ثم رکزت العنزۃ ، فتقدم فصلی الظہر رکعتین ، ثم صلی العصر رکعتین ، ثم لم یزل یصلی رکعتین حتی رجع الی المدینۃ[3]۔

بطریقہ سفین ، وہ عون سے ، وہ اپنے والد ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے۔ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور بلال نے اذان دی ، پھر عصا گاڑا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے ، تو ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں ، پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں ، اس کے بعد مدینہ کو واپسی تک دو ہی رکعتیں پڑھتے رہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب ، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۲
[2] صحیح البخاری " " " " " " " ۱/ ۵۰۳
[3] صحیح المسلم کتاب الصلاۃ ، باب سترۃ المصلی الخ " " " ۱/ ۱۹۶

marfat.com

ملّا جی وہی فا ہے وہی ترتیب وہی عطف وہی ترکیب۔ اَب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معاً بے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنے صلی الظھر والعصر الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں، اور یہ قطعاً محاورۂ عامہ شائعہ سائغہ ہے کہ اصلاً مفید وصل صلوات نہیں ہوتا ومن ادعی فعلیہ البیان (جو شخص دعوٰی کرتا ہے اس کے ذمّے دلیل ہے۔ ت)

ثامن کلام متناقض ہے کہ اوّل کلام میں حکم وصل سے عصر کا فعل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کہا یہ دلیل فساد۔

تاسع تاویل کے لیے قطعیتِ مانع ضروری جاننا عجب جہل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنے متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحیح اُس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو نقل کر لانا سہل ہے محل ومقام ومقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا۔

عاشر آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جابجا تاویلاتِ رکیکہ بارد کرتے ہیں اُن کے جواز کا فتوی کہاں سے پایا، مجتہدات میں قاطع کہاں، مثلاً وقتِ ظہر یک مثل بنانے کو جو حدیث صحیح صریح بخاری حتی ساوی الظل التلول کے معنے بگاڑے جن کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتا ہے اُس کا عذر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے؛ منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیثِ صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔[1] اب خدا جانے بے قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوئیں مخالفتِ ظاہر کے باعث سلفہ کیوں نہ ہوگئیں۔

حادی عشر طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اُٹھا کر چلے کہ وُہ حدیثیں جن میں تاویل مخالف کو دخل نہیں ذکر کرتے ہیں، اور یہاں ایسے گرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھیے جن میں فاء سے یہ فی نکالی، مگر یہی حدیث انھیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بطریق شعبۃ عن الحکم، قال: سمعت اباجحیفۃ، قال، خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء فتوضأ، ثم صلی الظھر

بطریقہ شعبہ، وہ حکم سے راوی ہے کہ میں نے ابوجحیفہ کو کہتے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحاء کی طرف نکلے تو وضو کیا، پھر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور

[1] معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۵۴

marfat.com

ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائمہ[1] (ابوداؤد نے فرمایا، تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ت)
بعینہٖ اسی طرح علامہ زرقانی مالکی نے شرح مؤطائے امام مالک ونیز شرح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرمایا شوکانی غیرمقلد کی نیل الاوطار میں ہے، قال ابوداود: ھذا حدیث منکر ولیس فی جمع التقدیم حدیث قائمہ[2] بھلا ابوداؤد سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرماگیا جسے علمائے مابعد حتی کہ قائلانِ جمع بھی بلاانکیر و انکار نقل فرماتے آئے، نہ آج تک کوئی اس کا پتا دے سکا، اب مُلّاجی چاہیں کہ میں حدیث صحیحین سے ثابت کردوں یہ کیونکر بنی مگر **قیامت لطیفہ** دلربا کھسیانی ادا یہ ہے کہ جھنجھلائی نظروں سے جل کر فرمایا[ف]: کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول کہا ہے، یعنی فقول ثقات عدول محض مردود و نامقبول جب تک قائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول مُلّاجی! ان جھنجھلاہٹوں میں حق بجانب تمہارے ہے تم دلی کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلانے کے قابل نہ تھے یہ حنفی لوگ عبث تمہیں چھوڑ کر بوکھلائے دیتے ہیں بھلا **اوّلا** اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمۂ جرح وتعدیل وتصحیح وتضعیف وغیرہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ان سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا۔

ثانیاً آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چناں کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے اُن میں کسی کا زمانہ تک نہ پایا صدہا سال بعد پیدا ہوئے انھیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیرناظر میں یہی کلام ہوگا، اب رہی دیکھنے والوں سے نقل سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیجئے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں اُن کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثا آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے اعتقاد پر نقل کرلائے اور اُن سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھاتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وُہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیے کہ یجوز للوھابی مالا یجوز لغیرہ (وہابی کے لیے وُہ کچھ جائز ہے جو دوسروں کیلئے جائز نہیں۔ت)

افاضۂ ثانیہ: رہی اس باب میں حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مروی احمد و شافعی و عبدالرزاق وبیہقی:

وھذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس عن عکرمۃ و

اور یہ احمد کی حدیث ہے، حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے، اس کو خبر دی ابن جریج نے، اس کو خبر دی حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس نے کہ عکرمہ اور

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۳۰۲
[2] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۳
ف. معیار الحق ص ۳۷۴

marfat.com

ملّا جی ! اب مزاج کا حال بتائیے ؎

حفظت شیأ وغابت عنك اشیاء

(تُو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں تجھ سے اوجھل رہ گئیں۔ت)

الحمدللہ اس فصل کے بھی اصل کلام نے وصل ختام بروجہ احسن پایا۔ اب حسبِ فصل اول چند افاضات لیجئے:

افاضہ اولٰی: ہمارے اجلّہ ائمہ حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور ملّا جی کے امام ظاہریہ سب بالاتفاق اپنی کتب میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابوداؤد صاحبِ سُنن نے فرمایا:

لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[1]۔ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (ت)

امام زیلعی فرماتے ہیں:

قال ابوداود: ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[2]۔ ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ت)

امام بدرمحمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قلت، حکی عن ابی داؤد انہ انکر ھذا الحدیث، وحکی عنہ ایضا، انہ قال: لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[3]۔ میں نے کہا: ابوداؤد سے منقول ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔ ان سے یہ بھی منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے (ت)

اسی طرح علامہ سیّد میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حکی عن ابی داود انہ قال: لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم۔ نقلہ میرك۔ فھذا شھادۃ بضعف الحدیث وعدم قیام الحجۃ للشافعیۃ۔[4] ابوداؤد سے منقول ہے کہ تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور شافعیوں کی دلیل قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔ (ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں: قد قال ابوداؤد:

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ مصر ۱/۲۹۲

[2] تبیین الحقائق اوقات الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۸۹

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ دمشق ۷/۱۵۱

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۲۵

marfat.com

بنادیتا تھا۔ ت) محمد بن سعد نے کہا: کان کثیر الحدیث، ولم ار ھم یحتجون بحدیثہ (حدیثیں بہت بیان کرتا تھا، علماء اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ ت) یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: متروك الحدیث۔ امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا: ترکت حدیثہ[1] (میں نے اسکی حدیث کو ترک کردیا ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا: ضعیف۔ اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی وشرح مؤطا زرقانی مالکی وشرح منتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لکن لہ شاھد من طریق حماد عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابن عباس، لا اعلمہ الا مرفوعا، انہ کان اذا انزل منزلا فی السفر فاعجبہ اقام فیہ، حتی یجمع بین الظھر والعصر، ثم یرتحل، فاذا لم یتھیأ لہ المنزل مد فی السیر فسار حتی ینزل، فیجمع بین الظھر والعصر۔ خرجہ البیھقی، ورجالہ ثقات، الا انہ مشکوك فی رفعہ، والمحفوظ انہ موقوف۔ وقد اخرجہ من وجہ اٰخر، مجزوما بوقفہ علی ابن عباس، ولفظہ: اذا کنتم سائرین، فذکر نحوہ[2]۔

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ حماد مروی ہے حماد ایوب سے، وہ ابوقلابہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) میرے خیال میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران کسی منزل پر اُترتے تھے اور وُہ جگہ پسند آجاتی تھی تو وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک ظہر وعصر کو یکجا پڑھتے تھے پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی منزل مہیا نہیں ہوتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی جگہ اُتر کر ظہر وعصر کو جمع کرلیتے تھے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ بیہقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے جس کے مطابق اس کا ابن عباس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (تو یُوں کیا کرو کہ .....) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔ (ت)

شرح مؤطا میں اسے ذکر کرکے فرمایا: وقد قال ابوداؤد لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم[3] (ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ت)

اقول وہ ضعیف اور اُس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح ومرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۴۴۰
[2] ارشاد الساری شرح بخاری باب یؤخر الظہر الی العصر اذا ارتحل الخ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۲/۳۰۰
[3] شرح الزرقانی علی الموطا امام مالک الجمع بین الصلوٰتین فی الحضر والسفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲

کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ، الا اخبرکم عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السفر ؟ قلنا : بلٰی ۔ قال ، کان اذا ارتحل زاغت الشمس فی منزلہ جمع بین الظھر والعصر ، قبل ان یرکب ، واذا لم تزغ لہ فی منزلہ سار ، حتی اذا کانت العصر ، نزل فجمع بین الظھر والعصر ۔ واشار الیہ ابوداود تعلیقاً[1] ، فقال : رواہ ھشام بن عروۃ عن حسین بن عبد اللہ عن کریب عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، ولم یذکر لفظہ[2] ۔

کریب ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پُوچھا : "کیا میں تمھیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں ؟ ہم نے کہا "کیوں نہیں (ضرور بتائیں) انھوں نے کہا کہ اگر جائے قیام پر زوال ہوجاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر جائے قیام پر زوال نہیں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابوداؤد نے تعلیقاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہشام ابن عروہ نے حسین ابن عبداللہ سے، اس نے کریب سے، اس نے ابن عباس سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ مگر ابوداؤد نے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے ہیں۔ (ت)

خود قائلانِ جمع اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لیے کچھ سوچ سمجھ کر ملا جی بھی اُس کا ذکر زبان پر نہ لائے لہذا اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمۂ شان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ یحیٰی نے فرمایا : ضعیف ۔ ابوحاتم رازی نے فرمایا : ضعیف ، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ[3] (ضعیف ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے استدلال نہ کیا جائے۔ ت) ابوزرعہ وغیرہ نے کہا : لیس بقوی (قوی نہیں ہے۔ ت) جوزجانی نے کہا : لا یشتغل بہ[4] (اس کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ ت) ابنِ حبان نے کہا : یقلب الاسانید و یرفع المراسیل[5] (اسنادوں کو پلٹ دیتا تھا اور مراسیل کو مرفوع

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عباس مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۲۷
[2] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ۱/ ۱۷۱
مصنف ، ابی بکر عبدالرزاق بن ہمام جمع بین الصلاتین مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴۸
[3] ارشاد الساری باب یؤخر الظہر الی العصر الخ " دارالکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۳۰۲
[4] میزان الاعتدال ترجمہ حسین بن عبداللہ ۲۰۱۲ " دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۵۳۷
[5] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین " مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۴۴

marfat.com

كل بلاء فيه ، ترك الناس حديثه ، وروى عباس عن ابن معين ، كذاب ، رافضي ۔ وقال محمد بن عثمن بن ابی شیبۃ : سمعت علیا یقول ، ابرھیم بن ابی یحیی کذاب ۔ وقال النسائی والدارقطنی وغیرھما ، متروك[1]۔

اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے ۔ عبداللہ ابن احمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا : قدری ہے ، جہمی ہے ، ہر بلا اس میں پائی جاتی ہے ، لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے ۔ عباس ، ابن معین سے ناقل ہے کہ وہ کذاب ہے ، رافضی ہے ۔ محمد ابن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا ہے : میں نے علی کو کہتے سنا ہے کہ ابرہیم ابن ابی یحیی کذاب ہے ۔ نسائی ، دارقطنی اور دوسروں نے کہا کہ متروک ہے ۔ (ت)

اسی میں ہے :

قال ابن حبان ، کان یکذب فی الحدیث[2]۔

ابن حبان نے کہا کہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا ۔ (ت)

اسی میں ہے :

قال ابو محمد الدارمی : سمعت یزید بن ھارون ، یکذب ابرٰھیم بن ابی یحیی[3]۔

ابو محمد دارمی نے کہا کہ میں نے یزید ابن ہارون سے سنا کہ وہ ابراہیم ابن ابی یحیی کو جھوٹا قرار دیتے تھے ۔ (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے :

عن الزھری وصالح مولی التوأمۃ وعنہ الشافعی واٰخرون ، قال عبداللہ بن احمد عن ابیہ ، کان قدریا ، معتزلیا ، جھمیا ، کل بلاء فیہ ۔ قال ابو طالب عن احمد بن حنبل ، ترك الناس حدیثہ ، وکان یأخذ احادیث الناس فیضعھا فی کتبہ ۔ وقال یحیی القطان ، کذاب ۔ وقال احمد بن سعید بن ابی مریم : قلت لیحیی بن

زہری اور صالح مولی التوأمہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا ، معتزلی تھا ، جہمی تھا ، ہر بلا اس میں موجود تھی ۔ ابو طالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی ، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں لکھ لیتا تھا ۔ یحیی قطان نے کہا : جھوٹا ہے ۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا : میں نے

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحیی ۱۸۹ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱/ ۵۷ - ۵۸
[2] " " " " " " ۱/ ۶۰
[3] " " " " " "

marfat.com

حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر وہیں ہو جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہٖ اسی بیان سے شاہد کا سارحتی ینزل فیجمع جمع حقیقی پر اصلاً شاہد نہیں اور کانت العصر کا جواب بعونہ تعالیٰ بیانات آئندہ سے لیجئے و باللہ التوفیق اگر کہیے روایت شافعی یوں ہے :

اخبرنی ابن ابی یحیٰی عن حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، فذکر الحدیث، وفیہ جمع بین الظہر والعصر فی الزوال[1]۔

خبر دی مجھے ابن ابی یحیٰی نے حسین ابن عبداللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس کے بعد مندرجہ بالا روایت مذکور ہے اور اس میں ہے کہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے ۔ (ت)

اقول اس کی سند میں ابن ابی یحیٰی رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع ہے امام اجل یحیٰی بن سعید بن قطان و امام اجل یحیٰی بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام یزید بن ہارون و امام ابوداؤد وغیرہم اکابر نے فرمایا : کذاب تھا ۔ امام احمد نے فرمایا : ساری بلائیں اُس میں تھیں ۔ امام مالک نے فرمایا : نہ وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں ۔ امام بخاری نے فرمایا : ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے ۔ میزان الاعتدال میں ہے :

ابرھیم بن ابی یحیی، احد العلماء الضعفاء، قال یحیی بن سعید : سألت مالکا عنہ ، اکان ثقۃ فی الحدیث ؟ قال : لا ، ولا فی دینہ ۔ وقال یحیی بن معین : سمعت القطان یقول : ابرھیم بن ابی یحیی کذاب۔ وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل ، قال : ترکوا حدیثہ ، قدری ، معتزلی ، یروی احادیث لیس لہا اصل ۔ وقال البخاری : ترکہ ابن المبارک والناس ۔ وروی عبداللہ بن احمد عن ابیہ ، قال : قدری ، جہمی،

ابراہیم بن ابی یحیٰی ضعیف علماء میں سے ایک ہے ۔ یحیٰی ابن سعید نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں مالک سے پوچھا کہ کیا وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا؟ انھوں نے جواب دیا : نہ وہ حدیث میں قابلِ اعتماد تھا ، نہ دین میں ۔ اور یحیٰی ابن معین نے کہا : میں نے قطان کو کہتے سُنا ہے کہ ابرہیم ابن یحیٰی کذاب ہے ۔ ابوطالب نے احمد ابن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا : علماء نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے ، قدری ہے ، معتزلی ہے ، بے اصل حدیثیں روایت کرتا ہے ۔ بخاری نے کہا : ابن مبارک نے اور لوگوں نے

---

[1] مسند الشافعی

marfat.com

لکنہ شیعی (**قلت** : بل نص فی موضع اخر من المیزان ، فیہ وفی ابن خراش ، ان فیھما رفضا و بدعۃ ۔ اھ) وقد تکلم فیہ الدارقطنی وحمزۃ السھمی و غیرھما ۔ و شیخہ المنذر بن محمد بن المنذر ، لیس بالقوی ایضا قالہ الدارقطنی ایضا ۔ و ابوہ وجدہ یحتاج الی معرفتھما[1] ۔

میں سے ہے لیکن شیعہ ہے ۔ میں نے کہا : بلکہ میزان کے ایک اور مقام میں اس کے اور ابن خراش کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں رفض اور بدعت پائی جاتی ہے ۔ خود دارقطنی اور حمزہ سہمی وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے ، اور اس کا استاد منذر ابن محمد بن منذر بھی زیادہ قوی نہیں ہے ۔ یہ بات بھی دارقطنی نے کہی ہے ۔ اور منذر کا باپ اور دادا دونوں غیر معروف ہیں ۔ (ت)

اقول وہ صحیح ہی سہی تو انصافاً صاف صاف ہمارے مفید وموافق ہے اُس کا صریح مفاد یہ کہ سورج ڈھلتے ہی کوچ ہوتا تو ظہرین جمع فرماتے پُر ظاہر کہ زوال ہوتے ہی کوچ اور جمع تقدیم کا جمع محال ۔ کیا پیش از زوال ظہر و عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے ، یہی جمع صوری ہے کما لایخفی ۔

افاضۂ رابعہ : حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ان شاء اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں معروف ومحفوظ ومروی جماہیر ائمۂ ثقات وعدول مذکور صحیح بخاری وصحیح مسلم وسُنن ابی داود وسنن نسائی و مصنف طحاوی وغیرہا عامۂ دواوین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اگر دوپہر ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کر کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر آجاتا صلی الظھر ثم رکب[2] ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے جس سے بحکم مقابلہ وسکوت فی معرض البیان صاف ظاہر کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اس کے ساتھ نہ ملاتے ولہذا نافیان جمع تقدیم نے اُس سے تمسک کیا کما فی عمدۃ القاری وارشاد الساری وغیرھما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر وعصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے ۔ حاکم نے اربعین میں بطریق

ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحٰق الصاغانی عن حسان بن عبد اللہ عن المفضل بن فضالۃ عن عقیل عن

ابوالعباس محمد ابن یعقوب نے محمد بن اسحٰق صاغانی سے ، اس نے حسان ابن عبداللہ سے ، اس نے مفضل ابن فضالہ سے ، اس نے عقیل سے ، اس نے

---

[1] عمدۃ القاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء مطبوعہ الطباعۃ الخیریۃ دمشق ۷/ ۱۴۹
[2] صحیح بخاری باب اذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۰

marfat.com

معین ، فابن ابی یحیٰی ؟ قال :کذاب[1]۔

یحیٰی ابن معین سے ابن ابی یحیٰی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا ،کذاب ہے۔(ت)

تذکرۃ الحفاظ میں ہے : قال ابن معین و ابوداود : رافضی کذاب[2] (ابن معین اور ابوداؤد نے کہا : رافضی ہے ،کذاب ہے ۔ ت) لاجرم تقریب میں ہے : متروک[3] اھ الکل باختصار ۔یہاں تک کہ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے کما نقلہ فی المیزان[4] فی ترجمۃ عبدالکریم بن ابی المخارق واللہ تعالٰی اعلم ۔

افاضۂ ثالثہ : یُوں ہی حدیث دارقطنی :

حدثنا احمد بن محمد بن سعید ثنا المنذر بن محمد ثنا ابی ثنا محمد بن الحسین بن علی بن الحسین ثنی ابی عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا ارتحل حین تزول الشمس جمع بین الظھر والعصر ، فاذا جد بہ السیر اخر الظھر و عجل العصر ، ثم جمع بینھما[5]۔

حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن محمد ابن سعید نے منذر ابن محمد سے ،اس نے اپنے باپ سے ،اس نے اپنے باپ سے ،اس نے محمد سے ،اس نے اپنے والد حسین سے ،اس نے اپنے والد علی ابن امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ،انھوں نے اپنے دادا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر زوال کے وقت روانگی اختیار فرماتے تھے تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر روانگی میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر کو مؤخر کرکے اور عصر کو مقدم کرکے دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔(ت)

اس میں سوا عترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں ۔عمدۃ القاری میں فرمایا :

لایصح اسنادہ ، شیخ الدارقطنی ھو ابوالعباس بن عقدۃ ، احد الحفاظ ،

اس کا اسناد صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی کا استاد (احمد) ابوالعباس ابن عقدہ ہے ، جو اگرچہ حفاظِ حدیث

---

[1] خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال الخ ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحیٰی ۲/۴ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل (شیخوپورہ) ۱/۵۵

[2] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/۲۲۷

[3] تقریب التہذیب " " " " مطبوعہ المکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ، پاکستان ص ۲۳

[4] میزان الاعتدال ترجمہ عبدالکریم بن ابی المخارق ۲/۱۵۷ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت لبنان ۲/۶۴۶

[5] سنن الدارقطنی باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۳۹۱

marfat.com

كان تغير قبل موته باشهر ، قال، وسمعت منه فی تلك الایام فرمیت[1] به۔ کما فی التذهیب ۔ وذکرالحافظ المزی حدیثه الذی زاد فیه علی اصحاب سفین ، فقال، اسحٰق اختلط فی اٰخرعمرہ[2] ۔ کما فی المیزان۔ ولاشك انه رحمه الله تعالٰی کان کثیرالتحدیث عن ظهر قلبه ، املی المسند کله من حفظه[3]۔ کما فی التذهیب ، قال : قال احمد بن اسحٰق الضبعی ، سمعت ابرهیم بن ابی طالب، یقول : فذکره ۔ فلاغرو ان یعتریه خطؤ فی حدیث او حدیثین ، و من المعصوم عن مثل ذلك فی سعة ماروی وکثرته ؟ بن ابی طالب کو یہ بات کہتے سنا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے وہی (مسند کے املاء والی بات) ذکر کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر اسحٰق سے ایک یا دو حدیثوں میں خطا واقع ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ۔ اس قدر وسیع اور کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے اور کون معصوم ہے ؟ (ت)

چند ماہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آگیا تھا۔ ابوداؤد نے کہا کہ انہی دنوں میں مَیں نے اُس سے کچھ سنا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے مطعون کیا گیا۔ جیسا کہ تذہیب میں ہے۔ اور حافظ مزی نے اس کی وہ حدیث ذکر کرنے کے بعد، جس میں اس نے اصحاب سفین کے الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اسحٰق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا، جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اسحٰق (رحمہ اللہ تعالٰی) بیشتر حدیثیں محض یاد کے سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پورا مسند اپنی یاد سے املا کرا دیا تھا، جیسا کہ تذہیب میں ہے کہ احمد بن اسحٰق ضبعی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی طالب کو یہ بات کہتے سنا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے وہی (مسند کے املاء والی بات) ذکر کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر اسحٰق سے ایک یا دو حدیثوں میں خطا واقع ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ۔ اس قدر وسیع اور کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے اور کون معصوم ہے ؟ (ت)

لاجرم امام ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا، اور امام اسحٰق کی لغزش، حفظ و اشتباہ سے گنا۔

حیث قال : وکذا حدیث رواه جعفر الفریابی ثنا اسحٰق بن راهویه ثنا شبابة عن اللیث عن عقیل عن ابن شهاب عن انس رضی الله تعالٰی عنه کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا کان فی سفر فزالت

چنانچہ اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث جسے روایت کیا ہے فریابی نے اسحٰق ابن راہویہ سے، اس نے شبابہ سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے ابنِ شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں

---

[1] میزان الاعتدال بحوالہ ابوداؤد ترجمہ اسحٰق بن راہویہ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳
[2] " " " " " " " " ۱/۱۸۳
[3] خلاصہ تذہیب تذہیب الکمال ترجمہ اسحٰق بن راہویہ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۹

marfat.com

ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کی فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظھر والعصر ثم رکب[1]۔

ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ اگر روانگی سے پہلے زوال ہوجاتا تو ظہر وعصر پڑھ کر سوار ہُوا کرتے تھے۔ (ت)

جعفر فریابی نے بتفرد خود اسحٰق بن راہویہ سے روایت کی،

عن شبابۃ بن سوار عن اللیث عن عقیل عن الزھری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، قال، کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظھر والعصر جمیعا ثم ارتحل[2]۔

شبابہ ابن سوار سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے زہری سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے اور زوال ہوجاتا تھا، تو ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ (ت)

اوسط طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن ابرھیم بن نصر بن شبیب الاصبہانی قال ثنا ھارون بن عبداللہ الحمال ثنا یعقوب بن محمد الزھری ثنا محمد بن سعد ان ثنا ابن عجلان عن عبداللہ بن الفضل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ، ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا کان فی سفر فزاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظھر والعصر جمیعا[3]۔

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن نصر بن سندر اصبہانی نے ہارون ابن عبداللہ حمال سے، اس نے یعقوب ابن محمد زہری سے، اس نے محمد ابن سعد ان سے، اس نے ابن عجلان سے، اس نے عبداللہ بن فضل سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تھے تو اگر روانگی سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

روایت اسحٰق پر امام ابوداؤد نے انکار کیا اسمٰعیلی نے اُسے معلول بتایا کما فی العمدۃ وغیرھا۔

اقول: الامام اسحٰق رضی اللہ تعالٰی عنہ، لاکلام فی جلالۃ قدرہ وعظمۃ فخرہ، لکن نص الامام ابوداود انہ

میں کہتا ہوں: امام اسحٰق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قدر اور عظمت افتخار میں کوئی شک نہیں ہے لیکن امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے کہ وفات سے

---

[1] اربعین للحاکم

[2] میزان الاعتدال بحوالہ جعفر فریابی ترجمہ (۳۳۷۳ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۸۳

[3] معجم الاوسط حدیث ۷۵۴۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۷۱-۲۷۲

marfat.com

کہ سچّا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ ت) اُسی میں ہے:

قال ابوبکر الاثرم عن احمد بن حنبل: کان یدعو الی الارجاء، وحکی عنہ قول اخبث من ھذہ الاقاویل، قال: اذا قال فقد عمل بجارحتہ۔ وھذا قول خبیث، ما سمعت احدا یقولہ۔[1]

ابوبکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اسحٰق عقیدۂ ارجاء کی دعوت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اس نے کہا کہ جب (اللہ تعالٰی) کوئی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سُنا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال ابوبکر محمد بن ابی الثلج، حدثنی ابوعلی بن سختی المدائنی، حدثنی رجل معروف من اھل المدائن، قال: رأیت فی المنام رجلا نظیف الثوب حسن الھیأۃ، فقال لی: من این انت؟ قلت: من اھل المدائن، قال: من اھل الجانب الذی فیہ شبابۃ؟ قلت: نعم! قال فانی ادعو اللہ، فامن علی دعائی: اللھم! ان کان شبابۃ یبغض اھل نبیک فاضربہ الساعۃ بفالج۔ قال: فانتبھت، وجئت الی المدائن وقت الظھر، واذا الناس فی ھرج، فقلت، ما للناس؟ قالوا، فلج شبابۃ فی السحر، ومات الساعۃ۔[2]

ابوبکر محمد بن ابی الثلج نے کہا کہ مجھے ابوعلی ابن سختی مدائنی نے بتایا کہ مجھ سے مدائن کے ایک مشہور آدمی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا اس نے مجھ سے پُوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہلِ مدائن میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائن کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابوشبابہ رہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دُعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ (اس نے یُوں دُعا کی:) اے اللہ! اگر شبابہ تیرے نبی کے اہل سے بغض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کردے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ کر میں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائن (کے اس حصّے میں جہاں شبابہ رہتا تھا) گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبابہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مرگیا ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۴/ ۳۰۲

marfat.com

الشمس صلی الظهر والعصر ثم ارتحل ۔ فهذا علی نبل رواته منکر، فقد رواه مسلم عن الناقد عن شبابة (وذکر لفظه) تابعه الزعفرانی عن شبابة ، واخرجه خ م من حدیث عقیل عن ابن شهاب عن انس (وذکر لفظه ، ای ولیس فی شئ منها، والعصر۔ قال :) ولا ریب ان اسحٰق کان یحدث الناس من حفظه ، فلعله اشتبه علیه[1] ۔

ہوتے تھے اور سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر پڑھتے تھے پھر روانہ ہوتے تھے۔ تو یہ حدیث راویوں کی عمدگی کے باوجود منکر ہے کیونکہ اس کو مسلم نے ناقد سے اس نے شبابہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں) اسی طرح زعفرانی نے بھی اس کو شبابہ سے روایت کیا ہے اور مسلم نے بھی اس کو عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (یہاں ذہبی نے مسلم کے الفاظ ذکر کیے ہیں،

مقصد یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی کسی روایت میں عصر کا ذکر نہیں ہے (صرف ظہر کا ذکر ہے۔ ذہبی نے کہا) اس میں کوئی شک نہیں کہ اسحٰق لوگوں کے سامنے اپنی یاد سے حدیثیں بیان کیا کرتا تھا، ہوسکتا ہے کہ اس کو اشتباہ واقع ہُوا ہو۔ (ت)

اس کے بعد ہمیں شبابہ بن سوار میں کلام کی حاجت نہیں کہ وُہ اگرچہ رجال جماعہ و موثقین ابنائے معین و سعد و ابی شیبہ سے ہے مگر مبتدع مکلّب تھا امام احمد نے اُسے ترک کیا، امام ابوحاتم رازی نے درجۂ حجیت سے ساقط بتایا۔

تہذیب التہذیب امام ابنِ حجر عسقلانی میں ہے :

شبابة بن سوار الفزاری ، قال احمد بن حنبل: ترکته ، لم اکتب عنه للارجاء ۔ قیل له: یا ابا عبد الله! وابو معویة، قال ، شبابة کان داعیة ۔ وقال زکریا الساجی ، صدوق، یدعو الی الارجاء ، کان احمد یحمل علیه[2]۔

شبابہ ابن سوار فزاری — احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے حدیثیں نہیں لکھیں کیونکہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔ کسی نے کہا کہ (ارجاء کا عقیدہ تو) ابومعاویہ بھی رکھتا ہے۔ احمد نے کہا (ہاں ، مگر) شبابہ ارجاء کا داعی تھا۔ زکریا ساجی نے کہا کہ سچا ہے ، ارجاء کا داعی ہے۔ احمد اس پر تنقید کیا کرتے تھے ۔ ت)

اُسی میں ہے : قال ابوحاتم : صدوق ، یکتب حدیثه ولا یحتج به[3] (ابوحاتم نے کہا ہے

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ اسحٰق بن راہویہ ۳۳۷ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۱/۱۸۳

[2] تہذیب التہذیب عسقلانی ترجمہ شبابہ بن سوار الفزاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۴/۳۰۱

[3] " " " " " " " " " " " "

marfat.com

جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون[۲] (اور توبہ کرو اللہ تعالٰی کی طرف تم سب اے اہلِ ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ت) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکمِ توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معاً توبہ کریں۔

ثانیاً اجتماع فی الوقت کہ بذریعۂ فردیتِ اجتماع فی الحکم مفاد ہو یا خود اُس کے لیے بھی وضع ما نو اُس وقت سے وقتِ نماز مراد نہیں ہوسکتا کہ وضع الفاظ تعیین اوقات نماز سے مقدم ہے لفظ جمیعا اپنے معنی لغوی پر اہلِ جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اُس کے وقت سے، تو لاجرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتحاد زمانۂ وقوع و مقارنت فی الصدور ہوگا وہ دو نماز فرض میں ناممکن اور اتصال بروجہ تعقیب اس معنے جمیعا کا فرد نہیں بلکہ صریح مباین، لاجرم پھر اُسی معنے واضح و روشن و اقل تلیقن یعنی اجتماع فی الحکم کی طرف رجوع لازم کہ تا صحت حقیقت مجاز کی طرف مصیر نا مجاز خصوصاً مستدل کو۔

ثالثاً تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوئی صلّی جمیعاً یوں بھی صادق اور ادعائے تقدیم باطل وزاہق ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق بحمداللہ آفتاب کی طرح روشن ہُوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بُو بھی نہیں، ملّاجی کا قطعی و مفسر کہہ دینا خدا جانے کس نشہ کی ترنگ تھی، سبحٰن اللہ! کیا ایسی ہی ہوسوں پر توقیت منصوص قرآن ونصوص اور پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجماعاً اُمت ترک کردئے جائیں گے اور خدا و رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باندھے ہُوئے اوقات اُلٹ پُلٹ ہوسکیں گے، یہ اچھا عمل بالحدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ دعوٰی بلند اور قرآن عظیم وحدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیّد المرسلین سیّدنا ومولانا محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمدللہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغِ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ ملّاجی بہزار کاوش و کاہش یہاں بھی وہی حدیثیں چھانٹ پائے جن کے الفاظ متعددہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں، یہ وہ حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہم مذکورۂ صدر فصل اول و افاضۂ ثالثہ ہیں جن کے بعض طرق و الفاظ حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم حدیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو

[۱] القرآن ۲۴/۳۱ [۲] انوار التنزیل علی ہامش القرآن الکریم مصطفٰی البابی مصر ص ۱۸

marfat.com

روایت حاکم وطبرانی کو خود مُلّا جی بھی ضعیف مان چکے، فرماتے[1] ہیں: مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابوداؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت معجم اوسط طبرانی ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے اُن پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداول تھیں نقل کر کے اُن کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ بخاری ومسلم کو چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اُن سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے اُن کا جواب دیا۔ لہٰذا ہمیں ان کے باب میں تفصیل کلام کی حاجت نہ رہی ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خیر یہ تو مُلّا جی سے خدا جانے کس مجبوری نے کہلوا چھوڑ مگر ستم۔

لطیفہ: اس مافات کی تلافی یہ ہے کہ جب یہ روایتیں ناقابل احتجاج نکل گئیں خود روایت صحیحین میں لفظ والعصر بڑھا دیا، فرماتے[2] ہیں روایت کی بخاری اور مسلم نے انس سے (الی قولہ) فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظھر والعصر ثم رکب۔

اقول مُلّا جی حنفیہ کی مروی تو بحمداللہ آپ نے دیکھ لی اب بعونہٖ تعالیٰ اور دیکھئے گا یہاں تک کہ آپ کی سب ہوسوں کی تسکین ہو جائے مگر دینداری ومردانگی اس کا نام ہوگا کہ مشہور ومتداول کتب میں تحریف کیجئے مردانہ پن کا دعوٰی ہے تو صحیحین میں اس عبارت کا نشان دیجئے ایک زمانہ میں آپ کو خبط کفری جاگا تھا کہ زمین کے طبقاتِ زیرین میں حضور پُرنور منزہ عن المثل والنظیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاذ اللہ چھ مثل موجود ہیں یہ بخاری مسلم شاید اُنھیں طبقات کی ہوں گی۔

ثم اقول وباللہ التوفیق یہ سب کلام بالائی تھا فرض کر لیجئے کہ یہ روایت صحیحہ بلکہ خود صحیحین میں موجود سہی پھر تمھیں کیا نفع اور ہمیں کیا ضرر اُس کا تو اتنا حاصل کہ سورج منزل ہی میں ڈھل جاتا تو ظہر وعصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس سے عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں سے نکلا۔

اوّلا واو مطلق جمع کے لیے ہے نہ معیت وتعقیب کے واسطے، جمیعا بھی اُسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اُس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے نہ[3] خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت آیۂ کریمہ وتوبوا الی اللہ

ع۳ بیضاوی شریف میں زیر آیۂ کریمہ قلنا اھبطوا منھا جمیعا ہے:
جمیعا، حال فی اللفظ، تاکید فی المعنی، کانہ قیل: اھبطوا انتم اجمعون؛ ولذلک لایستدعی اجتماعھم علی الھبوط فی زمان واحد کقولک جاؤا جمیعا۔ اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

"جمیعا" لفظاً حال ہے، معنیً تاکید ہے، گویا کہ کہا گیا، تم سب اترو۔ اسی لیے اس کا یہ تقاضا نہیں ہے، کہ سب ایک ہی وقت میں اتریں، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ سب آئے اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

ف۱ معیار الحق ص ۳۶۵، ۳۶۶ ف۲ معیار الحق ص ۳۷۹

marfat.com

والعتمة ، یجمع بینهما ، فقال ، انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جد به السیر اخر المغرب وجمع بینهما۔[1]

مغرب وعشاء کی نماز پڑھی ، دونوں کو جمع کیا ، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب انھیں سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو مؤخر کرکے دونوں کو جمع کر لیتے تھے ۔ (ت)

وروایت مسلم[2] :

حدثنا محمد بن مثنی نا یحیی عن عبید اللہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء ، بعد ان یغیب الشمس ، ویقول : ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا جد به السیر جمع بین المغرب والعشاء۔

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن مثنی نے یحیی سے ، اس نے عبید اللہ سے ، اس نے نافع سے کہ ابن عمر کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو شفق غائب ہونے کے بعد مغرب وعشا کو جمع کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے ۔ طحاوی نے بھی ابن ابی داود سے ، اس نے مسدد سے ، اس نے یحیی سے یہی روایت کی ہے ، ایک ہی سند اور متن کے ساتھ ۔ (ت)

ورواہ الطحاوی فقال : حدثنا ابن ابی داؤد ثنا مسدد ثنا یحیی به[3] ، سنداً ومتناً۔

وروایت ابی داؤد[4] :

حدثنا سلیمٰن بن داود العتکی نا عماد نا ایوب عن نافع ان ابن عمر ، استصرخ علی صفیة ، وهو بمکة ، فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم ، فقال : ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل به امر فی سفر یبین هاتین الصلاتین ،

حدیث بیان کی ہم سے سلیمان ابن داود عتکی نے عماد سے ، اس نے ایوب سے ، اس نے نافع سے کہ ابن عمر جب مکہ میں تھے تو ان کو صفیہ کی شدید بیماری کی اطلاع ملی اور وہ چل پڑے ، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے ظاہر ہو گئے ، تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں

---

[1] صحیح للبخاری باب المسافر اذا جد به السیر وتعجل الی اہلہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۳
[2] صحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر " " " ۱/۲۴۵
[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین کیف ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

marfat.com

ملاّ جی جمع حقیقی میں نص صریح سمجھ کر لائے اور بزعم خود بہت چمک چمک کر دعوے فرمائے ادھر کے متکلمین نے اکثر افادات علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانح حدیدہ سے اُن کے جوابوں میں کلام طویل کیے ، فقیر غفرلہ المولی القدیر کا یہ مختصر جواب نقل اقاویل وجمع ماقال وقیل کے لیے نہیں لہذا بعونہٖ تعالٰی وہ افادات تازہ سُنیے کہ فیض مولائے اجل سے قلبِ عبدِ اذل پر فائض ہُوئے اہلِ نظر اگر مقابلہ کریں جلیل وعظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (اللہ تعالٰی اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص فرمادے اور اللہ تعالٰی علم وفضل والا ہے ۔ ت)

فاقول وبحول اللہ اصول **حدیث ابن عمر** رضی اللہ تعالٰی عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیشِ نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض مجمل جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم نے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا ہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کررہے ہیں جن میں سے چودہ[۱۴] روایات بخاری و ابوداؤد ونسائی وغیرہم سے اُوپر مذکور ہُوئے ، ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور اُن میں بھی بعض محض موقوف مثل روایت[۱] موطائے امام محمد :

اخبرنا مالك عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حین جمع بین المغرب والعشاء سار حتی غاب الشفق ۔[۱]

مالک ، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب مغرب وعشاء کو جمع کیا تھا تو چلتے رہے تھے یہاں تک شفق غائب ہوگئی تھی ۔ (ت)

اور بعض میں رفع ہے تو بالفاظ اجمال یعنی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تصریحاً اسی قدر منقول کہ جمع فرمائی قدر مرفوع میں غیبت شفق پر تنصیص نہیں مثل روایت[۲] بخاری :

حدثنا سعید بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید ، ھو ابن اسلم ، عن ابیہ ، قال : کنت مع عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بطریق مکۃ ، فبلغہ عن صفیۃ بنت ابی عبید شدۃ وجع ، فاسرع السیر ، حتی اذا کان بعد غروب الشفق ، ثم نزل فصلی المغرب

حدیث بیان کی ہم سے سعید ابن ابی مریم نے ، اس کو خبر دی محمد ابن جعفر نے ، اس کو زید بن اسلم نے اپنے والد سے کہ میں مکہ کے راستے میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ تھا تو ان کو صفیہ بنت ابی عبید کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کردی یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی ۔ اس کے بعد وہ اترے اور

---

[۱] موطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۱۳۱

marfat.com

البتہ غیر صحیحین کی بعض روایات میں فعل یکتف کی طرف اشارہ کرکے رفع ہے وُہ یہ ہیں ، روایت ابی داؤد:

حدثنا عبد الملك ابن شعيب نا ابن وهب عن الليث، قال: قال ربيعة ، يعنى كتب اليه ، حدثنى عبد الله بن دينار ، قال ، غابت الشمس ، وانا عند عبد الله بن عمر ، فسرنا ، فلما رأيناه قد امسى ، قلنا : الصلاة ، فسار حتى غاب الشفق و تصوبت النجوم ، ثم انه نزل فصلى صلاتين جميعا ، ثم قال ، رأيت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا جد به السير صلى صلاتى هذه ، يقول يجمع بينهما بعد ليل[1]

حدیث بیان کی ہم سے عبدالملک ابن شعیب نے، اس نے ابن وہب سے ، اس نے لیث سے ، اس نے کہا کہ ربیعہ نے میری طرف لکھا کہ عبداللہ ابن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبداللہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ سُورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہوگئی تو ہم نے کہا "نماز"، مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی اور تارے نمایاں ہوگئے، اس وقت آپ اُترے اور دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے، یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھا پڑھتے تھے۔ (ت)

روایت ترمذی:

حدثنا هناد نا عبدة عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالٰى عنهما، انه استغيث على بعض اهله فجد به السير ، واخر المغرب حتى غاب الشفق ، ثم نزل فجمع بينهما، ثم اخبرهم : ان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان يفعل ذلك اذا جد به السير ۔ قال ابوعيسى : هذا حديث حسن صحيح[2]

حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبدۃ سے ، اس نے عبیداللہ بن عمر سے ، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا مؤخر کیا کہ شفق ڈوب گئی ، پھر دونوں کو ملا کر پڑھا، بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے۔ ابوعیسٰی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/ ۱۷۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۷۲

marfat.com

فسار حتی غاب الشفق ، فنزل فجمع بینھما[1]۔

کسی کام کی جلدی ہوتی تھی تو ان دونمازوں کو جمع کرلیتے تھے۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی تو اُترے اور دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ضمیر سار ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف ہے بدلیل روایت طحاوی :

حدثنا ابن مرزوق ثنا عازم بن الفضل ثنا حماد بن زید عن ایوب عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ، استصرخ علی صفیۃ بنت عبید، وھو بمکۃ ، فاقبل الی المدینۃ ، فسار حتی غربت الشمس وبدت النجوم ، وکان رجل یصحبہ ، یقول : الصلاۃ ، الصلاۃ ، وقال لہ سالم : الصلاۃ ، فقال ، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، کان اذا عجل بہ السیر فی سفر جمع بین ھاتین الصلاتین ، وانی ارید ان اجمع بینھما ، فسار حتی غاب الشفق ، ثم نزل فجمع بینھما[2]۔

حدیث بیان کی ہم سے ابن مرزوق نے عازم ابن فضل سے ، اس نے حماد ابن زید سے ، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ میں تھے تو آپ کو صفیہ بنت ابی عبید کی شدید علالت کی خبر ملی۔ چنانچہ آپ مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے اور مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور ستارے چمکنے لگے۔ ابن عمر کے ساتھ ایک شخص تھا جو کہہ رہا تھا "نماز، نماز"۔ سالم نے بھی کہا "نماز" (یعنی نماز کا وقت جارہا ہے) تو ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو ان دو نمازوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور میں بھی چاہتا ہوں کہ اکٹھا پڑھ لوں۔ پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی، اس وقت اتر کر دونوں کو اکٹھا پڑھا۔ (ت)

ولہذا امام اجل ابو جعفر اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں :

انما اخبر بذلک من فعل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ، وذکر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمع ، ولم یذکر کیف جمع[3]۔

اس میں تو صرف ابن عمر کا عمل مذکور ہے اور انہوں نے اگرچہ یہ تو بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع کیا کرتے تھے مگر یہ ذکر نہیں کیا کہ کیسے جمع کیا کرتے تھے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۰
[2] شرح معانی الآثار " " " " مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲
[3] " " " " " " " " " " " " " ۱/۱۱۲

marfat.com

والی سات روایتوں میں چار انھیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سُنن ابی داؤد وسنن نسائی وغیرہا میں یُوں ہی واضح وجلی تر فرمارہے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہرگز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمانا پڑا جب ڈوب گئی اُس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اوّل تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام سالم میں یُوں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، للہ انصاف! ان صاف الفاظ مفسر نصوص میں کہیں بھی گنجائش تاویل وتبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصۂ صفیہ زوجۂ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بار تھا بلکہ انھیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عمر بھر میں صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سفر میں انھیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سُنن ابی داؤد میں بطریق امام ایوب سختیانی مذکور:

انه لم یر ابن عمر جمع بینهما قط، الا تلك اللیله، یعنی لیلة استصرخ علی صفیة اھ[1] اما ما قال: وروی من حدیث مکحول عن نافع: انه رأی ابن عمر فعل ذلك مرة او مرتین اھ[2] فاقول: فیه شك والشك لا یعارض الجزم۔

کہ اس نے ابن عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھا مگر اس رات۔ یعنی صفیہ کی بیماری کی اطلاع والی رات۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ مکحول کی حدیث میں نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابن عمر کو ایک بار جمع کرتے دیکھا تھا یا دو بار، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث نسائی وطحاوی میں انھیں امام نافع سے گزرا کہ میں نے اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انھیں نافع سے تھا کہ ابن عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لیے اُترے اس بار دیر لگائی، روایت نسائی وطحاوی وحجج میں تھا ہمیں گمان ہوا کہ اس وقت نماز انھیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قول نافع کے مؤید ہیں معہذا شک نہیں کہ اصل عدم تعدد ہے تو جب تک صراحۃً تعدد ثابت نہ ہوتا اس کے ادعا کی طرف راہ نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفع تعارض کے لیے اس کا اختیار اس وقت کام دیتا کہ خود قصۂ صفیہ میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

فسقط ما التجأ الیه بعض المتأخرین، من العلماء المخالفین فی المسألة، ظنا منه انه یدرؤبه التعارض، وما کان

وہ توجیہ ساقط ہوگئی جس کو اس مسئلے کے مخالف علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہو جائیگا، حالانکہ اس

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱
[2] " "

روایت نسائی ؛

اخبرنا اسحٰق بن ابرھیم ثنا سفیٰن عن ابن ابی نجیح عن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن عن شیخ من قریش ، قال : صحبت ابن عمر الی الحمی، فلما غربت الشمس ، ھبت ان اقول لہ : الصلاۃ ، فسار حتی ذھب بیاض الافق و فحمۃ العشاء ، ثم نزل فصلی المغرب ثلث رکعات ، ثم صلی رکعتین علی اثرھما ، قال ، ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل[1]۔

خبر دی ہمیں اسحٰق ابن ابراہیم نے سفیٰن سے ، اس نے ابو نجیح سے ، اس نے اسمٰعیل ابن عبدالرحمان سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان کو نماز کے بارے میں نہ کہہ سکا چنانچہ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ اُفق کی سفیدی ختم ہوگئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑ گئی ، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں ، پھر متصلاً (عشاء کی) دو رکعتیں پڑھیں کہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (ت)

بظاہر زیادہ مستحق جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر بعون الملک القدیر عزوجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ و تقریرات صافیہ ووافیہ بیان کرے کہ یہ ساتوں طرق اور ان کے سوا اور بھی کچھ ہو تو سب کو بحول اللہ تعالٰی کفایت کریں۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقیق۔

جواب اوّل اسی حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقاً ہم نے ذکر کیے صاف وواشگاف بآواز بلند تصریحات قاہرہ فرمارہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نمازِ مغرب غروبِ شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروبِ شفق کے بعد، اور اسی کو حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اُن روایاتِ صحاح وحسان وجلیلۃ الشان پر پھر نگاہِ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحبزادۂ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم انی روایات مرویہ صحیح بخاری وسُنن نسائی وصحیح اسمٰعیلی وغیرہا میں فرمارہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اُتر کر مغرب پڑھی پھر ٹھہر کر عشاء۔ عبداللہ بن واقد شاگرد حضرت ابن عمر اپنی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروبِ شفق سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر منتظر رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشاء پڑھی ، طرفہ یہ کہ وہی امام نافع تلمیذ خاص ورفیق سفر وحضر ابن عمر کہ ان غروب شفق

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت ، الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۶۹

marfat.com

کہ بے قصد مراجعت عدّت بڑھانے کے لیے رجعت نہ کرو، و قال تعالٰی :

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف[1]

جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جُدا کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عدّت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل، اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار، تو بالیقین قربِ وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمھیں رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ مثالیں تو آیاتِ قرآنیہ سے ہوئیں جنہیں امام طحاوی وغیرہ علماء مسئلۂ وقتِ ظہر اور نیز اس مسئلہ میں افادہ فرما چکے۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ کی تصریحیں ذکر کرے۔ **فاقول** و باللہ التوفیق ؛

حدیث ۱ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صبح اسرا بعد فرضیت نماز اوقاتِ نماز معین کرنے اور اُن کا اوّل آخر بتانے کے لیے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اوّل وقت پڑھیں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی ؛

الوقت ما بین ھذین الوقتین[2]۔

وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے۔ (ت)

اس حدیث میں ابوداؤد و ترمذی و شافعی و طحاوی و ابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

صلی بی العصر حین کان ظلہ مثلہ فلما کان الغد صلی بی الظھر حین کان ظلہ مثلہ[3]۔

میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا، جب دُوسرا دن ہُوا تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (ت)

ترمذی کے الفاظ یُوں ہیں :

صلی المرۃ الثانیۃ ، الظھر ، حین کان ظل کل شئ مثلہ ، لوقت العصر بالامس[4]۔

دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۶۵

[2] و [3] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۵۶

[4] جامع الترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلوٰۃ ” امین کمپنی دہلی ۱/۲۱

marfat.com

لینذر ئے بہ۔ توجیہ سے تعارض رفع نہیں ہوتا۔ (ت)

ناچار خود ملّا جی کو بھی ماننا پڑا کہ یہ سب طرق و روایات ایک ہی واقعے کی حکایات ہیں۔ قصۂ صفیہ میں حدیث سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم بطریق کثیر بن قارُوندا مروی سنن نسائی پر براہِ عیاری بھی جب کوئی طعن نہ گھڑ سکے تو اُسے مخالف حدیث شیخین ٹھہرا کر رَد کردیا کہ اس میں مغرب کا بین الوقتین پڑھنا ہے اور ان میں بعد غروب شفق، لہٰذا یہ شاذ و مردود ہے جس کی نقل لطیفہ سفتم افادۂ یکم میں گزری حالانکہ حدیث مسلم کے لفظ ابھی سُن چکے اُس میں قصۂ صفیہ کا ذکر نہیں، تو جب تک روایت مطلقہ بھی اسی قصۂ صفیہ پر محمول نہ ہو حدیث قصۂ صفیہ کو مخالف روایت شیخین کہنا چہ معنی۔ بالجملہ اس حدیث کی اتنی روایات کثیرہ میں یہ تصریح صریح ہے کہ مغرب غروبِ شفق سے پہلے پڑھی اور اسی کی اُن روایات میں یہ کہ شفق ڈوبے پر پڑھی اور دونوں جانب طرق صحاح و حسان ہیں جن کے رَد کی طرف کوئی سبیل نہیں، تو اَب یہ دیکھنا واجب ہُوا کہ ان میں کون سا نص مفسر ناقابلِ تاویل ہے جسے چار و ناچار معتمد رکھیں اور کون سا محتمل کہ اُسے مفسر کی طرف پھیر کر رفع تعارض کریں ہر عاقل جانتا ہے کہ ہماری طرف کے نصوص اصلاً احتمال معنی خلاف نہیں رکھتے شفق ڈوبنے سے پہلے پڑھی اتنے ہی لفظ کے یہ معنی کسی طرح نہ ہوسکتے کہ جب شفق ڈوب گئی اُس وقت پڑھی نہ یہ کہ جب اُس کے ساتھ یہ تصریحات جلیہ ہوں کہ پھر مغرب پڑھ کر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس کے بعد عشا پڑھی ان لفظوں کو کوئی نیم مجنون بھی مغرب بعدِ شفق پڑھنے پر عمل نہ کرسکے گا، ہاں پُورے پاگل میں کلام نہیں مگر اُدھر کے نصوص کہ چلے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی پھر مغرب پڑھی یا جمع کی یا بعد غروب شفق اُتر کر جمع کی یہ اچھے خاصے محتمل و صالح تاویل ہیں جن کا اُن نصوص صریحہ مفسرہ سے موافق و مطابق ہوجانا بہت آسان۔ عربی فارسی اردو سب کا محاورۂ عامۂ شائعۂ مشہورہ واضحہ ہے کہ قربِ وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عصر کے اخیر وقت کہتے ہیں شام ہوگئی حالانکہ ہنوز سورج باقی ہے۔ کسی سے اوّل وقت آنے کا وعدہ تھا وہ اس وقت آئے تو کہتے ہیں اب سورج چھپے آئے۔ قریب طلوع تک کوئی سوتا ہو تو اُسے اُٹھانے میں کہیں گے سُورج نکل آیا۔ شروع چاشت کے وقت کسی کام کو کہا تھا مامور نے قریب نصف النہار آغاز کیا تو کہے گا اَب دوپہر ڈھلے لے کر بیٹھے۔ ان کی صدہا مثالیں ہیں کہ خود ملّا جی اور اُن کے موافقین بھی اپنے کلاموں میں رات دن اُن کا استعمال کرتے ہوں گے۔ بعینہٖ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب خود قرآن عظیم و احادیث میں شائع و ذائع ہیں، قال اللہ تعالٰی:

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[1]

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وُہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انھیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کرلو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۳۱

marfat.com

کان ظل الرجل مثل شخصه نصلی الظهر[1] اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)

حدیث ۴ امام اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطریق حدثنا بشر بن عمر و النهرانی ثنی مسلمة بن بلال ثنا یحیٰی بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو بن حزم عن ابی مسعود الانصاری[2] اور بیہقی کتاب المعرفۃ میں بطریق ایوب بن عتبة ثنا ابوبکر بن عمرو بن حزم عن عروه بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ابیه[3] راوی اور یہ لفظ حدیث اسحٰق ہیں:

قال: جاء جبریل الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، فقال: قم، فصل! و ذلك لدلوك الشمس حین مالت، فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فصلی الظهر اربعا، ثم اتاه حین کان ظله مثله، فقال: قم، فصل! فقام فصلی العصر اربعا، ثم اتاه من الغد حین کان ظله مثله، فقال له: قم، فصل! فقام فصلی الظهر اربعا[4]۔

کہا: جبریل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے! ــــ اور یہ سورج ڈھلنے کا وقت تھا، جب وہ ایک طرف جھک گیا تھا ــ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب اُن کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے! تو آپ نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن آئے، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اُٹھئے اور نماز پڑھئے، تو آپ نے اُٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵ ابن راہویہ مسند میں عبدالرزاق سے اور عبدالرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیه عن جدّه[5] عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال: جاء جبریل، فصلی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، وصلی النبی صلی اللہ

کہا: جبریل آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز

---

[1] سنن النسائی آخر وقت العصر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۰

[2] مسند ابن اسحاق

[3] کتاب المعرفۃ

[4] مسند ابن اسحاق

[5] المصنف لعبدالرزاق باب المواقیت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۵۳۴

marfat.com

شافعی کے لفظ یہ ہیں :

ثم صلی المرۃ الاخری، الظھر، حین کان کل شئ قدر ظلہ، قدر العصر بالامس[1]۔

پھر دُوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جب ہر چیز اپنے سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

حدیث ۲ نسائی وطحاوی وحاکم وبزار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

ھذا جبریل، جاء کم یعلمکم دینکم۔ وفیہ، ثم صلی العصر حین رأی الظل مثلہ، ثم جاءہ الغد، ثم صلی بہ الظھر حین کان الظل مثلہ[2]۔

یہ جبریل ہیں، تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی جبکہ سایہ ان کے برابر تھا۔ (ت)

بزار کے لفظ یُوں ہیں :

جاءنی، فصلی بی العصر حین کان فیئی مثلی، ثم جاءنی من الغد، فصلی بی الظھر حین کان فیئی مثلی[3]۔

جبریل میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا۔ (ت)

حدیث ۳ نیز نسائی وامام احمد واسحٰق بن راہویہ وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی العصر، ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین

جبریل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور عصر کی نماز پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ

---

[1] الاُمّ للشافعی جماع مواقیت الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۷۱
[2] سنن النسائی آخر وقت الظھر ،، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱/ ۵۹
[3] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ای حین یصلی ،، موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان ۱/ ۱۸۷

marfat.com

شئ مثله ، وهذا جائز فی اللغة ، قال عز وجل، فذکر الایة ، وشرح المراد ، وافاد واجاد[1] ۔

کا سایہ اس کے برابر ہونے کے قریب ہو۔ اور یہ لغت کے اعتبار سے جائز ہے ۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ۔ یہاں طحاوی نے آیت ذکر کی (یعنی فاذا بلغن اجلھن) اور مراد کی تشریح کی اور مفید وعمدہ گفتگو کی ۔ (ت)

حدیث ۷ سائل نے جو خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اوقاتِ نماز پُوچھے اور حضورِ والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو دن حاضر رہ کر ہمارے پیچھے نماز پڑھ ۔ پہلے دن ہر نماز اپنے اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت پڑھا کر ارشاد ہوا ہے :

الوقت بین ھذین (وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے)

اس حدیث میں نسائی وطحاوی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی :

سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن مواقیت الصلاۃ ، فقال : صل معی ، فصلی الظھر حین زاغت الشمس ، والعصر حین کان فی کل شئ مثلہ ، قال ، ثم صلی الظھر حین کان فئ الانسان مثلہ[2] ۔ قال ثم صلی العصر حین کان فئ الانسان مثلیہ ۔

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں پُوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ نماز پڑھ ! تو آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سُورج ڈھل گیا اور عصر کی اس وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا ۔ راوی نے کہا کہ پھر (اگلے دن) ظہر اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا ۔ (ت)

اس حدیث میں بھی عصر دیروز وظہر امروز کا وہی حال اور علمائے کے وہی مقال ۔

حدیث ۸ سُنن ابی داؤد میں بسند صحیح[3] ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ سائل

---

[3] حیث قال : (حدثنا مسدد) ثقۃ ، حافظ ، من رجال البخاری ۔ (نا عبد اللہ بن داؤد) ھو ابن عامر الھمدانی ، ثقۃ ، عابد من رجال البخاری والاربعۃ ۔ دون الواسطے

چنانچہ (ابو داؤد نے) کہا (حدثنا مسدد) ثقہ ہے ، حافظ ہے ، بخاری کے راویوں میں سے ہے (نا عبد اللہ ابن داؤد) اس سے مراد ابن عامر ہمدانی ہے ، جو ثقہ ہے عابد ہے اور بخاری کے علاوہ صحاح

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱/۱۰۳
[2] " " " " " " " " ۱/۱۰۲

marfat.com

تعالٰی علیہ وسلم بالناس ، حین زالت الشمس ، الظھر ، ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثلہ ، قال : ثم جاء جبریل من الغد ، فصلی الظھر بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، وصلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالناس ، الظھر ، حین کان ظلہ مثلہ[1]۔

پڑھائی جب سورج کا زوال ہوگیا تھا ۔ پھر عصر پڑھی جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا ۔ راوی نے کہا : پھر دوسرے دن جبریل آئے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر ہوگیا تھا ۔ (ت)

حدیث ۶ دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبدالبر تمہید میں بطریق ایوب بن عتبۃ عن ابی بکر بن حزم عن عروۃ بن الزبیر حضرت ابومسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

ان جبریل جاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین دلکت الشمس ، فقال : یا محمد ! صل الظھر ، فصلی ، ثم جاء حین کان ظل کل شئ مثلہ ، فقال : یا محمد ! صل العصر ، فصلی ، ثم جاءہ الغد حین کان ظل کل شئ مثلہ ، فقال : صل الظھر ۔ الحدیث[2]۔

جبریل ، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے جب سورج ڈھل چکا تھا اور کہا : یا محمد ! ظہر کی نماز پڑھئے ! تو آپ نے ظہر پڑھی ۔ پھر دوبارہ آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا : یا محمد ! عصر کی نماز پڑھئے ! تو آپ نے عصر پڑھی ۔ پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا : ظہر پڑھئے ! الحدیث ۔ (ت)

والکل مختصر ان سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی اور بعینہٖ یہی لفظ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہُوا پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ آج کی ظہر اُس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمییز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت میں جدا جدا بنانا ہے لاجرم امام ابوجعفر وغیرہ نے ظہر امروزہ میں ان لفظوں کے یہی معنے لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے قریب آیا پڑھائی ، معانی الآثار میں فرمایا :

احتمل ان یکون ذلک علی قرب ان یصیر ظل کل

احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب المواقیت مطبوعہ المکتب اسلامی بیروت ۱/ ۵۳۴

[2] المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابومسعود انصاری حدیث ۱۰۷۱ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/ ۲۶۰

marfat.com

بھی تعبیر کرلیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ فائدہ یاد رکھنے کا ہے۔

ثانیا اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہوگیا تھا یا کہا شام ہوگئی، یہ بھی قطعاً قرب شام پر محمول۔

حدیث ۹ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله مالم يحضر العصر[1]۔

ظہر کا وقت اُس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہوجائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔

حدیث ۱۰ امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ امامتِ جبریل میں راوی حضورِ والا صلوات اللہ تعالٰی علیہ وسلامہ نے فرمایا:

صلى الظهر وفئ كل شئ مثله[2]۔

اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہوگیا۔

جن کے نزدیک ایک مثل کے بعد وقتِ ظہر نہیں رہتا ان حدیثوں میں ایک مثل ہونے کو ایک مثل کے قریب پہنچنے پر عمل کرتے ہیں۔

حدیث ۱۱ امیرالمؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک روز نمازِ عصر کو بہت اخیر کرنا اور عروہ بن زبیر کا آکر حدیثِ امامتِ جبریل سنانا کہ صحیحین وغیرہما میں مروی اس میں طبرانی کی روایت یوں ہے:

دعا المؤذن لصلاة العصر فامسى عمر بن عبد العزيز قبل ان يصليها[3]

مؤذن نے نمازِ عصر کے لیے بلایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شام کردی اور ابھی نمازِ عصر نہ پڑھی۔ (ت)

یعنی عمر نے شام کردی اور ہنوز نمازِ عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عبدالباقی زرقانی مالکی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں:

محمول على انه قارب المساء

حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی

---

[1] صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۱
[2] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابومسعود انصاری حدیث ۱۶۷ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/۲۵۹

marfat.com

یُوں ہے :

ان سائلا سأل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فلم یرد علیہ شیأ ، حتی امر بلالا، فاقام الفجر حین انشق الفجر ، وفیہ فلما کان من الغد ، اقام الظھر فی وقت العصر الذی کان قبلہ ، وصلی العصر وقد اصفرت الشمس اوقال : امسی[1] ۔

ایک پُوچھنے والے نے رسول اللہ سے (اوقاتِ نماز) پُوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا ، یہاں تک کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے فجر کی اقامت اس وقت کہی جب ابھی پَو پھٹی ہی تھی ۔ اس روایت (کے آخر) میں ہے کہ اگلے دن ظہر کی اقامت کہی جس وقت پچھلے دن عصر کی کہی تھی ، اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سُورج زرد ہوچکا تھا ، یا یوں کہا کہ شام ہوچکی تھی ۔ (ت)

اس حدیث سے دو[2] فائدہ زائدہ حاصل ہُوئے :

اوّلاً اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی حالانکہ یہی حدیث ابی موسٰی اسی طریق بدر بن عثمٰن نا ابوبکر بن ابی موسٰی بن ابیہ سے مسلم و نسائی و ابن ابان و طحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے :

ثم اخر الظھر حتی کان قریبا من وقت العصر بالامس[2] ولفظ النسائی الی قریب ۔

پھر ظہر کی تاخیر فرمائی یہاں تک کہ وقت عصر دیروزہ سے قریب ہوگئی ۔

ثابت ہُوا کہ وہاں بھی قُرب ہی مراد ہے اور قرب وقت کو نامِ وقت سے تعبیر درکنار صراحۃً ان لفظوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الذی لیس الا من رجال الترمذی (نا بدر بن عثمٰن) ثقۃ ، من رجال مسلم ۔ (نا ابوبکر بن ابی موسٰی[ف1]) ثقۃ ، من رجال الستۃ ۔ (عن ابی موسٰی) الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

کی چار کتابوں کے راویوں میں سے ہے ۔ واسطی مراد نہیں ہے جو کہ صرف ترمذی کے راویوں میں سے ہے (نا ، بدر ابن عثمٰن) ثقہ ہے ، مسلم کے راویوں میں سے ہے ۔ (نا ، ابوبکر ابن موسٰی) ثقہ ہے ، صحاح ستّہ کا راوی ہے (عن ابی موسٰی) اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی لاہور ، پاکستان ۱/ ۵۷
[2] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۳
ف۱ ۔ سنن ابی داؤد ۱/ ۵۷

marfat.com

میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص اور اُنھیں بزورِ زبان بخاری ومسلم سب بالائے طاق رکھ کر مردود واہیات بتائیے یا الٹا ان محتملات کے معارض بتا کر شاذ ومردود ٹھہرائیے یہ کیا مقتضائے انصاف ودیانت ہے یہ کیا محدثی کی شان نزاکت ہے۔ اب تو بحمداللہ سب جعل کھُل گیا، حق وباطل میزانِ نظر میں تُل گیا، اور واضح ہُوا کہ یہ ساتوں روایتیں بھی اُنھیں محاورات سے ہیں جن میں دو آیتیں اور بارہ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر اکیس مثالیں ہُوئیں وباللہ التوفیق۔

جواب دوم جانے دو اُن میں قبل ان میں بعد یونہی سمجھو پھر ہمیں کیا مضر اور تمھیں کیا مفید۔ شفقین دو ہیں: احمر وابیض۔ اُن روایات قبل میں سپید مراد ہے اُن روایات بعد میں سُرخ۔ یُوں بھی تعارض مندفع اور سب طرق مجتمع ہو گئے۔ حاصل یہ نکلا کہ شفق احمر ڈوبنے کے بعد شفق ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی عشا پڑھی۔ یہ بعینہٖ ہمارا مذہب مہذب اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طور پر جمع صوری ہے حقیقی تو جب ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہرگز نہ دے سکے۔ یہ جواب بنگاہِ اوّلیں ذہنِ فقیر میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرہٗ نے یہی افادہ فرمایا۔

رہی روایت ہفتم سار حتی ذھب بیاض الافق و فحمۃ العشاء[1] (چلتے رہے یہاں تک کہ افق کی سفیدی اور عشا کی سیاہی ختم ہوگئی۔ ت) جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے۔

اقول و باللہ استعین اوّلاً یہ بھی کب رہی اس میں بھی وہی تقریر جاری جیسے غاب الشفق بمعنے کاد ان یغیب یُوں ہی ذھب البیاض بمعنے کاد ان یذھب۔

ثانیاً حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق، کنارہ شرقی بھی افق ہے، بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اُٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوعِ فجر میں اس کا عکس، جسے قرآن عظیم میں حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر[2] (یہاں تک کہ فجر کے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا تمھارے لیے واضح ہوجائے۔ ت) فرمایا، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیطِ اسود جاتا رہتا ہے، یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمۂ عشا سرِ شام کا دھندلکا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نورِ شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہوجاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں آکر کچھ دیر سخت ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے، زہر الربی میں ہے، فحمۃ

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ کارخانۂ تجارت کتب نور محمد کراچی ۱/ ۹۹

[2] القرآن ۲/ ۱۸۷

marfat.com

لا انه دخل فیه۔[1] نہ یہ کہ شام ہو ہی گئی۔

خود صحیح بخاری کتاب بدء الخلق میں ہے ، اخر العصر شیأ[2] (عصر میں کچھ تاخیر کی) افادہ الحافظ فی فتح الباری۔

حدیث ۱۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ "سحری کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابنِ اُمِّ مکتوم اذان دے"۔ اس پر صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے :

قال کان رجلا لا ینادی حتی یقال له اصبحت اصبحت۔[3] وہ اذان نہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے کہا جاتا تمھیں صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔

اگر اُن کی اذان سے پہلے صبح ہو چکتی تھی تو اس ارشاد کے کیا معنی کہ "جب تک وُہ اذان نہ دیں کھاتے پیتے رہو"۔ لہٰذا قسطلانی شافعی ارشاد اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں :

واللفظ للارشاد المعنی قاربت الصبح علی حد قوله تعالیٰ فاذا بلغن اجلهن[4] یعنی لوگوں کے اس قول کے کہ "صبح ہوگئی صبح ہوگئی" یہ معنی ہیں کہ صبح قریب آئی قریب آئی ، جیسے آیت میں فرمایا کہ عورتیں میعاد کو پہنچیں یعنی قریبِ میعاد۔ نیز اسی حدیث میں ارشادِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے :

فانه لا یؤذن حتی یطلع الفجر۔[5] ابنِ اُمِّ مکتوم اذان نہیں دیتے یہاں تک کہ فجر طلوع کرے۔

ارشاد شافعی کتاب الصیام میں ہے ، ای حتی یقارب طلوع الفجر[6] (یعنی یہاں تک کہ طلوعِ فجر قریب آئے)۔ بالجملہ اس محاورہ کے شیوع تمام سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اگر بالفرض وہ روایات صحیحہ جلیلہ صریحہ صلاۃ مغرب پیش از غروب شفق میں نہ بھی آتیں تاہم جبکہ ہر نماز کے لیے جُدا وقت کی تعیین اور پیش از وقت یا وقت فوت کر کے نماز پڑھنے کی تحریم یقینی قطعی اجماعی تھی ان روایات میں یہ مطلب بنظر محاورہ عمدہ محتمل اور استدلال مستدل بتطرق احتمال باطل و مختل اور آیات و احادیث تعیین اوقات کا ان سے معارضہ غلط و مہمل ہوتا نہ کہ خود اسی حدیث

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۴۷۷
[2] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۷
[3] صحیح البخاری باب اذان الاعمیٰ الخ " " " " ۱/۸۶
[4] ارشاد الساری شرح بخاری باب اذان الاعمیٰ الخ " دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۱۱
[5] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یمنعکم من سحورکم اذان بلال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۷
[6] ارشاد الساری مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۳/۳۶۳

marfat.com

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔

رابعاً ملّا جی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض تو رَد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال ناحق مردود الروایہ بنائے اب اپنے لیے یہ روایت حجّت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصولِ محدثین پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغ علم تقریب میں ہے:

عبداللہ بن ابن نجیح یسار المکی ابو یسار الثقفی، مولاھم، ثقۃ، رمی بالقدر، و ربما دلس[1]۔

عبداللہ ابن ابی نجیح یسار مکی ابو یسار ثقفی، بنی ثقیف کا آزاد کردہ، ثقہ ہے، قدری ہونے سے متہم ہے، بسا اوقات تدلیس کرتا ہے۔ (ت)

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب و تدریب میں ہے:

الصحیح التفصیل، فما رواہ بلفظ محتمل لم یبین فیہ السماع، فمرسل لا یقبل، وما بین فیہ، کسمعت، وحدثنا، واخبرنا، وشبھھا، فمقبول یحتج بہ[2]۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی مدلس کی وُہ روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور غیر مقبول ہے، اور جس میں سماع کی صراحت ہو، جیسے سمعت، حدثنا، اخبرنا اور ان جیسے الفاظ، تو وہ مقبول ہے اور قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

اور مرسل کی نسبت آپ خود فرما چکے روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہا و جمہور محدثین کے۔ یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود و مرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفۂ دہم میں گزرا جھوٹے ادعائے ارسال پر تو یہ جوش و خروش اور سچّے ارسال میں یُوں گنگ و خاموش، یہ کیا مقتضائے حیا و دیانت ہے۔

جواب سوم حدیث مذکور کے اصلاً کسی طریق میں نہیں کہ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ابیض نماز مغرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد زسفر وقت حقیقۃً قضا کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفق احمر تک ہے

الدار قطنی عن ابن عمر، رفعہ، والصحیح وقفہ، افادہ البیھقی والنووی، انہ قال:

دار قطنی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، جیسا کہ بیہقی اور نووی نے

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ عبداللہ ابن نجیح مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۴۴

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۲۹

ف: معیار الحق ص ۱۰۴

marfat.com

العشاء ، ھی اقبال اللیل و اول سوادہ[1] (فحمۃ العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں ۔ ت) شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے ؛

ھی شدّۃ سواد اللیل فی اولہ ، حتی اذا سکن فورہ ، قلت بظھور النجوم وبسط نورھا ۔ ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداء ۔ لاتکاد تری شیأ[2]۔

وُہ رات کا ابتدائی حصّے میں بہت سیاہ ہونا ہے ۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے، اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاضِ شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاضِ شفق جانا بیان کر کے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی ، ہاں بیاض شرقی اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فحمۂ عشاء کا ذکر عبث و لغو نہ ہوگا ۔

ثالثاً یہی حدیث اسی طریق مذکور سفیٰن سے امام طحاوی نے یُوں روایت فرمائی ؛

حدثنا فھد ثنا الحمانی ثنا ابن عیینۃ عن ابن ابی نجیح عن اسمٰعیل بن ابی ذویب قال: کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ، فلما غربت الشمس ، ھبنا ان نقول : الصلاۃ ، فسار حتی ذھب فحمۃ العشاء ورأینا بیاض الافق ، فنزل فصلی ثلثا المغرب ، واثنتین العشاء ، وقال : ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل[3]۔

حدیث بیان کی ہم سے فہد نے حمانی سے ، اس نے ابن عیینہ سے ، اس نے ابن ابی نجیح سے ، اس نے اسمٰعیل بن ابی ذویب سے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم انھیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہوگئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی ۔ اس وقت اُتر کر مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے ۔ (ت)

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرِ شام کا دھندلکا جاتا رہا اور ہمیں افق کی سپیدی نظر آئی

---

[1] زہر الربٰی مع سنن النسائی بین السطور زیر حدیث مذکور مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۱/ ۹۹

[2] جامع الاصول للمصنف

[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۱

marfat.com

زاد ابوداود وابن موهب المعنی، قالا نا المفضل ح والبخاری وحدہ، حدثنا حسان الواسطی، وھذا لفظہ، ثنا المفضل بن فضالۃ عن عقیل عن ابن شھاب عن انس بن مالک، قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس، اخر الظھر الی وقت العصر، ثم یجمع بینھما، واذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل، صلی الظھر ثم رکب[1]۔

بیان کی ہم سے قتیبہ نے — ابوداؤد نے اضافہ کیا ہے "اور ابن موہب المعنی نے" دونوں مفضل سے روایت کرتے ہیں۔ یہی روایت بخاری نے بواسطہ حسان واسطی تنہا بھی کی ہے، اور آئندہ الفاظ اسی کے ہیں۔ حدیث بیان کی ہم سے مفضل نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر زوال سے پہلے روانہ ہوجاتے تھے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کردیتے تھے، پھر دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے — قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "پھر اُترتے تھے اور دونوں کو اکٹھا پڑھتے تھے" — اور اگر زوال ہوجاتا تھا — قتیبہ کے الفاظ یوں ہیں: "اور اگر روانگی سے پہلے زوال ہوجاتا تھا" — تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے تھے۔ (ت)

دُوسرے لفظ میں ہے ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اوّل وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی عمرو الناقد نا شبابۃ بن سوار المدائنی نا لیث بن سعد عن عقیل، فذکرہ، وفیہ: اخر الظھر حتی یدخل اول وقت العصر، ثم یجمع بینھما[2]۔

حدیث بیان کی ہم سے عمرو الناقد نے شبابہ سے، اس نے لیث سے، اس نے سعد سے، اس نے عقیل سے، اس کے بعد روایت ذکر کی، اس میں ہے کہ ظہر کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ عصر کا ابتدائی وقت داخل ہوجاتا، پھر دونوں کو جمع کرلیتے۔ (ت)

تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اُسے اور عشا کو ملاتے یا انھیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی ابوالطاھر وعمرو بن السواد قالا نا ابن وھب ثنی جابر بن اسمعیل عن عقیل، وفیہ: یؤخر المغرب حتی یجمع

حدیث بیان کی مجھ سے ابوالطاہر اور عمرو بن سواد نے ابن وہب سے، اس نے جابر سے، اس نے عقیل سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو مؤخر کرتے تھے یہاں تک

---

[1] صحیح البخاری باب یؤخر الظہر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۰
[2] صحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین " " " " ۱/۲۴۵

marfat.com

الشفق الحمرۃ۔ افادہ کیا ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ شفق سُرخی کو کہتے ہیں۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابیض تک ہے ھو الصحیح روایۃ والرجیح درایۃ وقضیۃ الدلیل فعلیہ التعویل (یہی روایۃً صحیح ہے، اسی کو درایۃً ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے اسی پر اعتماد ہے۔ ت) ہمارا مذہب اجلّائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر و اُمّ المومنین صدیقہ و امام العلماء معاذ بن جبل و سیّد القراء اُبَی بن کعب و سیّد الحفاظ ابوہریرہ و عبداللہ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم و اکابر تابعین مثل امام اجل محمد باقر و امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز و اجلّائے تبع تابعین مثل امام الشام اوزاعی و امام الفقہاء و المحدثین و الصالحین عبداللہ بن مبارک و زفر بن الہذیل و ائمۂ لغت مثل مبرد و ثعلب و فراء و بعض کبرائے شافعیہ مثل ابوسلیمان خطابی و امام مزنی تلمیذ خاص امام شافعی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے منقول کما فی عمدۃ القاری وغنیۃ المستملی وغیرھما۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صراحۃً ثابت بھی ہو کہ انھوں نے بعد غروبِ ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انھوں نے کسی سفر میں سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعد شفقِ احمر شفقِ ابیض میں مغرب اور اُس کے بعد عشاء پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے وقت قضا کر کے جمع فرمائی اب چاہے ابنِ عمر سے ثابت ہو جائے کہ انھوں نے پہر رات گئے بلکہ آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ اُن کے اپنے مذہب پر مبنی ہوگا کہ جب وقت قضا ہو گیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وُہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع حقیقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا یہ تقریر بحمد اللہ تعالٰی وافی وکافی اور مخالف کے تمام دلائل وشبہات کی دافع ونافی ہے اگر ہمّت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حقیقۃً شفق ابیض گزار کر وقت اجتماعیِ عشاء میں مغرب پڑھی یا اس طور پڑھنے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ تعالٰی قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دکھا سکو گے بلکہ احادیثِ صحیحہ صریحہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جمع فرمانا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صراحۃً ہمارے موافق اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی احتمالی باتوں مذبذب خیالوں پر عمل کریں اور اُن کے سبب نمازوں کی تعیین وتخصیص اوقات کہ نصوص قاطعۂ قرآن وحدیث واجماعِ امت سے ثابت ہے چھوڑ دیں۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی بطریق عُقیل بن خالد عن ابن شہاب عن انس جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقتِ عصر تک تاخیر فرماتے،

الشیخان وابوداود والنسائی، حدثنا قتیبۃ، بخاری، مسلم، ابوداود اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

marfat.com

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں ؛

المراد انہ عند فراغہ منہا دخل وقت العصر، کما سیأتی عن ابی الشعثاء الخ[1]

مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہوگیا، جیسا کہ عنقریب ابوالشعثاء سے آرہا ہے۔(ت)

اور اُس سے فارغ ہوتے ہی جو عصر اپنے شروع وقت میں پڑھی جائے بداہۃً دونوں نمازیں مجتمع ہو جائیں گی تو اس معنے کو تخریف یا جمع بینہما کے مخالف کہنا صریح جہالت ہے۔

اقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یؤخر الظہر میں ظہر سے صلاۃِ ظہر مراد ہونا تو بدیہی نماز ہی قابلِ تاخیر وتعجیل ہے نہ وقت جس کی تاخیر وتعجیل مقدورات عباد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقۃً تکبیر تحریمہ سے سلام تک مجموع افعال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزء نماز ہے اور ایسے حقائق میں جز شے شے نہیں جو اسم کسی مرکب مجموع اجزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موضوع ہو بنظرِ حقیقت اُس کا صدق جزء آخر کے ساتھ ہوگا نہ اُس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموع جدران وسقف وغیرہا کا نام ہے تو جب نیو بھری گئی یا پہلی اینٹ چنائی کی رکھی گئی مکان نہ کہیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسے شرع مطہر نماز کہے اور معتبر رکھے متحقق نہیں تو بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز عین وقت فراغ پر ہے نہ وقت تکبیر کہ ہنوز زمانۂ عدم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا ابتدائے وقتِ عصر پر بتائی گئی ہے اور اُس کی انتہا فراغ پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے فراغ وقت ظہر کے جزء اخیر میں ہوا یہی بعینہٖ ہمارا مقصود ہے اگر معنے وہ لیے جائیں جو ملّا جی بتاتے ہیں کہ اول وقت عصر میں نماز ظہر شروع کی تو تاخیر ظہر اول وقت عصر پر منتہی نہ ہوئی بلکہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث ہے تو بلحاظ حقیقت شرعیہ معنیٔ حدیث وہی ہیں جنہیں ملّا جی تحریف نصوص بتا رہے ہیں ہاں مجازاً آغاز نماز پر بھی اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور ملّا جی کے معنی میں وہی فرق ہے جو حقیقت ومجاز میں۔ بحمداللہ اس بیان جلی البرہان سے واضح ہوگیا کہ ملّا جی کا منتہائے تاخیر ومنتہائے نماز ظہر میں تفرقہ پر حکم کرنا جہالت تھا ملّا جی نے اتنا سچ کہا کہ منتہے تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا آگے جو یہ حاشیہ چڑھایا کہ یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ وقت عصر آجاتا نرا ادعائے بے دلیل ہے طرفہ یہ کہ خود بھی حضرت نے اُنھیں لفظوں سے تعبیر کی جن میں دونوں معنی محتمل مگر عقل و وہابیت تو باہم اقصے طرفین نقیض پر ہیں وللہ الحمد۔

ثم اقول وبحول اللہ اصول (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طاقت سے جرح کرتا ہوں) ظہر کی وقتِ عصر تک تاخیر درکنار اگر صاف یہ لفظ آتے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعائے مخالف میں نص نہ تھی ظہرین وعشائین میں

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۹

marfat.com

بینھا وبین العشاء حین یغیب الشفق[1] ۔ ورواہ النسائی ، قال: اخبرنی عمرو بن سوّاد بن الاسود بن عمرو ، وابوداود مختصرا ، قال: حدثنا سلیمٰن بن داود المھری کلاھما عن ابن وھب ، بہ ، ورواہ الطحاوی حدثنا یونس ، قال: انا ابن وھب ، وفیہ : حتی یغیب الشفق[2] ۔

کہ اس کو اور عشاء کو جمع کرلیتے جب شفق غائب ہوتی تھی ۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطۂ عمرو ابن سواد ابن اسود ابن عمر ، اور ابوداود نے بھی مختصراً بواسطۂ سلیمان ابن داود المھری بیان کیا ہے (عمرو اور سلیمان) دونوں نے یہ روایت ابن وہب سے لی ہے ۔ اور طحاوی نے اس کو بواسطۂ یونس ، ابن وہب سے لیا ہے ۔ اس میں ہے "یہاں تک کہ شفق غائب ہوجاتی تھی ۔" (ت)

غیبتِ شفق کے جوابات شافیہ تو بحمداللہ اوپر گزرے ملّا جی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرماکر جمع کرتے اُس پر حتی کے معنی میں لاطائل نحویت بگھار کر فرماتے ہیں[ف] پس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھتے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنی سے کسی کو انکار نہیں مگر محرفین للنصوص کو اوّل وقت عصر کا منتہی تاخر کا ہے نہ نماز ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو تم یجمع بینھما کے کچھ معنے نہیں بنتے کہ بعد ہوچکنے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہوا ھ ملخصا مھذبا۔

جواب ان لن ترانیوں کا تو بہت واضح ہے عصر یا وقت عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر تک ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنے ممکن کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہوا یونہی یہ بھی متصور کہ ظہر میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے ختم ہوتے ہی وقتِ عصر آگیا خود علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فرمایا : باب تاخیر الظھر الی العصر[3] ۔ امام عسقلانی شافعی نے فتح الباری پھر قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی :

باب تاخیر الظھر الی اول وقت العصر ، بحیث انہ اذا فرغ منھا یدخل وقت تالیھا ، لا انہ یجمع بینھما فی وقت واحد[4]

باب ، ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب ظہر سے فارغ ہو ، عصر کا وقت داخل ہوجائے ، نہ یہ کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے ۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۵
سنن ابی داؤد ۱/۱۷۲ شرح معانی الآثار ۱/۱۱۳
[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۹۹
[3] صحیح البخاری باب تاخیر الظھر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷
[4] ارشاد الساری دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱/۴۹۱
ف ۔ معیار الحق ص ۳۷۷، ۳۷۸

marfat.com

وقت واحد[1]۔

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے اشتراک کا احتمال ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

ثم اقول ہاں میں علما سے کیوں نقل کروں خود ملّا جی اپنے ہی لکھے کو نہ روئیں اقرء کتابك كفى بنفسك اليوم عليك شهيدا[2]۔ (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ت) مسئلۂ وقتِ ظہر میں جو ایک مثل کا اثبات پیشِ نظر تھا پاؤں تلے کی سوجھی آگا پیچھا بے سوچے سمجھے صاف صاف انھیں معنی کا اقرار کرگئے یہ کیا خبر تھی کہ دو قدم چل کر یہ اقرار جان کا آزار ہوجائے گا حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کرکے فرماتے ہیں[ف]: معنے اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سایہ ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے یہ معنے نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اُسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی اھ ملخصا۔ کیوں مُلّا جی! جب صلاۃ بمعنی فراغ عن الصلاۃ آپ خود لے رہے ہیں تو آخر الظہر کے معنے آخر الفراغ عن الظہر لینا کیوں تحریف نصوص ہوگیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی ہے اپنے لیے تحریف تبدیل انکار تکذیب جو چاہو حلال کرلو۔ **مزہ** یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی نقل کی اور ابو داؤد کے لفظ چھوڑ کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف نقل کیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی اور بکمال خوشی طالعی اسے بھی لکھ دیا[ف] کہ معنے اس کے بھی وہی ہیں جو حدیثِ نسائی کے بیان کیے گئے یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل پر۔ مُلّا جی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنے لے رہے ہو کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو اب کس مُنہ سے یہ حدیثیں اثبات جمع میں پیش کرتے اور انھیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہو ان میں تو تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنے بنا رہے ہو ان کے بدرجۂ اولٰی بنیں گے اور اول تا آخر تمہارے سب دعوے

---

[1] اقتباس ومناسب المقام ههنا الشهادة لا الحساب ۱۲ منه (م)

قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لیے حسیبًا کی جگہ شهیدًا لایا گیا ہے) (ت)

---

[1] مرقات المفاتیح الفصل الثانی من باب المواقیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۲۴

[2] القرآن ۱۷/۱۴۔ [ف] معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ [ف] ایضًا ص ۳۲۱

marfat.com

آخروقتِ اول واول وقت آخر آن واحد فصل مشترک بین الزمانین ہے اور صلاۃ بمعنے ابتدائے صلاۃ اور فراغ عن الصلوٰۃ دونوں مستعمل تو بحکم مقدمۂ اولٰی جس نماز کے فراغ پر اُس کا وقت ختم ہوجائے اُسے جس طرح یُوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے جزء اخیر میں تمام ہوئی یونہی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جزء اول میں اُس سے فراغ ہوا اور بحکم مقدمۂ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان لفظوں سے بھی ادا کرسکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فراغ عن الصلاۃ تھا اور فراغ عن الصلاۃ آخر وقت میں ہوا اور آخر وقت ماضی اولِ وقت آتی ہے ولہذا ساتوں احادیث مذکورۂ امامت جبریل و سوال سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی وظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند الترمذی وحدیث سائل عند ابی داؤد میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی خود امام شافعی وجمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے ان میں صلاۃ عصر دیروزہ کو ابتدائے نماز اور صلاۃ ظہر امروزہ کو فراغ نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرمائی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یُوں تعبیر فرمایا گیا کہ ظہر امروزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی امام اجل ابوزکریا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتم الظہر فانہ وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا چاہو تو عصر تک سارا وقت ظہر ہی کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں :

احتج الشافعی والاکثرون بظاھر الحدیث الذی نحن فیہ ، واجابوا عن حدیث جبریل علیہ السلام ، بان معناہ ، فرغ من الظھر حین صار ظل کل شئ مثلہ ، وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شئ مثلہ فلا اشتراک بینھما۔[1]

امام شافعی اور اکثر علما نے اسی حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے جس میں ہم گفتگو کررہے ہیں اور جبریل علیہ السلام کی حدیث سے یہ جواب دیا ہے کہ پہلے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تھا تو اس وقت ظہر کی نماز سے فارغ ہوگئے تھے اور دوسرے دن جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہُوا تھا تو اس وقت عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

فی روایۃ ، حین کان ظل کل شئ مثلہ ، کوقت العصر بالامس ۔ای فرغ من الظھر ح ، کما شرع فی العصر فی الیوم الاول ح حینئذٍ قال الشافعی : وبہ یندفع اشتراکھما فی

ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تھا، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے وقت تھا۔ یعنی آج اُسی وقت ظہر سے فارغ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے۔

---

[1] شرح الصحیح لمسلم مع مسلم باب اوقات صلوات الخمس، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۲

marfat.com

کے طرق جو زیجات میں موضوع ہیں سب ظنی وتخمینی ہیں کسی کوکب کی تقویم حقیقی معلوم کرنا نہ حساب کا کام ہے نہ ارصاد کا ، بدأ اول جیوب و ظلال ومیول و اوساط و تعاویل مراکز و مواضع اوجات و تفاوت ایام حقیقیہ و وسطیہ و فصل مابین المرکزین وعروض واطوال بلاد و درج و اجزائے استوائیہ وطوالع ومطالع بلدیہ وغیرہا امور کہ اس ادراک کے ذرائع ہیں سب فی انفسہا محض تخمین ہیں اور اس پر اثباتِ زیجات برفع واسقاط حصصِ کسرات تخمین بالائے تخمین، پاکی ہے اسے جس نے بہر نقیر وقطمیر میں عجز وجہل بشر کو ظاہر کیا اور ذرہ ذرۂ عالم سے اپنے کمال علم وقدرت کو جلوہ دیا،

سبحٰنك لاعلم لنا الاما علمتنا انك انت العلیم الحکیم[1]۔

تُو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنے کی تُو نے تعلیم دی ہے تُو ہی علیم حکیم ہے۔ (ت)

ولہذا ملتقی وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامۂ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظرِ ناظر کبھی حالتِ شک میں رہتی ہے کبھی بقائے وقتِ اول کبھی دخولِ وقت آخر گمان کرتی ہے اور واقع وہ ہے جو رب العزۃ جل وعلا کے علم میں ہے صاحبِ وحی خصوصاً عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب بحکم نبأنی العلیم الخبیر (آگاہ کیا ہے مجھے علم والے اور خبر والے نے۔ت) عین وقت حقیقی پر مطلع ہو کر نمازِ ظہر ایسے اخیر وقت میں ادا فرمائے اور سلام پھیرتے ہی معاً وقت عصر کی ابتدائے حقیقی جو خاص علمِ الٰہی میں تھی شروع ہوجائے اور دیگر ناظرین کہ وحی سے بہرہ نہیں رکھتے براہِ اشتباہ اسے وقت آخر میں گمان کریں اصلا محل تعجب نہیں نہ معاذ اللہ اس میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کسرِ شان کہ علومِ خاصۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ منافیِ صحابیت نہیں بلکہ واجب ولازم ہے فقیر غفرلہ المولی القدیر احادیث کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی نظیریں پیش کرسکتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایسے وقت نمازیں پڑھیں یا سحری تناول فرمائی کہ ناظرین کو بقائے وقت میں شک یا خروجِ وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلۂ حذاقِ صحابہ کی تمییز ومعرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوئے علم محمدی تو علم محمدی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مثلاً :

حدیث ۱ حدیث سائل کہ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی ومسند امام احمد وحج امام ابن ابان ومصنف طحاوی میں سیدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اس میں ظہر روزِ اول کی نسبت مسلم ونسائی کی روایت یوں ہے :

اقام بالظھر حین زالت الشمس، والقائل یقول: قد انتصف النھار، وھو کان

سورج ڈھلتے ہی ظہر کی اقامت کہی اس حال میں کہ کہنے والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ

---

[1] القرآن ۲/۳۲

marfat.com

قل موتوا بغیظکم سُنیں گے انصاف ہو تو ایک یہی حرف تمھاری ساری محنت کو پہلی منزل پہنچانے کے لیے بس ہے وللہ الحمد یہ کلام تو ملّا جی کی جہالتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الوہاب اُسی طرز صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول دخول عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی اکیس مثالیں آیات واحادیث سے گزریں خصوصا حدیث ہشتم میں ہم نے روایت صحیحہ صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی سے روشن ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھنے کو کہا یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی

الی ھذا الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی، حیث قال، قد یحتمل ان یکون قولہ، الی اول وقت العصر، الی قرب اول وقت العصر۔[1]

اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر کا قریب ہونا ہے۔ (ت)

جواب ثانی، اقول وقت ظہر دو مثل سمجھو خواہ ایک اُس کی حقیقت واقعیہ کا ادراک طاقت بشری سے خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی ہموار تاہم پیمائش اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کر کے ناپنا تو ہرگز غایت تخمین مقدور تک بھی بالغ نہیں نہایت تصحیح عمل امثال دائرۂ ہندیہ ہے وہ بھی حقیقت امر ہرگز نہیں بتا سکتا۔

اولا دائرے کی صحتِ سطح کا اسطوا سطحِ دائرۃ الافق سے اُس کی پوری موازات مقیاس کا سطحِ دائرۂ نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہونا مدخل ومخرج کے نقاط نامتجزیہ کی صحیح تعیین قوس محصورہ کی ٹھیک تنصیف پھر ظل کا خط نامتجزی پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثلین کی بے کمی بیشی زیادت ان میں سے کسی پر جزم متیسر نہیں۔

ثانیا بفرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر صحیح بھی ہوجائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح عظیمۂ نصف النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت ومعلوم ہے کہ شمس بوجہ تقاطعِ معدل ومنطقہ اپنی سیر خاص سے لمحہ بھر بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منتصف مابین المدخل والمخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ دائرۃ الزوال پر مرکز نیر کا انطباق اور احد الانقلابین میں حلول آنِ واحد میں ہو اور وہ نہایت نادر ہے۔

ثالثا اس نادر کو بھی فرض کر لیجئے تاہم علم کی طرف اصلا سبیل نہیں کہ حلولِ انقلاب یا وصول دائرہ جاننے

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳

marfat.com

طلوع الصبح للعامة ، وقد ظهرله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طلوعه ، اِمّا با لوحی او بغیرہ[1]۔

طلوع کرنا ظاہر نہ ہوا تھا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم ہوگیا۔

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبدالرحمٰن بن یزید نخعی سے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ہے :

ثم صلی الفجر حین طلع الفجر ، قائل یقول : طلع الفجر ، وقائل یقول : لم یطلع الفجر ، واوله ، قال : خرجنا مع عبداللہ الی مکة ، ثم قدمنا جمعا الحدیث[2]۔

یعنی ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبداللہ نے نمازِ فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کہتا فجر ہوگئی ہے کوئی کہتا ابھی نہیں۔

حدیث ۴ امام ابوجعفر طحاوی انھیں عبدالرحمٰن نخعی سے راوی :

قال صلی عبداللہ باصحابه صلاة المغرب، فقام اصحابه یتراءون الشمس، فقال ، ما تنظرون؟ قالوا : ننظر اغابت الشمس! فقال عبداللہ : هذا ، واللہ الذی لا الٰه الا هو ، وقت هذه الصلاة الحدیث[3]۔

یعنی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب کو نمازِ مغرب پڑھائی اُن کے اصحاب اُٹھ کر سورج دیکھنے لگے ، فرمایا : کیا دیکھتے ہو ؟ عرض کی : یہ دیکھتے ہیں کہ سورج ڈوبا یا نہیں ! فرمایا : قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس نماز کا ہے۔

نماز سے فارغ ہوکر بھی اُن کے اصحاب کو شبہہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صلی حقیقةً فی الفعل دون الارادة والفاء للتعقیب (کیونکہ صلّٰی کا حقیقی معنی نماز پڑھنا ہے نہ کہ ارادہ کرنا اور فاء تعقیب کے لیے ہے۔ ت)

حدیث ۵ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال : تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ

ہم نے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب صلاۃ الفجر بالمزدلفۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۰/۲۰
[2] صحیح البخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸
[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۷

marfat.com

اعلم منھم[1]۔

ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں ؛

حتی قال القائل ، انتصف النھار ، وھو اعلم[2]۔

یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہوا اور حضور کو حقیقت امر کی خُوب خبر تھی۔

احمد وعیسٰی وطحاوی کے لفظ یُوں ہیں ؛

والقائل یقول ؛ انتصف النھار اولم ، و کان اعلم منھم[3]۔

کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہوا اور حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی۔

حدیث ۲ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وکتاب طحاوی میں پارۂ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارۂ انکار جمع بین الصلاتین کہ عنقریب اِن شاء اللہ القریب المجیب مذکور ہوگی یہ ہے ؛

صلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا[4]۔

صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ت)

ابوداؤد کے لفظ یُوں ہیں ؛

صلی صلاۃ الصبح من الغد قبل وقتھا[5]۔

دسویں ذوالحجہ کو مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی۔ (ت)

طحاوی کی روایت یُوں ہے ؛

صلی الفجر یومئذ لغیر میقاتھا[6] یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اُس کے وقت سے پہلے پڑھی بے وقت پڑھی۔

امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ؛

قولہ قبل میقاتھا ، بان قد مر علی وقت ظھرہٖ

یعنی قبل وقت پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا

---

[1] الصحیح لمسلم باب اوقات صلوات الخمس ۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۳
[2] سنن ابی داؤد باب المواقیت مطبوعہ مجتبائی لاہور ، پاکستان ۱/ ۵۷
[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۰۳
[4] صحیح البخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۸
[5] سنن ابی داؤد باب الصلوٰۃ بجمع مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/ ۲۶۷
[6] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۳

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؟ قال: ھو النھار، الا ان الشمس لم تطلع[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی ؟ کہا دن ہی تھا مگر یہ کہ سورج نہ چمکا تھا۔

امام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے:

قلت: بعد الصبح ؟ قال: بعد الصبح، غیران الشمس لم تطلع[2]

میں نے کہا بعد صبح کے کہا ہاں بعد صبح کے مگر آفتاب نہ نکلا تھا۔

رائے فقیر میں ان روایات کا عمدہ محل یہی ہے کہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت کے مطابق حقیقی منتہائے لیل پر سحری تناول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گمان ہوا کہ سحری دن میں کھائی بعد صبح اور واقعی جو شخص سحری کا پچھلا نوالہ کھا کر آسمان پر نظر اٹھائے تو صبح طالع پائے وہ سوا اس کے کیا گمان کرسکتا ہے۔

حدیث ۸ ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب وضع کیا: باب المسافر وھو یشك فی الوقت[3]۔ اور اس میں انہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جن کی حدیث میں ہم یہاں کلام کررہے ہیں روایت کی:

قال: کنا اذا کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر، فقلنا: زالت الشمس اولم تزل، صلی الظھر ثم ارتحل[4]۔

جب ہم حضور اقدس سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب سفر میں ہوتے تھے ہم کہتے سورج ڈھلا یا ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت نمازِ ظہر پڑھ کر کوچ فرمادیتے۔

حدیث ۹ ابوداؤد اسی باب میں اور نیز نسائی وطحاوی انہیں انس رضی اللہ عنہ سے راوی:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نزل منزلا لم یرتحل حتی یصلی الظھر، فقال لہ رجل: وان کان نصف النھار؟ قال: وان کان نصف النھار[5]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اُترتے بے ظہر پڑھے کوچ نہ فرماتے۔ کسی نے کہا اگرچہ دوپہر کو، فرمایا: اگرچہ دوپہر کو۔

---

[1] سنن النسائی الحث علی السحور وذکر الاختلاف الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۳
[2] شرح معانی الآثار کتاب الصیام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۷۸
[3] سنن ابی داؤد باب المسافر یصلی الخ " مجتبائی لاہور
[4] و [5] " " " " " ۱/۱۷۰ ۱/۱۷۰

marfat.com

تعالیٰ علیہ وسلم، ثمّ قمنا الی الصلاۃ، قلت: کم کان قدر ما بینھما؟ قال، خمسین اٰیۃ۔[1]

سحری کھائی پھر نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہو گئے میں نے پُوچھا بیچ میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں پڑھنے کا۔

حدیث ۶ بخاری ونسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، و زید بن ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورھما قام نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الصلاۃ فصلی، قلت لانس: کم کان بین فراغھما من سحورھما و دخولھما فی الصلاۃ؟ قال: قدر ما یقرؤ الرجل خمسین اٰیۃ۔[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ صبح کے لیے کھڑے ہو گئے نماز پڑھ لی میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا سحری سے فارغ اور نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل ہوا، کہا اس قدر کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام طورپشتی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ھذا تقدیر لا یجوز لعموم المؤمنین الاخذ بہ، وانما اخذہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاطلاع اللہ تعالیٰ ایاہ، وکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوما عن الخطأ فی الدین۔[3]

یہ اندازہ ہے کہ عام اُمّت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے اس لیے اختیار فرمایا کہ رب العزۃ جل وعلا نے حضور کو وقت حقیقی پر اطلاع فرمائی تھی اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔

حدیث ۷ نسائی وطحاوی زِرّ بن حبیش سے راوی:

قال، قلنا لحذیفۃ، ای ساعۃ تسحرت مع

ہم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا آپ نے

---

[1] صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۱
[2] صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۲
[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول من باب تعجیل الصلوات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۳۳

marfat.com

حکم فرمایا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازتِ اذان عطا ہوئی، تو بلا شُبہہ دوسرے مثل میں وقتِ ظہر باقی رہنا ثابت ہوا جیساکہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے یہ دلیل ساطع بحمداللہ تعالٰی لاجواب تھی یہاں ملّاجی حالتِ اضطراب میں فرماگئے کہ مساوی کہنا راوی یعنی سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ تخمیناً اور تقریباً ہے نہ بانظور کہ گز رکھ کر ناپ لیا تھا۔ کیوں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو گز رکھ کر نہ ناپا تھا یونہی تخمیناً مساوات بتادی مگر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا گز رکھ کر ناپ لینا آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا آخر دخول وقت عصر یُونہی تو معلوم ہوگا کہ سایہ اس مقدار کو پہنچ جائے اُس کا علم بے ناپے کیوں کر ہوا بلکہ یہاں تو غالباً دو ناپوں کی ضرورت ہے ایک وقت نصف النہار کہ سایۂ اصلی کی مقدار ناپیں دوسری اس وقت کہ سایہ بعد ظل اصلی مقدارِ مطلوب کو پہنچا یا نہیں، جب انہوں نے ایک ناپ نہ کی یونہی تخمیناً فرمادیا انھوں نے دو ناپیں کاہے کو کی ہوں گی، یونہی تخمیناً فرمادیا ہوگا کہ عصر کا اوّل وقت داخل ہوگیا جیسے آپ وہاں احتمال نکالا چاہتے ہیں کہ واقع میں مساوی نہ ہوا ہوگا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہُوئی یہاں بھی وہی احتمال پیدا رہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر اپنے ہی وقت پر ہُوئی یہ کیا حیاداری ومکابرہ ہے کہ جابجا جو باتیں خود اختیار کرتے جاؤ دُوسرا کرے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصوص بتاؤ اس تحکم کی کوئی حد ہے۔

لطیفہ ۲۔ اقول خدا انصاف دے تو یہاں تخمینہ بھی اتنی ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں سخت فاحش غلطی ماننی پڑے گی جسے ان کی طرف بے دلیل نسبت کردینا صراحۃً سُوءِ ادب ہے، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہُوا کہ سایۂ تلول کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی نہ پہنچے گا کہ اور چیزوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزر جائے گا کہ اول تو جس طرح ظہور ظل میں تفاوت شدید ہے کہ اتنی دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے یونہی زیادت ظل میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر جتنی دیر میں جتنا بڑھے گا ٹیلوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کم بڑھے گا کما لا یخفی علی العارف بقواعد الفن (جیساکہ قواعدِ فن کے جاننے والے پر مخفی نہیں۔ ت) تو لاجرم جس وقت ٹیلوں کا سایہ پیدا ہُوا اور بلندیوں کا سایۂ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلندیوں کا سایہ سایۂ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلندیوں کا سایہ نصف مثل سے کم بڑھ کر ایک مثل ظل اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیلوں کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہوگا اور اس تحفظ نسبت تفاوت کو نہ بھی مانئے تو خیر کم از نصف ہی جانئے پھر بہرحال اس سے اتنی دیر اور مجرا کیجئے جس میں اذان کا حکم ہوا اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر اُس وقت ٹیلوں کا سایہ کوئی چہارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فرمادینا کہ سایہ برابر ہوگیا تھا کس قدر بعید و ناقابل قبول ہے، کیا اچھا انصاف ہے کہ یا تو تخمین میں اُتنی غلطی نامسموع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھ لیجائیں

ف۔ معیار الحق۔ مسئلہ چہارم بحث اصل وقت ظہر الخ

marfat.com

نسائی کے لفظ یوں ہیں :

فقال رجل وانکانت بنصف النهار قال و انکانت بنصف النهار[1]۔

یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگرچہ دوپہر میں ہوتی۔

لطیفہ اوّل ملّا جی کو تو یہ منظور ہے کہ جہاں جیسے بنے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول انس رضی اللہ تعالٰے عنہ کو کہ وقت عصر کا آغاز ہو جاتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصلاً گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب علمائے حنفیہ نے حدیث صحیح جلیل صحیح بخاری شریف سے استدلال کیا کہ ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا : ایک سفر میں ہم حاضر رکاب سعادت سلطان رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی فرمایا وقت ٹھنڈا کر، دیر کے بعد انھوں نے پھر اذان کا قصد کیا، پھر فرمایا وقت ٹھنڈا کر، ایک دیر کے بعد انھوں نے پھر ارادہ کیا، فرمایا ٹھنڈا کر، حتی ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آگیا) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : ان شدة الحر من فیح جهنم[2] (گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے) تو اس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر خصوصاً موسم گرما میں کہ وہی زمانۂ ابراد ہے ٹیلوں کا سایہ اصلا نہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں :

التلول منبطحة غیر منتصبة، ولا یصیر لها فیٔ فی العادة، الا بعد زوال الشمس بکثیر[3]۔

ٹیلے زمین پر پھیلے ہوتے ہیں نہ بلند عادۃً ان کا سایہ نہیں پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد۔

امام ابن اثیر جزری شافعی نہایہ میں فرماتے ہیں :

هی منبطحة لا یظهر لها ظل، الا اذا ذهب اکثر وقت الظهر[4]۔

ٹیلے پست ہوتے ہیں ان کے لیے سایہ ظاہر ہی نہیں ہوتا مگر جب ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے۔

جب خود ائمۂ شافعیہ کی شہادت سے ثابت اور نیز مشاہدہ وعقل وقواعد علم ظل شاہد کہ ٹیلوں کے سائے کی ابتدا زوال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اُس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

---

[1] سنن النسائی اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ مطبوعہ المکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۵۸

[2] صحیح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر دار العرفۃ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷

[3] شرح الصحیح لمسلم مع مسلم باب استحباب الابراد بالظہر الخ " " " " " ۱/۲۲۴

[4] فتح الباری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر بیروت ۲/۱۷

نوٹ : یہ حوالہ سعی بسیار کے باوجود نہایہ سے نہیں مل سکا اس لیے فتح الباری سے نقل کیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

جس میں ٹیلوں کے لیے سایۂ اصلی ہونے کی صاف نفی تھی حضرت تو وہ دعوے کر چکے تھے کہ ان کا سایۂ اصلی آدھے مثل کے قریب ہوتا ہے لاجرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح الباری کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح الباری میں ویحتمل ان یراد الخ ملّا جی! دھرم سے کہنا یہ تحریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶ - اقول فتح الباری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ اصلاً نہ تھا دیر فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ متساوی ہونے کے ہرگز یہ معنے نہیں مگر آپ اپنی خبر لیجئے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو ظہور و وجود میں برابری صبح سے شام تک دن بھر رہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا معنے کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر ہوگیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں، یہ آپ کی نری من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی الظہور، تفریع کی مساوات فی الوجود، اور مفرع علیہ وجود شرقی، کیا جب تک وجود غربی شمالی تھا مساوات فی الوجود نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷ - اقول ملّا جی! جب آپ کے دھرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا تو زوال ہوتے ہی قطعاً معاً شرقی ہوا تو یہ مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر پیدا ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادۂ اذان کیا ہر بار حکم ابراد و تاخیر ملا یہاں تک کہ سایہ مساوی ہوا کیا یہ ارادہ ہائے اذان و حکم ہائے ابراد سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پہر دن چڑھے ظہر کا وقت ہو جانا ہوگا، ملّا جی! تحریف نصوص اسے کہتے ہیں، ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

لطیفہ ۸ - اقول جب کچھ نہ بنی تو ہارے درجے یہ تیسری نزاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی کہ یہ تاخیر آنحضرت[1] سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرت[2] نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس سفر پر حضر کو قیاس مع الفارق ہے۔ ملّا جی! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کی ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا یا تفویت ظہر کی کہ وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علّتِ حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدّتِ گرمی جوشِ جہنم سے ہے تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کرو یا یہ کہ ابھی اذان نہ کہو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔ ملّا جی! اس حدیث کی شرح میں خود علمائے شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت پھوٹے ارشاد الساری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی حدیث ابو ذر

---

[1] و [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم ۱۲ منہ ف معیار الحق ص ۳۵۴

marfat.com

یا اپنے داؤں کو یہ بھاری غلطی مقبول کہ سیر میں پسپری کا دھوکا۔ بحمداللہ تعالٰی اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہاں تخمین سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا۔

لطیفہ ۳ - اقول وہاں ایک ستم خوش ادائی یہ کی ہے[ف۱] کہ وہ تخمیناً برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی الگ کرکے وھذا لایخفی من لہ ادنی عقل (اور یہ ادنی سی عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں۔ ت) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل ہوگا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوگی کہ بخوبی فارغ ہوئے ہوں گے۔ ملاجی! ذرا کچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کہ آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرمارہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے ملاجی ان کے لیے ٹھیک دوپہر کا سایہ بنا رہے ہیں اور وہ بھی تھوڑا نہ بہت آدھی مثل جبھی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہوکر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہوجاتی ہے۔

لطیفہ ۴ - اقول اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے[ف۲] کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہوگیا پس برابر ہوگیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ ملاجی اپنے ہی ایمان سے بتادیں وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہوگیا اگرچہ وہ دس گز ہوں یہ جو برابر اے سبحٰن اللہ اسے کیوں تحریف نصوص کہئے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بیچارے حنفیہ کا خلعت ہے۔ ملاجی! اگر کوئی کہے کہ میں ملاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ اُن کی داڑھی بانس برابر ہوگئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے نہ کہ ملاجی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملاجی کی داڑھی معدوم، جب رُواں کچھ کچھ چمکا چمکتے ہی بانس برابر ہوگیا کہ اب بانس بھی موجود بال بھی موجود، ع

مرغک از بیضہ بروں آید و دانہ طلبد

(مرغ جب انڈے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

لطیفہ ۵ - اقول یہ بکف چراغی و تحریف صریح قابل ملاحظہ کہ خود ہی حنفیہ و شافعیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافعیہ سے حجت لانے کو فتح الباری امام قسطلانی سے یہ عبارت نقل کی کہ:

یحتمل ان یراد بھذہ المساواۃ ظھور الظل بجنب التل بعد ان لم یکن ظاھرا[ل۱]

ہوسکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ ٹیلے کے پہلو میں سایہ ظاہر ہوگیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

[ل۱] فتح الباری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۱۷

[ف۱] معیارالحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴ [ف۲] معیارالحق ص ۳۵۴

marfat.com

عذر بارد ہے ، ملّا جی ! ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لیے صراحۃً نص شرع کی تحریف حدیث صحیح کا رد ۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض تفنن طبع کے لیے ہیں ورنہ مذاہب متقرر ہوچکے علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں :

قد اجاب الحافظ ابن حجر ، عن ذلك وعن غيره من ادلة المانعين ، وهي عشرة ، بما يطول ذكره ، مع انه لا كبير فائدة فيه ، اذ المذاهب تقررت ، انما هو تشحيذ اذهان[1] ۔

ابن حجر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس دلیلوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب تو مقرر ہوچکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں ۔ (ت)

آپ اپنی خبر لیجئے آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تحریفیں کر رہے ہیں دعوے باطلہ عمل بالحدیث کے چھلکے اُتر رہے ہیں ۔ ع

شرم بادت از خدا و از رسول

(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹ ۔ اقول ملّا جی خود جانتے تھے یہ تاویلیں نہیں محض مہمل پوچ تقریروں سے جیسے بنے حدیث کو رَد کرنا ہے لہذا عذر بدتر از گناہ کے لیے ارشاد ہوتا ہے ف منشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقتِ ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں پس جمعا بین الادلہ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں ۔ ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہوگے کہ جھوٹ کہہ رہے ہو خاک حقہ تھیں کہ ایک دم میں سُلفہ ہوگئیں مگر اس ڈھٹائی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بحیلۂ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصہ واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر دربارۂ غیبت شفق میں باوصف اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح واجب الالتزام ۔

لطیفہ ۱۰ ۔ اقول جمع تقدیم کی نامندمل جراحت بھرنے کو حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں وُہ لَن ترانیاں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مانع قطعی نہ ہو اَب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یُوں ہاتھ دھوکر پیچھے پڑے خیر بحمداللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہولیا کہ جمع بین الادلہ کے لیے ایسی رکیک و پوچ و لچر تاویلات تک روا ہیں تو یہ صاف و نظیف و شائع و لطیف معانی و محامل کہ ہم نے جمعا بین الادلہ

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر تہجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۴۵۰

ف ۔ معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۳۵۴

marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے ہے :

(قال ، کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر) قیدہ ھنا بالسفر ، واطلقہ فی السابقۃ ، مشیرا بذلک الی ان تلک الروایۃ المطلقۃ محمولۃ علی ھذہ المقیدۃ ، لان المراد من الابراد التسھیل و دفع المشقۃ ، فلا تفاوت بین السفر والحضر[1]

(کہا ، ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر میں) یہاں سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور سابقہ روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لیے کہ سابقہ مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دُور کرنا ہے اور اس میں سفر حضر کا کوئی فرق نہیں ۔ (ت)

اسی میں ہے :

(فقال لہ : ابرد ، حتی رأینا فئ التلول) وغایۃ الابراد حتی یصیر الظل ذراعا بعد ظل الزوال ، او ربع قامۃ او ثلثھا او نصفھا ، وقیل غیر ذلک ۔ ویختلف باختلاف الاوقات ، لکن یشترط ان لا یمتد الی اٰخر الوقت[2]

(اس کو کہا کہ ٹھنڈا کر ، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا) ابراد کی انتہا یہ ہے کہ سایہ ایک گز ہو جائے زوال کے سائے کے بغیر ، یا قد کا چوتھائی یا تہائی یا نصف ہو جائے ، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں ۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ ابراد میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ابراد اتنا زیادہ نہ ہو کہ وقت آخر ہو جائے (ت)

ف ہاں خوب یاد آیا علمائے شافعیہ کی کیوں سُنیے آپ اپنے ہی لکھے کو نہ دیکھیے مسئلۂ وقت مستحب ظہر میں فرما گئے اگر ابراد اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہو جائے یا قریب آجائے حد میں ابراد کی علماء میں اختلاف ہے لکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ کا نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جاوے کہا فتح الباری میں اختلف العلماء فی غایۃ الابراد ؛ لکن یشترط ان لا یمتد الی اخر الوقت ملخصًا (ابراد کی انتہاء میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے ۔ ت)

جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرطِ ابراد ہے تو حکم ابراد کو خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱/ ۴۸۸

[2] ف ۔ معیار الحق مسئلہ سوم وقت مستحب ظہر ص ۳۱۱ ، ۳۱۲

marfat.com

غربت له الشمس بمكة ، فجمع بينهما بسرف (زاد نعیم) یعنی الصلاۃ ۔ ولفظ المؤمل : غابت الشمس ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمکۃ ، فجمع بین الصلاتین بسرف[2] ۔ قال ابو داود ، حدثنا محمد بن هشام جار احمد بن حنبل نا جعفر بن عون عن هشام بن سعد ، قال : بینهما عشرۃ امیال ، یعنی بین مکۃ وسرف[3]۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو سورج غائب ہوگیا چنانچہ جمع کیا آپ نے دونوں کو سَرِف میں (نعیم نے اضافہ کیا) یعنی نماز کو۔ اور مؤمل کے الفاظ یوں ہیں سورج غائب ہوگیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ نے دونوں نمازوں کو سَرِف میں جمع کیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ مجھ کو احمد ابن حنبل کے ہمسائے محمد بن ہشام نے بتایا کہ جعفر ابن عون نے ہشام ابن سعد سے روایت کی ہے کہ دونوں کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے یعنی مکہ اور سَرِف کے درمیان۔ (ت)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبا پس مغرب وعشا موضع سَرِف میں جمع فرمائیں ابو داؤد نے ہشام بن سعد سے (کہ ملا جی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے تقریب میں کہا صدوق ، لہ اوھام ، ورمی بالتشیع) نقل کی کہ مکہ وسَرِف میں دس میل کا فاصلہ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق اصول حدیث ونیز اصول محدثہ ملا جی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجت نہیں اصولِ حدیث پر اُس کی سند ضعیف اور اصولِ مُلّائیہ پر ضعف در ضعف در ضعف کیا جانیے کتنے ضعفوں کی طومار اور نری مردود متروک ہے۔

اولاً دو طریق پیشین میں یحیٰی بن محمد جاری ہے تقریب میں کہا ؛ صدوق ویخطئ (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے ۔ ت) امام بخاری نے فرمایا : یتکلمون فیہ (ائمہ محدثین اُس پر طعن کرتے ہیں ۔ت) میزان میں یہی حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعفا میں زیر ترجمۂ ضعفا اُن کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ طریق دوم میں مؤمل بن اہاب ہے تقریب میں کہا صدوق لہ اوھام (سچا ہے ، اس کو اوہام ہیں ۔ت) طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے یہ اگرچہ فقیہ وفرائض دان تھا مگر حدیثی حالت میں یحیٰی سے بھی بدتر ہے تقریب میں کہا صدوق یخطئ کثیرا (سچا ہے مگر خطا بہت کرتا ہے ۔ ت) یہاں تک کہ ابوالفتح ازدی نے کہا : حدیثیں اپنے جی سے گھڑتا اور امام ابوحنیفہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ ومیزان الاعتدال دونوں میں اُس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف امامت

---

[1] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱
[2] سنن النسائی الوقت الذی تجمع المقیم الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹
[3] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱

marfat.com

احادیث ابن عمر وانس رضی اللہ تعالٰی عنہم میں اختیار کیے ان میں اپنی چون وچرا کی گلی آپ نے خود بند کر لی ، وللہ الحمد ، ع :

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

طرفہ یہ کہ آپ مستدل ہیں اور ہم خصم جب آپ کو ایسے لچربات نفع دیں گے ہمیں یہ واضحات بدرجۂ اولٰی نافع اور آپ کے تمام ہواحس و وساوس کے قاطع ہوں گے ۔

فائدہ عائدہ : سُنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہو سکے فقیر نے کلامِ فریقین میں اُس سے استناداً جواباً اصلاً تعرض نہ دیکھا ، ملّا جی بہت دُور دُور کے چکّر لگا آئے جہاں کچھ بھی لگتی پائی بلکہ نری بے لگاؤ بھی جمع کر لائے سُنن کچھ دُور نہ تھیں اُس کے آس پاس گھوما کئے مگر اُس سے دہنے بائیں کترائے اسی سے اس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر مگر شاید اب کسی نئے متوہم یا خود حضرت ہی کو تازہ وہم جاگے لہذا اس سے تعرض کر دینا مناسب ،

ففی سنن ابی داود ، حدثنا احمد بن صالح نا یحیی بن محمد الجارئ[1] ، وفی سنن النسائی[2] اخبرنا المؤمل بن اھاب ، قال : حدثنی یحیی بن محمدؓ الجاریؓ ، وفی مصنف الطحاوی[3] حدثنا علی بن عبد الرحمٰن ثنا نعیم بن حمادؓ قالا نا عبد العزیز بن محمد (زاد نعیم) الدراوردی ، عن مالک عن ابی الزبیر عن جابر ، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد ابن صالح نے ، اس نے کہا کہ خبر دی ہمیں یحیٰی ابن محمد جاری نے ۔ اور سنن نسائی میں ہے کہ خبر دی ہمیں مؤمل ابن اہاب نے ، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یحیٰی ابن محمد جاری نے ۔ اور مصنف طحاوی میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی ابن عبد الرحمٰن نے ، اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے نعیم ابن حماد نے ۔ دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبد العزیز ابن محمد نے (نعیم نے "دراوردی" کا اضافہ کیا ہے) مالک عن ابی الزبیر سے ، اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے

ع۵ ای یحیی عند الاولین ونعیم عند الطحاوی ۱۲ منہ (م)

یعنی یحیٰی سے پہلے دو (ابوداؤد اور نسائی) کے ہاں اور نعیم طحاوی کے ہاں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۷۱
[2] سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۹
[3] شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۱

marfat.com

رابعاً میلوں کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید و عمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب توقیت صلاۃ کا حکم معروف و مشہور ثابت بالقرآن العظیم والاحادیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً ملّا جی کے نزدیک تو یہ دس میل بتانے والا رافضی متروک ہے زمینوں کا ناپنا میلوں کا گننا ان حملۂ و رواۃ کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے ان اعصار و امصار میں اس طریقہ کا اصلاً نام نہ تھا یونہی ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سُنی سنائی بتا دیتا و لہذا شمار میں اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے امان اٹھائے دیتا ہے۔ ذوالحلیفہ کہ مکہ معظمہ کے راستے پر مدینہ طیبہ کے قریب ایک مشہور و معروف مقام ہے اُس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافعی احد شیخین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابوالحاسن عبدالواحد بن اسمٰعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُن سے بھی پہلے امام ابونصر عبدالسید بن محمد شافعی نے فرمایا: مدینہ سے ایک میل ہے۔ امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: یہ وہم ہے بشہادت مشاہدہ مردود۔ بعض نے کہا دو ایک میل۔ امام عینی نے فرمایا: چار میل۔ امام حجۃ الاسلام شافعی نے فرمایا: چھ میل ہے۔ اسی طرح امام مجد شافعی نے قاموس میں کہا۔ امام اجل ابوزکریا نووی شافعی نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔ بعض علما نے کہا: سات میل۔ امام جمال اسنوی شافعی نے فرمایا: حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ ہو مشاہدا اس پر گواہ ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے: بعده من المدينة ميل، كما عند الرافعي، لكن في البسيط انها على ستة اميال، وصححه في المجموع، وهو الذي قاله في القاموس۔ وقيل: سبعة۔ وفي المهمات: الصواب، المعروف بالمشاهدة انها على ثلثة اميال او تزيد قليلا[1]۔ اُسی میں ہے: وقول من قال، كابن الصباغ في الشامل، والرويانی في البحر، انه على ميل من المدينة وهم، يرده الحس[2]۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: من المدينة على اربعة اميال ومن مكة على مائتي ميل، غير ميلين و قيل: بينهما وبين المدينة ميل او ميلان[3]۔ دیکھیے ایسے معروف مقام میں کہ شارع نے اُسے اہلِ مدینہ کے لیے میقات احرام مقرر فرمایا ایسے اجلۂ ائمہ میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازوئے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہار سکتی ایک[1] دو[2] تین[3] چار[4] چھ[5] سات[6] میل تک اقوال مختلف، پھر تصحیحوں میں بھی دو نا دو ن کا تفاوت، ایک فرمائے چھ میل صحیح ہے دوسری فرمائے تین میل حق ہے۔ موطائے امام مالک میں بسند صحیح علی شرط الشیخین ہے: عن يحيى بن سعيد انه قال لسالم بن عبد الله ما اشد ما رأيت اباك اخر المغرب في السفر فقال سالم

---

[1] ارشاد الساری شرح البخاری کتاب المواقیت باب فرض مواقیت الحج والعمرۃ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۳/۹۸
[2] " " " باب مہل اہل مکہ للحج والعمرۃ " " " ۳/۹۹
[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ یاتوک رجالا الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۹/۱۳۰

marfat.com

منکر الحدیث ہے قابل احتجاج نہیں جامع صحیح میں اس کی روایت مقرونہ ہے نہ بطور حجیت ، امام جلال الدین سیوطی ذیل اللآلی میں اُس کی حدیث اذا اراد اللہ ان ینزل الی السماء الدنیا نزل عن عرشہ بذاتہ (جب اللہ تعالٰی آسمانِ دنیا پر اُترنا چاہتا ہے تو بذاتہٖ عرش سے اُتر آتا ہے ۔ت) ذکر کر کے فرماتے ہیں ، اتعبنا نعیم بن حماد ، من کثرۃ ما یأتی بھذہ الطامات ، وکم ندر ؤعنہ وعن الطرطوسی الراوی عنہ ؟ فلا ادری ، البلاء فی الحدیث منہ ، اومن شیخہ نعیم[1] ! اھ ملخصا یعنی نعیم بن حماد اس کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے کہاں تک اُس کا اور اس کے شاگرد طرطوسی کا بچاؤ کریں مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بَلا اُس کی طرف سے اُٹھی یا اُس کے اُستاد نعیم سے ۔

ثانیا پھر ان سب طرق میں عبد العزیز بن محمد دراوردی ہے تقریب میں کہا ؛ صدوق ، کان یحدث من کتب غیرہ فیخطئ[2] (سچّا ہے ، مگر دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا ہے اس لیے خطا کرتا ہے ۔ ت) تو ہر طریق میں دو راوی صدوق یخطئ (سچّا ہے مگر خطا کرتا ہے ۔ت) ہوئے خصوصاً ثالث میں تو ایک کثیر الخطاء اور ثانی میں تیسرا صدوق لہ اوھام (سچّا ہے ، اس کو اوہام ہیں ۔ ت) اور ملّا جی کے اصول پر ایسے رواۃ کی حدیثیں مردود ومتروک وواہیات ہیں ۔

ثالثا مدار حدیث ابوالزبیر عن جابر پر ہے ابوالزبیر کی نسبت خود ملّا جی کہہ گئے کہ وہ فقط صدوق ہے اور اس کے ساتھ مدلس قال فی التقریب صدوق الا انہ یدلس[3] (تقریب میں کہا کہ سچّا ہے مگر مدلس ہے ۔ت) اور یہاں اُن سے راوی لیث بن سعد نہیں اور روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس اصولِ محدثین پر نا مقبول ۔

عہ قید بھذا ، لان الراوی عنہ اذا کان اللیث ، زال ما یخشی من تدلیسہ ، کما افادہ فی فتح المغیث وغیرہ ، فلیحفظ فانھا فائدۃ نفیسۃ ۔ وقد بین السبب فی ذلک فی المیزان فراجعہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر اس سے روایت کرنے والا لیث ہو تو پھر اس کی تدلیس کا خطرہ باقی نہیں رہتا ، جیسا کہ فتح المغیث اور دوسری کتابوں میں افادہ کیا گیا ہے ۔ اس کو یاد رکھو ، کیونکہ یہ ایک نفیس فائدہ ہے ۔ تدلیس کا خطرہ نہ ہونے کا سبب میزان میں مذکور ہے اس کا مطالعہ کرو ۔ (ت)

---

[1] ذیل اللآلی کتاب التوحید ، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۲ و ۳
[2] تقریب التہذیب ترجمہ عبدالعزیز بن محمد مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۱۶
[3] " " " محمد بن مسلم " " " " ص ۳۱۸

marfat.com

گھنٹے میں دس میل بلکہ زائد قطع کرلیں گے حدیث مؤطا میں کہ ابھی مذکور ہوئی جزم علامہ زرقانی اور نیز روایت ابن القاسم تلمیذ امام مالک پر اس کی نظیر یہیں پیشِ نظر اوپر ثابت ہوچکا کہ سالم قائل جمع نہیں وہ تصریحاً فرماچکے کہ اُن کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ فرمائی تو لاجرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے اور مغرب وقت میں پڑھی ولہذا ابوالولید باجی مالکی نے اس حدیث کی شرح میں کہا: ارادان یعرف اخر وقتها المختار[1] یحیٰی بن سعید انصاری کا اس سوال سے یہ ارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔ منتقی میں کہا: وحمل ذلك على المعروف من سيره من جدّ[2] خروج وقت پر پڑھنا ہوتا تو کوشش سیر پر حمل کی کیا حاجت تھی بالجملہ حدیث بر تقدیر صحت بھی اصلا جمع حقیقی کی مفید نہ جمع صوری سے جدا و بعید والحمد للہ العلی المجید۔

الحمد للہ کلام اپنے ذروۂ اقصے کو پہنچا اور جمع تقدیم و تاخیر دونوں میں ملاّ جی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا، ایک حدیث سے بھی جمع حقیقی اصلاً ثابت نہ ہوسکی وللہ الحجۃ السامیہ امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ میں ایسا کلام شافی ومتین وکافی ومبین برکات قدسیۂ روح زکیۂ طیبۂ علیۂ امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم واقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حصۂ خاصۂ فقیر مہین ہو والحمد للہ رب العٰلمین۔

فصل چہارم[3] نصوص نفی جمع وہدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو[2] قسم ہیں اوّل عامہ جن میں تعیین اوقات کا بیان یا اُن کی محافظت کی ترغیب یا اُن کی محافظت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لیے شرع مطہر نے جُدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے ہوسکے نہ اُسے کھوکر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیئے۔ دوم خاصہ جن میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) عرض المكة المكرمة سج ك غاية الاتحطاط بالتفريق مد فج جيبه مص ك الد ظل عرض مكة الحج ه ما مح لح * ظل الميل الوالله اله لا منحطا = ى ك الحج جيب تعديل النهار قوسه ط نه الحج - صح = ف ح ء لر نصف قوس الليل سهمه مط لط لو × جيب انحطاط الوقت ح لـ الحج = ئه ك مه الدح سوء مك الد = كا مدمج - مط لطا لر = الر ند مط سهم فضل الدائر قوسه نز مر - ف ح ء لو = الحـ الد ك دائر × ق ح = آ الطلر هذا تقريب وجوه التدقيق تعلم ان شاء الله تعالىٰ من كتابنا نزيح الاوقات للصوم والصلوٰة وفقنا الله تعالىٰ لاكماله ونفعنا و المسلمين باعماله آمين ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

---

[1] و [2] بحوالہ المنتقی شرح الزرقانی علی المؤطا قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۲۹۷

marfat.com

غربت الشمس ونحن بذات الجیش فصلی المغرب بالعقیق[1] یعنی یحیٰی بن سعید انصاری نے امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاخیر زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجیش میں ہمیں سورج ڈوبا اور مغرب عقیق میں پڑھی) اب رواۃ مؤطا تلامذۂ امام مالک میں ان دونوں مقاموں کے فاصلہ میں اختلاف پڑا۔ یحیٰی کی روایت میں ہے دو میل یا کچھ زائد، عبداللہ بن وہب نے کہا چھ میل، محمد بن وضاح اندلسی تلمیذ التلمیذ امام مالک نے کہا سات میل، عبدالرحمٰن بن قاسم نے کہا دس میل، علامہ زرقانی نے جزم کیا کہ بارہ میل شرح مؤطا میں فرمایا: بینهما اثنا عشر میلا، وقال ابن وضاح: سبعة امیال، وقال ابن وهب: ستة، وقال القعنبی: ذات الجیش علی بریدین من المدینة، وقال البونی فی روایة یحیٰی: وبینهما میلان او اکثر قلیلا، وفی روایة ابن القاسم: عشرة امیال[2]۔ ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو میل کہاں بارہ میل۔

خامساً یہ واقعۂ عین ہے اور وقائع عین مساغ ہر گونہ احتمالات سرعت سیر کے لیے کوئی حد محدود نہیں کہ اس سے زائد نامتصور ہو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سہ منزلہ کرنا اوپر گزرا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے:

اصبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بملل ثم راح وتعشی بسرف[3]۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرف میں تناول فرمایا۔

فصل اول میں گزر چکا کہ ملل مدینۂ طیبہ سے سترہ میل ہے اور یہیں کلام امام بدر محمود عینی سے منقول ہوا کہ مدینۂ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکال لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکہتر میل راہ طے ہوئی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عشا تک کہ ہنوز بقدر تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہو جانا کیا جائے عجب ہے خصوصاً اواخر جوزا و اوائل سرطان میں کہ ان دنوں حوالیِ مکہ معظمہ میں وقت مغرب[ع] کم و بیش ڈیڑھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ آئے تو آزما دیکھیے کہ عمدہ گھوڑے تیز ناقے ڈیڑھ چھوڑ ایک ہی

ع اقول لتکن الشمس عند دخول العشاء فی اول السرطان میله الحق الرتمام (بقیہ بصفحہ آئندہ)

---

[1] مؤطا امام مالک قصر الصلوٰۃ فی السفر مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۲۹

[2] شرح الزرقانی علی المؤطا " " " المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱/۲۹۷

[3]

marfat.com

آیت ۲ قال مولٰنا جل وعلا ؛

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطٰی و قوموا للہ قانتین[1]

محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اُس کی خاص تاکید فرمائی۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے ؛

حافظوا علی الصلوات، بالاداء لوقتھا والمداومۃ علیھا۔[2]

نمازوں کی محافظت کرو، یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے ؛

حافظوا علی الصلوات، داوموا علیھا لمواقیتھا۔[3]

نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے ؛

حافظوا علی الصلوات ای داوموا علیٰ ادائھا لاوقاتھا من غیر اخلال بشیئ منھا۔[4]

نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)

آیت ۳ قال العلی الاعلی تبارک وتعالٰی ؛

والذین ھم علی صلاتھم یحفظون ○ اولٰئک ھم الوارثون ○ الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون[5] ○

اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنّت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے ؛

یحافظون، ای یداومون علی حفظھا ویراعون

محافظت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے

---

[1] القرآن الحکیم ۲/۲۳۸

[2] انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی تحت آیۃ حافظوا علی الصلوات الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱

[3] تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۰

[4] ارشاد العقل السلیم " " " " احیاء التراث العربی " ۱/۵

[5] القرآن ۲۳/۹ و ۲۳/۱۰ و ۲۳/۱۱

marfat.com

بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ (الآیات) رب العزۃ تبارک وتعالیٰ نے محافظت والتزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا:

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومنون (۶) معارج (۷) ماعون

آیت ۱ قال بناعز من قائل:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبًا موقوتًا[1] ○ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہُوا۔

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملّا جی کی شہادت دلاؤں، مسئلۂ وقتِ ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہا اللہ تعالیٰ نے ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علحدہ علحدہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قولہ تعالیٰ: کتٰبًا موقوتا، یقتضی کون الوقت لکل صلوٰۃ وقتا علیحدہ تو مقتضا آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی۔[2] ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

عہ ھذا، لاخلاف فیہ بین العلماء، الاشئ روی عن ابی موسٰی الاشعری وعن بعض التابعین اجمع العلماء علی خلافہ، ولا وجہ لذکرہ ھھنا لانہ لایصح عنھم، وصح عن ابی موسٰی خلافہ مما وافق الجماعۃ، فصار اتفاقا صحیحا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ (م)

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابوموسی اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ابوموسٰی سے بصحت منقول نہیں ہے بلکہ ابوموسٰی سے، اس کے خلاف اور جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے سب کا متفق ہونا ہی درست قرار پایا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن ۴/۱۰۳

[2] معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۷

marfat.com

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سوا ہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۶ قال رب العلی عزّ وعلا ؛

ثم خلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ[1]۔

پھر آئے ان کے بعد وُہ برے پسماندے جنھوں نے نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ؛ اخروھا عن مواقیتھا و صلوھا لغیر وقتھا[2] (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیۂ کریمہ میں فرمائی گئی وُہ ہیں جو نمازوں کو اُن کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر فی عمدۃ القاری باب تضییع الصلوات عن وقتھا والامام البغوی فی المعالم۔

افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ؛ ھو ان لا یصلی الظھر حتی اتی العصر[3] (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ محی السنۃ۔

تفسیر انوار التنزیل میں ہے ؛ اضاعوا الصلوٰۃ ترکوھا او اخروھا عن وقتھا[4]۔

آیت ۷ قال سبحٰنہ ما اعظم شانہٗ ؛

فویل للمصلّین ۝ الذین ھم عن صلاتھم ساھون[5] ۝

خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں (کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں)

تفسیر جلالین میں ہے ؛ ساھون غافلون یؤخرونھا عن وقتھا[6]۔ تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے ؛ ساھون یفید امرین اخراجھا عن الوقت وکون الانسان غافلا فیھا[7]۔ اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر خود

---

[1] القرآن ۱۹/۵۹

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب تضییع الصلواۃ حدیث ۸ مطبوعۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۷

[3] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن تحت آیۃ مذکورہ " مصطفی البابی مصر ۴/۲۵۲

[4] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی " " " " مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۹

[5] القرآن ۱۰۷/۴

[6] تفسیر جلالین تحت آیت مذکورہ مطبوعہ مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

[7] مفاتیح الغیب۔ تفسیر کبیر میدان جامع ازہر۔ مصر ۳۲/۱۱۵

marfat.com

اوقاتها، کرر ذکر الصلوٰۃ لیتبین ان المحافظۃ علیھا واجبۃ[1]۔

اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)

آیت ۴ قال المولی الاجل عزّ وجل:

والذین ھم علٰی صلاتھم یحافظون ۝ اولئک فی جنّٰت مکرمون[2]۔

اور وُہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنّتوں میں عزت کیے جائیں گے۔

جلالین شریف امام جلال الملۃ والدین شافعی میں ہے: یحافظون، یادائمون فی اوقاتھا[3] (محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ت)

نسفی شریف میں ہے:

المحافظۃ علیھا ان لا تضیع عن مواقیتھا[4]۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)

آیت ۵ قال المولی تقدس وتعالٰی:

والذین یؤمنون بالاٰخرۃ یؤمنون بہ وھم علی صلاتھم یحافظون[5] ۝

اور جنھیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وُہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

کہ وقت سے باہر نہ ہوجائیں۔ تفسیر کبیر[6] میں ہے:

المراد بالمحافظۃ التعھد لشروطھا من وقت وطھارۃ وغیرھما والقیام علی ارکانھا واتمامھا حتی یکون ذلک دابہ فی کل وقت[6]

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ (ت)

عہ ذکرہ تحت اٰیۃ المؤمنون ۱۲ منہ (م) یہ انہوں نے سورۃ مومنون ۲۳ کی آیۃ ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر البغوی المعروف معالم التنزیل مع الخازن تحت آیۃ مذکورہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۳

[2] القرآن ۷۰/۳۴ و ۷۰/۳۵

[3] تفسیر جلالین آیۂ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۲

[4] تفسیر النسفی " " " مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۹۲

[5] القرآن ۶/۹۲

[6] التفسیر الکبیر والذین ھم علی صلٰوتھم یحافظون کے تحت مطبوعہ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۳/۸۱

marfat.com

علی وضوئھن و رکوعھن وسجودھن و مواقیتھن[1] الحدیث۔

رکوع اُن کے سجود اُن کے اوقات پر محافظت کرے (اور روزہ و حج و زکوٰۃ و غسلِ جنابت بجالائے)

حدیث ۳ : امام مالک و ابوداؤد و نسائی و ابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

خمس صلوات افترضھن اللہ تعالٰی ، من احسن وضوءھن وصلاھن لوقتھن و اتم رکوعھن وخشوعھن ، کان لہ علی اللہ عھد ان یغفرلہ ، ومن لم یفعل فلیس لہ علی اللہ عھد ، ان شاء غفرلہ ، وان شاء عذبہ[2]۔ ھذا لفظ ابی داود[2]۔

پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے فرض کی ہیں جو اُن کا وضو اچھی طرح کرے اور اُنھیں اُن کے وقت پر پڑھے اور اُن کا رکوع وخشوع پُورا کرے اُس کے لئے اللہ عزّوجل پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے ، اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالٰی پر کچھ عہد نہیں چاہے بخشے چاہے عذاب کرے ۔ یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں (ت)

حدیث ۴ : ابوداود طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

انی فرضت علی امتك خمس صلوات ، وعھدت

میں نے تیری اُمت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے

---

[1] تمامہ ، وصام رمضان وحج البیت ان استطاع الیہ سبیلا واعطی الزکوٰۃ ، طیبۃ بھا نفسہ ، و ادی الامانۃ ، قالوا : یا ابا الدرداء ما اداء الامانۃ ؟ قال : الغسل من الجنابۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)
(اس کا ترجمہ متن میں موجود ہے)

[2] واوردہ المنذری عنہ فزاد : وسجودھن ، بعد قولہ : رکوعھن ، ولیس فی شئ من نسخ السنن التی عندی ، وقد قال العلامۃ ابرھیم الحلبی فی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ما نصہ : اما لفظ "وسجودھن" بعد "رکوعھن" فغیر ثابت الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

منذری نے بھی ابوداؤد سے اس روایت کو لیا ہے مگر اس نے رکوعھن کے بعد سجودھن کے لفظ بڑھا دئے ہیں ، حالانکہ ابوداود کے میرے پاس موجود نسخوں میں سجودھن نہیں ہے ، اور ابراہیم حلبی نے غنیۃ المستملی میں تصریح کی ہے کہ رکوعھن کے بعد سجودھن کا لفظ ثابت نہیں ہے ۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد حدیث ۴۲۹ دار احیاء السنۃ مصر ۱/۱۱۶ و ۱۱۷
[2] سنن ابی داؤد ۔ حدیث ۴۲۵ دار احیاء السنۃ مصر ۱/۱۱۵
[3] الترغیب والترھیب فی الصلوت الخمس الخ حدیث ۲۶۱ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۲

marfat.com

حدیث میں وارد ہُوئی کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

(الاحادیث) **اقول** و باللہ التوفیق ملّا جی نے تو جُھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیثِ جمع چودہ[۱۴] صحابیوں سے مروی ہیں جنھیں خود بھی نہ گِنا سکے بلکہ صراحۃً تسلیم کر گئے کہ ان میں اکثر کی روایات اُن کے لئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالٰی واضح ہوگیا کہ اصلاً انھیں مفید نہ تھیں اب فقیر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے کہ اس مبحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلوہ فرما ہیں چالیس[۴۰] سے زائد ہیں کہ تیئیس[۲۳] صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہوئیں ،

(۱) عمر فاروق (۲) علی مرتضٰی (۳) سعد بن ابی وقاص (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) عبداللہ بن عباس (۶) عبداللہ بن عمر (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) جابر بن عبداللہ (۹) ابوذر غفاری (۱۰) ابوقتادہ انصاری (۱۱) ابودرداء (۱۲) ابوسعید خدری (۱۳) ابومسعود بدری (۱۴) بشیر بن عقبہ بن عمرو مدنی (۱۵) ابوموسٰی اشعری (۱۶) بریدہ اسلمی (۱۷) عبادہ بن صامت (۱۸) کعب بن عجرہ (۱۹) فضالہ زہرانی (۲۰) حنظلہ بن الربیع (۲۱) انس بن مالک (۲۲) ابوہریرہ (۲۳) ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علی بعلہا وابیہا وعلیہا وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔ ان میں سات حدیثیں اور مولی المسلمین ومحبوبہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں باقی اکیس[۲۱] صحابہ سے چھتیس[۳۶] حدیثیں بتوفیقہٖ تعالٰی یہاں سُنیئے، مُلّا جی کی طرح اگر مجملات کو بھی شامل کر لیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق و صحیح حاصل تو معاذ[۲۴] بن جبل و اسامہ[۲۵] بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ملا کر عدد صحابہ پچیس[۲۵] اور احادیث مجملہ شامل کر کے شمارِ احادیث پچاس[۵۰] سے زائد ہوگا، خیر یہاں جو حدیثیں ہمیں لکھنی ہیں وہ چند نوع ہیں :

نوع اوّل: احادیث محافظتِ وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب۔

حدیث ۱ : امام احمد بسند صحیح حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال : سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ، من حافظ علی الصلوات الخمس، رکوعھن وسجودھن ومواقیتھن ، وعلم انھن حق من عند اللہ ، دخل الجنۃ ، اوقال: وجبت لہ الجنۃ ، اوقال ، حرم علی النار[۱]۔ (یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع وسجود واوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ جل وعلا کی طرف سے ہیں جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لیے واجب ہوجائے یا فرمایا دوزخ پر حرام ہوجائے)

حدیث ۲ : ابوداؤد سُنن اور طبرانی معجم میں بسند جید ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

خمس من جاء بھن مع ایمان دخل الجنّۃ ، من حافظ علی الصلوات الخمس،

پانچ چیزیں ہیں کہ جو اُنھیں ایمان کے ساتھ لائیگا جنت میں جائے گا جو پنجگانہ نمازوں کی اُن کے وضو اُن کے

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حنظلہ کاتب الاسدی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۶۷

سجودها خرجت وهی بیضا مسفرۃ تقول حفظك الله كما حفظتنی، ومن صلا الصلوٰۃ لغیر وقتها فلم یسبغ لها وضوءها ولم یتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهی سوداء مظلمة تقول ضیّعك الله كما ضیّعتنی حتیّٰ اذا كانت حیث شاء الله لفت كما یلفّ الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه[1]

سفید روشن ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو و خشوع و رکوع و سجود پُورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزّوجل چاہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)

حدیث ۸ : ابُوداؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال علمنی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فكان فیما علمنی وحافظ علی الصلوات الخمس[2]

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائلِ دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نمازِ پنجگانہ کی محافظت کر۔

حدیث ۹ : بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی :

قال سألت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ای العمل احب الی الله قال الصلاۃ علی وقتها[3]

میں نے سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پُوچھا سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزّوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔

حدیث ۱۰ : بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال جاء رجل فقال یا رسول الله ای شئ احب الی الله فی الاسلام قال الصلاۃ لوقتها ومن ترك الصلاۃ فلا دین له والصلاۃ عماد الدین[4]

ایک شخص نے خدمتِ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے، فرمایا، نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

---

[1] معجم اوسط، حدیث ۳۱۱۹ مکتبہ المعارف ریاض ۴/ ۸۶

[2] سنن ابی داؤد باب المحافظۃ علی الصلوات مطبوعہ مجتبائی پاکستان ۱/ ۶۱

[3] بخاری شریف باب فضل الصلواۃ لوقتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۶

[4] شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳/ ۳۹

marfat.com

عندی عهدا انه من جاء یحافظ علیهن لوقتهن ادخلته الجنة، ومن لم یحافظ علیهن فلا عهد له عندی[1]۔

پاس عہد مقرر کرلیا جو اُن کے وقتوں پر اُن کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنّت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لیے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث ۵ : دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے :

من صلی الصلاة لوقتها فاقام حدها کان له علی عهدا دخله الجنة ومن لم یصل الصلاة لوقتها ولم یقم حدها لم یکن له عندی عهد ان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة[2]۔

جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنّت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لیے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنّت میں۔

حدیث ۶ : طبرانی بسند صالح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا : جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے ؟ عرض کی : خدا و رسول خُوب دانا ہیں۔ فرمایا : جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے ؟ عرض کی : خدا و رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا : جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے ؟ عرض کی : خدا و رسول خُوب دانا ہیں۔ فرمایا : تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے :

وعزتی وجلالی لا یصلیها عبد لوقتها الا ادخلته الجنة ومن صلاها لغیر وقتها ان شئت رحمته وان شئت عذبته[3]۔

مجھے اپنے عزّت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنّت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔

حدیث ۷ : نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من صلی الصلوات لوقتها واسبغ لها وضوءها واتم لها قیامها وخشوعها و رکوعها و

جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو و قیام وخشوع ورکوع وسجود پُورا کرے وہ نماز

---

[1] سنن ابی داؤد حدیث ۴۳۰ دار احیاء السنة النبویة مصر ۱/۱۱۷

[2] سنن الدارمی باب استحباب الصلوٰة فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنة ملتان ۱/۲۲۳

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۰/۲۸۱

marfat.com

راوی جبریل نے عرض کی، مابین هذین وقت یعنی[1] امس والیوم (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)

حدیث ۱۵ : ابوداود، ترمذی، شافعی، طحاوی، ابن حبان، حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی: الوقت مابین هذین الوقتین[2] (وقت وہ ہے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

حدیث ۱۶ : نسائی وطحاوی وحاکم و بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی: الصلاۃ مابین صلاتك امس وصلاتك الیوم[3] (نماز دیروزہ وامروزہ کے بیچ میں نماز ہے) بزار کے یہاں ہے: ثم قال مابین هذین وقت[4] (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷ : نسائی واحمد واسحٰق وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی: مابین هاتین الصلاتین وقت[5] (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸ : طحاوی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش کی: الصلاۃ فیما بین هذین الوقتین[6] (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

(نوع آخر) حدیث سائل جسے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامتیں فرما کر ہر نماز کا اول و آخر وقت بتایا۔

حدیث ۱۹ : مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت صلاتکم بین ما رأیتم[7] (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا) مسلم کے دوسرے طریق میں ہے: مابین ما رأیت وقت[8] (اے سائل جو تُو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب بیان الوقت — دارالکتاب بیروت — ۱/۳۰۵

[2] جامع الترمذی — باب ما جاء فی مواقیت الصلوات — مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی — ۱/۲۱

[3] سنن النسائی — کتاب المواقیت آخر وقت الظہر — مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور — ۱/۵۹

[4] کشف الاستار عن زوائد البزار — باب ای حین یصلی — مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت — ۱/۱۸۷

[5] سنن النسائی — کتاب المواقیت آخر وقت العصر — مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور — ۱/۶۱

[6] شرح معانی الآثار — باب مواقیت الصلوات — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۰۲

[7] صحیح مسلم — باب اوقات الصلوات الخمس — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۲۳

[8] صحیح مسلم — 〃 〃 〃 〃 〃 〃 — ۱/۲۲۳

marfat.com

حدیث ۱۱ : طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

ثلث من حفظھن فھو ولی حقاً ومن ضیعھن فھو عدوی حقا الصلاۃ والصیام والجنابۃ[1]۔

تین[3] چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انھیں ضائع کرے وہ پکا دشمن ، نماز اور روزے اور غسلِ جنابت ۔

حدیث ۱۲ : امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی :

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عُمّالہ ان اھم امرکم عندی الصلاۃ فمن حفظھا وحافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع الحدیث[2]۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمھارے تمام کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ ترضائع کرے گا ۔

(**نوعِ آخر**) حدیثِ امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام جس میں انھوں نے ہر نماز کے لئے جُدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳ : بخاری ومسلم صحاح اور امام مالک و امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبد اللہ دارمی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیینِ اوقات عرض کی : بھذا امرت[3] (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے) ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں : عن ابن شھاب انہ سمع عروۃ بن الزبیر یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرۃ بن شعبۃ اخر الصلاۃ فدخل علیہ ابو مسعود فقال ان جبریل نزل علیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی وصلی وصلی وصلی وصلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم قال ھکذا امرت[4] (یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیینِ اوقات کر کے عرض کی : ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن راہویہ میں مطول ومفصل ہے فی اخرہ ثم قال جبریل ما بین ھذین وقت صلاۃ[5] (پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)

حدیث ۱۴ : دار قطنی وطبرانی وابو عمر بن عبد البر ابو مسعود وبشیر بن ابی مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

---

[1] معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۴۴۵

[2] مؤطا امام مالک وقوت الصلواۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵

[3] بخاری شریف کتاب مواقیت الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۵

[4] شرح الزرقانی علی المؤطا باب وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱/۱۵

[5] نصب الرایۃ بحوالہ مسند ابن راہویہ باب المواقیت مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۲۲۳

marfat.com

قال صل الصلاۃ لوقتھا الحدیث۔[1]

کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا تُو وقت پر پڑھ لینا۔

حدیث ۲۴ ؛ احمد ابوداود ابن ماجہ بسند صحیح عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ستکون علیکم بعدی امراء تشغلھم اشیاء عن الصلاۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلاۃ لوقتھا الحدیث۔[2]

میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ اُن کے کام وقت پر انھیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا تم وقت پر نماز پڑھنا۔

حدیث ۲۵ ؛ ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی؛

قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف بکم اذا اتت علیکم امراء یصلون الصلاۃ لغیر میقاتھا قلت فما تامرنی اذا ادرکنی ذلک یا رسول اللہ قال صل الصلاۃ لمیقاتھا واجعل صلاتک معھم سبحۃ۔[3]

فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وُہ حکام آئینگے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور اُن کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو جا۔

(**نوع آخر**) ارشادِ صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جاتا رہا قضا ہوگئی اور اس کی ممانعت و مذمت۔

حدیث ۲۶ ؛ مسلم وابوداؤد ونسائی و عیسے بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت الظھر مالم یحضر العصر ووقت المغرب مالم یسقط ثور الشفق[4] ھذا مختصر

ظہر کا وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔

---

[1] صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۱

[2] سنن ابنِ ماجہ باب ماجاء فی اذا اخروا الصلواۃ عن وقتھا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۰

[3] سنن ابی داؤد اذا اخر الامام الصلواۃ عن الوقت ؍؍ مجتبائی دہلی ۱/۶۲

[4] صحیح المسلم باب اوقاب الصلوات الخمس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

marfat.com

ترمذی کے یہاں یُوں ہے : مواقیت الصلاۃ کما بین ھذین[1] (نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دُو کے درمیان)

حدیث ۲۰ : مسلم ابی داود نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : الوقت بین ھذین[2] (وقت ان دُو کے درمیان ہے)

حدیث ۲۱ : طحاوی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور امام عیسٰے بن ابان بلفظ عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : بین صلاتی فی ھذین الوقتین کلہ[3] (جن دُو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے) و لفظ الحجج ثم قال ما بینھما وقت[4] (اور کتاب الحجج کے الفاظ یہ ہیں : پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے)

حدیث ۲۲ : مالک و نسائی و بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : ما بین ھذین وقت[5] (ان دُو کے درمیان وقت ہے) و فیہ الاقتصار علی ذکر الفجر فکانہ مختصر قلت فقد رواہ الدارقطنی فی سننہ من حدیث قتادۃ عن انس مطولا و اللہ تعالٰی اعلم (اس روایت میں صرف فجر کا ذکر ہے شاید اس میں اختصار ہے میں نے کہا دارقطنی نے اپنے سنن میں انس سے بروایت قتادہ مفصل ذکر کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(نوعِ آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم اُن کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی۔

حدیث ۲۳ : مسلم ابوداود ترمذی نسائی احمد دارمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا قال قلت ما تامرنی

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تُو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر

---

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی مواقیت الصلوات مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۲
[2] صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس " قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۲۳
[3] شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[4] کتاب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوٰۃ دارالمعارف نعمانیہ لاہور صـ ۱۲
[5] النسائی کتاب المواقیت " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۶۲

marfat.com

بغوی کی روایت یوں ہے :

اخبرنا احمد بن عبد اللہ الصالحی (فساق بسندہ) عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الذین ھم فی صلوٰتھم ساھون قال اضاعۃ الوقت[1]

ہمیں احمد بن عبداللہ الصالحی نے خبر دی (پوری سند کو ذکر کیا) مصعب بن سعد سے وہ اپنے باپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے۔

حدیث ۳۰ : امام ابن ابان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی :

قال وقت الظھر الی العصر ووقت العصر الی المغرب ووقت المغرب الی العشاء ووقت العشاء الی الفجر[2]

فرمایا ظہر کا وقت عصر تک ہے اور عصر کا وقت مغرب تک اور مغرب کا عشاء اور عشاء کا فجر تک۔

حدیث ۳۱ : امام طحاوی شرح معانی الآثار میں راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا :

ما التفریط فی الصلاۃ (نماز میں تفریط کیا ہے؟) فرمایا : ان تؤخر حتی یجئ وقت الاخری[3] (یہ کہ تو ایک نماز کی تاخیر کرے یہاں تک کہ دوسری کا وقت آجائے)

حدیث ۳۲ : نیز اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال تفوت صلاۃ حتی یجئ وقت الاخری[4] (فرمایا نماز فوت نہیں ہوتی جب تک دوسری کا وقت نہ آجائے) یعنی جب دوسری کا وقت آیا پہلی قضا ہوگئی۔

تنبیہ : ان آیات واحادیث سے جواب میں قائلینِ جمع کی غایت سعی ادعائے تخصیص ہے جسے ملّا جی نے کئی ورق کی طولانی تقریر میں بہت ہی چمک کر بیان کیا جس کا مآل یہ کہ اگرچہ متکاثرہ واحادیث متواترہ ہر نماز کے لیے جدا وقت بتا رہی ہیں محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرما رہی ہیں وقت ضائع کرنے کو گناہِ عظیم و موجبِ عذابِ الیم ٹھہرا رہی ہیں مگر ہمیں سفر وغیرہ حالات میں ظہر وعصر ومغرب وعشاء چار نمازوں کی پابندیِ وقت

---

[1] شرح السنۃ للامام البغوی باب مراعاۃ الوقت مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۳۶

[2] کتاب الحجۃ اختلاف اہل الکوفۃ والمدینۃ فی الصلوات الخ دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۱/۱۰۰، ۱۱

[3] شرح معانی الآثار باب جمع بین الصلوٰتین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۴

[4] " " " " " " " " ۱/۱۱۴

marfat.com

حدیث ۲۷ ؛ ترمذی وطحاوی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان للصلاۃ اولا واٰخرا وان اول وقت صلاۃ الظھر حین تزول الشمس واٰخر وقتھا حین یدخل وقت العصر وفیہ ان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وان اٰخر وقتھا حین یغیب الشفق۔[1]

بیشک نماز کے لیے اوّل وآخر ہے اور بیشک آغاز وقت ظہر کا سورج ڈھلے سے اور ختم وقت ظہر کا وقتِ عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتدا وقت مغرب کی سورج چھپے ہے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی شفق ڈوبے۔

حدیث ۲۸ : مسلم واحمد وابوداود وابن ماجہ وطحاوی وابنِ حبان حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخری۔[2]

سوتے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگتے میں ہے کہ تُو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالتِ سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی حین فاتتھم صلاۃ الصبح لیلۃ التعریس وھو عند ابی داود وابن ماجۃ من دون قولہ ان توخر (جب "لیلۃ التعریس" کی صبح کو ان سے فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی۔ یہ روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں "ان توخر" کا لفظ نہیں ہے۔ت)

یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر وگناہ ہے۔

حدیث ۲۹ ؛ بزار ومحی السنۃ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ عزوجل الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون ۝ قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا۔[3]

فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پُوچھا وُہ کون لوگ ہیں جنھیں اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے خرابی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

---

[1] جامع ترمذی باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۲
[2] سنن ابی داؤد باب فی من نام الخ ۔ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۴
[3] کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی الذین یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتھا مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۱۹۸

marfat.com

ایک مثل پر فارغ ہو لئے یہ معنے نہیں کہ کچھ وقت بطور چار رکعت دونوں نمازوں میں مشترک ہے دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اوّل کی یہ ہے کہ روایت کی ہے مسلم نے عبداللہ بن عمرو سے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال وقت الظھر الی ان یحضر العصر اور کہا اللہ تعالیٰ نے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علحدہ علحدہ ہے اسی واسطے فرمایا آنحضرتؐ نے انما التفریط علی من لم یصل حتی یجئ وقت الصلاۃ الاخری رواہ مسلم وغیرہ تو مقتضا احادیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی پھر اگر حدیث جابر میں معنی وہ نہ کریں جو ہم نے کیے ہیں کہ پڑھ چکے ایک مثل میں بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل ہوئی تو تعارض ہوگا درمیان ان احادیث کے جن سے امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہے اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں اور وقت تعارض موافقت کرنی چاہیئے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی اور شاہد اس کی حدیث جبریل ہے معنی اس کے بھی وہی ہیں بعینہٖ اسی دلیل سے جو گزری حدیث نسائی میں[1] اھ ملخصاً۔

الحمد للہ یہ تو آیۂ کریمہ اور ہماری حدیثوں سے حدیث ۲۶ و ۲۸ کی نسبت ملّا جی کی شہادت ہے کہ مقتضی احادیث و آیات کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری ادا نہیں ہو سکتی مگر مجھے یہاں ملّا جی کا ظلم ظاہر کرنا ہے **فاقول** وباللہ التوفیق **اوّلاً**[2] حدیثِ جبریل و حدیثِ سائل میں یہ معنے کہ ملّا جی نے شافعیہ کی تقلید جامد سے سیکھ کر جمائے ہرگز نہیں جمتے حدیث جبریل بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے:

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین کان الظل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی الظھر[3]۔

دوسری روایت میں ہے: ثم مکث حتی اذا کان فیٔ الرجل مثلہ جاءہ للعصر فقال قم یا محمد فصلی العصر ثم جاءہ من الغد حین کان فیٔ الرجل مثلہ فقال قم یا محمد فصل فصلی الظھر[4]۔

ع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] معیار الحق، مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ تا ۳۲۱

[2] واضح رہے کہ "اوّلاً" کے ذیل میں مذکور تمام روایات کا ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو صفحہ ۲۷۸ کی طرف رجوع کریں۔ دام

[3] النسائی کتاب المواقیت آخر وقت العصر مطبوعہ سلفیہ لاہور ۱/۶۰

[4] النسائی " " " اوّل وقت العشاء " " ۱/۶۲

marfat.com

کچھ ضرور نہیں چاہے وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلاً مخذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مخالف آگئیں وہ ہمیں بے قیدی بنا گئی ہیں یہاں ملّا جی نے بہت کچھ ابحاثِ اصول کو خرچ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عریض وطویل دیا گیا ہے وانا **اقول** (اور میں کہتا ہوں۔ت) ثبّت العرش ثم انقش ارشاداتِ صریحہ قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سامان جمع کر لیا ہوتا تو ان کے مقابلہ کا نام لینا تھا سبحٰن اللہ چند محتمل روایات جن میں روایۃً ودرایۃً سو احتمالات، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُن کے ثبوت ہی پر یقین نہ بعد تسلیم ثبوت خواہی نخواہی معنی جمع حقیقی کی تعیین، احتمالی باتوں پر خدا ورسول کے صریح احکام کیونکر اُٹھا دیے جائیں ایسے حکموں کے مقابلہ کو انھیں کے پایہ کا جلی واضح ثبوت درکار تھا نہ یہ کہ بزورِ زبان ابتداءً میں کہہ دیجئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں انتہا میں لکھ دیجئے احادیثِ صحاح جو جمع پر قطعاً ویقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمائے سے وہ نصوص قاطعہ یقینیہ مفسرہ ہوگئیں ملّا جی بس اسی ایک نکتہ پر بحث کا فیصلہ ہے ان روایات کا اثبات جمع حقیقی تقدیم وتاخیر میں نص قطعی یقینی مفسر ناقابلِ تاویل ہونا ثابت کر دیجئے یا قرآن عظیم واحادیث متواترہ کے مقابل نری زبان زوریوں سے کام نکالنے کا اقرار کیجئے میں صرف نصوص قرآن وحدیث کا نام لیتا ہوں اے حضرت نمازوں کی توقیت اُن کے لیے اوقات کی تعیین تو ضروریاتِ دین سے ہے اور ہمارا آپ کا تمام اُمتِ مرحومہ کا اجماع قائم کہ وقت سے پہلے نماز باطل اور عمداً قضا کر دینا وقت کھو دینا حرام تو اب ظنیت وقطعیت عمومات کی بحث سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ اس فعل جمع کا جو حاصل ہے یعنی نماز پیش از وقت یا تفویت وقت اُس کی حرمت پر تو ہم اور آپ سب متفق ہو لئے اب آپ مدعی ہیں کہ اس حرام قطعی کی یہ صورت خاص حلال ہے جیسا وہ حرام قطعی ہے ویسا ہی قطعی ثبوت اس کی حلّت کا دیجئے ورنہ یقینی کے حضور ظنی محتمل کا نام نہ لیجئے خدا کی شان اور تو اور جمع تقدیم میں بھی یہی جرأت کے ادعا کہ تاویل کو دخل نہیں احادیثِ صحاح قطعاً دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسر ویقینی ہونا درکنار ابوداؤد سا امام جلیل الشان تصریح فرما گیا کہ اس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث صحیح بھی نہ ہوئی مگر ہاں یہ کہئے کہ اپنی زبان اپنا دعوٰی ہے ثبوت مانگنے والے کا کچھ دینا دہرایا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ: مُلّا جی نے ایک مثل پر انتہائے ظہر کے اثبات میں حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا جن میں تھا کہ پہلے دن کی ظہر حضور اعلی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دوسرے دن کی اُس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا اس تمسک پر اعتراض ہوتا تھا کہ ان حدیثوں میں کل کی عصر بھی تو اسی وقت پڑھنی آئی ہے تو ایک مثل پر وقتِ ظہر ختم ہو جانا نہ نکلا بلکہ بعد مثل ظہر وعصر دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہوا ملّا جی اُس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت[عہ] نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے

عہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ ف ا معیار الحق ص ۴۰۳

marfat.com

مشترک اصلاً نہیں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمالِ اشتراک[ع] کو دفع کرسکیں ، ملّا جی مدعی بننا آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عہدوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح ظلم و ناانصافی کو دیکھیے کہ مسئلۂ وقتِ ظہر میں آیت و احادیث توقیت کے عموم و ظواہر پر وہ ایمان کہ نہ آیت صالح تخصیص نہ یہ حدیثیں لائق تاویل نہ ان کے مقابل صحاح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ وُہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کرلی جائیں اگرچہ وہ اُس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے دقّت اُسے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلۂ جمع کی باری آئے فوراً نگاہ پلٹ جائے اب آیت و احادیث واجب التخصیص، اور اُن کے مقابل نری احتمالی چند روایات واجب الاعتماد و قطعی التنصیص، اور ان کے لیے آیات و احادیث کے مطابق صاف و نظیف محامل مردود و باطل، غرض شریعت اپنے گھر کی ہے، اجتہاد کی کوٹھری دوسرے در کی ہے۔ دیانت کا ٹٹو دونوں باگوں کستا ہے، پورب کی سڑک میں پچھم کا رستہ ہے ع

گر میں گیا اِدھر سے اُدھر سے نکل گیا

لطیفہ حدیث بست و ہشتم مروی صحیح مسلم شریف کے جواب میں ملّا جی کی نزاکتیں قابلِ تماشا۔

اوّلاً یہ حدیث اُسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے نہ اُس کے حق میں جو مسافر ہو، یہ وہی دعوٰیٔ باطلۂ تخصیص بے مخصص ہے۔

ثانیاً سبب حدیث خود نماز سفر کا سوتے میں قضا ہوجانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس وقت سفر ہی میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا طرفہ جہالت ہے۔

ثالثاً عذر بدتر از گناہ سُنئے فرماتے ہیں[ف] اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہوگا تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی باعث اور قرینہ اُس کی تعمیم یا تخصیص پر نہیں ہوتی۔

اقول ملّا جی! کسی پڑھے لکھے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ نہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نمازِ سفر کا قضا ہونا سببِ ارشاد ہوا تو خود سببِ نص حکم نص سے کیونکر جُدا رہے گا کیا ظلم ہے کہ نص کا خاص جس مورد میں ورود وہی خارج و نامقصود، اور نص اس کے مباین پر مقصور و محدود۔

ع **اقول** ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلۂ مجمع میں قائل جمع کو اصلاً نافع نہیں جمع تقدیم سے تو اُسے مس ہی نہیں اور جمع تاخیر بھی اس کے قائل کے نزدیک صرف آغاز و ابتدائے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص نہیں معہذا جب وقت مشترک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہُوئی اور اس کے بعد دُوسری بھی اپنے وقت میں، یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک نماز اپنے وقت سے خارج ہوکر دُوسری کے وقت میں پڑھی جائے کما لا یخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ف[1] معیار الحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلاتین صـ ۴۱۷ ف[2] معیار الحق صـ ۴۱۷

marfat.com

مسند اسحٰق میں ابی مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے : اتاہ حین کان ظلہ مثلہ فقال قم فصل فقام فصلی العصر اربعا ثم اتاہ من الغد حین کان ظلہ مثلہ فقال لہ قم فصل فقام فصلی الظہر اربعا[1]۔ دارقطنی وطبرانی وابوعمر کے یہاں بروایت عقبہ بن عمرو وبشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہے ، جاءہ حین کان ظل کل شئ مثلہ فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءہ الغد حین کان ظل کل شئ مثلہ فقال صل الظہر فصلی[2]۔

یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روحِ امیں علیہ الصلاۃ والتسلیم ظہر کے لیے حاضر اس وقت ہُوئے جب سایہ ایک مثل کو پہنچ چکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لیے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اس کے یہ معنی کیونکر ممکن کہ ختمِ مثل تک نماز سے فارغ ہولیے تھے ۔ حدیثِ سائل بروایت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ابوداؤد کے یہاں یُوں ہے : امر بلالا فاقام الفجر حین انشق (الی قولہ) فاقام الظہر فی وقت العصر الذی کان قبلہ[3]۔ اس میں تصریح ہے کہ ایک مثل ہونے پر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر کی تکبیر کہی تو مثل تک فراغ کیسا۔

ثانیاً آیۂ کریمہ تو آپ کے نزدیک عام ہے اور احادیث جبریل و سائل خاص اور آپ کے اصول میں عام و خاص متعارض نہیں بلکہ عام اُس خاص سے مخصص ہوجائے گا و لہذا خود بھی یہاں معارضہ صرف احادیث میں مانا نہ آیت و حدیث میں پھر اُن حدیثوں کے مقابل آیت کا پیش کرنا کیا معنی ، کیا آپ کے داؤں کو آیت عام نہیں رہتی تخصیص حرام ہوجاتی ہے ۔

ثالثاً احادیث میں دفع معارضہ یُوں بھی ممکن کہ حدیث تفریط میں وقت الصلاۃ الاخریٰ[4] سے اُس کا وقت خاص مراد لیجئے یعنی نماز قضا جب ہوتی ہے کہ دوسری نماز کا وقتِ خاص آجائے جب تک وقتِ مشترک باقی ہے قضا نہ ہُوئی اور حدیث عبداللہ بن عمرو میں ظہر خواہ عصر دونوں سے جس میں چاہئے وقت خاص لے لیجئے اور دوسری میں وقت مطلق یعنی ظہر کا وقت خاص وقت عصر آنے تک ہے جب عصر کا وقت آیا ظہر کا خاص وقت نہ رہا اگرچہ مشترک باقی ہو یا ظہر کا وقت عصر کے وقت خاص آنے تک ہے کہ اس کے بعد ظہر کا وقت خاص خواہ

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ سند اسحٰق بن راہویہ باب المواقیت مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۲۲۳

[2] دارقطنی " " " " " ۱/۲۵۶

[3] سنن ابوداؤد اول کتاب الصلوٰۃ باب المواقیت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۷

[4] ترمذی باب المواقیت مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۵

marfat.com

علاوہ کس منہ سے کہہ رہے ہو، مُلّا جی! کبھی کسی کرّے سے پالا نہ پڑا ہوگا کہ عمل بالحدیث کا دعوٰی بھُلا دیتا، سُبحٰن اللہ تحریفِ احادیث اور اُس کا نام عمل بالحدیث اسمٌ طیّبٌ وعملٌ خبیثٌ، ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

قسم دوم نصوص خصوص، حدیث ۳۳: صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی ومصنف طحاوی میں بطرق عدیدہ والفاظ مجملہ ومفصلہ مختصرہ ومطولہ مروی وھذا لفظ البخاری **حدثنا** عمر بن حفص بن غیاث ثنا ابی ثنا الاعمش ثنی عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا[1] ولمسلم **حدثنا** یحیی بن یحیی وابوبکر بن ابی شیبۃ وابوکریب جمیعا عن ابی معویۃ قال یحیٰی اخبرنا ابو معویۃ عن الاعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلی صلاۃ الا لمیقاتھا الا صلاتین صلاۃ المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا[2] **وحدثناہ** عثمٰن بن ابی شیبۃ واسحٰق بن ابرھیم جمیعا عن جریر عن الاعمش بھذا الاسناد قال قبل وقتھا بغلس[3] (یعنی حضرتِ حاضر سفر وحضر ومصاحب وملازم جلوت وخلوتِ سیّد البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ سابقین اوّلین فی الاسلام وملازمینِ خاص حضور سیّد الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہلبیتِ رسالت

عہ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا ما نری الا ان عبد اللہ بن مسعود رجل من اھلبیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما نری من دخولہ ودخول امہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (م)[4]

فرمایا: میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک ہم سمجھا کئے کہ عبد اللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں اُنھیں اور اُن کی ماں کو جو بکثرت کاشانۂ رسالت میں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ ۱۲ منہ

---

[1] صحیح بخاری باب متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ ۱/۲۲۸
[2] صحیح مسلم باب استحباب زیادۃ التغلیس بصلاۃ الصبح مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۴۱۷
[3] ایضاً
[4] صحیح بخاری مناقب عبد اللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

marfat.com

رابعاً قیامت دلربا نزاکت تو یہ کی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت ﷺ نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر کے نیند میں فرمایا تھا پس حکم سفر فجر ہی کا بیان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ ظہر و عصر مغرب عشا سفر کی کا۔ ف۱

اقول بھئی یہ تو خوب ہی کہی کا، ہاں مُلّا جی! حدیث میں کل ہے کا ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا نہ اور نمازوں سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اُسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سورج نکلے پہر دن چڑھے ٹھیک دوپہر ہو جب تک نمازِ فجر اُٹھا رکھئے کچھ تقصیر نہیں جب ظہر کا وقت آئے اُس وقت تقصیر ہوگی انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون ٥ مُلّا جی! دِلّی میں تو اچھے اچھے حکیم سُنے گئے ہیں، لکھنے چلے تھے تو پہلے دماغ کی نبض دکھالی ہوتی، نمازیں پانچ ہیں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر جُدا سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تغلیب یہ کلمہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۱ و ۳۲ میں اقوالِ حضرت ابوہریرہ و ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزرا کہ خاص فجر کا حکم ان لفظوں سے ارشاد ہو کہ جب تک ظہر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔

خامسا اقول ملّا جی! اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر و عصر و مغرب و عشا کے کیا معنے، یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے تمسک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کر دیں یا وہ بے نمکی کہ دخول مورد سے راساً انکار یا یہ شورا شوری کہ اُسی پر انقطاع اُسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔

سادساً اب اور آنکھیں کُھلیں تو علاوہ کی پوٹ باندھی کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہلی نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے جس نے ارادہ نہ کیا اُس کی جمع درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد و محمل حدیث کا ہوگا۔ ف۲

اقول یہ ایسا ویسا تم کہہ رہے ہو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے ویسے کی کہیں بُو بھی نہیں کیا اپنی ہوائے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے۔

سابعاً اقول خود مسافر کو شامل کہہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو لاجرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت رکھے کہ یہ نماز وقت گزر جانے کے بعد پڑھ لُوں گا تو تقصیر نہیں کُھلا کُھلا رافضیوں کا مذہب کیوں نہیں لکھ دیتے اور بعد خرابی بصرہ نہیں بلکہ تباہی کوفہ اگر حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جا بجا ہے پھر اُسے

ف۱ معیار الحق صـ۴۱۷ ف۲ معیار الحق صـ۴۱۷

ع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

marfat.com

التقریب ۔ حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا : سلیمٰن بن ابی یحییٰ حجازی روی عن ابی ھریرۃ وابن عمر ، وعنہ ابن عجلان و داؤد بن قیس وابو مودود عبد العزیز بن ابی سلیمٰن ، قال ابوحاتم : مابحدیثہ باس ، وذکرہ ابن حبان فی الثقات ، روی لہ ابوداود حدیثا واحدا فی الجمع بین المغرب والعشاء[1] ۔

ثم اقول بعد نظافت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ لم یر ابن عمر جمع بینھما قط الا تلك اللیلة (ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے ۔ت) مروی ہونا کچھ مضر نہیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً یروی عن ایوب معضل ہے اور معضل ملا جی کے نزدیک محض مردود مہمل اور وہ بھی بصیغۂ مجہول کہ غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث مسند متصل کے کب معارض ہو سکتی ہے ۔

حدیث ۳۵ : مؤطائے امام محمد میں ہے : قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کتب فی الاٰفاق ینا ھھم ان یجمعوا بین الصلاۃ واخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر اخبرنا بذلك الثقات عن العلاء بن الحارث عن مکحول[2] (یعنی امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور اُن میں ارشاد فرما دیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہِ کبیرہ ہے)

الحمد للہ امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرما دیا اور اُن کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے نے گویا مسئلے کو درجۂ اجماع تک مترقی کیا ۔

اقول یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے علاء بن الحارث تابعی صدوق حقیہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ سے ہیں ۔

واختلاطہ لا یضر عندنا مالم یثبت الاخذ بعدہ فقد ذکر المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر کتاب الصلاۃ باب الشہید

علاء کا مختلط ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط سے بعد لی گئی ہے ۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کی

---

[1] تہذیب التہذیب راوی ۳۷۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد ۴/۲۲۸

[2] مؤطا امام احمد باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۳۲

marfat.com

سے سمجھے جاتے اور سفر وحضر میں خدمت[ع] والا منزلت منزلت بستر گستری ومسواک ومطہرہ داری وکفش برداری محبوب باری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معزز وممتاز رہتے، ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اُس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک اُن میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی)

حدیث ۳۴ : سنن ابی داود میں ہے: حدثنا قتیبۃ نا عبد اللہ بن نافع عن ابی مودود عن سلیمن بن ابی یحیٰی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قط فی السفر الا مرۃ[1] (یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب وعشاء ملا کر نہ پڑھی سوا ایک بار کے) ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجۃ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔

اقول اس حدیث کی سند حسن جیّد ہے، قتیبہ تو قتیبہ ہیں ثقہ ثبت رجال ستہ سے، اور عبد اللہ بن نافع ثقہ صحیح الکتاب رجال صحیح مسلم سے اور سلیمن بن ابی یحیٰی لا باس بہ (اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ت) ابن حبان نے انہیں ثقات تابعین میں ذکر کیا، رہے ابو مودود وہ عبد العزیز بن ابی سلیمن مدنی ہذلی مقبول ہیں کما فی

ع صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ سے مروی میں ملک شام میں گیا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگی: الٰہی! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا اُن کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے میرے برابر آکر بیٹھ گئے میں نے پُوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دُعا کی تھی کہ کوئی نیک ہم نشین مجھے میسر کرے اللہ تعالٰی نے آپ ملا دیئے۔ فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے کہا اہلِ کوفہ سے۔ فرمایا: اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ والمطہرۃ[2]۔ کیا تمہارے پاس عبد اللہ بن مسعود نہیں وہ نعلین و مسند خواب وظروف وضو وطہارت والے۔

یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین اُٹھا کر رکھیں اُٹھتے وقت سامنے حاضر کریں سوتے وقت بچھونا بچھائیں اوقاتِ نماز پر پانی حاضر لائیں ظاہر ہے کہ انہیں خلوت وجلوت ہر حالت میں کیسی ملازمت دائمی کی دولت عطا فرمائی پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے قالہ القاضی کما نقلہ فی المرقاۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمع بین الصلوٰتین آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۱
[2] صحیح بخاری مناقب عبد اللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱

العدوی قال سمعت قراءۃ کتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ثلث من الکبائر الجمع بین الصلاتین والفرار من الزحف والنہبۃ[1] (یعنی حضرت ابوقتادہ عدوی کہ اجلۂ اکابر وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انھیں صحابہ میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شقہ و فرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں: دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا)

اقول یہ حدیث اعلٰی درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسمٰعیل بن ابرہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمۂ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں وللہ الحمد۔

لطیفہ حدیث مؤطا کے جواب میں تو ملّا جی کو وہی اُن کا عذر معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلاعذر تھا۔

اقول اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لیے ہے، حدیثِ صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا:

اوّل انکار جمع السس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں، اس جواب کی حکایت خود اُس کے رَد میں کفایت ہے اُس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع کہ ما بعد الا ہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے انکار جمع تو اس کا صریح منطوق و مدلول مطابقی و منصوص عبارۃ النص ہے۔

اقول اولا اُس کی نسبت اگر بعض اجلۂ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا ملّا مدعی اجتہاد و حُرمت تقلیدِ ابوحنیفہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم رَد کرنے کے لیے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متأخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید ردِ احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہوگا اب نہ اُس میں شائبۂ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[2] (انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ ت) کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون[3] (اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت)

ثانیاً بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلّم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں صرف عبارات شارع غیر متعلقہ

---

[1] کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلوتین دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۶۵
[2] القرآن ۹/۳۱
[3] القرآن ۶۱/۳

marfat.com

حدیث احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمۃ ثنا عطاء بن السائب ومعلوم ان عطاء بن السائب ممن اختلط فقال ارجو ان حماد بن سلمۃ ممن اخذ منہ قبل التغیر ثم ذکر الدلیل علیہ ثم قال وعلی الابہام لا ینزل عن الحسن[1]۔ (ملخصًا)

کتاب الصلوٰۃ باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء ابن سائب ہے اور عطاء ابن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے، مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد ابن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔ (ت)

اور امام مکحول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واربعہ سے ہیں۔

والمرسل حجۃ عندنا وعند الجمہور اما ابہام شیوخ محمد فتوثیق المبہم مقبول عندنا کما فی المسلم وغیرہ لاسیما من مثل الامام محمد ومع قطع النظر عنہ فلقائل ان یقول قد انجبر بالتعدد فی فتح المغیث فی ذکر الملقوب رویناہا فی مشایخ البخاری لابی احمد بن عدی قال سمعت عدۃ مشایخ یحکون وذکرہا ومن طریق ابن عدی رواہا الخطیب فی تاریخہ وغیرہ ولا یضر جہالۃ شیوخ ابن عدی فیہا فانہم عدد ینجبر بہ جہالتہم[2]۔

مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو، اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہوگئی ہے۔ فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مشائخ البخاری" میں احمد ابن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے۔ ابن عدی ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علماء نے بھی۔ اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ت)

حدیث ۳۶: امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثار ماثورہ کتاب الحج عیسٰے بن ابان میں روایت فرماتے ہیں:

اخبرنا اسمٰعیل بن ابرہیم البصری عن خالد الحذاء عن حمید بن ہلال عن ابی قتادۃ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الشہید مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۴
[2] فتح المغیث المقلوب دارالامام الطبری مطبوعہ بیروت ۱/۳۲۱

marfat.com

کہ جمع بین الظہر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود کے سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے پس جو تم جواب رکھتے ہو اُسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابنِ مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ چودہ صحابی سوا ابن مسعود کے اُس کے ناقل ہیں تو اسی واسطے ابنِ مسعود نے اس کا استثنا نہ کیا اور اب محل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقائسہ سے وعلیٰ ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔ اس جواب کو مُلّا جی نے گلِ سرسبد بنا کر سب سے اوّل ذکر کیا اُن دو کی تو امام نووی و سلام اللہ رامپوری کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و نسبت اپنے نامۂ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علمائے اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا اُس کا نفیس و جلیل مطلب مُلّا جی کی فہم تنگ میں اصلاً نہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا، اب فقیر غفرلہ المولی القدیر سے تحقیقِ حق سُنیے **فاقول** وبحول ربی اصول **اوّلاً** مُلّا جی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھے کہ سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں مگر دو ذکر کیں مغرب و صبح مزدلفہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی اس ادعائے باطل کا لفافہ تو بحمد اللہ تعالیٰ اوپر کھل چکا کہ شہرت درکنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس سے دست بردار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں نری بے علاقہ اُتر گئیں، رہے دو، وہاں بعونہٖ تعالیٰ وہ قاہر باہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرنِ صحابہ میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلامِ علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انھیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت، انھیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا انھیں دونوں کو صلاتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عزوجل:

وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر[1] (اور تمہارے لیے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ت)

خود انھیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؟ فرمایا: لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں) کما قدمنا

---

[1] القرآن ۱۶/۸۱

marfat.com

بعقوبات ہیں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ ومن بعدہم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی ومعتبر کما نص علیہ فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدر المختار وغیرھا من الاسفار وقد ذکرنا نصوصھا فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ[1]۔

دوم ایک رام پوری ملّا سے نقل کیا کہ ابنِ مسعود سے مسند ابی یعلی میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر[1] (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔ ت) تو موجہ ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلی کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔

اوّلاً ملّا جی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلی کو طبقۂ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح حسن غریب معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا[ف۱] اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدّث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اُس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مختلط ہیں یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لیے ایک رام پوری ملّا کی تقلید سے حلال بتاؤ اتخذوا احبارھم ورھبانھم[2]۔

ثانیاً اقول مُلّا جی! کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمھیں صریح ومجمل ومتعین ومحتمل کا فرق سکھائے حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایتِ ابویعلی حقیقی جمع کا اصلاً پتا نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں تمھاری ذی ہوشی کہ نص ومحتمل کو لڑا کر اختلاف محامل سے راہِ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ اقول مُلّا جی کا اضطراب قابلِ تماشا ہے کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں کہیں نافی سمجھ کر چودہ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین اب رامپوری ملّا کی تقلید سے وہ احدی الروایتین بھی گئی ابنِ مسعود خاصے مثبتان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم جسے مُلّا جی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو میں چھک رہے ہیں[ف۳] کہ اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا

---

[1] مسند ابویعلی مسند ابن مسعود حدیث ۵۳۹۱ مطبوعہ علوم القرآن بیروت ۵/۱۸۱
[2] القرآن ۹/۳۱ ف۱ معیار الحق صـ۳۹۷ ف۲ معیار الحق صـ۴۰۰ ف۳ معیار الحق صـ ۴۱۶

marfat.com

اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ حقیقۃً غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحر و مغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انھیں کے ساتھ خاص اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ جمع بین الحقیقۃ و المجاز ممکن خصوصاً ملّا جی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و متبادر وہی معنی ہیں جو اُن عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملۂ صلّی الفجر اُن صلاتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملۂ مستقلہ ہے اور صلاتین سے وہی عصر و مغرب مراد تو اُن میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں ، ہاں تفصیل میں پتے کے لیے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار دوسری کا ذکر مطوی کیا بحمد اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے ملّا جی کی فہم بمیں اور ناحق آنچہ انسان میکند کی ہوس ، ملّا جی ! اب اُس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہئے کہ جو جواب تمھارا ہے وہی ہمارا سمجھیے خدا کی شان ؎

او گمان بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بیند آں استیزہ جو

فائدہ : یہ معنے نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلبِ فقیر پر القاء ہوئے پھر ارکانِ اربعۂ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہٖ یہی معنے افادہ فرمائے ہیں والحمد للہ علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :

وایضا ، خبر الجمع انما نقلوا فی غزوۃ تبوك ، وکان فی تلك الغزوۃ الاف من الرجال ، و کان کل صلوا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ولم یخبر منھم الا واحدا واثنان ، ولم یشتھر ، ولم یرو غیرہ ، بل بعض الحاضرین انکروا ذلك ، حتی قال ابن مسعود ، ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا ؛ الا صلی صلوٰتین جمع بین المغرب والعشاء بجمع ، وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتھا ، رواہ الشیخان

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوۂ تبوک میں منقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھی تھیں ، مگر ایک یا دو کے علاوہ کسی نے جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا ، نہ یہ بات مشہور ہوئی ، اس روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے ، بلکہ بعض حاضرینِ تبوک نے اس جمع سے صاف انکار کیا ہے ، حتی کہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ـــ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرو ـــ

marfat.com

عن سنن النسائی ۔ملّاجی! یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃً چھوڑ دیا ہے، اور سُنیے امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

العمل علی ھذا عند اھل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفۃ[1]۔

اہلِ علم کے ہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر کے اور یوم عرفہ کے دو نمازیں جمع نہ کرے۔ (ت)

ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثناء کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا تو ہے یہ کہ یہ دونوں جمعیں متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دُوسری کا یقیناً مذکر خصوصاً نمازِ عرفہ کہ اظہر واشہر تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نخروہ مسئلہ جُداگانہ کا افادہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں اور بلاشُبہہ اجماعِ اُمّت ہے کہ فجر حقیقۃً وقت سے پہلے نہ تھی نہ ہرگز کہیں کبھی اس کا جواز، اور خود اسی حدیث ابومسعودؓ کے لفظ مسلم[2] کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش قال قبل وقتہا بغلس اُس پر شاہد، اگر رات میں پڑھی جاتی ذکر غلس کے کیا معنی تھے صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

اذ قال حدثنا عبد اللہ بن رجاء ثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن عبد الرحمٰن بن یزید قال خرجنا مع عبد اللہ الی مکۃ ثم قدمنا جمعا (وفیہ) ثم صلی الفجر حین طلع الفجر الحدیث[3] وقال حدثنا عمرو بن خالد ثنا زھیر ثنا ابو اسحٰق سمعت عبد الرحمٰن بن یزید یقول حج عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فاتینا المزدلفۃ (وفیہ) فلما طلع الفجر قال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یصلی ھذہ الساعۃ الا ھذہ الصلاۃ فی ھذا المکان من ھذا الیوم الحدیث[4]۔

کہا، حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ ابن رجاء نے اسرائیل سے، اس نے ابواسحٰق سے، اس نے عبدالرحمٰن سے کہ ہم عبداللہ کے ساتھ مکّہ آئے، پھر مزدلفہ آئے۔ اس روایت میں ہے کہ پھر فجر پڑھی جب فجر طلوع ہُوئی، الحدیث۔ اور کہا، حدیث بیان کی عمر بن خالد نے زہیر سے، اس نے ابواسحاق سے کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن یزید سے سُنا ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم مزدلفہ کو آئے۔ اس میں ہے جب فجر طلوع ہُوئی تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس وقت میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر یہ نماز، اِسی جگہ، اِسی دن، الحدیث۔ (ت)

---

[1] جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۶
[2] صحیح مسلم استحباب زیادۃ التغلیس الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۷
[3] بخاری شریف کتاب المناسک باب متی یصلی الفجر بجمع " " " " اصح المطابع کراچی ۱/۲۲۸
[4] " " باب من اذن واقام لکل واحدۃ منہما " " " " " " ۱/۲۲۷

marfat.com

للامر المتقرر فی الشرع من تعیین الاوقات[1]

جو ہم نے روایت ذکر کی ہے، وُہ شرع میں جو کچھ مقرر ہو چکا ہے یعنی تعیینِ اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بحمد اللہ تعالٰی تیسرا تو ارد اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ میں کلامِ فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہُوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے الخ بعینہٖ یہی طریقہ مع شے زائد مولانا بحر قدس سرہٗ چلے بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

اما جمع التقدیم فلم یروالا فی الروایات الشاذۃ لااعتداد بہا عند سطوع شمس القاطع۔ ثم لیس فی روایۃ ابی داود عن معاذ ما یدل علی تقدیم العصر عن وقتہا؛ وانما فیہ، اذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل جمع بین الظھر و العصر، و یجوز ان یکون الجمع بان یؤخر الظھر الی اٰخر وقتہا ویعجل العصر اول وقتہا۔ او ان المراد بالجمع، الجمع فی نزول واحد؛ وانکانتا ادیتا فی وقتیہما۔ فافہم۔ ھکذا ینبغی ان یفہم المقام[2]۔

رہی جمع تقدیم، تو اس کا ذکر صرف شاذ روایات میں ہے، اور قطعی دلیل کا سورج طلوع ہونے کے بعد ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر ابوداود کی روایت میں ایسا لفظ ہے بھی نہیں جو عصر کی اپنے وقت سے تقدیم پر دلالت کرتا ہو۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ اگر روانگی سے پہلے سُورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ جمع اسی طرح کرتے ہوں کہ ظہر کو آخر وقت تک مؤخر کر دیتے ہوں اور عصر اوّل وقت میں پڑھ لیتے ہوں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو پڑھنے کے لیے ایک ہی مرتبہ اُترتے تھے، اگرچہ ادا اپنے اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو سمجھو۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیئے۔ (ت)

اور واقعی بحمد اللہ تعالٰی یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جواہر غالیہ ہیں جن کی قدر اہلِ انصاف ہی جانیں گے علامہ بحر قدس سرہٗ سا فاضل جامع اجل واغر دقیق النظر اگر ایک بیان مسلسل مجمل مختصر میں اُنھیں افادہ فرما جائے ان کی شان تدقیق سے کیا مستبعد پھر بھی ایک رنگ افتخار اُن کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں ھکذا ینبغی ان یفہم المقام مگر فقیر حقیر قاصر فاتر پر ان جلائل قدسیہ زاہرہ اور اُن کے ساتھ اور دقائق وحقائق باہرہ مذکورہ کثیرہ وافرہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت وہاب جواد بے سبقت استحقاق وتقدم استعداد ہے ذلك فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۝ ربی لك الحمد کما ینبغی لجلال وجھك

---

[1] رسائل الارکان تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی ص ۱۴۷ و ۱۴۸

[2] ایضاً ص ۱۴۸

marfat.com

وابوداود والنسائی ، فنفی ابن مسعود ، الذی قال فیه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم : تمسکوا بعهد ابن اُمّ عبد ، تقدیم صلاۃ عن الوقت وتاخیرها ، واخبر بانه لم یقع الا فی صلاتین ، بیّن احدهما ، وهوالمغرب بجمع اخرها الٰی وقت العشاء ، ولم یبین الاخر ، وهوالعصر یوم عرفة ، بتقدیمه فی وقت الظهر ، لشهرته ، ولیعلم بالمقایسة ، واخبر خبرا اٰخر ، وهوتقدیم الفجر عن الوقت المسنون المعتاد عنده صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ۔ واذا کان حال خبر الجمع ما ذکرنا وجب رده اوتاویله[1] ۔

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو نمازیں، مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کیا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی — بحوالہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی — اس طرح ابن مسعود نے نماز کی اپنے وقت سے تقدیم وتاخیر کی نفی کردی ہے اور بتا دیا ہے کہ ایسا صرف دو نمازوں میں ہُوا تھا، جن میں سے ایک نماز کا تو انہوں نے ذکر کردیا، یعنی مزدلفہ کی مغرب، کہ اس کو عشاء تک مؤخر کیا تھا، مگر دوسری نماز کا ذکر نہیں کیا، یعنی عرفہ کی عصر کا، کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم کرکے پڑھا تھا، عدمِ ذکر کی وجہ، اس کا مشہور ہونا ہے، نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہوسکتی ہے ۔ چنانچہ اس کی بجائے انہوں نے دوسرا واقعہ بیان کردیا کہ فجر کو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معتاد وقت سے پہلے پڑھا، تو جب جمع کی روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو رَد کردیا جائے یا کوئی تاویل کی جائے ۔ (ت)

اور اس کے مطالعہ سے بحمداللہ تعالٰی ایک اور توارد حسن معلوم ہوا فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محتمل کو اُن نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصۂ مرویۂ ابن عمر کو واحد بتایا تھا بعینہٖ یہی مسلک ملک العلماء نے اختیار فرمایا، فرماتے ہیں :

بل المراد بغروب الشفق ، قرب غروبه ، لان القصة واحدة ، وما ذکرنا من قبل مفسر لا یقبل التاویل ، فیأوّل بقرب غروب الشفق ، اویقال : هذا من وهم بعض الرواۃ ، واما ما ذکرنا اولا ، فهو مطابق

غروبِ شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ قصہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان کی ہے وہ مفسّر ہے ، تاویل کا احتمال نہیں رکھتی، اس لیے یا تو غروب شفق کی، قربِ غروب سے تاویل کرنی پڑے گی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور پہلے

---

[1] ارکان اربعہ بحرالعلوم تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۴۶

marfat.com

مُلّا جی! اب کہئے مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا! مُلّا جی! ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دلّی کی پہاڑی آئی ہے سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچایئے کہ عنقریب مکّہ کا پہاڑ ابوقبیس آتا ہے۔ ملّا جی! دعوے اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علمِ حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنے صحیحین وغیرہما صحاح وسنن مسانید ومعاجیم وجوامع واجزا وغیرہا میں دیکھیے صدہا مثالیں اس کی پایئے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے ولہذا امام الشان ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی مخرج حدیث اعمش بن عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ ہے اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی ان سے حفص بن غیاث وابومعویہ وابوعوانہ وعبدالواحد بن زیاد وجریر وسفیٰن وداؤد وشعبہ وغیرہم اجلّہ نے روایت کی یہ روایتیں الفاظ واطوار وبسط واختصار وذکر واقتصار میں طرق شتی پر آئیں کسی میں مغرب وفجر کا ذکر ہے ظہر عرفہ مذکور نہیں کروایۃ الصحیحین کسی میں ظہر عرفہ ومغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں کروایۃ النسائی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر وفجر وصیغۂ ما رأیت وغیرہ کچھ مسطور نہیں

کحدیث النسائی ایضا فی المناسك، باب جمع الصلاتین بالمزدلفة، اخبرنا القاسم بن زکریا ثنا مصعب بن المقدام عن داود عن الاعمش عن عمارة عن عبد الرحمٰن بن یزید عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء بجمع۔[1]

جیسا کہ نسائی کی حدیث جو کتاب المناسک، باب جمع الصلاتین بمزدلفہ میں ہے حدیث بیان کی ہم سے قاسم ابن زکریا نے مصعب ابن مقدام سے، اس نے داؤد سے، اس نے اعمش سے، اس نے عمارہ سے، اس نے عبدالرحمٰن ابن یزید سے، اس نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ (ت)

اکثر میں نمازِ فجر پیش از وقت مذکور ہے وھو بطریق کل ما ذکرنا من رواۃ الاعمش ما خلا جریرا (سوائے جریر کے اعمش کے جتنے راوی ہم نے ذکر کیے ہیں وہ اسی طریقے سے بیان کرتے ہیں) کسی میں لفظ بغلس مفید واقع ومصرح مرام کی تصریح ہے کما مر لمسلم من حدیث الضبی (جیسا کہ مسلم کے حوالے سے ضبی کی حدیث گزری ہے۔ ت) ان تنوعات سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہو جائیں گی نہ ایک طریق دوسرے کا نافی ومنافی ہوگا بلکہ ان کے اجتماع سے جو حاصل ہو وہ حدیثِ تام قرار پائے گا۔ اب خواہ یہ اختلاف رواۃ اعمش کی روایت بالمعنے سے ناشئے ہوا خواہ خود اعمش نے

---

[1] سنن النسائی الجمع بین الصلوٰۃ بالمزدلفۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۲/۴۰

marfat.com

وکمال الائك ووفور نعمائك صل وسلم وبارك علی اکرم انبیائك محمد واٰله وسائر اصفیائك اٰمین۔

مولانا قدس سرہٗ ان نفائس عزیزہ کو بیان کر کے فرماتے ہیں :

انظر ما ادق نظر ائمتنا حیث لا تفوت عنهم دقیقة۔[1]

دیکھ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر کیسی دقیق ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فروگزاشت نہیں ہوتا۔ (ت)

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا کیسے ائمہ مالکان ازمہ وکاشفانِ غُمہ ایسے ہی دقیق النظر و عالی مدارک وشاہان بزم وشیرانِ معارک ہیں کہ منازل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی جمیلہ اُن کے توسنِ برق رفتار کی گرد کو نہ پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آخر وہ وہی ہیں کہ اگر ایمان وعلم ثریا پر معلق ہوتا لے آتے آج کل کے کورانِ بے بصر اُن کے معارج علیہ سے بے خبر، اگر آئینۂ عالمتاب میں اپنا منہ دیکھ کر طعن وتشنیع سے پیش آئیں کیا کیجئے ؎

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند
ہر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے)

ان حضرات کی طویل وعریض بدزبانیوں کا نمونہ یہیں دیکھ لیجئے مسئلۂ جمع میں مُلّا جی کے دعوے تھے کہ وہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اُس کا خلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ جمع صوری پر اصلاً کوئی دلیل حنفیہ کے پاس ہے اب بحول وقوت رب قدیر سب اہلِ انصاف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ لن ترانی کس برتے پر تنا پانی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً اقول وباللہ التوفیق اگر نظر تتبع کو رخصت جولاں دیجئے تو بعونہٖ تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علما محض تنزلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے، یہی حدیث سُنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے :

اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن سلیمٰن عن عمارة بن عمیر عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال : کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یصلی الصلاة لوقتها الا بجمع فی مزدلفة وعرفات۔[2]

ہمیں خبر دی اسمٰعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے عمارہ بن عمیر سے عبدالرحمٰن بن یزید سے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ وعرفات میں۔

---

[1] ارکان اربعہ لبحر العلوم تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۱۴۸
[2] النسائی کتاب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۲/۳۹

marfat.com

پس بحمد اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہُوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یُوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دو۲ نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو۲ عصر عرفہ وقت ظہر اور مغرب مزدلفہ وقت عشاء ، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوعِ فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتابِ حق و صواب بے پردہ و حجاب رابعۃ النہار پر پہنچا، اب اس حدیث نسائی جامع ذکر عرفہ و مزدلفہ پر مُلّا جی نے بکمال مکابرہ جو چوٹیں کی ہیں اُن کی خدمت گزاری کیجئے اور ماہ ضیا پناہ رسالہ کو باذنہٖ تعالےٰ شب تمام کا مژدہ دیجئے واللہ المعین و بہ نستعین۔

لطیفہ یارب جہل جاہلین سے تیری پناہ ، مُلّا جی تو ردِ احادیث و جرح ثقات و قدح صحاح کے دھنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راج میں انھیں مکابروں کی دیواریں چُنی ہیں۔ حدیث صحیح نسائی شریف کو دیکھا کہ انھیں مصیبت کا پہاڑ توڑے گی۔ حضرت کے گُلِ سرسبد کو گل تہ گلخن بنا چھوڑے گی لہٰذا نیامِ حیا سے تیغِ ادا نکالی اور احادیثِ صحاح میں تکمیل مضمون فریقا تکذبون و فریقا تقتلون کی یُوں بنا ڈالی[ف] حدیث نسائی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے دو۲ راوی اس کے مجروح ہیں ایک سلیمٰن بن ارقم کہ اُس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں سلیمٰن بن ارقم ضعیف اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحبِ احادیث افراد کا کہا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق متشیع ولہ افراد۔

اقول اوّلاً وہی مُلّا جی کی قدیمی سفاہت تشیّع و رفض کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً صحیحین سے وہی پُرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری و مسلم وغیرہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص اُستاذ اور مسلم وغیرہ کا اُستاذ الاستاذ۔

ثالثاً مُلّا جی! تم نے تو علمِ حدیث کی الف بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یُوں بے وقت چڑھی ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف و متشیع و صاحبِ افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، متشیع و صاحبِ افراد ہونا تو اصلاً موجبِ ضعف نہیں، صحیحین دیکھے ان کے رواۃ میں کتنے متشیع[ع۱] موجود ہیں اور لہ[ع۲] افراد والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حواشی فصل اول میں بکثرت له اوهام يهم ، ربما وهم ، يخطئ ، يخطئ كثيرا ، كثير الخطاء ، كثير الغلط وغیرہا والے ذکر کر آئے ، رہا ضعیف اُس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنے اور اس کے متعلقات کی

ع۱ مثل ابانؑ بن یزید العطار، یزیدؑ بن ابی انیسۃ ، عبد الرحمٰنؑ بن غزوان وغیرھم ۱۲ منہ (م)

ع۲ جن میں تیس۳۰ سے زیادہ حواشی فصل اول پر مذکور ہُوئے ۱۲ منہ (م) ف معیار الحق ص۳۸۴

marfat.com

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت بالمعنے کی اور ہر راوی نے اپنی مسموع پہنچائی چاہے یہ تنویع اعمش نے خود کی چاہے عمارہ یا عبدالرحمٰن سے ہوئی اور وُہ سب اعمش نے سُنی یا اعمش کو پہنچی خواہ اصل منتہائے سند سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوقات عدیدہ میں حسبِ حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شبِ مزدلفہ راہِ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب وفجر کا مسئلہ ارشاد کرنے کے لیے صرف اُنھیں دو کا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اُس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلاتین کا مسئلہ پیش ہو وہاں ذکرِ فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوا ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب وعشائے مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں سنّت کیا ہے اس وقت یہ پچھلی حدیث مختصر افادہ کی۔

ثم اقول لطف یہ کہ یہی **حدیث** ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے مخرج مروی صحیح بخاری وسنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحجج میں بسندِ جلیل وصحیح جس کے سب رواۃ اجلۂ ثقات وائمۂ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ہیں یُوں روایت فرمائی:

اخبرنا سلام بن سلیم الحنفی عن ابی اسحٰق السبیعی عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ بن قیس والاسود بن یزید قالا کان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لاجمع بین الصلاتین الا بعرفۃ الظھر والعصر[1]۔

سلام بن سلیمٰن الحنفی ابواسحاق سبیعی سے وہ عبدالرحمٰن بن اسود سے وہ علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید سے راوی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے جمع بین الصلاتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر وعصر۔

کیوں مُلّا جی! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات دیکھی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہرگز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعتراض بلکہ ہر محل وموقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتصار ہے یہاں مسافر کے جمع بین الظہر والعصر کا ذکر ہوگا اُس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف روز عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا ناجائز، ولہٰذا الصلاتین معرف بلام فرمایا جس میں اصل عہد ہے۔ مُلّا جی! کُتبِ حدیث آنکھ کھول کر دیکھو روایات بالمعنیٰ کے یہی انداز آتے ہیں خصوصاً امام بخاری تو بذاتِ خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بقدر حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رَد نہیں کرتا بلکہ وُہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔

---

[1] کتاب الحجۃ باب الجمع بین الصلوٰتین دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۱/۱۶۵

marfat.com

رابعاً یہ سب کلام ملّا جی کی غیبی بول عیبی احکام مان کر تھا حضرت کی اندرونی حالت دیکھیے تو پھر حسبِ عادت جو رواۃِ حدیث بے نسب و نسبت پائے ان میں جہاں تحریف و تصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے سند میں تھا عن شعبۃ عن سلیمٰن ۔ اب ملّا جی اپنی مبلغ علم تقریب کھول کر بیٹھے رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو لہذا وہاں بس نہ چلا سلیمٰن کو دیکھیں تو پہلی بسم اللہ یہی سلیمٰن بن ارقم ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مردود ، ملّا جی ! اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا یہ جبروتی حکم آپ نے کس دلیل سے جمایا ، کیا اسی کا نام محدّثی ہے ، سچے ہو تو برہان لاؤ ورنہ اپنے کذب و عیب رجم بالغیب پر ایمان قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین حق طلبان و حق نیوش کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث اعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمٰن عن عبد اللہ ہے بخاری مسلم ابو داؤد نسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمارہ بطریق امام اعمش ہی مذکور ، صحیحین کی تین سندیں بطرق حفص بن غیاث و ابی معٰویۃ و جریر کلھم عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں ، اور ایک سند نسائی بطریق داود عن الاعمش عن عمارۃ اس کے بعد سُن چکے ۔ پنجم نسائی کتاب الصلاۃ میں ہے : اخبرنا قتیبۃ ثنا سفیٰن نا الاعمش عن عمارۃ[1] الخ ۔ ششم نسائی مناسک باب الوقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علمنا علیہ خ ، واخرنا ھا عنّ لمکان تردد الحافظ ۔ والانصاف ان فلیحا و عبادا وامثالھا ایضا ضعفاء ، والعذر ما افادہ الامام ابن الصلاح وتبعہ النووی وغیرہ فارجع واعرف ۔ واللہ تعالٰی اعلم (م)

کہ اس کو ابن عدی نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے یقین ظاہر کیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے ، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے اھ میں نے کہا ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لیے ہم نے بھی اس کے نام پر "خ" کی علامت لگائی ہے ۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری ہونے میں تردّد ہے اس لیے "خ" کو ہم نے "م" کے بعد لگایا ہے ("م" سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ فلیح ، عباد اور ان جیسے اور کئی راوی بھی ضعیف ہیں (اس کے باوجود ان کی روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں) امام ابن الصلاح نے اس کی معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا ہے ، اس لیے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو ! واللہ تعالٰی اعلم ۔ (ت)

---

[1] سنن النسائی الجمع بین المغرب والعشاء الخ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

marfat.com

تحقیقاتِ جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ **اَلْھَادالکاف فی حکم الضعاف**[۱۳] میں مطالعہ کیجئے اور سرِدست اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ ضعیف درجۂ ثامنہ اور متروک اُس کے دو پایہ نیچے درجۂ عاشرہ میں ہے خود بعض ضعفا رجال شیخین میں اگرچہ متابعۃً یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نامتروک ہونا واضح۔

عہ مثل اسید بن زید ، اسباط ابو الیسع ، عبد الکریم بن ابی المخارق ، والاشعث بن سوار ، زمعۃ بن صالح ، محمد بن یزید الرفاعی ، محمد بن عبد الرحمٰن مولی بنی زہرۃ ، احمد بن یزید الحرانی ، ابی بن عباس وغیرھم ، قال فی التقریب فی الخمسۃ الاول : ضعیف ، والسادس لیس بالقوی ، والسابع مجھول ، والثامن ضعفہ ابو حاتم ، والتاسع فیہ ضعف ۔ وعبد الکریم ، علم لہ المزی فی التھذیب خت ، وتبعہ فی المیزان ، فقال : اخرج لہ خ تعلیقا ، و م متابعۃ ۔ وکذا تابعہ الحافظ فی رموز التقریب ، ثم نبہ ان الصواب خ ، حیث ذکر مالہ فی الجامع الصحیح ، ثم قال : ھذا موصول ولیس معلقا ۔ و قال فی الرفاعی : ذکرہ ابن عدی فی شیوخ البخاری ، وجزم الخطیب بان البخاری روی عنہ ؛ لکن قد قال البخاری : رأیتھم مجمعین علی ضعفہ[۱] اھ قلت : المثبت اثبت ، فلذا

مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبد الکریم (۴) اشعث (۵) زمعہ (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبد الرحمٰن (۸) احمد (۹) اُبَی اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں ، چھٹا بھی خاص قوی نہیں ہے ، ساتواں مجہول ہے ، آٹھویں کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے ، نویں میں بھی ضعف ہے۔

عبد الکریم کے لیے مزی نے تہذیب میں "خت" کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ "خ" سے مراد بخاری ہے اور "ت" سے تعلیق ، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً لی ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے تعلیقاً اور مسلم نے متابعۃً روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح "خ" ہے ("خت" نہیں) چنانچہ حافظ نے پہلے تو عبد الکریم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے' پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلیق کے طور پر۔ (اس لیے "خ" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی چاہئے کیونکہ "ت" تعلیق کی علامت ہے)

(محمد ابن یزید) رفاعی کے بارے میں کہا ہے

---

[۱] تقریب التہذیب ترجمہ نمبر ۶۴۲۱ محمد بن یزید دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۴۷/۱۴۸ (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے خُلّص تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستّہ سے ہیں اسمعیل بن مسعود کو اُن سے اور اُنھیں شعبہ سے اکثار روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات اُن سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسبِ خالد مصرحاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ اُنھوں نے حسبِ عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق ولاحق بیانوں کے اعتماد پر یُوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

طریق شعبۃ :(۱) کتاب الافتتاح باب التطبیق[1] اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ عن سلیمٰن الخ۔

(۲) کتاب الطہارۃ باب النضح[2] اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔

(۳) کتاب المواقیت الرخصۃ فی الصلاۃ بعد العصر[3] اخبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔

(۴) کتاب الامامۃ الجماعۃ اذا کانوا اثنین[4] اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔

(۵) کتاب السہو باب التحری[5] اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبۃ الخ۔

(تصریح اسمعیل سوے مامر)

(۶) کتاب الامامۃ الرخصۃ للامام فی التطویل[6] اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔

---

[1] النسائی باب التطبیق — مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۱۲۳
[2] " باب النضح — " " " ۱/۱۹
[3] " الرخصۃ فی الصلوٰۃ بعد العصر — " " " ۱/۶۷
[4] " الجماعۃ اذا کانوا اثنین — " " " ۱/۹۷
[5] " باب التحری — " " " ۱/۱۴۶
[6] " الرخصۃ للامام فی التطویل — " " " ۱/۹۴

marfat.com

الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ اخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابومعٰویۃ عن الاعمش عن عمارۃ[1] الخ ہفتم سنن ابی داؤد حدثنا مسدد ان عبد الواحد بن زیاد واباعوانۃ واباامعٰویۃ حدثوھم عن الاعمش عن عمارۃ[2] ۔ ہشتم امام طحاوی حدثنا حسین بن نصر ثنا قبیصۃ بن عقبۃ والفریابی قالا ثنا سفیٰن عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر[3] الخ ۔ یہ امام اعمش امام اجل ثقہ ثبت حجت حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلۂ ائمۂ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب نیمروز سے روشن تر ان کا اسم مبارک سلیمٰن ہے وہی یہاں مراد ، کاش تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملاجی کی آنکھیں بند نہ کردیتی تو آگے سوجھتا کہ دنیا میں ایک یہی سلیمٰن نہیں دو ورق لوٹتے تو اسی تقریب میں تھا : سلیمٰن بن مہران الاعمش ثقۃ حافظ عارف بالقراءات ورع[4] (سلیمٰن ابن مہران اعمش ، ثقہ ہے ، حافظ ہے ، قرارۃ کو جاننے والا ہے ، متقی ہے ۔ ت) جن حضرات کا جوشِ تمیز اس حد تک پہنچا ہو اُن سے کیا کہا جائے کہ ان سلیمٰن سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنھیں التزام تھا کہ ضعیف لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین[1] میں مذکور وہ اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے ان باتوں کی کیا شکایت !

خامساً حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اُسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی نے فرمایا تھا : اخبرنا اسمٰعیل بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بیدھڑک حکم لگادیا کہ اس سے مراد خالد بن مخلد رافضی ہے ملّا جی ! پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص مراد ہے ، مُلّا جی ! تم کیا جانو کہ ائمۂ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر ممیز پر اکتفا کرتے ہیں ، ملّا جی صحابہ کرام میں عبد اللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادلۂ خمسہ رضی اللہ تعالٰی عنہم ، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبد اللہ کہے تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے ، اور کوئی کہے تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم ، پھر رواۃ مابعد میں تو عبد اللہ صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدثنا عبد اللہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں ، محمدین کا شمار کون کرسکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا وعلٰی ہذا القیاس صدہا مثالیں ہیں جنھیں ادنٰی ادنٰی خدامِ حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں ۔ مُلّا جی ! یہ

---

[1] سنن النسائی الوقت الذی یصلی فیہ الصبح بالمزدلفۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ۲/۴۶
[2] سنن ابی داؤد باب الصلٰوۃ بجمع آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۶۷
[3] شرح معانی الآثار الجمع بین الصلٰوتین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۳
[4] تقریب التہذیب ترجمہ نمبر ۲۶۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۹۲

مُلّاجی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علمِ حدیث کی کھُلی کھُلی باتوں سے یہ جاہلانہ مخالفات، اگر دیدہ ودانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق وتلبیسِ باطل وتلبیس عامی واغوائے جاہل، طوائف ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدارا خدا ورسول سے حیا کیجئے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے یہ مُنہ اور اجتہاد کی لپک، یہ لیاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجئے، حدیث کے متون وشروح واصول ورجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں، ہنسنے دو ہنستے ہی گھر بستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مرگئے جب بھی شہادت، بشرطِ صحت ایمان وحسنِ نیت واللہ الہادی لقلب اخبت۔

الحمدللہ مہرِ حق متجلی ہوا اور آفتابِ صواب متجلی، جن جن احادیث سے جمع بین الصلاتین کا ثبوت نہ سہل ثبوت بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہُوا کہ اُن میں ایک حرف مثبت مقال نہیں مذہب حنفی اثبات صوری ونفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتادیا تھا، روشن ہُوا کہ قرآن وحدیث اُسی کے موافق دلائل ساطعہ اُسی پر ناطق جن میں رَد وانکار کی اصلاً مجال نہیں، اور بعونہٖ تعالیٰ بطفیل مسئلہ وہ تازہ مجملہ کہنہ مشغلہ ادعائے عمل بالحدیث کا اُشغلا اُس کا بھرم بھی من مانتا کھلا کہ ہوا سے غرض ہوس سے کام اور اتباعِ حدیث کا نام بدنام، پُرانے پُرانے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروری پہ آئیں صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں ثقہ ائمہ کو مطعون بتائیں، بخاری ومسلم پسِ پشت ڈالیں، اُن کے رواۃ واسانید میں شاخسانے نکالیں، ہزار چھل کریں سو ہزار پیچ جیسے بنے صحیح حدیثیں ہیچ، امام مالک و امام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام، مگر جب حنفیہ کے مقابل دم پر بنے مجتہد چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گاڑھی چھنے، اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام اُس کے پاؤں پکڑ اُس کا دامن تھام، یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام، اُن میں جس کا کلام کہیں ہاتھ لگ گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتنا ہی خطا، بس خضر مل گئے غنچے کھُل گئے، اندر کے جی کے کواڑ کھُل گئے سب کوفت سوخت کے غبار دُھل گئے، وحی مل گئی ایمان لے آئے اُسی سے حنفیہ پر حجت لائے، اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑو احبار ورہبان کی آیت نہ پڑھو، چھٹکارے کی گھڑی بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہواب تو مکت ہے۔ مسلمانو! حضرات کے یہ انداز دیکھے بھالے اپنا ایمان بچائے سنبھالے، فریب میں نہ آنا یہ زہر درجام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بردام ہیں بے سہاروں کی چال ہر حال بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے، بے راہ روی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباعِ ائمہ راہِ ہُدیٰ ہے راہِ ہُدیٰ کا والی خدا ہے، للہ الحمد. وللہ الھدایۃ. منہ البدایۃ والیہ النہایۃ۔

خلاصۃ الکلام وحسن الختام الحمدللہ سخن اپنے ذروۂ اقصیٰ کو پہنچا اب ملخص کلام وحاصل مرام چند باتیں یاد رکھئے:

marfat.com

(۷) کتاب قیام اللیل،باب وقت رکعتی الفجر اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث[1] الخ۔

(۸) کتاب الزکوٰۃ،عطیۃ المرأۃ بغیر اذن زوجھا اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث[2] الخ۔

(۹) المزارعۃ،احادیث النھی عن کری الارض بالثلث والربع اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث[3] الخ۔

(۱۰) القسامۃ والقود،باب عقل الاصابع اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث[4] الخ۔

(تصریح النسائی)

(۱۱) کتاب الحیض مضاجعۃ الحیض فی ثیاب حیضتھا اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد ھو ابن الحارث[5] الخ۔

(۱۲) قبیل کتاب الجمعۃ،باب اذا قیل للرجل ھل صلیت اخبرنا اسمعیل بن مسعود و محمد بن عبد الاعلی قالا حدثنا خالد ھو ابن الحارث[6] الخ۔

(۱۳) کتاب الصیام التقدم قبل شھر رمضان اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد و ھو ابن الحارث[7]۔

(۱۴) المزارعۃ من الاحادیث المذکورۃ اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد و ھو ابن الحارث[8]۔

(۱۵) کتاب الاشربۃ الترخیص فی انتباذ البسر اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد یعنی ابن الحارث[9] الخ۔

کیوں مُلّا جی! یہ کیا دین و دیانت ہے کہ حدیثیں رَد کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکان جزم کرتے ہُوئے پلک تک نہ جھپکاؤ، وہ تو خدا نے خیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا کہیں نرا اسمعیل ہوتا تو مُلّا جی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنّت کے نزدیک سخت مردود کہ اُس کی سند میں اسمعیل دہلوی موجود،

---

[1] سنن النسائی باب وقت رکعتی الفجر مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۱/۲۰۶

[2] " " عطیۃ المرأۃ الخ " " " ۱/۲۸۹

[3] سنن النسائی. الثالث من الشروط فیہ المزارعۃ والوثائق " " " ۲/۱۴۴

[4] سنن النسائی باب عقل الاصابع مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور ۲/۲۴۷

[5] سنن النسائی مضاجعۃ الحیض الخ " " " ۱/۴۳

[6] " " باب اذا قیل للرجل الخ " " " ۱/۱۶۰

[7] " " التقدم قبل شھر رمضان " " " ۱/۲۴۹

[8] " " المزارعۃ من الاحادیث مذکورۃ " " " ۲/۱۴۶

[9] " " الترخیص فی انتباذ البسر الخ " مطبع سلفیہ لاہور ۲/۳۲۱

marfat.com

ثامناً جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے تو جمع صوری میں اور جانب منع دلائل قولیہ وفعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مرجح تو مجموع قول وفعل محض نقل فعل پر بدرجۂ اولیٰ۔

تاسعاً افقہیت راوی اور مرجح منع ہے کہ ابن عمرو انس میں کسی کو فقاہت جلیلہ عبداللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمسکوا بعهد ابن ام عبد[1] (ابن اُم عبد کی باتوں سے تمسک کیا کرو) رواہ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (نوٹ، اصل متن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں تمسکوا بعهد ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ نذیر احمد)

مرقاۃ میں ہے اسی لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُن کی روایت وقول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں[2]۔

یہ وہی ابنِ مسعود ہیں جنھیں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ سرِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے:

ان اشبه الناس دلا وسمتا وهديا برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لابن ام عبد[3]۔ رواہ البخاری والترمذی والنسائی۔

بیشک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یہ وہی ابنِ مسعود ہیں جنہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: کیف ملئ علماً[4] (ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی)

نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رضیت لامتی مارضی لها

---

[1] جامع الترمذی مناقب عبداللہ بن مسعود مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۲۱

[2] مرقات المفاتیح جامع المناقب، الفصل الاول " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱/ ۴۰۹

[3] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری باب جامع المناقب مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۷۴

جامع الترمذی، مناقب عبداللہ بن مسعود امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۲۲

ف: مشکوٰۃ میں بعینہٖ یہی الفاظ ہیں جبکہ ترمذی میں الفاظ یوں ہیں۔ کان اقرب الناس هديا ودلا وسمتا برسول اللہ صلی اللہ وسلم ابن مسعود اور بخاری میں الفاظ یوں ہیں ما اعلم احداً اقرب سمتا وهديا ودلا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن ام عبد۔ ۳/ ۲۵۹

[4] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ترجمہ عبداللہ بن مسعود (مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ

[5] المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت) ۳/ ۳۱۷

marfat.com

اوّلاً جمع صوری بدلائل صحیحہ روشن ثبوت سے بے پردہ وحجاب اور اُس کا انکار انکارِ آفتاب۔

ثانیاً کسی حدیث صحیح میں جمع تقدیم کا نام کو بھی اصلاً پتا نہیں اُس کی نسبت ادعائے قطعی ثبوت محض نسج العنکبوت۔

ثالثاً جمع تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیح صریح جیساکہ ادعا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضعاف ومناکیر ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محتمل اور محتملات سے ہوسِ اثبات مہمل ومختل۔

رابعاً جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین ناقابل تاویل قائم تو محتملات خصوصاً حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا اُسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محتمل بہ متعین ہے نہ عکس کہ سراسر نکس۔

خامساً نماز بعد شہادتین اہم فرائض واعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت اور اظہر ضروریاتِ دین سے جسے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے یوہیں اوقاتِ خمسہ غایت شہرت واستفاضہ پر بالغ حد تواتر ہیں اگر حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لیے اوقاتِ مشہورہ معلومہ معروفہ کے سوا قولاً یا فعلاً کوئی اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت جلیلہ کے ساتھ اوقاتِ خمسہ منقول ہوئے اُسی طرح یہ نیا وقت بھی نقل کیا جاتا آخر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فعل کسی خلوت میں نہ کیا غزوۂ تبوک میں ہزارہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمراہِ رکاب سعادت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرت رواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے یہ کیا کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی صریح تبدیل ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہہ یہی جمع صوری فرمائی جس میں نہ وقت بدلا نہ کسی حکم میں تغیّر نے راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر دواعی متوفر ہوتے نظرِ انصاف صاف ہو تو صرف ایک یہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو بس ہے کہ جب باوصف توفر دواعی نقل آحاد ہے تو لاجرم جمع صوری پر محمول کہ توفر مہجور اور بالفرض کوئی روایتِ مفسرہ ناقابل تاویل ملے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ آحاد رہنا عقل سے دُور۔

سادساً نمازوں کے لیے تعیین وتخصیص اوقات وآیات قرآن عظیم واحادیثِ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کہیں اُس کا خلاف مانیے تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہیے جیسے عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضمحل۔

سابعاً بالفرض اگر مثل منع دلائل جمع بھی قابل سمع تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منع کو ہے کہ جب حاظر وبیع مجتمع ہوں تو حاظر مقدم ہے۔

marfat.com

شرِ حُسّاد وشامتِ ذنوب سے محفوظ رکھے ۔ وجہ ثبات و استقامت مقلدین کرام بنائے ، یہ اُمید تو ان شاء اللہ تعالیٰ القریب المجیب نقد وقت ہے مگر دشمنانِ حنفیت کو ہدایت ملنے عناد حنفیہ کی راہ نہ چلنے کی طرف سے یاس سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جن صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چڑھی ہیں اُنھیں آئندہ ایسی اور ان سے بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے ، تحریف تعصب مکابرے تحکم کا کیا علاج ہے سوا اس کے کہ شرِ شریران سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور بتوسل روح اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے عرض کروں رب انی اعوذبك من همزات الشیٰطین واعوذبك رب ان یحضرون ۝ وصلی اللہ تعالے علی الهادی الامین الامان المامون محمد واٰله وصحبه الکرام والذین هم بهدیهم یهتدون الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ نفیس عجالہ پانزدہم ماہ رجب مرجب ۱۳۱۳ سنہ ہجریہ علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ کو تمام اور بلحاظ تاریخ حاجز البحرین الواقی عن ۱۳۱۳ جمع الصلاتین نام ہوا ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیّد المرسلین محمد واٰله وصحبه اجمعین اٰمین سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب الیك و اللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ (۲۸۷)

۱۷-جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نابینا نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت ایسی بڑی سورت پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اُس وقت سورج نہیں نکلا تھا اور جب سلام پھیرا تو سورج نکل آیا یہ نماز ہوئی نہیں ، بیّنوا توجروا ۔

الجواب

نمازِ فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں التحیات پڑھ لی جائے نہ بیٹھنے پایا سورج کی کرن چمکی تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمۂ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہوگئی مثلاً جب تک پہلی بار لفظ السلام کہا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ سورج نکلنے میں کہا تو نماز صحیح ہوگئی کہ فقط السلام کہنا تحریمۂ نماز سے باہر کر دیتا ہے الا من علیه سهو بشرط ان یأتی بالسجود (مگر جس پر سجدۂ سہو ہو ، بشرطیکہ سجدہ کرے ۔ت) اور اگر طلوعِ شمس دونوں اداء بیچ میں ہوا یعنی قعدہ بقدر تشہد کر چکا اور ہنوز تحریمۂ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہُوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے فرضوں کی قضا ذمہ پر رہی ۔

فی الدر المختار ، ولو وجد المنافی بلا صنعه — درمختار میں ہے ، ایسا منافی نماز کہ جس میں نمازی

marfat.com

ابن ام عبد (میں نے اپنی اُمت کے لیے پسند فرمالیا جو کچھ عبداللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے) رواہ الحاکم بسند صحیح۔

لاجرم ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں، مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

هو عند ائمتنا افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة[1][2] — ہمارے ائمہ کے نزدیک ابنِ مسعود خلفاءِ اربعہ کے بعد سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (ت)

عاشراً اگر بالفرض براہینِ منع وادلۂ جمع کانٹے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح رہے گی کہ اس میں احتیاط زائد ہے اگر عنداللہ جمع درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں بلکہ اتفاق اُس کا ترک ہی افضل ہے اور اگر عنداللہ نادرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی اور جمع تقدیم میں سرے سے ادا ہی نہ ہوگی فرض گردن پر رہے گا تو ایسی بات جس کا ایک پہلو خلاف اولٰی اور دوسری جانب حرام وگناہِ کبیرہ ہو عاقل کا کام یہی ہے کہ اُس سے احتراز کرے، یہاں جو ملّا جی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر لکھ گئے ہیں[ف] کہ تشکیک مذکور اُس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلّل بدلائل ہو اور صورت اختلاف کی ہو حالانکہ مسئلۂ جمع میں مانعین کا کادعوٰی بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا اُن کا خلاف ہے اختلاف نہیں پس اگر صحت میں عمل مدلل بدلائل کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو سیکڑوں اعمال باطل ہوجائیں اور حق و باطل میں کچھ تمیز نہ رہے، ان جھوٹی بالاخوانیوں سینہ زوری کی لَن ترانیوں کا کچا چٹھا بعونہ تعالٰی سب کھُل چکا مگر حیا کا بھلا ہو جس کے آسرے جیتے ہیں یوہیں تو آفتاب پر خاک اُڑا کر اندھوں کو سُجھا دیا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب بے دلیل وخلاف حدیث ہے، خدا کی شان قرآن عظیم واحادیثِ رسول کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی اُن قاہر دلیلوں کو جنھیں سُن کر جگر تک دھمک پہنچی ہوگی بے دلیل ٹھہراؤ اور اپنے ضعیف وبے ثبوت قول کو قطعی یقینی مدلل بتاؤ اور عمل بالحدیث و دین و دیانت کا نام لیتے نہ شرماؤ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

آدمیاں کم شدند ملک گرفت اجتہاد

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے یہ چند اوراق کہ بنظرِ احقاق حق لکھے۔ مولی تعالٰی عزّوجل اپنے کرم سے قبول فرمائے

ع یعنی نصوص منقول وقواعد اصول سے قطع نظر کرکے بہ مقتضائے عقول ہے۔ (م)

۳ / ۳۱۷

[1] المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت

[2] مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح باب جامع المناقب الفصل الاول عن عبداللہ بن عمر مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱۱ / ۴۰۹

ف معیار الحق ص ۴۱۵

marfat.com

۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روز پنجشنبہ بحسابِ قواعد بشرطِ رویت یکم ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں:

نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے جن کے رفع اسقاط کے سبب ۲ء یعنی تفاوت آیا

ختم سحری	۲۶	۳۷′	۳ ت
+افطار	۷	۱۶	۷
	۳۳	۵۳	۱۰
+ ۲=	۴۶۲۵	۲۶	۵۶
+ ≧=	۴۶۲۵	۲۶	۱۱

مثال دوم ۳۰ ماہ مبارک کو

ختم سحری	۵۷″	۵۲′	۳ ت
+افطار	۲۹	۱۳	۷
	۳۶′	۶	۱۱
÷۲ =	۱۸	۳۳	۵۶
±	۱۸	۳۳	۱۱

انسب علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم[1]

مسئلہ (۲۸۹) از شہسرام مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس اوّل مدرسہ مذکور

۹۔ رمضان ۱۳۳۵ھ

بحضور اعلیحضرت عظیم البرکت قبلہ وکعبہ دام ظلّہم الاقدس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ خاکسار حضورِ والا کے قواعدِ فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکالا کرتا تھا مگر اس دفعہ جب میں مدراس گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب کی احقر سے ملاقات ہوئی وہ برابر وقت مدراس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سالتمام شمسی کے اوقات اُنھوں نے استخراج کرکے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہا کہ: پرچہ میں نے بریلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرات میری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمائیے جناب کو میں بھی اسی غرض سے دیتا ہوں، چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ جون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بج کر ۳۷ منٹ ۲۵ سکنڈ اور طلوع ۵ بج کر ۴۴ منٹ ۱۹ سکنڈ ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بج کر ۳۴، اور طلوع ۵ بج کر ۴۸ منٹ لکھا ہے، غرض ۳، ۴ منٹ کا فرق ہے عشاء کا وقت نقشہ میں ۷ بج کر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر فن کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی مستخرج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سوا اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں نے بوجہ موافق الجہۃ ہونے کے عرض بلد اور مَیل سے تفریق کرکے حاصل فرق کو جمع کرکے عمل کیا ہے اور جگہ کے لیے مَیل کو عرض بلد سے کم

[1] نوٹ، انسب علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ غیر مربوط عبارت اصل مطبوعہ نسخہ میں اسی طرح

قبل القعود بطلت اتفاقا ، ولو بعده بطلت عندہ، کطلوع الشمس فی الفجر ۔ ولا تنقلب الصلاۃ نفلا الا فیما اذا طلعت[1] او الخ اھ ملتقطا وفی ش عن الرحمتی عن التجنیس ، الامام اذا فرغ من صلاتہ ، فلما قال : السلام ، جاء رجل واقتدی بہ قبل ان یقول ، علیکم ، لا یصیر داخلا فی صلاتہ ، لان ھذا سلام ؛ الا تری انہ لو اراد ان یسلم علی احد فی صلاتہ ساھیا فقال ، السلام ، ثم علم فسکت ، تفسد صلاتہ[2]۔

عمل کو دخل نہ ہو ، اگر قعدے سے پہلے پایا جائے تو نماز بالاتفاق باطل ہوجائے گی اور اگر قعدے سے بعد پایا جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک باطل ہوجائے گی ، مثلاً فجر کی نماز کے دوران سورج کا طلوع ہوجانا اور یہ نماز نفل نہیں بنتی ، ہاں اگر طلوع ہو... الخ اور شامی میں رحمتی سے ، اس نے تجنیس سے نقل کیا ہے کہ امام جب نماز سے فارغ ہُوا اور کہا "السلام" تو ایک شخص آیا اور "علیکم" کہنے سے پہلے اقتدار کرلی تو وہ اس نماز میں داخل شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ صرف "السلام" کہنا بھی سلام ہے ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بھول کر نماز میں کسی کو سلام دینا چاہے اور کہے "السلام" پھر اسے یاد آجائے (کہ میں نماز میں ہوں) اور چُپ ہوجائے تو اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے ۔ (ت)

مقتدیوں کو چاہیے کہ اپنے اس نابینا امام کو پیش از شروع متنبہ کردیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر بھی اگر تطویل سے باز نہ آئے اور یونہی نماز کھوئے تو آپ ہی امامت سے معزولی کا مستحق ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۸۸) از جبل پور عقب کوتوالی مرسلہ مولوی محمد برہان الحق صاحب سلمہ سلخ شعبان ۱۳۳۵ھ

حضور پُرنور بعد سلام نیاز گزارش ضحوۂ کبرٰے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ایک بار پہلے ارشاد ہوا تھا مگر غلام بھول گیا۔

الجواب

نورِ دیدۂ سعادت مولٰنا المکرم جعلہ المولی تعالٰی کاسمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت مزاجِ جنابِ مولٰنا المکرم اکرمہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیجئے اور میرے لیے بھی طلبِ دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں تین دورے بخار کے ہوچکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوٰی ضعیف وحسبنا المولی الکریم اللطیف جس دن کا ضحوۂ کبرٰی نکالنا منظور ہو اُس دن کے وقتِ صبح و وقتِ غروب کو جمع کرکے تنصیف کریں اور اس پر چھ گھنٹے بڑھالیں یہ وقت ضحوۂ کبرٰے ہوگا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک نماز مکروہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم

---

[1] دُرمختار باب الاستخلاف مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۷ - ۸۸
[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۴

marfat.com

معدّل بتعدیلِ ریلوے وقت غروب ۲۵ ۷ ۶۳ ت اور طلوع ۱۹ ۴ ۴ ۵ ت

اس کا تمام ۵ ۲۲۳۵ ۔ تمام غروب ۵ ۲۲۳۵

= ۲۱۴۴

نصفہ ۱۰۵۲

یہی منٹ سکنڈ آگئے جو تعدیل مرصدی ۲۳ جون کے تھے۔

اس سے ثابت ہُوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۳ ۲۶ ۶ ت آیا اور طلوع ۲۷ ۳۳ ۵ ت تو آپ کے اور یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکنڈ کا تفاوت ہے خیر ایسا کثیر نہیں۔ مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہِ صحت نہیں رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے اور طلوع سوا چار منٹ زیادہ، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنہوں نے طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمولِ عوامِ بے علم کی طرح طلوع و غروبِ نجومی حقیقی مرکزی لے کر اُن میں تعدیل ریلوے ملا دی ظلِّ مَیلِ راس السرطان ۹٫۶۳۷۲۶۴۶ اس جیب کی قوس تقریباً ۵۸ ہے جس کا وقت + ظلِّ عَرضِ مدراس $\frac{9,36566141}{9,00292887}$ القح ۔ غروب نجومی وت الحح | اور دقائق طلوع نجومی ۵ لونب | تعدیل بھی

اُنھوں نے لو ظاہر وہی ی قنب لیے ہیں ۔ و الحح ہ لونب

$$+\frac{\text{ی نب}}{\text{ولدہا}} + \frac{\text{ی نب}}{\text{مرمد}}$$

غروب	طلوع
۶ ۳۴ ت	۵ ۴۸ ت

یہ اُن کا منشا غلط ہے۔ رہا وقتِ عشاء وہ انہوں نے صحیح دیا ہے پرچہ حساب ملاحظہ ہو۔

وقت حقیقی ۴ ۴۶ ت یہ وقت ہوا

+ تعدیل ریلوے ۱۰۳۴

۵ ۶ ۳۸ ت

سکنڈوں میں فرق ہے وبس۔

مؤامرات

مدراس ف طول ـ عرض

الحح الر = ۲۷ — ۲۳ ۵

ـ عرض = ۴ — ۱۳

بعد اقل = ۲۳ — ۱۰

صرف نصف اوّل

۹٫۹۳۳۸۹۷۶

۳۷۷ ناقابل

۹٫۹۳۳۹۳۵۳

marfat.com

ر کے حاصل فرق الح الونج میل سے عمل کرنا ہوتا ہے اور یہاں عرض بلد بہت کم ہونے کی وجہ سے میل کو عرض بلد سے کم کیا گیا ہے اُس کے بعد یہ خیال ہُوا کہ یہ وقت تو اخیر پنجاب قریب کشمیر کا ہونا چاہیئے جہاں کا عرض لح مطمح ہو کہ الح الونج کو اُس کو تفریق کر کے ی الـــہ بچتا ہے اب پریشانی ہے کہ یہاں کا عمل کس طرح ہو گا اگرچہ قاعدہ کے یہ لفظ (اگر موافق الجہۃ ہو تفاضل لیں) اس کو بھی عام ہے اس لیے اس کا قاعدہ ارشاد ہو کہ جب عرض مَیل سے کم ہو گا تو کیا کیا جائے گا۔ | لح مع عرض ی الـــہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الجواب

ولدی الاعز جلہ اللہ تعالےٰ کاسمہ ظفرالدین المتین آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی تختۂ اوقاتِ مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ المصلے کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض ومَیل متفق الجہۃ ہوں تفاضل لیا جائیگا یعنی اُن میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا عرض ہو خواہ مَیل تو مدراس جس کا عرض لحـــہ ہے اُس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل مَیلِ کلی الح الر ہے یـــہ الح ہوا، نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی لحـــہ ہو اُس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی یـــہ الح ہو گا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہو گا اور اُس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور ان کی جیبیں اور قاطع مَیل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہو گا مثلاً صبح وعشا ہے راس السرطان بہ مدراس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعۂ اربعہ ۹ر۸۵۹۲۷۸۶ ہوا اور وقت عشا ۴ ۴۶ تت آیا اور اس شہر میں مجموعہ ۹ر۹۲۸۴۶۱۹ ہوا اور وقتِ عشا ۳۱ ۵۶ ۸ تت ایک گھنٹہ دس منٹ سے زیادہ فرق ہو گیا طلوع وغروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ مُوَامرہ سے ظاہر یہ حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید ۳۴ر۴۳ اَ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۹ تو مجموعہ ۳۴ر۴۰۳ اَ بڑھانے سے مدراس کا وقت ریلوے حاصل ہو گا یہ وقت غروب وہی ہے

غروب	۳۱ر۶۲۶۵۴	
+	۳۴ر۱۰۳۴	
	۵۵ر۲۸ر۶۳۷	
طلوع	۷۹ر۵ر۵۳۳	
+	۳۴ر۳۴ر۱۰۳	
	۱۳ر۰ر۴۳۴۵	

جو آپ نے نکالا تین سکنڈ کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا کہ آپ نے مَیل الح الونج لیا جو ۲۲ جون سنہ حال کو گرینچ کے نصف النہار کا تھا اور میں نے الح الر جو باسقاطِ خفیفِ ثوانی مَیلِ کلی ہے پھر آپ نے بُعدِ سَمتی افق مطلق حسبِ دستور سابق کہ میرے یہاں معمول تھا حـــہ لـــہ نالیا ہو گا اور اب میں صـــہ لـــہ رکھتا ہُوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکنڈ کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲ ۵ ؑ اَ لی جو ۲۳ جون کی تعدیل مرصدی ہے اور ۹ منٹ فصل طول مل کر ۱۰۵۲ اَ دونوں وقت حقیقی غروب وطلوع پہ زائد کیے۔ دلیل یہ کہ آپ کے یہاں

marfat.com

نصف دوم = ۴۵٫۴۹ − ۱۳−۴۰

نصف اوّل = ۹٫۸۸۸۱۰۸۴

نصف دوم = ۹٫۸۱۰۱۳۰۵

قاطع میل = ۰٫۳۷۴۳۷۶

" عرض = ۰٫۱۱۳۹۳۰

لو مربع = ۷٫۴۷۰۶۹۵

− لو مربع = ۶۹۵۱۴

۱۱۸۱

لا = ۹٫۵۱۵۹

+ لو فضل = ۱۰٫۱۰۸۱

۹٫۶۲۴۰

تحویل = ۴٫۳۰۸

+ وقت لو مربع = ۵۰ − ۲۶ − ۶

غروب ۵۴٫۳۰۸ − ۲۶ − ۶

طلوع ۵٫۷۹۲ − ۳۳ − ۵

وقت لو مربع ۵۰ − ۲۶ − ۶

۱۰٫۱۰۸۱

لو فضل

ماخذ

۶۰) ۴۷۱۸۳ (۷۸۶

۴۲۰

۵۱۸

۴۸۰

۳۸۳

۳۶۰

۲۳

صرف نصف دوم

۸۱۰۰۱۷۲ر

۱۱۳۳

۹٫۸۱۰۱۳۰۵

۴۵٫۴۹

۱۴۹۴

۱۸۱۹۶

۴۰۹۴۱

۱۸۱۹۶

۶۰) ۶۷۹۶۲ (۱۱۳۳

۶۰

۷۹

۶۰

۱۹۶

۱۸۰

۱۶۲

۱۲۰

۴۲

مسئلہ (۲۹۰، ۲۹۱) از شہر - جامع مسجد مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب بخاری طالب علم منظر اسلام

شخصے در نماز فجر بود کہ ناگاہ بشنید کہ گوئندہ میگفت کہ آفتاب بر آمد الحال ایں کس در نماز است نماز را بگذارد باز واپس اعادہ کند یا سلام بدہد بعد از طلوع

کوئی آدمی فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اچانک اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "سورج نکل آیا ہے" اب یہ آدمی جو فی الحال نماز میں ہے اپنی نماز پوری کرکے اس کا اعادہ کرے یا

marfat.com

صرف نصف دوم

۹ ر ۸۷۶۴۵۷۴

۵۵۳

۹ ر ۸۷۶۵۱۲۷

وقت لو مربع

۰ — ۴۶ — ۷

۱۰ ر ۲۶۵۶

لو فصل

۱۰۸

۲ | ۱۱۸ — ۲۳

نصف اول = ۳۰ — ۱۱ — ۵۹

نصف دوم = ۳۰ ۴۸ ۴۸

صرف نصف اول = ۹ ر ۹۳۳۹۳۵۳

" " دوم = ۹ ر ۸۷۶۵۱۲۷

قاطع میل = ۰ ر ۰۳۷۴۳۷۶

" عرض = ۰ ر ۰۱۱۳۹۳۰

لو مربع = ۹ ر ۸۵۹۲۷۸۶

لو مربع = ۱۹۷۸

۸۰۸

۷ = ۹ ر ۳۵۱۱

+ لو فصل = ۱۰ ر ۲۶۵۶

۹ ر ۶۱۶۷

تحویل = ۴ ر ۱۳۶

+ وقت لو مربع = ۷ — ۴۶ — ۰

عشاء = ۷ — ۴۶ — ۴ ر ۱۳۶

صبح = ۴ — ۱۳ — ۵۵ ر ۸۶۴

صرف نصف اول

۶ ر ۸۸۸۰۲۹۸

۷۸۶

۹ ر ۸۸۸۱۰۸۴

۴۵ ر ۵۰

۱۰۳۷

۳۱۸۵۰

۱۳۶۵۰

۴۵۵۰۰

۴۷۱۸۳

۱ ر ۵۴ — ۳۴ — ۹۰

۸ ر ۷۸

بعد سمتی افقی مطلق = ۳۲ ر ۴۵ — ۳۴ — ۹۰

+ نصف قطر راس السرطان = ۶۷ ر ۴۵ — ۱۵

بعد سمتی افقی راس السرطان = ۹۹ ر ۳۰ — ۵۰ — ۹۰

+ بعد اقل راس السرطان بہ مدار اس = — ۲۳ — ۱۰

مجموعہ = ۹۹ ر ۳۰ — ۱۳ — ۱۰۱ | ۲

نصف اول = ۵۰ ر ۴۵ — ۳۶ — ۵۰

marfat.com

کیا ہیں ؟

(۳) عصر کا مستحب وقت کون سا ہے ، جماعت کے بجے ہونا چاہئے ؟

(۴) جس جگہ اُفق نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے ؟

(۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے ؟

الجواب الملفوظ

(۱ و ۵) فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ بیس منٹ کی صبح ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۴۰ یا ۶۰ آیتوں سے پڑھی جائے کہ اگر فسادِ نماز ثابت ہو تو پھر طلوع سے پہلے یونہی اعادہ ہو سکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے، جب اُفق صاف نظر آتا ہے اور بیچ میں درخت وغیرہ کچھ حائل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ پچھلی کرن نگاہ سے غائب ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۲) ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلادِ ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقتِ شروع ہوگا اور بعض یعنی بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا یہ تعدیل ایام و اختلافات طول معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جاڑوں میں نصف اول میں ، میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقتِ ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہلِ ہیئت نے یہ کی ہے کہ راس الحمل سے ختم جوزا تک بہار اور راس السرطان سے ختم سنبلہ تک گرما اور راس المیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجدی سے ختم حوت تک سرما مگر یہ یہاں کی فصلوں سے مطابق نہیں آتی ، صاحبِ بحر نے ربیع کو گرما سے ملحق کیا ہے اور یہ بھی قرینِ قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ثلث مارچ تک سرما سمجھنا چاہیے اور باقی گرما ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۳) عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روزِ ابر تعجیل چاہئے ، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اصلاً دیر اذان و افطار میں نہ کی جائے اس کی اذان و جماعت میں فاصلہ نہیں ، مغرب کا وقت میرٹھ میں کم از کم ایک گھنٹا ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا ۳۶ منٹ ہے ، و اللہ تعالیٰ اعلم ۔

marfat.com

آفتاب بخواند، بینوا توجروا۔

سلام پھیردے اور طلوع کے بعد دوبارہ پڑھے ؟ بیّنوُا، توجروا۔ (ت)

الجواب

نماز تمام کند و باز اگر صدق قائل دریابد اعادہ نماید ایں زمان بسیارے از مردم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع بانگ برآرند کہ آفتاب برآمد واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم : چہ میفرمایند علمائے دین کہ امام نماز صبح را ایں قدر تاخیر میکند کہ از برآمدنِ آفتاب پنج دقیقہ یا دہ دقیقہ میماند کہ سلام میدہد ایں طور نماز بغیرِ کراہت ادا میشود یا نہ، بینوا توجروا۔

نماز پوری کرے، بعد میں اگر ثابت ہوجائے کہ سورج نکلنے والی بات درست تھی تو اعادہ کرے۔ آج کل اکثر لوگ وقت کا صحیح علم نہیں رکھتے اور طلوع قریب ہونے پر شور مچادیتے ہیں کہ سورج نکل آیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک امام صبح کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھاتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہونے میں صرف پانچ منٹ یا دس منٹ باقی رہتے ہیں کیا یہ نماز بغیر کراہت کے ادا ہوجاتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

در بحر الرائق وغیرہ تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر و وقت ظہر اول تا آخر ہیچ کراہت ندارد یعنی بخلاف باقی اوقات کہ آخر آنہا مکروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی دستگاہ کافی دارد بایں طور نماز او بلاشبہہ بے کراہت است کہ بُوئے از کراہت ندارد، واللہ تعالٰی اعلم۔

البحر الرائق وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ فجر اور ظہر کے اوقات میں اوّل سے آخر تک کوئی کراہت نہیں ہے بخلاف باقی اوقات کے کہ وہ آخر میں مکروہ ہوجاتے ہیں، اس لیے جو شخص وقت شناسی میں مہارت رکھتا ہو، اگر اس طرح نماز پڑھے (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو اس کی نماز بغیر کراہت کے صحیح ہے۔ اس میں کراہت کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ (۲۹۲ تا ۲۹۶) از جڑودہ ضلع میرٹھ مسئولہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کون سا ہے اور جس جگہ اُفق صاف نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے؟

(۲) ظہر کا اول وقت کے بجے ہوتا ہے اور ضلع میرٹھ میں کے بجے سے کے بجے تک رہتا ہے اور جماعت کے بجے ہونا چاہئے موسم گرما اور موسم سرما کب سے کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات

marfat.com

اس مسئلہ کی مجھے سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر اس میں اچھی غور فرما کر پھر ان میں جو جو میرے سوالات ہیں جن کے سبب میں غلطی میں پڑا ہوں ان کو بنور سواد منور فرماؤ۔

الجواب

نصف النہار و فیٔ الزوال کی یہ کافی پہچان ہے جو آپ نے فرائد سنیہ سے نقل کی ہموار زمین میں سیدھی لکڑی عمودی حالت پر قائم کی جائے اور وقتاً فوقتاً سایہ کو دیکھتے رہیں جب تک سایہ گھٹنے میں ہے دوپہر نہیں ہوا اور جب ٹھہر گیا نصف النہار ہو گیا اس وقت کا سایہ ٹھیک نقطۂ شمال کی جانب ہوگا اسے ناپ رکھا جائے کہ یہی فیٔ الزوال ہے اس سے پہلے سایہ مغرب کی طرف تھا جب سایہ بڑھنے لگا دوپہر ڈھل گیا اب سایہ مشرق کی طرف ہو جائے گا جب لکڑی کا سایہ مشرق و شمال کے گوشہ میں اُس فیٔ الزوال کی مقدار اور لکڑی کے دو مثل کو پہنچ گیا مثلاً آج ٹھیک دوپہر کو لکڑی کا سایہ اُس کے نصف مثل تھا اور اُس وقت خاص نقطہ شمال کو تھا اب وقتاً فوقتاً بڑھے گا اور مشرق کی طرف جھکے گا جب سایۂ لکڑی کا ڈھائی مثل ہو جائے عصر ہو گیا اور اس سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صحیح کمپاس سے نہایت ہموار زمین میں سیدھا خط جانبِ قطب کھینچ لیجئے اور اس خط کے جنوبی کنارے پر وہ لکڑی عموداً قائم کیجئے لکڑی کا سایہ جب تک اس خط سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا جب سایہ اس خط پر منطبق ہو جائے ٹھیک دوپہر ہے اور اُسی وقت کا سایہ فیٔ الزوال ہے جب سایہ اس خط سے مشرق کو ہٹے دوپہر ڈھل گیا مسجد کی مشرقی دیوار اگر سیدھی ہموار اور ٹھیک نقطتین جنوب و شمال کو ہے اور اُس کے دونوں پہلو پر زمین ہموار ہے تو اُس سے بھی شناخت ہو سکتی ہے دیوار کا سایہ جب تک اُس سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہُوا اور جب مشرق کو پڑے دوپہر ڈھل گیا اور جب دونوں پہلوؤں پر سایہ نہ ہو تو ٹھیک دوپہر ہے گھڑیوں کے بارہ۱۲ سے اس کی شناخت تعدیل الایام و فصل طول جاننے پر منحصر ہے اصل بلدی وقت سے دوپہر کبھی سوا بارہ۱۲ بجے بھی نہیں ہوتا اور کبھی پونے گیارہ بجے ظہر ہو جاتا ہے اور جبکہ گھڑیاں مقامی وقت پر نہ چلیں بلکہ دوسری جگہ کے وقت پر جیسے ہندوستان میں شرق سے غرب تک ساری گھڑیاں وسطِ ہند کے وقت پر جاری ہیں جس کا طول ۸۲ درجے ۳۰ دقیقے ہے جب تو بہت کثیر تفاوت ہو جائے گا مثلاً جہلم میں ۱۱ فروری کو ۱۲ بج کر انچاس۴۹ منٹ تک بھی دوپہر نہ ہوگا اور کلکتہ میں نومبر کی چوتھی کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر وقتِ ظہر ہو جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۸) از مزنگ لاہور مرسلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب و امام جامع مسجد ملک سردار خاں مرحوم

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقاتِ نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں کسی نماز کا فاصل وقت مقرر کرنا جائز ہے یا حرام؟

marfat.com

مسئلہ (۲۹۷) ازموضع سراں ڈاک خانہ بشندور تحصیل ضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

بخدمت جناب فیض مآب سرتاجِ حنفیان حضرت احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰی کے بعد بہزار آداب التماس کہ ہم حنفیان کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ خلیفۂ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی وامام اعظم اس زمانے کے آپ موجود ہیں اِن مسئلوں مفصلۂ ذیل کی سخت ضرورت ہے مہربانی فرماکر بتحقیقِ عمیق وتدقیق مایلیق ارشاد فرمادیں عنداللہ ماجور ہوں گے اما مسئلۂ اولٰی فی الزوال کی اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے میں اس میں بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو بدخول وقت اوّل ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخولِ وقت کا بھی نہیں ہوتا آپ تحریر فرمائیں کہ بارہ ۱۲ بجے کے بعد ایک دو منٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ، پھر جب سایہ بڑھنے میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ قبل قیام ظہیرہ نصف نہار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف نہار کو کھڑا ہوتا ہے پھر بڑھنے لگتا ہے جب سایہ بڑھائے میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ، اور سایۂ اصلی ظہر کے واسطے نکالا جاتا ہے یا نہ شناخت ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے اور سایہ اصل قبل زوال یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصلی بوقتِ دوپہر بطرف شمال ہوتا ہے پس عصر کے واسطے مقیاس کی بیخ سے سایہ اصلی خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے یا کہ بطرف شمال خارج کرکے پھر دوچند کیا جائے۔ فرائد سنیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصلی کو چھوڑ کر دوچند کیا جائے۔ عبارت فرائد سنیہ کی یہ ہے۔

معرفة فیٔ الزوال یغرز خشبة مستویة فی ارض مستویة قبل الزوال فالظل ینقص فاذا وقف لم ینقص ولم یزد فھو قیام الظھیرة فاذا اخذ فی الزیادة فقد زالت الشمس فخط علی راس الزیادة خطا فیکون من راس الخط الی العود فیٔ الزوال فاذا صار ظل العود مثلہ او مثلیہ من راس الخط لا من موضع غرز العود خرج وقت الظھر ودخل وقت العصر وفیٔ الزوال یکون الی الشمال [1]

فیٔ الزوال کی پہچان۔ زوال سے پہلے ایک سیدھی لکڑی ہموار زمین میں نصب کی جائے تو اس کا سایہ کم ہوتا جائے گا، جب سایہ ٹھہر جائے اور گھٹے بڑھے نہ تو یہ قیام ظہیرہ کا وقت ہے۔ جب بڑھنے لگے تو سورج کا زوال شروع ہوجاتا ہے، اب جہاں سے بڑھنے کا آغاز ہُوا ہے وہاں ایک لکیر بطور نشانی لگادو، اس لکیر سے لکڑی تک جو سایہ ہے یہ فیٔ الزوال ہے، جب لکڑی کا سایہ اس کی ایک مثل یا دو مثل ہوجائے یعنی لکیر سے، نہ کہ لکڑی کی جڑ سے، تو ظہر کا وقت ختم ہوجائے گا اور عصر کا وقت داخل ہوجائے گا اور زوال کا سایہ شمال کی جانب ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] فرائد سنیہ

marfat.com

الجواب

طلوع کے بعد کم ازکم بیس۲۰ منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنّتیں اور فرض دونوں ہوسکتے ہیں سنّتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سُنّتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سُنّتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنّتِ قبلیہ کا ترک گناہ ہے اور اُس کی امامت مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۱) ازموضع باکڑی ضلع گورگانوہ ڈاک خانہ ڈھنیہ مسئولہ محمد لیسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف عشا سے لے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نمازِ عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں بغیر عذر کے، فقط۔

الجواب الملفوظ

نمازِ عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے اُن کو چاہیئے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھا کریں، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۲) از جے پور بیرون اجمیری دروازہ، کوٹھی حاجی عبدالواجد علی خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نمازِ مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہوگیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے؟

(۲) نمازِ مغرب اور اذانِ عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ پر بحساب دُھوپ گھڑی قریب سوا سات بجے شام کو اذانِ مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرضِ عشا پڑھ سکتے ہیں، اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کم ازکم ایک گھنٹا پچیس منٹ کا فاصلہ اذانِ مغرب و اذانِ عشا میں ہونا چاہیئے، اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین [illegible] ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہیئے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں، اور جو عالم مقتدا ہو اور علمِ توقیت جانتا ہو اور اُسے قرائن صحیحہ سے غروب کا یقین ہوگیا ہو وہ افطار کا فتویٰ دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردّد ہو کما دلّ علیہ حدیث انزل فاجدح لنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

الجواب

حدیث میں سنتِ اقدس یُوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظارِ طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درِ اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا: "روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو"۔ نمازوں کے لیے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا حرمین طیبین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۹۹) از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبد الباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دِلاوے کہ اُس شہر کی سب مساجد میں یقیناً نماز ہو چکی ہو مثلاً ۲۰ منٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیس ۲۰ منٹ قبل قصداً ایسا کرے اور ساتھ ہی اس کے جو سجود و قعود کہ وُہ عادتاً کرتا تھا اپنے پیر کی موجودگی اُس سے سہ گنے وقت میں ادا کرے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر دال ہے۔

الجواب

اذانِ مغرب میں بلا وجہ شرعی تاخیر خلاف سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ نخواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثر بھی ممکن اور مسلمان کا فعل حتی الامکان محملِ حسن پر محمول کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گناہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم (۳۰۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت بے پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

marfat.com

مسئلہ (۳۰۴) نہار عرفی وشرعی میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع مرئی کنارۂ شمس سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے

واحترزت بذلك عن النهار النجومی فانه من انطباق مركز الشمس على دائرة الافق من قبل المشرق الى انطباقه عليها فی جهة المغرب ، فيكون العرفی اكبر من النجومی ابداً بقدر ما يطلع نصف كرة الشمس و يغرب النصف كما لا يخفٰى ، ويقدر ما يقتضيه الانكسار الافقی فی الجانبين ، وهو قدر اربع وثلثين دقيقة من دقائق فلك البروج فی كل جانب۔

اس سے میں نے احتراز کیا ہے نہار نجومی سے، کیونکہ وہ مشرقی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے سے شروع ہوتی ہے اور مغربی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے پر ختم ہوتی ہے تو نہار عرفی، نہار نجومی سے ہمیشہ اتنی بڑی ہوتی ہے جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور آدھا غروب ہوتا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور دونوں طرف جو افقی انکسار واقع ہوتا ہے اس کے تقاضے کا اندازہ کیا جائے گا اور وہ ہر جانب، فلکِ بروج کے دقیقوں میں سے چونتیس ۳۴ دقیقوں کے برابر ہوتا ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویلِ حمل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب کے مواضع میں چھ ۶ بجے نکلا اور چھ ۶ بج کر چودہ ۱۴ منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صبح صادق چمکی تو اس دن نہار شرعی ساڑھے تیرہ (۱۳½) گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ ۶ گھنٹے پینتالیس ۴۵ منٹ، اسی مقدار کو پونے پانچ (۴¾) پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا وقت آیا اسی کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار حقیقی تک کہ روزِ تحویلِ حمل یعنی بیس ۲۰ اکیس ۲۱ مارچ کو تقریباً بارہ بجے سات منٹ پر ہوتا ہے سارا وقت سینتیس ۳۷ منٹ کا وقت استوا ہے جس میں نماز ناجائز وممنوع اور یہ ظاہر کہ یہ مقداریں اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہیں گی، یہ قول ائمۂ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتوٰی دیا، ردالمحتار میں ہے:

عزا فی القهستانی ، القول بان المراد انتصاف النهار العرفی ، الى ائمة

قہستانی میں اس قول کو کہ مراد نہار عرفی کا انتصاف ہے، ائمۂ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے اور

marfat.com

(۲) یہ فاصلے باختلافِ عرض بلد مختلف ہوتے ہیں، ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ کا فاصلہ ہے سواسات پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہوجائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سواسات کے قریب غروب ہوتا ہے اذانِ مغرب وعشا کا فاصلہ اور بھی بہت زائد ہوجاتا ہے مثلاً ان بلاد میں ایک گھنٹا چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہبِ صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نمازِ عشا از رُوئے مذہبِ حنفی بالکل باطل ہے، واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ (۳۰۳) چہ میفرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ فرائض داخل نماز در ہر صلاۃ فرضیت او یکسان ست یا صرف در نماز فرض، بیّنوا توجّروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو فرائض نماز میں داخل ہیں، ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرضی نمازوں کے ساتھ مختص ہے؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

تکبیر تحریمہ در ہر نماز مطلقا حتی صلاۃ الجنازۃ ورکوع وسجود وقرائت وقعود در ہر نمازِ مطلق اگرچہ نافلہ باشد وقیام در ہر نماز فرض وواجب ونیز در سنّت فجر علی الاصح وخروج بصنع خود علی تخریج البروعی بخلاف الکرخی اینہمہ فرض است وتعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است اخرس را بتکبیر وقرائت ومریض مؤمی را بر رکوع وسجود تکلیف ندہند وفی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلامۃ الشرنبلالی الاحدب اذا بلغت حدبتہ الرکوع یشیر برأسہ للرکوع لانہ عاجز مما ھو اعلی[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

تکبیر تحریمہ، ہر نماز میں، حتی کہ نماز جنازہ میں بھی۔ رکوع، سجود، قرأت اور قعود (نماز جنازہ کے علاوہ) ہر نماز میں، خواہ نفلی نماز ہو۔ قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سُنّتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا۔ بروعی کی تخریج کے مطابق، کرخی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ سب فرائض ہیں اور تعدیلِ ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ گونگا تکبیر وقرأت کا اور اشارہ کرنے والا مریض رکوع وسجود کا مکلف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ اگر کُبڑے کا کُبڑاپن رکوع کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں ہے اھ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵

marfat.com

میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ سے پہلے زوال ہے، ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آنولہ میں ۱۲ بج کر ۲۶ منٹ تک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۶) مسئولہ عبداللہ دُکاندار مقام درو ضلع نینی تال روز سہ شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس میں کہ:

(۱) صبح کاذب اور صبح صادق کی مجھے قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر کا یا کم وبیش مجھے نفلوں میں شک رہتا ہے اور بارہ مہینے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر مہینہ کی علیحدہ علیحدہ میعاد لگا دیجئے تاکہ تسکین ہو۔

(۲) تہجد کے وقت بیس رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوعِ آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اخیر جون میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی پھر گھٹتا جاتا ہے اخیر ستمبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر بڑھتا ہے ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ہو جاتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انھیں ۱۶ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ۔

(۲) قضا کہ تنہا پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہیئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۷) مسئولہ محمد یوسف از فتح پور ڈاکخانہ سیور ضلع بھاگل پور بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقاتِ نماز کو مقرر کرنا چاہیئے یا جس وقت خاص لوگ آلیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہیئے، بینوا توجروا۔

الجواب

عادت کریمہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آج کل لوگوں کو شوقِ جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لیے تاخیر نہ چاہیئے مگر چند صورتوں میں، اول کہ وہ امام معین ہو، دوم عالمِ دین، سوم حاکمِ اسلام، چہارم پابندِ جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر

marfat.com

ماوراء النهر، وبان المراد انتصاف النهار الشرعی، وھو الضحوۃ الکبرٰی الی الزوال، الی ائمۃ خوارزم[1] وھھنا ابحاث سنوردھا ان شاء اللہ تعالٰی فی غیر ھذا التحریر[عہ]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اس قول کو کہ نہار شرعی کا انتصاف مراد ہے، یعنی ضحوۂ کبرٰی زوال تک، ائمۂ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے اور یہاں کچھ اور بحثیں ہیں جنہیں ہم کسی اور تحریر میں بیان کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

(ت)

مسئلہ (۳۰۵) مسئولہ حافظ علی بخش ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد خلیفاں ۲۵ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) ۱۴ اگست کو دھوپ گھڑی سے ۱۱ بج کر ۱۷ منٹ پر اور مدراس ٹائم سے ۱۱ بج کر ۲۳ منٹ سے ضحوۂ کبرٰی شروع ہوا اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریلوے ٹائم سے ۱۲ بج کر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوۂ کبرٰی سے لے کر حقیقی نصف النہار تک کوئی نماز مثل عیدین و جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) مدراسی ٹائم شرعی وقت سے جنوری فروری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرعی وقت میں ۱۲ بجتے ہیں تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہو اُسی حساب سے ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے مانا جائے گا یا مدراسی ٹائم سے اور یوم جمعہ کو زوال ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اصح واحسن یہی ہے کہ ضحوۂ کبرٰی سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں، ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لتادیہا کما وجبت۔

(۲) ہمارے مذہب میں بروز جمعہ بھی وقتِ استوا پر وہی احکام ہیں جسے لوگ وقتِ زوال بولتے ہیں، زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراسی وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں، جو اذان زوال سے پہلے ہوئی ناجائز ہوئی زوال آنے پر پھر کہی جائے کما ھو حکم کل اذان اذن قبل الوقت اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسطِ ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول ساڑھے بیاسی درجے یعنی ساڑھے پانچ گھنٹے کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نو منٹ زائد کردی گئی ہیں اس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں

عہ بیاض فی الاصل بخط الناسخ ختمہ علی لفظ التی فبدلناہ بالتحریر ۱۲ مصححہ الفقیر حامد رضا خاں غفرلہ

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۳

marfat.com

مسئلہ (۳۱۰) از سہادر ضلع ایٹہ مسئولہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) زید نے نمازِ فجر طلوعِ آفتاب سے پہلے شروع کی اور اُس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہُوئی یا نہیں؟

(۲) نمازِ مغرب غروبِ آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی میں آفتاب غروب ہوگیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) نماز فجر میں سلام سے پہلے اگر ایک ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔

(۲) اگر ایک نقطہ بھر کنارۂ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۱) مسئولہ منشی عبدالرحمٰن صاحب اعظمی از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ ۲۴ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں اسفار میں ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوعِ آفتاب سے کتنے پر نماز ختم ہونی چاہیئے، اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نمازِ فجر کتنے منٹ طلوعِ آفتاب کو باقی رہنا چاہئیں، مفصّل طور سر بیان فرمایا جائے، بینوا توجّروا۔

الجواب

آج صبح کا جتنا وقت ہے اس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے کما فی البحر الرائق وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہو افضل ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر[1] (فجر کو خُوب روشن کرو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ت) مگر نہ اس قدر کہ طلوع میں شبہہ پڑ جائے اتنا وقت رہنا اولٰی کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہو سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۱۲) مرسلہ ولی احمد قلعی گر رانی کھیت صدر بازار ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

جناب پیر صاحب قبلہ السلام علیکم، بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت جاڑے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہِ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی فقط والسّلام۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب تعجیل الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۱

marfat.com

کی وجہ سے اسے دیر ہو جائے، پنجم سربرآوردہ شریر جس کا انتظار نہ کرنے سے ایذا کا خوف ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۰۸) ازمقام آہور ملک مارواڑ متصل آیر پتورا پیر محمد امیرالدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ نمازِ عصر کے بعد قرآن شریف پڑھنا دیکھ کر یا زبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰے کے نزدیک جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

بعد نمازِ عصر تلاوتِ قرآنِ عظیم جائز ہے دیکھ کر ہو خواہ یاد پر، مگر جب آفتاب قریبِ غروب پہنچے اور وقتِ کراہت آئے اُس وقت تلاوت التوی کی جائے اور اذکارِ الٰہیہ کیے جائیں کہ آفتاب نکلتے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز نا جائز ہے اور تلاوت مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۰۹) بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰے کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

جائز ہے مگر جب عصر میں وقتِ کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدۂ شکر تو بعد نمازِ فجر و عصر مطلقاً مکروہ، دُرمختار میں ہے:

وکرہ تحریما، وکل ما لا یجوز مکروہ، صلاۃ مطلقا، ولو قضاءً الواجبۃ او نفلا او علی جنازۃ و سجدۃ تلاوۃ وسہو، مع شروق واستواء وغروب[1]

مکروہ تحریمی ہے — اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی ہوتا ہے — نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب ہو، نفل ہو یا نماز جنازہ ہو۔ اور سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو۔ بوقتِ طلوع، استوار اور غروب۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاۃ، فی الوقت الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم

نماز کے بعد سجدۂ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (ت)

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ لیستحب تاخیر العصر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱
[2] ردالمحتار " مطلب طلوع الشمس من مغربہا " مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۳

marfat.com

سے ہے ، قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا[1] ۔ وفی لفظ للنسائی کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلاۃ لوقتھا الا بجمع وعرفات[2] ۔ سیدنا امام محمد مؤطا شریف میں بسند صحیح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی : انہ کتب فی الافاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلاتین ویخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر[3] (یعنی اُس جناب خلافت مآب ناطق بالحق والصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرما بھیجے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے اور اُن میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے) مخالفین کے پاس جمع حقیقی پر قرآن وحدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اُس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت آجائے پھر وقت ہوتے ہی معاً عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہُوئی مگر دیکھنے میں مل گئیں ایسی جمع مریض ومسافر کے لیے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہی ثابت ہے یا محض مجمل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً بُو نہیں یا صاف محتمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہوسکتی ہے غرض کوئی حدیث صحیح وصریح مفسر اُن کے ہاتھ میں اصلا نہیں بعونہٖ تعالیٰ اس کا نہایت شافی ووافی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین[4] ۱۳۱۳ھ میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیقِ حق منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۴) مرسلہ جناب مولانا مولوی شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم معسکر بنگلور

مولٰنا المولوی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری الحنفی البرکاتی البریلوی ادام برکاتکم والطافکم السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم حضرت قاضی مفتی ارتضا علی خاں صاحب جو وقت اخراج کے اس طور سے کہ پہلے ایک تختۂ اصطرلاب اپنے سامنے رکھے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کرکے اصطرلاب پر شاقول پھرائے اور دائرہ ہندیہ پر نظر کرکے ایسا ایک ہی کامل محنت کرکے یہ رسالہ لکھے ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مدراس تیرہ[13]

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب زیادۃ التغلیس بصلوٰۃ الصبح مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۷
[2] سنن النسائی الجمع بین الظہر والعصر بعرفۃ ” سلفیہ لاہور ۲/۳۹
[3] مؤطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس مجتبائی لاہور ص ۱۳۲

marfat.com

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایۂ اصل کے سوا دو مثل کو پہنچے جمعہ و ظہر دونوں کا وقت باقی رہتا ہے ، بریلی میں ریلوے وقت سے جاڑوں میں کم از کم ۳ بج کر چالیس منٹ تک وقت رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے ۷ منٹ تک ، عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً بیس منٹ پہلے وقتِ کراہت شروع ہو جاتا ہے ، غروب جاڑوں میں ۵ بج کر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بج کے چودہ منٹ پر ، وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۳) ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ .

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز ہے ، قال اللہ تعالےٰ : انّ الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبًا موقوتًا[1] (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا روا بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخری[2]۔	سونے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگنے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالتِ سفر میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی رواہ مسلم و احمد و ابوداود والطحاوی وابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ سفر و حضر میں حاضر بارگاہِ رسالت پناہ ہمرکاب نبوت مآب رہا کرتے صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاج کے لیے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے نویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب و عشا ملا کر پڑھتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وشرح معانی الآثار امام طحاوی میں اُس جناب

---

[1] القرآن ۴/۱۰۳

[2] مسند احمد بن حنبل مسانید ابن ابی قتادۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۳۰۵

marfat.com

اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر[1] (یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفار میں اجر زیادہ ہے) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ولفظ الطبرانی، فکلما اسفرتم بالفجر فانه اعظم للاجر[2]۔ ولفظ ابن حبان: کلما اصبحتم بالصبح فانه اعظم لاجورکم[3]۔ ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں مبالغہ کرو گے ثواب زیادہ پاؤ گے اور طبرانی و ابن عدی نے انہی صحابی سے روایت کیا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبلال: یا بلال! ناد بصلاة الصبح حتی یبصر القوم مواقع نبلهم من الاسفار[4]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال سے ارشاد فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب روشنی کے۔

اور پُر ظاہر کہ یہ بات اُس وقت حاصل ہوگی جب صبح خوب روشن ہو جائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی تو نماز اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی، ابن خزیمہ اپنی صحیح اور امام طحاوی شرح معانی الآثار میں بسند صحیح حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

کما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیه وسلم علی شئ، کما اجتمعوا علی التنویر[5]۔

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنویر و اسفار پر۔

حدیثِ صحیحین سے ثابت کہ نمازِ فجر اوّل وقت پڑھنا سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو بوقتِ عشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا: ان هاتین الصلاتین حولتا عن وقتیهما فی هذا المکان[6] (یعنی یہ دونوں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب تعجیل الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۱
جامع الترمذی ماجاء بالاسفار بالفجر " مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۲
[2] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث رافع بن خدیج " المکتبۃ الفیصلیہ بیروت۔ ۴/۲۵۱
[3] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ حدیث ۱۴۸۷ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۴/۲۳
[4] مجمع الزوائد باب وقت صلاۃ الصبح مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱/۳۱۶
[5] شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی ای وقت هو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲۶
[6] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ متی یصلی الفجر بجمع مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۸

marfat.com

درجہ پر واقع ہے اور یہ معسکر بنگلور دو سو سترہ[۲۱۷] میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھ کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۱۵ لحظہ دیری کرنا لکھے ہیں حاجت نہیں ریلوے حساب سے مدراس اور یہاں دو لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریلی شہر اس حساب کے موافق ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شاید چودہ[۱۴] درجہ پر ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اختلاف اوقات بہ تقدم و تاخر تو ضرور تبدیل طول بلد سے ہو جاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جزو میں سات بجے پر ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جز مذکور میں سات ہی بجے ہوگا بلا تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بجیں گے اور غربی میں بعد ہاں اختلاف عرض موجب تزاید و تناقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تعدیل النہار و مطالع البروج و قوس النہار و قوس اللیل و غایت ارتفاع و غایت انخفاض وغیرہا امور جن پر ابتنائے حساب اوقات ہے متبدل ہو جاتے ہیں مدراس بنگلور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے، مدراس تیرہ[۱۳] درجے ۵ دقیقہ پر ہے اور بنگلور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول بارہ[۱۲] درجے اُنسٹھ[۵۹] دقیقہ اور علی قول آخر ۱۲ درجے ۵۵ دقیقے پر ہے۔ یہ چھ یا دس دقیقے کا تفاوت چنداں مغیر اوقات نہ ہوگا، پانچ دقیقۂ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے کثیر ہیں بریلی کا عرض ۲۸ درجے ۲۱ دقیقے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیرے میں اول وقت نمازِ فجر پڑھے اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کہے بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص سچا ہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت پر ہوئی یا نہیں، اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اس کی طلوع اول کنارۂ شمس ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو دواماً ہر زمان و ہر مکان میں اسفارِ فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے سوا یوم النحر کے کہ حجاج کو اُس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہئے صرح بہ فی عامۃ کتبہم (فقہا کی عام کتب میں اس بات کی تصریح ہے) اس میں احادیث صریحہ معتبرہ وارد، ترمذی ابوداود و نسائی دارمی ابن حبان طبرانی حضرت رافع بن خدیج سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

marfat.com

ففی غنیة المستملی للعلامة الحلبی اثرا عن البدائع: وحده (یعنی التغلیس) مادام فی النصف الاول من الوقت ۔ وفیها، عن الفتاوی الخانیة، وحد التنویر ما قال شمس الائمة الحلوائی والقاضی الامام ابو علی النسفی: انه یبدأ الصلوة بعد انتشار البیاض فی وقت لو صلی الفجر بقراءة مسنونة ما بین اربعین اٰیة الی ستین اٰیة، ویرتل القراءة، فاذا فرغ من الصلاة، ثم ظهر له سهو فی طهارته، یمکنه ان یتوضأ ویعید الصلاة قبل طلوع الشمس. کما فعل ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنهما. وعلی هذا، ما فی محیط رضی الدین و الخلاصة والکافی وغیرها[1]؛ انتهٰی قلت: ومثله فی فتاوی قاضی خان، ونحوه فی الفتاوی العالمگیریة عن التبیین ۔ وقیل: یؤخرها جدا، لان الفساد موهوم فلم یترک المستحب

غنیۃ المستملی میں علامہ حلبی نے بدائع سے یہ اثر نقل کیا ہے کہ اس کی مقدار (یعنی تغلیس کی) یہ ہے کہ وقتِ فجر کے پہلے نصف تک ۔ اسی میں فتاوٰی خانیہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ حلوائی اور قاضی امام ابو علی نسفی کے بقول تنویر کی مقدار یہ ہے کہ نماز سفیدی پھیلنے کے بعد اس وقت شروع کرے کہ اگر فجر کی نماز قراءۃ مسنونہ سے پڑھے، یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں ترتیل کے ساتھ پڑھے، اور جب نماز سے فارغ ہو تو یاد آئے کہ طہارت میں سہو ہو گیا تھا تو (اتنا وقت باقی ہو کہ) وضو کر کے طلوع سے پہلے دوبارہ نماز پڑھ سکے، جیسا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ محیط رضی الدین، خلاصہ اور کافی وغیرہ میں بھی اسی کے مطابق ہے۔ انتہٰی ۔ میں نے کہا: اسی کے مطابق فتاوٰی قاضی خان میں بھی ہے اور عالمگیری میں بھی تبیین سے منقول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (نماز فجر میں) بہت زیادہ تاخیر کرے کیونکہ (نماز کے بعد طہارت میں غلطی رہ جانے کا خیال آنا اور اس طرح) نماز کا فاسد ہونا، محض فرضی صورت ہے،

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیة المصلی مع منیة المصلی شرط خامس الوقت مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

نوٹ: اعلٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ففی غنیۃ المستملی فرما کر منیۃ المصلی کی شرح حلبی کبیر کی طرف اشارہ کیا ہے، فقیر نے حلبی کبیر کو کافی کوشش کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں مل سکی، ہو سکتا ہے کاتب کی غلطی سے غنیۃ المستملی لکھا گیا ہو اصل لفظ حلیۃ المجلی ہو، کیونکہ التعلیق المجلی جو منیۃ المصلی کی شرح پہ ایک حاشیہ ہے۔ اس میں یہ عبارت حلیۃ المجلی کے حوالہ سے ملی ہے اور چونکہ حلیۃ المجلی بھی اس وقت دستیاب نہیں اسی لیے التعلیق المجلی سے حوالہ نقل کیا ہے (نذیر احمد سعیدی)

marfat.com

نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں اس مکان میں) بخاری ومسلم کی دُوسری روایت میں ہے: صلی الفجر قبل وقتہا بغلس[1] صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاریکی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے معہذا حدیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہوچکی تھی تو بالضرور قبل از وقت معہود مقصود ہے و ہوالمطلوب، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں حضر وسفر میں ملازمت والا سے مشرف رہتے یہاں تک کہ لوگ انھیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لیے استیذان معاف تھا کل ذلک ثابت بالاحادیث (یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ ت) تو اُن کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا اِن دُو نمازوں کے، اس مضمون کا مؤکد ومؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب ومحبوب اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند ومکروہ، اسی لیے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبیر وضعیف ومریض حاجتمند کی مراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جماعت میں قرأت طویل پڑھی لوگ شاکی ہُوئے، ارشاد ہُوا:

یامعاذ! افتان انت؟ یا معاذ! افتان انت؟ قالہ ثلثا[2] اھ۔

اے معاذ! کیا تم، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے ہو؟ یہ بات آپ نے تین دفعہ کہی۔ (ت)

اور اوّل وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم کر بھی لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم واقدم ہے آخر نہ دیکھا کہ تطویلِ قرأت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن وافضل ہی ہے معہذا نماز فجر کے بعد تا باشراق ذکرِ الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار، اب رہا یہ کہ حد اسفار کی کیا ہے، بدائع وسراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اوّل تغلیس اور آخر میں اسفار ہے۔ اور امام حلوائی وقاضی امام ابوعلی نسفی وغیرہما عامۂ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت شروع کرے کہ نماز بقرأت مسنونہ ترتیل واطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعدہ نسیان حدث پر متنبہ ہو تو وضو کرکے پھر اُسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے، بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد موہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کو موہوم کے لیے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہوجائے بالاجماع مکروہ،

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب التغلیس بصلوٰۃ الصبح کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۱۷

[2] " باب قراءۃ فی العشاء " " " ۱/۱۸۷

marfat.com

فالتغلیس افضل ، کمرأۃ مطلقا۔[1] کی نماز شروع بھی تنویر میں کرے اور ختم بھی تنویر میں کرے۔ یہی مختار ہے، اس طرح کہ اس میں چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھے اور بعد میں اگر فاسد ہونے کا پتا چلے تو وضو کرکے لوٹا سکے، اور بعض نے کہا ہے کہ بہت مؤخر کرے کیونکہ ایسا فاسد ہونا موہوم ہے، البتہ مزدلفہ میں حاجی کے لیے تغلیس بہتر ہے جیسا کہ عورت کے لیے ہر جگہ تغلیس بہتر ہے۔ (ت)

اُس شخص کا اول وقت اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی مخالف سنّت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سنّت کو مکروہ کہنا اور شریعت مطہرہ پر بہتان اٹھانا ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا گرما میں کیا ہے اور جو شخص موسم مذکور میں بعد زوال اوّل وقت نمازِ ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولیٰ یہی ہے، آیا وہ شخص حق پر ہے یا ناحق پر، بیّنوا توجروا۔

الجواب

موسم گرما میں ظہر کا ابراد کرکے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مصرح ہے اور اوّل وقت میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکمِ اقدس سے عدول۔ حضور فرماتے ہیں:

اذا اشتد الحر فابردوا بالظھر، فان شدۃ الحر من فیح جھنم[2]۔ متفق علیہ۔

جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرو کہ شدّتِ گرمی وسعت دم دوزخ سے ہے۔

اور بخاری و نسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للنسائی قال:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلاۃ واذا کان البرد عجل[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی نماز ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوتی تعجیل فرماتے۔

اور بخاری مسلم ابوداود ابن ماجہ نے سیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، قال:

اذن مؤذن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی مؤذنِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذانِ ظہر

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۰
[2] صحیح لمسلم استحباب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر الخ " قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/۲۲۴
[3] سنن النسائی تعجیل الظہر فی البرد " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۵۸

marfat.com

لاجله ۔ وقیل ،حدہ ان یری مواضع النبل۔ ثم کما فی محیط رضی الدین وغیرہ، لا یؤخرھا تاخیرا یقع الشك فی طلوع الشمس[1]۔ انتھیٰ ملخصًا ۔ و فی البحر الرائق ، قالوا : یسفربھا بحیث لو ظھر فساد صلاتہ یمکنہ ان یعیدھا فی الوقت ، بقراءۃ مستحبۃ ۔ و قیل : یؤخرھا جدا ، لان الفساد موھوم فلا یترك المستحب لاجلہ ۔ وھو ظاھر اطلاق الکتاب (یعنی الکنز ، حیث قال ، وندب تاخیر الفجر ، ولم یقید بشئ) لکن لا یؤخرھا بحیث یقع الشك فی طلوع الشمس ۔ و فی السراج الوھاج ، حد الاسفار ان یصلی فی النصف الثانی ، ولا یخفی ان الحاج بمزدلفۃ لا یؤخرھا ۔ و فی المبتغی ، بالغین المعجمۃ، الافضل للمرأۃ فی الفجر الغلس ، و فی غیرھا الانتظار الی فراغ الرجال عن الجماعۃ[2] ۔ انتھی ما فی البحر ۔ و فی الدر المختار : والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ، ھو المختار ، بحیث یرتل اربعین اٰیۃ ثم یعیدہ بطھارۃ لو فسد ۔ وقیل : یؤخر جدا، لان الفساد موھوم ، الا لحاج بمزدلفۃ ،

اس لیے اس کی وجہ سے مستحب (تنویر) کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اتنی تنویر ہونی چاہیئے کہ تیر گرنے کی جگہ نظر آسکے — پھر — جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے — یہ خیال رکھے اتنی تاخیر نہ ہونے پائے کہ سورج طلوع ہونے کا شک ہونے لگے ۔ انتہیٰ ملخصا ۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اتنی تنویر کرے کہ اگر (نماز کے بعد) نماز کے فاسد ہونے کا پتا چلے تو قراءتِ مستحبہ کے ساتھ اسی وقت میں لوٹا سکے ۔ اور بعض نے کہا کہ بہت تاخیر کرے کیونکہ (اس طرح نماز کا) فاسد ہونا ایک مفروضہ ہے ، اس کی وجہ سے مستحب کو نہیں چھوڑنا چاہیئے ۔ کتاب کے اطلاق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے (کتاب سے مراد کنز ہے ، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ فجر کی تاخیر مستحب ہے اور کوئی قید نہیں لگائی) لیکن اتنی تاخیر بہرحال نہ کرے کہ سورج چڑھ جانے کا شک ہونے لگے ۔ اور السراج الوہاج میں ہے کہ تنویر کی مقدار یہ ہے کہ وقت کے نصف ثانی میں پڑھے ، لیکن واضح رہے کہ مزدلفہ میں حاجی تاخیر نہ کرے ۔ اور مبتغیٰ میں ہے کہ عورت کے لیے صبح میں تغلیس بہتر ہے ، اور دیگر نمازوں میں لوگوں کے جماعت سے فارغ ہونے تک انتظار بہتر ہے ۔ انتہیٰ ما فی البحر ۔ اور در مختار میں ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ صبح

---

[1] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی شرط خامس الوقت مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۰۶

[2] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۷

marfat.com

الی خمسة اقدام[1]۔ تک تھے۔

یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصّہ کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا تو حضور پُرنور نماز ادا فرماتے اور معلوم ہے کہ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ نہایت دیر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایۂ اصلی اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں دو انگل سے زائد نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی آفتاب سمت الراس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جوزا یا بست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۲۴ جولائی،

اخرج ابوداود والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: امنی جبریل عند البیت مرتین، فصلی بی الظھر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراک[2]، الحدیث. وفی البحر الرائق عن المبسوط، واعلم ان لکل شئ ظلا وقت الزوال الا بمکة والمدینة فی اطول ایام السنة، لان الشمس فیھا تاخذ الحیطان الاربعة[3] اھ

ابوداود و ترمذی نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ میرے امام بنے، تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمے جتنا ہو گیا، الحدیث۔ اور بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے کہ جان لو، زوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے، مگر سال کے سب سے طویل دن میں مکّہ اور مدینہ میں سایہ نہیں ہوتا کیونکہ ان دنوں سورج چاروں دیواروں پر پڑ رہا ہوتا ہے، اھ۔

اقول وکانہ رحمہ اللہ، اطلق العدم واراد القلة، والا فالمدینة الطیبة عرضھا "الہ" زائد اعلی المیل کلی بدرجة وثلث وثلثین دقیقة، فکیف ینعدم فیھا الظل؟ ومکة عرضھا "کاف" اقل من المیل الاعظم بدرجة وسبع واربعین دقیقة، فلا ینعدم فیھا الظل

میں کہتا ہوں: یوں لگتا ہے کہ صاحبِ مبسوط رحمہ اللہ تعالیٰ نے سایہ نہ ہونے سے مراد سایہ تھوڑا ہونا لیا ہے، ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض "الہ" ہے جو میلِ کلی سے ایک درجہ اور تینتیس دقیقہ زائد ہے، تو وہاں سایہ کیسے معدوم ہو سکتا ہے؟ اور مکہ کا عرض "کاف" ہے جو میلِ اعظم سے ایک درجہ اور سینتالیس دقیقہ کم ہے، اس لیے سب سے طویل دن میں

---

[1] سنن النسائی باب الابراد بالظہر مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۵۹
[2] سنن ابی داؤد باب المواقیت آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۶
[3] البحر الرائق کتاب الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۴۵

marfat.com

الظھر ، فقال : ابرد ، ابرد ، اوقال: انتظر، انتظر ، وقال : شدّۃ الحرّ من فیح جھنّم، فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاۃ ۔حتی رأینا فیٔ التلول[1]

دی ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر ، یا فرمایا : انتظار کر ، انتظار کر ، اور فرمایا ، سختیِ گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز ٹھنڈی کرو، یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ ۔

دوسرے طریق میں ہے :

کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فی السفر فاراد المؤذن ان یؤذن الظھر فقال النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی رأینا فیٔ التلول[2] الحدیث۔

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ٹھنڈا کر، پھر چاہا کہ اذان دے پھر فرمایا : ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے ۔

اور مسلم میں ابراہیم کے طریق میں شعبہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا یہی حکم فرمانا وارد ہوا قلت و مسلم ثقۃ فزیادتہ مقبولۃ (میں نے کہا مسلم ثقہ ہے اس لیے اس کا اضافہ مقبول ہے ۔ت)

اقول اب یہاں سے مبالغہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہیے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ ابراد کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ ضرور تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور وہ وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیلِ حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بھی دیر میں ہوئی ہوگی ۔ علما فرماتے ہیں ٹیلے غالباً بسیط اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُن کا سایہ دوپہر کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا بخلاف اشیائے مستطیلہ مانند منار و دیوار وغیرہما ، امام ہمام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں : ٹیلوں کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا مگر جب اکثر وقت ظہر کا جاتا رہے ابوداود و نسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں قال :

کان قدر صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم الظھر فی الصیف ، ثلثۃ اقدام

گرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم

---

[1] سنن ابی داود وقت صلوٰۃ الظہر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۸

[2] " " " "

marfat.com

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد پنجم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۵۴۰۰۰ پاکستان

فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

marfat.com

marfat.com

فصل فی اماکن الصّلٰوۃ

مسئلہ (۳۱۷) ازمقام چتورگڑھ علاقہ اُدیپور مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب بتاریخ ۱۶ ربیع الاول شریف بروز سہ شنبہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دُور دُور تک زمین تر اور ناپاک ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہوکر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیچے بچھاکر اس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ ورکوع سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کرکے سوال کرنا وبال لانا ہے اور کبھی اُسے مشکل میں مبتلا کردینا ہے، حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن نفل المسائل۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بے ضرورت مسائل پُوچھنے سے منع کیا ہے۔ (ت)

رہا سوال کا جواب، وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[2] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔ت)

[1] [2] القرآن ۲/۲۸۶

marfat.com

فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] (جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو ۔ ت)
ما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] (اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی ۔ ت)
نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۸) مسئولہ محمد خان نمبردار بڑودہ ڈاک خانہ پنڈراول ضلع بلند شہر یک شنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع بڑودہ ضلع بلند شہر میں کوئی عیدگاہ نہیں ہے عرصہ تخمیناً ۸ سال کا ہوا جب میں نے آبادی دیہہ جانب اُتر جنگل اوسر بملکیت خود میں نے ایک چونترہ خام واسطے عیدگاہ کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولٰنا بہاء الدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جنگل اوسر میں جگہ عیدگاہ و متصل چونترۂ عیدگاہ اہل ہنود کے مُردے جلاکرتے تھے جب چونترۂ عیدگاہ قائم ہوگیا تو اہل ہنود نے دوسری جگہ مُردے جلانے شروع کردیے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ مرگھٹ قبر کی تعریف میں نہیں آتا ہے کیونکہ ہوا و بارش سے ہڈیاں و خاک بہہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مُردہ دفن ہوتا ہے امید کہ جواب سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب

اگر چبوترہ ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مُردہ ہندوؤں کی نجاست نہ تھی یا اُس زمین کی مٹی جہاں تک اُن کی نجاستیں تھیں کھود کر پھنکوادی پھر اُس زمین ہی کو نماز کے لیے کردیا تو اس میں کوئی حرج نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک نخلستان تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے فامر بقبور المشرکین حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی[3] کما فی صحیح البخاری وغیرہ ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۹) مسئولہ شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑودہ ضلع بلند شہر معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب محمود آبادی سہ شنبہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ ۔

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ کو جس میں ہڈیاں تک مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھوڑ کر جدید عیدگاہ میں نماز ادا کرنے سے خاطی و گنہ گار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس

---

[1] القرآن ۶۴/۱۶
[2] القرآن ۲۲/۷۸
[3] صحیح البخاری باب ہل ینبش قبور مشرکی الجاہلیۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱

marfat.com

چبوترہ پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو ہے بلکہ کئی سال ہوئے جب سے چبوترہ بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے مل کر عید گاہ پختہ بنوانا شروع کردی، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب

۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چبوترہ کی مٹی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کردی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اُس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰) از ندی پاربتی علاقہ ریاست گوالیار گونا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشدنا مولوی احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ بعد السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں، اوّل یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شراب پیئے اس میں نماز پڑھنا چاہیئے یا نہیں۔ دُوسرے یہ کہ جائے نماز برابر کسی شخص کی چارپائی کے بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اُس صورت میں کہ اُس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اگر وہ شخص وہاں اُس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں، نہ وہاں شراب کی نجاست ہے تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے تو بلاضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خور پر بحکم احادیث صحیحہ لعنتِ الٰہی اُترتی ہے اور محلِ نزولِ لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اس لیے سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قومِ ثمود کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہُوا تھا نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا غلبہ و استیلا ظاہر ہے اور محل غلبۂ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اسی لیے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے شبِ تعریس جب نمازِ فجر سوتے میں قضا ہُوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا سوتے سے آنکھ بحکمتِ الٰہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب خوری کا ہو کہ فساق فجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع و ماوائے شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماوٰی ہے

marfat.com

کما فی ردالمحتار وغیرہ ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم ۔

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جانماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر اُس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور ادھر اس کا مُنہ ہو جائے، دوسرے محتمل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو المسألۃ فی ردالمحتار عن الغنیۃ والوجہ الاول مما نردتہ (یہ مسئلہ درمختار میں غنیہ سے منقول ہے اور پہلی وجہ کا میں نے اضافہ کیا ہے) واللہ سبحٰنہ تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۲۱) از موضع منڈنپور تھانہ ڈاکخانہ میرگنج ضلع بریلی مرسلہ غلام ربانی صاحب زمیندار یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہوگیا تو کھیت یا بنجر ملکیت غیر میں نماز پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط ۔

الجواب

دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا ممنوع ہے بے اس کی اجازت صریح کے گنہگار رہوگا مگر نماز ادا ہو جائیگی اور بنجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، یونہی وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو ۔ ٹانڈ پر نماز نہیں ہوسکتی مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلاً لکڑیاں باندھ کر اُن پر تخت رکھ لیے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا سخت بُنا ہُوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ جُھکے، وہو تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۲۲) از مین پوری مکان مولوی محمد حسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوارالحسن صاحب ابن مولوی صاحب مذکور ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چارپائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے کے سبب بندر ہوگئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں، بیوا توجروا ۔

الجواب

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اُس پر مستقر ہو جائے یعنی اُس کا دبنا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں اس سے زائد نہ دبے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چارپائی ہو یا زمین پر رکھا ہُوا گاڑی کا کھٹولا یا کوئی شے، اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہوگئے محض غلط وباطل ہے ۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

marfat.com

ضابطہ ان لا یتسفل بالتسفیل ، فحینئذ جاز سجودہ علیہ[1]

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر دبانے سے نیچے نہ دبے تو اس پر سجدہ جائز ہے ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

تفسیرہ ، ان الساجد لو بالغ لا یتسفل رأسہ ابلغ من ذلک ، فصح علی طنفسۃ وحصیر وحنطۃ وشعیر وسریر وعجلۃ انکانت علی الارض[2]

اس کی تشریح یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا اگر سر کو مزید نیچے کرنا چاہے تو نہ کر سکے ، اس لیے دبیز کپڑے پر ، پھوڑی پر ، گندم پر ، جَو پر ، تخت پر اور گاڑی پر اگر وہ زمین پر کھڑی ہو تو سجدہ صحیح ہے ۔ (ت)

نظر کیجئے تو یہ خاص مسئلہ کا جز یہ ہے زبانِ عرب میں سریر تخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کما لا یخفی علی من طالع الاحادیث الخ ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ (۳۲۳) از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسۂ عربی قدیم مرسلہ جناب سیّد فخر الحسن صاحب نبیرۂ مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مفتی خیرآباد ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں مسائل :

(۱) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ اھ تحریر فرمایا ہے :

اما مقبرہ از جہت آنکہ غالب در روے قذرات و اختلاط تربت اوست بانچہ جدا میگردد از مردہا از نجاست واگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست و کراہتے نہ و بعض برانند کہ نماز در مقبرہ مکروہ است مطلقا از جہت ظاہر ایں حدیث[3]

قبرستان میں نماز اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عام طور پر وہاں گندگی ہوتی ہے اور اس کی مٹی مُردوں سے برآمد ہونے والی نجاستوں سے مخلوط ہوتی ہے اور اگر جگہ پاک اور سُتھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے ، نہ اس میں کوئی کراہت ہے ۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں بہرصورت نماز پڑھنی منع ہے اس حدیث کی بنا پر ۔ (ت)

اور کتاب حصۂ دوم سرور عزیزی ترجمۂ فتاوٰی عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے :

"حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہئے اور اس کی شرح میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اُس

---

[1] غنیۃ المستملی الخامس من فرائض الصلوٰۃ السجدۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۹
[2] ردالمحتار فصل فی تالیف الصلوٰۃ الی انتہائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۰
[3] اشعۃ اللمعات باب المساجد الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۳۷

marfat.com

میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حنفیہ کے کتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر داہنے یا بائیں جانب ہو تو اُس سے کم مکروہ ہے اور اگر قبر نمازی کے پیچھے ہو تو یہ اس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے اور علما کا عمل اسی پر ہے، اور شافعیہ کے فقہا نے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے[1]۔"

حضرت شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عمل علمائے حنفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتا کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جائے مگر شاہ صاحب موصوف کے فتوے کی زوردار عبارت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اُس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرات علمائے حنفیہ کے خلاف اور ملتِ شافعیہ کے مطابق ہے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر صحیح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اُس کی تائید میں فرماتے ہیں:

اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست و کراہتے نہ۔

اگر جگہ پاک و ستھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ (ت)

اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بحوالۂ کُتب فقہ حنفیہ تحریر فرمایا جائے کہ جس سے تناقض اقوال حضرات شیخ علیہ الرحمۃ و شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو از رُوئے دلیل نفی انکار کا موقع نہ ہو سکے۔

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سے کونسا مقام مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے یا نیچے کسی درخت کے کوئی میّت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتفاقیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے دفن کر دیے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبر اتفاقیہ ہے اور اصطلاحِ عام میں وُہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چہار مقامات متذکرۂ بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکمِ مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل نہیں ہیں۔

(۳) بموجب فتوٰی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اگر یمیناً و شمالاً و خلفاً قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو ضرور ہوا

---

[1] فتاوٰی عزیزی الصلوٰۃ فی المقابر کتب خانہ رحیمیہ یوپی (بھارت) ۱۰/۲

marfat.com

کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو جگہ نماز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر اتفاقیہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اُس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتبِ فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافقِ قولِ اصح اور موافقِ عملِ حضراتِ علمائے حنفیہ ہو، تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ وممنوع ہے بلکہ قبر پہ پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، عالمگیری میں ہے:

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت[1] اھ وقد حققنا فی اھلاک الوھابیین[2]۔

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے اھ اور اس کی تحقیق ہم نے اہلاک الوہابین میں کی ہے۔ (ت)

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ وممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود نہیں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہِ خاص موضع سجود پہ جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دُور آگے بڑھتی ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا۔ مجتبی۔ پھر بحر پھر فتح اللہ المعین میں ہے:

یکرہ ان یطأ القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ[3]۔

مکروہ ہے کہ قبر پہ پاؤں رکھے یا سوئے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھے (ت)

جنائز حلیہ پھر جنائز ردالمحتار میں ہے:

تکرہ الصلاۃ علیہ والیہ لورود النھی عن ذلک[4]۔

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۱

[2] واضح رہے کہ "اہلاک الوہابین علی توہین قبور المسلمین" فتاوٰی رضویہ کے اِس مقام کے مترجم قاضی عبدالدائم دائم کے نانا جان قاضی محمد عمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس پر اعلٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے افادات کا اضافہ فرمایا ہے (دائم)

[3] فتح المعین علی شرح الکنز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۶۲

[4] ردالمحتار مطلب فی القراءۃ للمیت واہداء ثوابہا لہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۶۷

marfat.com

فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

انکان بینه وبین القبر مقدار مالوکان فی الصّلاۃ ویمرّ انسان لایکره ، فهنا ایضاً لایکره ۔ کذا فی التتارخانیّة[1] ۔

اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو ، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے ۔ اسی طرح تتارخانیہ میں ہے ۔ (ت)

درمختار میں ہے :

ولایفسدها مرورمارّ فی الصحراء اوبمسجد کبیربموضع سجوده ، فی الاصح ، اومروره بین یدیه الی حائط القبلة فی بیت و مسجدصغیر، فانه کبقعة واحدة ؛ وان اثم المارّ[2] اھ ۔

اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا ۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے ، کسی کا قبلے والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا ، نماز کو فاسد نہیں گزرتا ، اگرچہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے ۔ (ت)

اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجبِ کراہت نہیں ، جامع المضمرات پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح و ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے :

لاتکره الصلاة الی جهة قبر الا اذا کان بین یدیه ، بحیث لوصلی صلاة الخاشعین وقع بصره علیه[3] ۔

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے تو قبر پر اس کی نظر پڑے ، اس صورت میں مکروہ ہے ۔ (ت)

علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد (رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے ۔ ت) تحریر فرماتے ہیں :

قال ابن الملك : انما حرم اتخاذ المساجد علیها لان فی الصلاة فیها استنانا بسنة الیهود اھ

ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لیے حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوٰۃ ومالایکره مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰۷
[2] الدرالمختار مایفسد الصلوٰۃ ومایکره فیها ۱/۹۱
[3] ردالمحتار ایضاً ۱/۴۸۴

marfat.com

وقید "علیها" یفید ان اتخاذ المساجد بجنبها لا باس به ۔ ویدل علیه قوله علیه السلام : لعن اللّٰہ الیهود والنصاری ، الّذین اتّخذوا قبور انبیاءهم وصالحیهم مساجد[1] ۔اھ

طریقے کی پیروی ہے۔اھ۔اور "قبروں پر" کی قید سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر "قبروں کے پاس" مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ یہود ونصارٰی پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنالیا، اسی پر دلالت کرتا ہے۔ (ت)

بلکہ اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواحِ طیبہ سے استمداد کے لیے ان کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجبِ برکت ہے، امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں :

کانت الیهود والنصارٰی یسجدون لقبور انبیائهم ویجعلونها قبلة ویتوجهون فی الصلاة نحوها ، فقد اتخذوها اوثانا ، فلذلك لعنهم ، و ومنع المسلمین عن مثل ذلك ، اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح ، اوصلی فی مقبرة ، وقصد الاستظهار بروحه ، او وصول اثر مامن اثر عبادته الیه ، لا للتعظیم له والتوجه نحوه ، فلا حرج علیه ؛ الا تری ان مرقد اسمعیل علیه الصلاة والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ، ثم ان ذلك المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاته[2] ۔

یہود ونصارٰی اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انھیں اپنا قبلہ بنالیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بُت بنالیا تھا اس لیے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا، رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اِس تک بھی پہنچ جائے، اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی، نماز پڑھنے کے لیے تلاش کرتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، الفصل الاول مطبع امدادیہ ملتان ۲/۲۱۹

[2] " " " " " " ۲/۲۰۲

marfat.com

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذ واقبور انبیائھم مساجد ۔کانوا یجعلونھا قبلۃ ،یسجدون الیھا فی الصلاۃ ،کالوثن ، واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح ، اوصلی فی مقبرۃ، قاصدا بہ الاستظہار بروحہ ، اووصول اثر مامن اٰثار عبادتہ الیہ ، لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ ، فلا حرج فیہ ؛ الا یری ان مرقد اسمٰعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلٰوۃ فیہ افضل۔[1]

لعنت بھیجے اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بُت کے رُوبرو۔ ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کی تعظیم کرے، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم نہیں ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجدِ حرام میں ہے، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔ (ت)

قاضی ناصرالدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدرالدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

من اتخذ مسجدا فی جوار صالح و قصد التبرک بقرب منہ ، لا التعظیم ولا التوجہ الیہ ، فلا یدخل فی الوعید المذکور[2] اھ

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑوس میں قبر بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قُرب سے برکت حاصل کرے، اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا اھ (ت)

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیرِ حدیث اتخذ واقبور انبیائھم مساجد فرماتے ہیں :

ھو مخرج علی وجھین ، احدھما ، انھم کانوا یسجدون بقبور الانبیاء تعظیما لھم و قصدا للعبادۃ فی ذلک ۔ وثانیھما ، انھم کانوا یتحرون الصلٰوۃ فی مدافن الانبیاء والتوجہ

اس کی دو وجہیں ہیں : ایک تو یہ کہ یہود و نصارٰی قبورِ انبیاء کو بطورِ تعظیم اور بقصدِ عبادت سجدہ کیا کرتے تھے، دُوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف

---

[1] مجمع بحار الانوار تحت لفظ قبر مطبع نولکشور لکھنؤ ۳/۱۰۴

[2] ارشاد الساری باب جواز الدفن باللیل مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/۴۳۸

marfat.com

الٰی قبورھم فی حالۃ الصلوٰۃ ، وکلا الطریقین غیر مرضیۃ ، فاما اذا وجد بقربھا موضع بنی للصلوٰۃ ، او مکان یسلم المصلی فیہ عن التوجہ الی القبور، فانہ فی فسحۃ من الامر۔ وکذلک اذا صلی فی موضع قد اشتھر بان فیہ مدفن نبی ، ولم یرفیہ للقبر علما ، ولم یکن قصدہ ماذکرناہ من الشرک الخفی ؛ اذ قد تواطأت اخبار الامم علی ان مدفن اسمعیل علیہ الصلوۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ، وھذا المسجد افضل مکان یتحری الصلاۃ فیہ[1] اھ مختصراً

منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ ہاں اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بنائی ہی نماز کے لیے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کسی نبی کا مدفن ہے لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد بھی شرکِ خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی جستجو کی جاتی ہے اھ مختصراً (ت)

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

وفی شرح الشیخ ایضا مثلہ ، حیث قال: وخرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح ، و للصلاۃ عند قبرہ ، لا لتعظیمہ و التوجہ نحوہ ؛ بل لحصول مدد منہ ، حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلک الروح الطاھرۃ، فلا حرج فی ذلک ، لما ورد ان قبر اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب ، وان فی الحطیم ، بین الحجر الاسود و زمزم ، قبر سبعین نبیا ، ولم ینہ احد عن الصلاۃ فیہ اھ وکلام الشارحین متطابق فی ذلک[2]۔

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں کسی نبی یا صالح کے پاس اس لیے مسجد بنائی جائے کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ صاحبِ قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح کے قُرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہوجائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجرِ اسود اور زمزم کے درمیان ستّر انبیاء کی قبریں ہیں، اس کے باوجود وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہیں کیا اھ اس مسئلے میں تمام شارحین نے ایسی ہی گفتگو کی ہے۔ (ت)

[1] و [2] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، حدیث ۷۱۲، مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور ۲/۵۲

marfat.com

امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحبِ ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف: انکان موازیًا للکعبۃ تکرہ صلاتہ، وانکان عن یمینہ ویسارہ لاتکرہ۔[1]

ابویوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبلے والی جانب ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ حاوی۔ (ت)

پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

انکانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ، فانہ انکان بینہ وبین القبر مقدار ما لوکان فی الصلاۃ ویمر انسان لایکرہ، فھھنا ایضا لایکرہ۔[2]

قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی، ردالمحتار میں زیر قول درمختار واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ، والاظھر الکراھۃ[3] (اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔ ت) تحریر فرماتے ہیں:

وفی البحر، قالوا: واشدھا کراھۃ مایکون علی القبلۃ امام المصلی، ثم مایکون فوق راسہ، ثم مایکون عن یمینہ ویسارہ علی الحائط، ثم مایکون خلفہ علی الحائط او الستراہ[4]

اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبلے والی طرف ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو، پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

انما خص الصورۃ لانہ لایکرہ فی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ۔ کما

تصویر کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ قبر کی طرف منہ کرنا مکروہ نہیں ہے، جب تک قبر بالکل رُوبرو نہ ہو،

---

[1] کتاب التجنیس والمزید
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ وما لایکرہ ۱/۱۰۷ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
[3] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا ۱/۹۲ مطبع مجتبائی دہلی
[4] ردالمحتار مطلب فی الغرس فی المسجد ۱/۴۷۹ مطبع مصطفی البابی مصر

marfat.com

فی جنائز المضمرات[1] جیسا کی مضمرات کی کتاب الجنائز میں ہے۔ (ت)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا قبر قبر، وُہ نماز ہی میں آگے بڑھ گئے، اس حدیث سے بھی ظاہر ہُوا کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ اور سمت۔
صحیح بخاری شریف میں ہے:

ورأی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی عند قبر، فقال: القبر، القبر، ولم یامرہ بالاعادۃ[2]۔

اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا: قبر، قبر۔ (یعنی قبر سے بچو) مگر انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (ت)

امام علامہ عینی اُس کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

ھذا التعلیق رواہ وکیع بن الجراح فی مصنفہ، فیما حکاہ ابن حزم عن سفیٰن بن سعید عن حمید عن انس، قال: رانی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اصلی الی قبر فنھانی، فقال: القبر امامك۔ قال: وعن معمر عن ثابت عن انس، قال: رانی عمر اصلی عند قبر، فقال لی: القبر، لاتصل الیہ۔ قال ثابت: فکان انس یاخذ بیدی، اذا اراد ان یصلی فیتنحی عن القبور۔ ورواہ ابونعیم شیخ البخاری عن حریت بن السائب، قال: سمعت الحسن یقول بینا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی الٰی قبر فناداہ عمر، القبر، القبر، وظن انہ یعنی: القمر، فلما رأی انہ یعنی،

اِس تعلیق کو وکیع ابن جراح نے اپنے مصنّف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن حزم نے سفیٰن ابن سعید سے، اس نے حمید سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے منع کیا اور کہا: "تمہارے سامنے قبر ہے"۔ ابن حزم نے کہا کہ معمر نے ثابت سے، اس نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھے ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا: "قبر، اس کی طرف نماز مت پڑھو"۔ ثابت نے کہا کہ اس کے بعد انس جب نماز پڑھنا چاہتے تھے تو میرا ہاتھ تھام لیتے تھے اور قبروں سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔ اور بخاری کے استاد ابونعیم نے حریث ابن السائب

---

[1] جامع الرموز فصل مایفسد الصلوٰۃ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۶
[2] صحیح بخاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ مکانھا مساجد مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۱

marfat.com

القبر ، تقدم وصلی وجاز القبر[1] اھ **اقول:** وبہ ظھران معنی "عند قبر" فی تعلیق البخاری "الی قبر" وبمثلہ صنع العینی ، اذ قال بعد ما نقلنا عنہ قولہ ، القبر ، القبر ، ای اتصلی عند القبر[2] اھ بل فی نفس حدیث انس بروایۃ ثابت ، رانی عمر اصلی عند قبر ، فقال لا تصل الیہ[3] ۔ کما سمعت ۔ وبہ اتضح ما فی الملتقی ، یکرہ وطء القبر والجلوس والنوم علیہ و الصلوۃ عندہ[4] ۔ اھ فافھم واستقم ۔

سے اس طرح روایت کی ہے کہ میں نے حسن کو کہتے سنا ہے کہ ایک دن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ان کو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آواز دی : "قبر ، قبر"۔ انہوں نے سمجھا کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ "قمر" کہہ رہے ہیں ، جب انہیں یقین ہوگیا کہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے "قبر" کہا ہے تو آگے بڑھ کر نماز پڑھنے لگے اور قبر سے گزر گئے ۔ مَیں کہتا ہوں اس سے واضح ہوگیا کہ بخاری کی تعلیق میں "قبر کے پاس" سے مراد "قبر کی طرف" ہے عینی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے ، چنانچہ انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول "قبر ، قبر" کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ کیا تم "قبر کی طرف" نماز پڑھ رہے ہو ! بلکہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بواسطۂ ثابت جو روایت آتی ہے اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا کہ "قبر کی طرف" نماز مت پڑھو ، جیسا کہ یہ روایت تم پہلے سُن چکے ہو۔ اسی سے واضح ہوگیا جو ملتقی میں ہے کہ قبر پر پاؤں رکھنا ، اس پر بیٹھنا ، اس پر سونا اور اس کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے (یعنی یہاں بھی "اس کے پاس" سے مراد "اس کی طرف" ہے ۔ اس کو سمجھو اور استقامت اختیار کرو ۔ (ت) اھ

مسئلہ تو قبر کا تھا ، رہا مقبرہ اُس میں بھی اصل منشائے کراہت قبر ہے اور اس کی تعلیلیں ہمارے علمائے حنفیہ ہی نے تین طور پر کی ہیں ایک تشبہ اہلِ کتاب دوسرے یہ کہ عبادت اصنام اسی طرح پیدا ہوئی تیسرے محلِ نجاسات ہونا جیسے شیخ محقق نے اختیار فرمایا ، حلیہ پھر رد المحتار میں ہے :

واختلف فی علتہ ، فقیل ، لان فیھا عظام الموتی وصدیدھم ، وھو نجس ۔ وفیہ نظر ، وقیل : لان اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد ۔ وقیل لانہ تشبہ بالیھود ۔ وعلیہ

اس میں اختلاف ہے کہ کراہت کی علت کیا ہے ، بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس میں مُردوں کی ہڈیاں اور پیپ ہوتی ہے جو کہ نجس ہے لیکن اس پر اعتراض ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ بتوں کی عبادت کا آغاز اسی طرح ہوا تھا کہ لوگوں نے

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/۱۷۲
[2] و [3] " " " " " " " " " "
[4] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۸۷

marfat.com

مشی فی الخانیۃ[1]۔ نیک ہستیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ خانیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ پہلی دو تعلیلیں صرف اُس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا قبر کو پیچھے لے کر نہ شبہۂ عبادت ہے نہ تشبہ یہود، خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے انتہی ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے لمعات التنقیح میں زیرِ حدیث اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوھا قبورا (گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ت) فرمایا:

ای ولا تکونوا فی البیوت کالمیت، الذی لایعمل، او تکونوا نائمین فتکونوا مشابھین للاموات، لان النوم اخو الموت، غیر مشتغلین بالعبادۃ، ثم اعلم، انھم اختلفوا فی الصلاۃ فی المقبرۃ، فکرھھا جماعۃ، وان کان المکان طاھرا، فتارۃ احتجوا بھذا الحدیث، لانہ یدل علی ان الصلوٰۃ لاتکون فی المقبرۃ، لانہ جعل کونھا قبورا کنایۃ عن عدم الصلاۃ فیھا، فیفھم ان لاصلوٰۃ فیھا۔ وھذا ضعیف لما ذکرنا من معناہ، علی انہ ان دل فانما یدل علی عدم الصلاۃ فی القبر، لا فی المقبرۃ، فافھم۔ وتارۃ بالحدیث السابق رای قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد) وھو ایضا لا یتم لما علم من المراد بہ (ای ما قد منا عنہ عن التورپشتی وغیرہ من الشراح، فانہ انما

یعنی تم گھروں میں اس طرح نہ رہا کرو جس طرح مُردہ ہوتا ہے کہ کوئی عمل نہیں کرتا، یا یہ مراد ہے کہ تم سوئے نہ رہا کرو، جس طرح مُردے سوئے پڑے ہیں، کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ مردوں کی طرح تم بھی کوئی عبادت نہ کرو۔ پھر یہ بات جانو کہ مقبرے میں نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک جماعت اس کو مکروہ قرار دیتی ہے، اگرچہ جگہ پاک ہو، اور اس پر کبھی تو اسی حدیث کو دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "گھروں کو قبریں نہ بناؤ" سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے میں نماز نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر آئے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث نماز کے نہ ہونے پر دلالت کرے گی، تو قبر میں نماز نہ ہونے پر دلالت کرے گی نہ کہ مقبرے میں نہ ہونے پر۔ (جبکہ گفتگو مقبرے کے بارے میں ہو رہی ہے) اس کو سمجھو، اور کبھی اسکی دلیل کو وہ حدیث پیش

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۹

marfat.com

یدل علی منع التوجه الی القبر ، لا الصلاۃ فی المقبرۃ مطلقا) ومنهم من ذهب الی ان الصلاۃ فیها جائزۃ ، انکانت التربۃ طاهرۃ و المکان طیبا ، ولم یکن من صدید الموتی وما ینفصل عنهم من النجاسات[1] اھ

کرتے ہیں جو گزر چکی ہے (یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اللہ تعالٰی نے ان یہود ونصاری پر لعنت کی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا) یہ دلیل بھی ناکمل ہے جیسا کہ اس حدیث کی مراد سے معلوم ہوچکا (یعنی ہم نے تورپشتی وغیرہ شراح سے جو نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے نہ کہ مقبرے میں مطلقاً نماز کی ممانعت اور بعض فقہا کی رائے یہ ہے کہ مقبرے میں نماز جائز ہے بشرطیکہ وہاں کی مٹی پاک ہو جگہ عمدہ ہو اور مردوں سے پیپ اور دیگر جو نجاستیں خارج ہوتی ہیں، وہاں نہ ہوں اھ (ت)

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (اور میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) تحقیق یہ ہے کہ عامۂ مقابر میں ہر جگہ مظنۂ قبر ہے مگر یہ کہ کوئی محل ابتدا سے دفن ہونے سے محفوظ رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع نہ ہوا، ولہذا ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ مقبرہ میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس میں چلنا حرام ہے کہ قبورِ مسلمین کی بے ادبی ہوگی طحاوی و ردالمحتار فصل استنجا میں زیر قول ماتن یکرہ بول فی مقابر (مقبروں میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں،

لان المیت یتاذی بما یتاذی به الحی ، والظاهر انها تحریمیة لانهم نصوا علی ان المرور فی سکة حادثة فیها حرام ، فهذا اولٰی[2] ،

کیونکہ جس کام سے زندہ انسان کو ایذا پہنچتی ہے اُس سے مُردے کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ مقبرے میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے، تو پیشاب کرنا تو بطریقِ اَولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

پھر قبریں کھودنے میں بطن زمین کی مٹی اُوپر آتی ہے اور وُہ اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے گلے ہُوئے اجسام کی نجاسات سے متنجس ہوچکی اور بند کرنے میں سب مٹی صرف نہیں ہوجاتی تو جابجا متنجس مٹی کا پھیلا ہونا مظنون ہوتا ہے اور مظنۂ قبر و مظنۂ نجاست دونوں کراہت تنزیہہ کے لیے کافی ہیں کہ ظن اگر غالب ہوتا جو فقہیات میں ملتحق بیقین ہے تو بوجہ علت اول حکمِ کراہتِ تحریم ہوتا اور بوجہ علت ثانی بغیر کچھ بچھائے بطلانِ نماز کا حکم دیا جاتا ازانجا کہ ظن اس حد کا نہیں صرف کراہت تنزیہ رہی اور اب یہ حکم حکم صلاۃ علی القبر اور الی القبر سے جُدا پیدا ہوا کہ اس میں پیچھے یا آگے کسی قبر کا معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلومہ اگرچہ دہنے بائیں یا پیچھے ہوں جبکہ یہ زمین ایسی ہے جس میں قبر و نجاست کا مظنہ ہے حکمِ کراہت دیا جائے گا یہی محمل ہے اس کلام کا جو علامہ طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں زیر قول شرنبلالی تکرہ الصلاۃ فی المقبرۃ نقل فرمایا سواء کانت فوقه او خلفه او تحت ماهو واقف علیه[3] الخ (برابر ہے کہ مقبرہ

---

[1] لمعات التنقیح باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ حدیث ۷۱۴ مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور ۳/۵۳
[2] ردالمحتار فصل فی الاستنجاء مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۲
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

marfat.com

اس کے اُوپر ہو یا پیچھے ہو یا جس چیز پر یہ کھڑا ہے اس کے نیچے ہو ۔ ت) اور یہی منشا ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی جگہ صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلی کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہرگز مکروہ نہیں خانیہ[1] و منیہ[2] و زاد الفقیر امام ابن الہمام و حلیہ[3] و غنیہ[4] و بحر الرائق[5] و شرنبلالی علی الدرر و حلبی[6] و طحطاوی[7] و رد المحتار[8] وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

لاباس بالصلاۃ فیھا اذا کان فیھا موضع اعد للصلاۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ[9]۔

مقبرے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہاں کوئی جگہ نماز کے لیے تیار کی گئی ہو اور اس میں قبر اور نجاست نہ ہو۔ (ت)

زاد الفقیر کی عبارت یہ ہے :

تکرہ الصلاۃ فی المقبرۃ الا ان یکون فیھا موضع اعد للصلاۃ لانجاسۃ فیہ ولا قذر[10] فیہ اھ.

مقبرے میں نماز مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں نماز کے لیے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو جس میں نجاست اور گندگی نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اس تحقیق سے پہلے **تین سوالوں کا جواب** ظاہر ہو گیا کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی جبکہ قبر موضع سجود میں مطلقاً یا گھر یا مسجد صغیر میں جانب قبلہ بلا حائل ہو اور اس کے لیے کچھ بہت سے قبور ہونا درکار نہیں، تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی یہی حکم ہے اور قبر دہنے یا بائیں یا پیچھے ہو اور زمین جہاں نماز پڑھتا ہے پاک و صاف ہو تو اصلاً کراہت نہیں، یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھا نہ علمائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامۂ کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزرا اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو سُترہ کی کیا حاجت اور مقابر میں جہاں مُردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں اور ان میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبور معلومہ پیچھے ہی ہوں مگر اُس صورت میں کہ کوئی زمین پاک صاف معلوم ہو اور اس کے قبلہ میں قبر بلا حائل بمعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام المسجد مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۴
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

marfat.com

باب الاذان والاقامة

مسئلہ (۳۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاعِ مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامۂ کتب مذہب **متون** مثل تنویر[1] الابصار و وقایہ[2] و نقایہ[3] و غرر الاحکام[4] و کنز[5] و غرر الاذکار[6] و وافی[7] و ملتقی[8] و اصلاح[9] و نور الایضاح[10] و **شروح** مانند درمختار[11] و ردالمحتار[12] و طحطاوی[13] و عنایہ[14] و نہایہ[15] و غنیہ[16] شرح منیہ و صغیری[17] و بحر الرائق[18] و نہر الفائق[19] و تبیین الحقائق[20] و برجندی[21] و قہستانی[22] و درر[23] و ابن ملک[24] و کافی[25] و مجتبیٰ[26] و ایضاح[27] و امداد الفتاح[28] و مراقی الفلاح[29] و حاشیۂ مراقی للعلامۃ الطحطاوی[30] و **فتاوی** مثل ظہیریہ[31] و خانیہ[32] و خلاصہ[33] و خزانۃ المفتین[34] و جواہر اخلاطی[35] و علمگیری[36] وغیرہا مالا مال ہیں، وھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین و الخلاف خلاف زمان لا برھان (عام ائمہ متاخرین اسی پر ہیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں۔ ت)

marfat.com

مختصر الوقایہ میں ہے : التثویب حسن فی کل صلاۃ[1] (تثویب ہر نماز کے لیے بہتر ہے۔ ت) متن علامہ غزی تمرتاشی میں ہے : یثوب الا فی المغرب[2] (مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لیے تثویب کہی جائے۔ ت) شرح محقق علائی میں ہے : یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ[3] الخ (اذان اور اقامت کے درمیان متعارف ومروجہ طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے تثویب کہی جائے الخ۔ ت) حاشیۂ آفندی محمد بن عابدین میں ہے :

قولہ یثوب التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام در قولہ فی الکل ای کل الصلوات لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ قولہ بما تعارفوہ کتنحنح اوقام قام او الصلاۃ الصلاۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نہر عن المجتبی[4] اھ ملتقطا۔

قولہ یثوب، تثویب، اطلاع کے بعد اطلاع کو کہا جاتا ہے۔ درر، قولہ فی الکل یعنی تمام نمازوں میں کہنی چاہیے کیونکہ امورِ دینیہ کے بجالانے میں بہت سستی و کاہلی آچکی ہے، قولہ بما تعارفوا مثلاً کھانسنا یا نماز کھڑی ہوگئی نماز کھڑی ہوگئی یا نماز نماز، اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنالیں تب بھی جائز ہے۔ نہر نے مجتبٰے سے نقل کیا ہے اختصاراً۔ (ت)

شرح الوافی للامام المصنف العلام حافظ الدین ابی البرکات النسفی میں ہے :

تثویب کل بلدۃ علی ما تعارفوہ لانہ للمبالغۃ فی الاعلام وانما یحصل ذلک بما تعارفوہ اھ ملخصا[5]۔

ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ یہ اعلان میں مبالغہ کے لیے ہے اور وہ متعارف ومشہور طریقہ سے حاصل ہوگا۔ (ت)

اور ماہ مبارک رمضان سے اُس کی تخصیص بے جا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں لہذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذانِ فجر میں الصلاۃ خیر من النوم[6] مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر

---

[1] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۱۲
[2] و [3] درمختار " مجتبائی دہلی ۱/ ۶۳
[4] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۸۶
[5] شرح الوافی للنسفی
[6] المعجم الکبیر للطبرانی مسند بلال بن رباح مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۳۵۵

marfat.com

عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ (طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ نقل کیا ہے۔ ت) ہدایہ میں ہے: خص الفجر بہ لانہ وقت نوم وغفلۃ[1]۔ (وقتِ فجر کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ ت)

بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کرکے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۵) از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی

۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ

اذان دینا اندر مسجد کے آپ نے فرمایا تھا مکروہ ہے، میں نے یہاں کے لوگوں سے ذکر کیا اُن لوگوں نے کتاب کا ثبوت چاہا اُمید کہ نام کتاب مع بیان مقام کہ فلاں مقام پر لکھا ہے تکلیف فرماکر لکھا جائے اور یہ بھی لکھا جائے کہ کون سا مکروہ ہے؟

الجواب

فتاوائے امام اجل[1] قاضی خاں[2] وفتاوائے خلاصہ[3] و بحرالرائق شرح کنز الدقائق[4] وشرح نقایہ للعلامۃ عبدالعلی البرجندی[5] وفتاوٰی علمگیریہ وحاشیۃ العلامۃ الطحطاوی[6] علی مراقی الفلاح وفتح القدیر[7] شرح ہدایہ وغیرہا میں اس کی منع وکراہت کی تصریح فرمائی امام فخر الملۃ والدین اوزجندی فرماتے ہیں:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد[8]۔

اذان مینار پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ (ت)

امام[2] طاہر بن احمد بخاری فرماتے ہیں: لایؤذن فی المسجد[3] (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت)

علامہ[3] زین بن نجیم و علامہ[4] عبدالعلی برجندی نے ان سے اور فتاوائے ہندیہ[5] میں امام قاضی خاں سے عباراتِ مذکورہ نقل فرماکر مقرر رکھیں علامہ[6] سید احمد مصری نے فرمایا: یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم[7] (مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے۔ ت) امام اجل کمال الدین

---

[1] ہدایہ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۷۰
[2] فتاوٰی قاضی خان مسائل الاذان " نولکشور لکھنؤ ۱/۳۷
[3] خلاصۃ الفتاوی الفصل الاول فی الاذان مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۹
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷

marfat.com

محمد بن الہمام فرماتے ہیں :

الاقامۃ فی المسجد ولا بد منہ واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم تکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد۔[1]

تکبیر مسجد کے اندر کہی جائے اور اس کے بغیر کوئی اور صورت نہیں البتہ اذان منارہ پر دی جائے ، اگر وہ نہ ہو تو فنائے مسجد میں دینی چاہئے اور فقہا نے بیان کیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے ۔ ت)

اور اس مسئلہ میں نوع کراہت کی تصریح کلمات علما سے اس وقت نظرِ فقیر میں نہیں ہاں صیغہ "لا یفعل" سے متبادر کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہراً مشیر ممانعت وعدم اباحت ہوتی ہے علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج نے حلیہ میں فرمایا : قول المص لا یزید یشیر الی عدم اباحۃ الزیادۃ[2] (مصنف کا قول "لا یزید" اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ زیادتی جائز نہیں ۔ ت) نظیر اس کی "یفعل ویقول" ہے کہ ظاہراً مفید وجوب ہے کما نص علیہ ایضاً فیہا (جیسا کہ اس پر بھی اس میں تصریح ہے ۔ ت) یونہی عبارت نظم میں لفظ "یکرہ" کہ غالباً کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے

کما فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار ویؤیدہ منع رفع الصوت فی المساجد کما فی حدیث ابن ماجۃ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسلسیوفکم ورفع اصواتکم[3] وقد نھوا عن رفع الصوت بحضرۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحذروا علی ذلک من حبط الاعمال و الحضرۃ الالٰھیۃ احق بالادب کما تری یوم القیمۃ "وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسا" وبھذا یضعف مایظن ان لیس

جیسا کہ دُرمختار ، ردالمحتار اور دیگر معتبر کتب میں ہے اور مساجد میں بلند آواز سے منع کرنا بھی اس کی تائید کرتا ہے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے اپنی مساجد کو اپنے ناسمجھ بچوں سے ، دیوانوں سے ، تلواروں کو سونتنے سے اور آوازوں کو بلند کرنے والوں سے محفوظ رکھو ، اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر تمام اعمال کے ضائع ہونے کی دھمکی دی گئی ہے ، اور بارگاہِ خداوندی اس ادب واحترام کے زیادہ لائق ہے جیسا کہ تم قیامت کے روز دیکھو گے رحمٰن

---

[1] فتح القدیر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۵

[2] حلیہ

[3] سنن ابی ماجہ باب ما یکرہ فی المساجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۵

marfat.com

فیه الاخلاف السنة فلایکرہ الا تنزیہا علی ان التحقیق ان خلاف السنة المتوسطة متوسط بین کراھتی التنزیہ والتحریم وھو المعبّر بالاساءة کما سیظھر لمن لہ المام بخدمة العلمین الشرفین الفقہ والحدیث فلیراجع ولیحرر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

کے لیے تمام آوازیں پست ہوجائیں گی تو نہیں سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔ اس گفتگو سے یہ گمان و قول ضعیف ہوجاتا ہے کہ یہ عمل صرف خلاف سنت ہے تو اس میں صرف کراہت تنزیہی ہے۔ علاوہ ازیں تحقیق یہ ہے سنتِ متوسط کا خلاف کراہت تنزیہی اور تحریمی کے درمیان ہوتا ہے اور اس کو "اساءۃ" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ یہ اس شخص پر ظاہر ہوجائیگا جس نے[۲] دو مقدس علوم حدیث و فقہ کی خدمت کی ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے اور اسے ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ (۳۲۶) ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع وقت پنجگانہ نماز میں بعد اذان کے لازم پکڑنا مؤذن کا ہر نمازی کو بآواز بلانا اور نمازیوں کا اسی لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے بُلانے سے آنا اس صورت میں بلانا مؤذن کا بعد اذان کے چاہیئے یا نہیں، دوسرے یہ کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ اور فجر کی سنتیں بعد جماعتِ فرض مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب نمازی اذان سے آجاتے ہوں تو بلا وجہ بعد اذان ہر شخص کو جُدا جدا بلانے کا التزام کرنا جس سے اُنھیں اذان پر آنے کی عادت جاتی رہے نہ چاہیئے فان فیہ علی ھذا التقدیر اخلاء للاذان عما یقصد بہ (کیونکہ ایسی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ ت) اور وقت کراہت تک انتظارِ امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقتِ مستحب تک انتظار باعثِ زیادتِ اجر و تحصیلِ فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اُس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اُتنا ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں لکھا جائے گا،

وقد صحّ عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم انتظار النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرھم علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ

یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم رات گئے تک نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انتظار کرتے حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر جاتا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکے اس عمل کی تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا جتنا وقت تم نماز کا انتظار کرتے رہو

marfat.com

ما انتظرتم الصلاۃ۔[1] یہ سارا وقت تم نماز میں ہی ہوتے ہو۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو

فی الانقرویۃ عن التاتارخانیۃ عن المنتقی للامام الحاکم الشھید ان تاخیر المؤذن وتطویل القرأۃ لادراک بعض الناس حرام ھذا اذا کان لاھل الدنیا تطویلاً وتاخیراً یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ ولا باس بان ینتظر الامام انتظاراً وسطاً۔[2]

انقرویہ میں تاتارخانیہ سے اور اس میں امام حاکم الشہید کی منتقی سے ہے کہ مؤذن کا اقامت کو مؤخر کرنا اور امام کا قرارت کو لمبا کرنا تاکہ بعض خاص لوگ جماعت کو پالیں حرام ہے یہ حرمت اس وقت ہے جب یہ طوالت و تاخیر کسی دنیادار کے لیے ہو اور لوگوں پر یہ شاق گزرے حاصل یہ ہے کہ تھوڑی تاخیر تاکہ اہلِ خیر شریک ہوجائیں مکروہ نہیں، امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور سنّتِ فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سُنّتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندیٔ آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوعِ شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے،

لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا صلاۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس۔[3]

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے: صبح کے بعد کوئی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہوجائے۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۲۷) از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ درصورت عدمِ جواز بدون اجازتِ مؤذن سائل حدیث شریف سے سند چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز نہیں، ہاں خلاف اولی ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں گزرے ورنہ اتنا بھی نہیں۔ مسند امام احمد وسنن اربعہ وشرح معانی الآثار میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، میں نے اذان

---

[1] الصحیح لمسلم باب فضل الصلوات المکتوبۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۴
[2] فتاوٰی انقرویہ کتاب الصلوات " الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۱/۵
[3] صحیح بخاری " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۳

marfat.com

کہی تھی بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تکبیر کہنی چاہی فرمایا: یقیم اخوصداء فان من اذن فھو یقیم[1] قبیلہ صداء کا بھائی اقامت کہے گا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔ فی الدرالمختار (درمختار میں ہے):

اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لایکرہ مطلقا وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ[2]۔

مؤذن کی غیر موجودگی میں غیر کا تکبیر کہنا مطلقاً مکروہ نہیں البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اس پر گراں گزرے تو مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اختیار خواھرزادہ ومشی علیہ فی الدرر والخانیۃ لکن فی الخلاصۃ وان لم یرض بہ یکرہ وجواب الروایۃ انہ لاباس بہ مطلقا اھ قلت وبہ صرح الامام الطحاوی فی معانی الآثار معزیا الی ائمتنا الثلثۃ وقال فی البحر ویدل علیہ اطلاق قول المجمع ولا نکرھھا من غیرہ فما فی شرحہ لابن ملک من انہ لو حضر ولم یرض یکرہ اتفاقا فیہ نظر اھ وکذا یدل علیہ اطلاق الکافی معللا بان کل واحد ذکر فلا باس بان یأتی بکل واحد رجل اٰخر ولکن الافضل ان یکون المؤذن ھو المقیم[3] اھ الخ

یہ خواہرزادہ کا مختار ہے اور یہی درر اور خانیہ میں ہے لیکن خلاصہ میں ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو کراہت ہے اور روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرج نہیں اھ میں کہتا ہوں امام طحاوی معانی الآثار میں ہمارے تینوں ائمہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہی تصریح کی ہے، اور بحر میں فرمایا قول مجمع کا اطلاق کہ ہم اسے غیر سے مکروہ نہیں سمجھتے اسی پر دال ہے اس کی شرح لابن ملک میں جو ہے کہ اگر مؤذن موجود ہو اور وہ راضی نہ ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے اس میں نظر ہے اور کافی کا اطلاق بھی اسی پر دال ہے اور استدلال یہ ہے کہ ہر ایک ذکر ہے اگر ہر ایک ذکر کو دوسرا بجالائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی تکبیر کہے۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار باب الرجلین یؤذن احدھما ویقیم الآخر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۸

[2] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۴

[3] ردالمحتار مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب فی اذانہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۱

marfat.com

اقول: اذا حملنا الکراھۃ علی کراھۃ التنزیہ ونفیھا علی التحریم حصل الوفاق الا تری الی قول الکافی النافی کیف یقول لاباس ولکن الافضل وکذلک عبر الامام الطحاوی وغیرہ بلا باس وقد صرحوا ان مرجعہ الی کراھۃ التنزیہ۔

اقول: جب ہم کراہت کو کراہت تنزیہی اور اسکی نفی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو مسئلہ میں اتفاق ہوجائے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کافی نے نفیِ کراہت کا قول کرتے ہوئے "لا باس" اور "لکن الافضل" کہا اور اسی طرح امام طحاوی وغیرہ نے بھی "لا باس" سے تعبیر کیا حالانکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ اس سے کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

پھر یہ استمرار کا دعوٰی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے تھے کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا: بلال کو سکھا دو کہ اُن کی آواز بلند تر ہے۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نادم ہوئے اور عرض کی، خواب تو میں نے دیکھا تھا میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تو تمہیں کہو۔ انھوں نے تکبیر کہی رواہ الامام احمد وابوداود[1] والطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد، ابوداؤد اور طحاوی نے اُنھیں صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالف نہیں کہ کلام اُس صورت میں ہے جب مؤذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اذن کے بعد بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال، معہذا یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث متقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامتِ غیر کی ممانعت کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۲۸) ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے ردالمحتار میں ہے، اجابۃ الاذان حَ مکروھۃ[2] (اذان کا جواب

---

[1] سنن ابوداؤد — الرجل یؤذن ویقیم آخر — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۷۶

[2] ردالمحتار — باب الجمعہ — مصطفی البابی مصر — ۱/۶۰۷

marfat.com

اُس وقت مکروہ ہے۔ ت) نہرالفائق پھر دُرمختار میں ہے :

ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب[1]۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب زبانی نہیں دینا چاہیئے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

اذا خرج الامام من الحجرة انکان والا فقیامه للصعود فلا صلاة ولا کلام الی تمامها و قالا لا باس بالکلام قبل الخطبة و بعد ما اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرة اما غیره فیکره اجماعاً وعلی هذا فالترقیة المتعارفة فی زماننا تکره عنده والعجب ان المرقی ینهی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثه ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ[2] اھ ملخصا

اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا منبر پر چڑھنے کے لیے کھڑا ہونا معتبر ہے۔ تو اس وقت سے تمام خطبہ تک نہ کوئی نماز جائز ہے نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین نے کہا، خطبہ سے پہلے اور بعد کلام میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام ابویوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اس وقت بھی کلام میں حرج نہیں۔ اور اختلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو، کلام آخرت کے علاوہ دنیاوی کلام بالاتفاق مکروہ ہے۔ اسی بنا پر (خطیب کے سامنے) آیہ کریمہ ان اللہ وملئکتہ الخ کا پڑھنا جیسا کہ ہمارے زمانے میں معروف ہے امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے، تعجب اس بات کا ہے کہ آیت مذکورہ کو پڑھنے والا حدیث شریف کے تقاضے کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم دینے سے منع کرتا ہے پھر خود کہتا ہے چُپ رہو۔ اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے اھ ملخصا (ت)

ہاں یہ جوابِ اذان یا دُعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذھب (جیسا کہ ملا علی قاری کے بیان سے مستفاد ہے اور دیگر فروع کتب مذہب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جوابِ اذان دے یا دعا کرے بلاشبہہ جائز ہے وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ (صحیح بخاری وغیرہ میں ہے یہ دونوں امور سیّد کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ت) یہ قول مجمل ہے وتفصیل المقام مع نهایة العنایة وازالة الاوهام فی فتاوٰنا بتوفیق الملک العلام (اس مقام کی خوب تفصیل اور ازالہ اوہام اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کئے ہیں۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۶۵/۱

[2] " باب الجمعۃ " " ۱۱۳/۱

marfat.com

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکہ جبنی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا[1] فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے اذ لا حظر من الشرع (اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ ت) اذان ذکرِ الٰہی ہے اور بارش رحمتِ الٰہی، اور ذکرِ الٰہی باعثِ نزولِ رحمتِ الٰہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۰) دفعِ[2] وبا کے لیے اذان درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا لکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۱) بعد[3] دفن میت قبر پر اذان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر لکھا، واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہیئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہے اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان منارہ پر کہی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرونِ مسجد جدھر زیادہ نافع ہو، مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اُس طرف مسلمانوں کی آبادی دُور تک ہے تو اُسی سمت ہونی چاہیئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جاوے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں، ہندیہ میں ہے:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاوی قاضی خان السنۃ ان یؤذن فی موضع عالٍ یکون اسمع	اذان منارہ پر یا مسجد سے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے کذا فی فتاوٰی قاضی خان سنّت یہ ہے کہ اذان ایسے بلند مقام پر دی جائے کہ گرد و نواح کے

marfat.com

لجیرانه ویرفع صوته کذا فی البحر الرائق۔ اھ[1]

لوگوں کو آواز خوب سنائی دے اور اذان میں آواز بلند رکھے، کذا فی البحرالرائق۔ (ت)

معہذا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں جانبیں دہنی اور دونوں بائیں ہیں کہ جو قبلہ رُو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ معظمہ ومسجد کی بائیں ہے اور اُس کی بائیں کعبہ ومسجد کی دہنی تو جب دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں، واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۳) اذان واقامت کس جانب کو چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جس مسجد میں اذان کے لیے منارہ بنا ہو جب تو اُس کی جہت خود معین ہے اُس منارہ پر اذان دینا چاہیے خواہ وُہ کسی جانب ہو

فی البحرالرائق تحت قولہ ویجلس بینھما السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ[2] الخ۔

البحرالرائق میں ماتن کے قول "ویجلس بینھما" کے تحت ہے کہ سنّت یہ ہے کہ اذان منارہ پر دی جائے الخ (ت)

اور جہاں نہ ہو تو نظر فقہی میں انسب یہ کہ جس طرف حاجت زائد ہو اُسی جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اُس طرف مکان اُن کے دُور ہیں تو وہی جانب اذان کے لیے انسب ہے۔

فانہ انما شرع للاعلام فما کان ادخل فی المقصود کان احسن بل رایت ائمتنا ربما مالوا الی ھذا المعنی والیہ اشاروا من دون تعیین لجھۃ ففی البحرالرائق وردالمحتار عن السراج ینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران[3]۔

اذان کی مشروعیت نماز کی اطلاع کے لیے ہے تو یہ مقصود جس احسن طریقہ سے حاصل ہوگا اسے اپنایا جائے بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ائمہ عموماً اسی معنی کی طرف مائل ہوئے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی جہت کا تعین نہیں کیا۔ البحرالرائق اور ردالمحتار میں سراج کے حوالے سے ہے مؤذن ایسی جگہ اذان دے کہ وہاں سے گرد ونواح کے لوگوں کو زیادہ آواز پہنچے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ وکیفیتھا مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵
[2] البحرالرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۱
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۳

marfat.com

اور اقامت کی نسبت بھی تعیینِ جہت کہ دہنی جانب ہو یا بائیں فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے،

فی الدرالمختار الافضل کون الامام ھو المؤذن[1] انتھی وفی فتح القدیر الافضل کون الامام ھو المؤذن وھذا مذھبنا وعلیہ کان ابو حنیفۃ[2] انتھی وفی رد المحتار السنۃ ان یقیم المؤذن[3] انتھی وفیہ عن السراج ان ابا حنیفۃ کان یباشر الاذان والاقامۃ بنفسہ[4]۔

درمختار میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ امام خود مؤذن ہو، انتہی۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ امام کا ہی مؤذن ہونا افضل ہے، یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم کی رائے ہے، انتہی۔ اور ردالمحتار میں ہے سنت یہ ہے کہ مؤذن تکبیر کہے، انتہی۔ اور اسی میں سراج سے ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اذان و اقامت خود کہتے تھے۔ (ت)

اور علماء جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیانِ افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیصِ جہت کچھ نہیں کرتے،

فی البحرالرائق یستحب التحول للاقامۃ الی غیر موضع الاذان[5] انتھی وفیہ یسن الاذان فی موضع عال والاقامۃ علی الارض[6]۔

البحرالرائق میں ہے تکبیر کے لیے اذان کی جگہ بدل لینا مستحب ہے انتہی۔ اور اسی میں ہے اذان کا بلند جگہ اور تکبیر کا نیچے زمین پر ہونا مسنون ہے (ت)

ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذاتِ امام پھر جانبِ راست مناسب ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۴) ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلب باراں کے مسجدوں میں کہنا درست ہے

---

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۵
[2] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۲۳
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۶
[4] " " " " " ۱/۲۹۵
[5] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۱
[6] " " " " " ۱/۲۵۵

marfat.com

یا نہیں؟ اور اس طرح سے بھی واسطے طلبِ باراں کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ یٰسٓ پڑھے اور ہر مسبین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں، مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کا ہلانا اور گھمانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسجد کے اندر وقتِ اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتح القدیر وغیرہ (جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں ہے) مگر اذان بغرضِ طلب باراں یا دفعِ وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلب مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر اولیٰ یہ ہے کہ بیرون مسجد فصیل وغیرہ پر ہو اور اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکرِ الٰہی ہے اور بارش رحمتِ الٰہی، اور ذکرِ الٰہی باعثِ نزولِ رحمتِ الٰہی ہے، یونہی طریقۂ مذکورۂ یٰسٓ و اذان بھی از قبیلِ اعمال ہے جس کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شرع سے اس کی ممانعت نہیں آئی یٰسٓ شریف کیلئے حدیث میں آیا، یٰسٓ لما قرء له سورۂ یٰسٓ اُس کام کے لیے ہے جس لیے پڑھی جائے یعنی جس نیّت سے پڑھی جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اذان میں انگلیاں کان میں رکھنا مسنون و مستحب ہے مگر ہلانا اور گھمانا حرکت فضول ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۵) ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جائز ہے بایں معنے کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہیئے نہیں، حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ولہذا علامہ شرنبلالی نے نظر بحدیث کراہت اختیار فرمائی، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۶) از ریاست رام پور بزریہ ملاظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب اسلام آبادی

۱۵ جمادی الاخرےٰ ۱۳۱۴ھ

الاستفتاء، ما قولکم رحمکم اللہ ربکم فی اذان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ھل ھو اذن بنفسہ علیہ الصلاۃ والسلام ام لا ولو کان مرۃ فی عمرہ علیہ الصلاۃ والسلام، وفی ابتداء وجوب صلاۃ الجنازۃ علی المیّت ای زمان کان

سوال: اے علماء (اللہ تعالےٰ تم پر رحم فرمائے) اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا نہیں، اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ ہو۔ اور میّت پر نماز جنازہ کے وجوب کی ابتداء کب ہوئی؟ سب سے پہلے کس کی نمازِ جنازہ پڑھائی گئی؟ کیا یہ مدینہ منورہ

marfat.com

وعلی من صُلی اوّلا فی المدینۃ المنورۃ وجبت ام فی المکّۃ المعظمۃ واول الصلاۃ صلیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ای صحابی کانت، وماکان اسمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیّنوا توجروا۔

میں لازم ہُوئی یا مکہ مکرمہ میں ؟ سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس صحابی کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی ؟ اس صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام کیا ہے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

قال فی الدر مختار وفی الضیاء انہ علیہ الصلاۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ و اقام وصلی الظھر وقد حققناہ فی الخزائن اھ[1] قال فی رد المحتار، حیث قال بعد ما ھنا ھذا وفی شرح البخاری لابن حجر ومما یکثر السؤال عنہ، ھل باشر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاذان بنفسہ وقد اخرج الترمذی، انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذن فی سفر وصلی باصحابہ وجزم بہ النووی و قواہ، ولکن وجد فی مسند احمد من ھذا الوجہ فامر بلالا فاذن فعلم ان فی روایۃ الترمذی اختصارا وان معنی قولہ اذن امر بلالا کما یقال اعطی الخلیفۃ العالم الفلانی کذا وانما باشر العطاء غیرہ[2] اھ ورأیتنی کتبت فیما علقت علی رد المحتار مانصہ اقول لکن سیأتی صفۃ الصلاۃ عند

در مختار میں فرمایا اور الضیاء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر میں بنفسِ نفیس اذان دی، تکبیر کہی اور ظہر کی نماز پڑھائی اور ہم نے خزائن میں اس بارے میں تحقیق کی ہے اھ رد المحتار میں کہا وہاں اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا کہ ابنِ حجر کی فتح الباری شرح البخاری میں ہے کہ اکثر طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے؟ اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دورانِ سفر خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی، امام نووی نے اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا لیکن اسی طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایتِ ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول اذّن کا معنٰی یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا، جیسا کہ محاورۃً کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں عالم کو یہ عطیہ دیا حالانکہ وہ خود عطا نہیں کرتا بلکہ عطا کرنے والا کوئی غیر ہوتا ہے اھ

---

[1] الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۵
[2] رد المحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۵

marfat.com

ذکر التشھد عن تحفۃ الامام ابن حجر المکی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذن مرۃ فی سفر فقال فی تشھدہ "اشھد انی رسول اللہ" و قد اشار ابن حجر الی صحتہ، و ھذا نص مفسر لا یقبل التاویل، وبہ یتقوی تقویۃ الامام النووی رحمہ اللہ تعالٰی اھ ما کتبت، وبہ ظھر الجواب عن المسألۃ الاولٰی، واما بدء صلاۃ الجنازۃ فکان من لدن سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام، اخرج الحاکم فی المستدرک[1] والطبرانی والبیھقی فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال آخر ما کبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الجنازۃ اربع تکبیرات، وکبر عمر علی ابی بکر اربعا، وکبر ابن عمر علی عمر اربعا وکبر الحسن بن علی علی علی اربعا، وکبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی اربعا، وکبرت الملئکۃ علی آدم اربعا، ولم تشرع فی الاسلام الا فی المدینۃ المنورۃ اخرج الامام الواقدی من حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ام المؤمنین خدیجۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انھا توفیت سنۃ عشر من البعثۃ بعد خروج بنی ھاشم من الشعب ودفنت بالحجون و نزل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حفرتھا و

مجھے اس بارے میں مزید جو سمجھ آئی اسے میں نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں **اقول**: عنقریب صفاتِ نماز کے تحت ذکرِ تشہد میں تحفہ امام ابن حجر مکی سے آرہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی تھی اور کلماتِ شہادت یوں کہے اشہد انی رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابنِ حجر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اس سے امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی کے قول کو اور تقویت ملتی ہے اھ (میری تحریر ختم ہوئی) اس سے پہلے سوال کا جواب آگیا۔ باقی رہی جنازہ کی ابتداء، تو یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حاکم نے مستدرک، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر، امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنازۂ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جنازۂ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ پر چار تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور اسلام میں وجوبِ نمازِ جنازہ کا حکم

---

[1] المستدرک للحاکم التکبیر علی الجنائز اربع مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۸۶

marfat.com

لم تکن شرعۃ الصلاۃ علی الجنائز اھ[1] و قال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابۃ فی ترجمۃ اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکر الواقدی انہ مات علی راس تسعۃ اشھر من الھجرۃ رواہ الحاکم فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال قال البغوی بلغنی انہ اول من مات من الصحابۃ بعد الھجرۃ وانہ اوّل میّت صلی علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] اھ وبہ اتضح الجواب ۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔

مدینہ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال شعبِ ابی طالب سے خروج کے بعد ہُوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میّت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا اھ اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہُوا، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا، اور یہ پہلے صحابی کی میّت تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اھ اور اس سے جواب واضح ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۳۷) ازشہر کہنہ ۲۳ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے مسجد کے اندر زنا کیا نعوذ باللہ من ذلک اب زید مسجد میں مؤذن رہ سکتا ہے یا نہیں؛ اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور حجت کرتے ہیں اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نسأل اللہ العافیۃ (اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال ہے۔ ت) اگر یہ امر ثابت ہے تو پر ظاہر کہ زید اخبثِ فسّاق و فجّار سے ہے اور فاسق کی اذان اگرچہ اقامتِ شعار کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اُس سے حاصل نہیں ہوتا، نہ فاسق کی اذان پر وقتِ روزہ و نماز میں اعتماد جائز۔ لہذا مندوب ہے کہ اگر فاسق نے اذان دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے، تو جب تک یہ شخص صدق دل سے تائب نہ ہو

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ترجمہ خدیجہ بنت خویلد نمبر ۳۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت ۴/۲۸۳
[2] " " " ترجمہ اسعد بن زرارہ نمبر ۱۱۱ " " " " ۱/۳۴

marfat.com

اُسے ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے مسجد سے جُدا کر دینا ضرور ہے۔ درمختار میں ہے:

جزم المصنّف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبی لا یعقل قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قوله فی الدیانات[1]۔

مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل اور ناسمجھ بچّے کی اذان کے بارے میں عدمِ صحت کا قول کیا ہے۔ میں کہتا ہُوں کہ کافر و فاسق کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ امورِ دینیہ میں ان کا قول قابلِ قبول نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلاة، ثم صار من شعار الاسلام فی کل بلدة او ناحیة من البلاد الواسعة فمن حیث الاعلام یدخول الوقت وقبول قوله لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة فاذا اتصف المؤذن بهذه الصفات یصح اذانه والافلا یصح من حیث الاعتماد علیه، واما من حیث اقامة الشعار النّافیة للاثم عن اهل البلدة فیصح اذان الکل سوی الصبی الذی لا یعقل، فیعاد اذان الکل ندبا علی الاصح کما قدمناه عن القهستانی[2] اھ ملخصا۔

اذان کا مقصودِ اصلی شرع میں اوقاتِ نماز کے دخول کی اطلاع ہے پھر یہ تمام ممالک اور بڑے شہروں کے اطراف میں شعائرِ اسلام کا درجہ پا چکی ہے تو دخولِ وقت کی اطلاع اور اس کے قول کی مقبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اس کا قائل مسلمان، عاقل، بالغ اور عادل ہو، اگر مؤذن ان صفات کے ساتھ متصف ہُوا تو اس کی اذان درست ہوگی اور اگر اس میں یہ صفات نہیں تو اس پر اعتماد ہونے کی حیثیت درست نہ ہوگی البتہ اس حیثیت سے کہ یہ ان شعائر میں سے ہے جو تمام شہر والوں کو گناہ سے بچاتی ہے تو یہ بچّے ناسمجھ کے علاوہ ہر کسی کی صحیح ہوگی لہذا اصح یہ ہے کہ ان تمام کی اذان کا لوٹانا مستحب ہے جیسا کہ ہم نے قہستانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اھ ملخصا۔ (ت)

اور جو اس کی حمایت میں فضول حجت کرتے ہیں امرِ ناحق کے مددگار بنتے ہیں اُنھیں باز آنا چاہیئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ولا تکن للخائنین خصیما خیانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۸) از نقشبندی محلہ بریلی مسئولہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارہ میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا

---

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۶۴
[2] ردالمحتار باب الاذان مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۰

marfat.com

معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سُن کر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز، اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست ؟

الجواب

صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذانِ اوّل سُن کر نہ آنا حرام ہے ھو الصحیح المعتمد کما فی الدر المختار وغیرہ (صحیح اور معتمد یہی ہے جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ سُستی ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضرور ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگالہ ضلع پابنہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب

۶ شوال ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان بآوازِ بلند چاہیئے یا اوّل بآوازِ بلند اور ثانی پست کر کے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں اذانیں پُوری آواز سے خوب بلند کہی جائیں جس طرح اذان میں سنّت ہے آج کل جو عوام دوسری اذان کو کہ خطبہ کے وقت ہوتی ہے پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنّت ادا نہیں ہوتی، اصل اذان زمانہ اقدس حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و زمانۂ صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما میں یہی تھی، پہلی اذان امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے زائد فرمائی ہے کما ثبت فی الصحیحین وغیرھما (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت اُن کے مکانوں پر جا کر فجر کی نماز کے واسطے بتاکید جگا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

نماز کے لیے جگانا موجبِ ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگائے کہ استنجاء و وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سُنّتیں پڑھے اور تکبیر اولٰے میں شامل ہو جائے، واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

مسئلہ (۳۴۱) اذان مسجد میں صبح کاذب میں کہنا چاہیئے یا صبح صادق میں ؟

الجواب

ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت جائز نہیں اگرچہ فجر کی ہو ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۲) ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں صلاۃ پکارنا عیدین وجمعہ میں کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عیدین میں "الصلوٰۃ جامعۃ" کہا جائے ، اور جمعہ میں تثویب حسبِ استحسان متاخرین جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت ومصلحت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سُن کر خود جمع ہو جاتے ہیں تو تثویب ہرگز نہ کہی جائے کہ اُن سے یہ عادتِ حسنہ چھُڑا کر انتظارِ تثویب کا خوگر کردینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت اور اُس کے فعل میں مصلحت ہے وہاں کہی جائے ھذا ھو التحقیق و بہ یحصل التوفیق (تحقیق یہی ہے اور اس سے مطابقت حاصل ہوجاتی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۴۳) سوائے اذان کے آواز دینا کہ چلو جماعت تیار ہے یا کسی نمازیِ پنجوقتہ یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقتِ آخر تک انتظار کرنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنے کہ وقتِ کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحباب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منتظر مردِ شریر نہیں جس سے خوفِ ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر ثقیل ہوگا تو قدرِ سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے اور اگر ابھی لوگ حاضر ہی نہیں یا منتظر سے ترکِ انتظار میں خوفِ ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدرِ سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہیئے جب تک وقتِ کراہت نہ آئے انتظارِ مسنون ، جو عوام میں بقدر چار رکعت کے مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سُن کر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہوجائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انفراغ وطہارت کے بعد حاضر مسجد ہوجائے ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۴) از مدرسہ اشاعۃ العلوم دوم جمادی الاولٰے ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دعوٰی کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہولیں اور صف سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جانماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے اور عمرو دعوٰی کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی اور مؤذن "حی علی الفلاح"

marfat.com

تک پہنچ جائے اُس وقت امام ومقتدی کھڑے ہوجائیں اور جس وقت "قد قامت الصلاۃ" کہے تب امام تکبیر کہے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے، دیگر صورتِ مسئلہ یہ ہے اگر کوئی شخص نمازِ جمعہ میں امام کو تشہد میں پائے یا سجدۂ سہو میں اب جمعہ اُس کا ادا ہوگیا یا نہیں؟

الجواب

عمرو حق پر ہے کھڑے ہوکر تکبیر سُننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہورہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکبر "حی علی الفلاح" تک پہنچے اُس وقت کھڑا ہو، وقایہ میں ہے:

یقوم الامام والقوم عند "حی علی الصلاۃ" و یشرع عند "قد قامت الصلاۃ"۔[1]

امام اور نمازی "حی علی الصلاۃ" پر کھڑے ہوں اور "قد قامت الصلاۃ" کے الفاظ پر امام نماز شروع کردے۔ (ت)

محیط وہندیہ میں ہے:

یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ ھو الصحیح۔[2]

ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک جب اقامت کہنے والا "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

جامع المضمرات وعالمگیریہ ورد المحتار میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ "حی علی الفلاح"۔[3]

جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت کھڑا ہو۔ (ت)

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

اقول ولا تعارض عندی بین قول الوقایۃ واتباعہا یقومون عند "حی علی الصلاۃ" والمحیط والمضمرات ومن معہما عند "حی علی الفلاح" فانا اذا

اقول: صاحبِ وقایہ اور ان کے متبعین "حی علی الصلاۃ" کے موقعہ پر کھڑا ہونے کا قول کرتے ہیں اور صاحبِ محیط، مضمرات اور ان کی جماعت "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑا ہونے کا قول

---

[1] مختصر الوقایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی صد ۱۲
[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷
[3] " " " " " "

marfat.com

حملنا الاول علی الانتهاء والأخر علی الابتداء اتحد القولان، ای یقومون حین یتم المؤذن حی علی الصلاۃ ویأتی علی الفلاح وهذا ما یعطیه قول المضمرات یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح ولعل هذا اولی مما فی مجمع الانهر من قوله وفی الوقایۃ ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلاۃ ای قبیلہ[1] اھ

کرتے ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ جب ہم پہلے قول کو انتہا اور دوسرے کو ابتدا پر محمول کریں تو دونوں قولوں میں اتحاد حاصل ہوجاتا ہے یعنی جب مؤذن "حی علی الصلاۃ" پورا کرکے حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اس کی تائید مضمرات کے ان الفاظ سے ہوتی ہے" اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن "حی علی الفلاح" پر پہنچے اور یہ اس سے بہتر ہے جو مجمع الانہر میں اس کا قول ہے: وقایہ میں ہے کہ امام اور نمازی "حی علی الصلاۃ" کے وقت یعنی اس سے تھوڑا سا پہلے کھڑے ہوں اھ۔ (ت)

یہ اُس صورت میں ہے کہ امام بھی وقتِ تکبیر مسجد میں ہو، اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اُسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اُس وقت تک کوئی کھڑا ہو لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تقوموا حتی ترونی (کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: تم نہ کھڑے ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو۔ت) پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہوجائیں اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہولے مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے باہر کہی تو فراغ پر بھی کھڑے نہ ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس وقت قیام کریں، ہندیہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

فاما اذا کان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلک الصف والیہ مال شمس الائمۃ الحلوانی والسرخسی وشیخ الاسلام خواھر زادہ وان کان الامام دخل المسجد من قدامهم یقومون کما رأوا الامام وان کان المؤذن والامام واحدا

اگر امام مسجد سے باہر ہو اگر وہ صفوں کی جانب سے مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ گزرے وہ صف کھڑی ہوجائے، شمس الائمہ حلوانی، سرخسی، شیخ الاسلام خواہرزادہ اسی طرف گئے ہیں، اور اگر امام اُن کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو اُسے دیکھتے ہی تمام مقتدی کھڑے ہوجائیں، اگر مؤذن اور امام ایک ہی ہے پس اگر اس نے مسجد کے اندر

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الاذان مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۸

marfat.com

فان اقام فی المسجد فالقوم لا یقومون مالم یفرغ عن الاقامۃ وان اقام خارج المسجد فمشایخنا اتفقوا علی انھم لا یقومون مالم یدخل الامام المسجد ویکبر الامام قبیل قولہ قد قامت الصلاۃ قال الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی وھو الصحیح ھکذا فی المحیط[1]۔

ہی تکبیر کہی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک وہ تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر اس نے خارج از مسجد تکبیر کہی تو ہمارے تمام مشائخ اس پر متفق ہیں کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک امام مسجد میں داخل نہ ہو اور امام "قد قامت الصلاۃ" سے تھوڑا پہلے تکبیر تحریمہ کہے امام شمس الائمہ حلوانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جمعہ بھی ہمارے امام کے نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے ہے۔ سلام سے پہلے جو شریک ہو لیا اس نے جمعہ پالیا دو ہی رکعت پڑھے، درمختار میں ہے:

من ادرکھا فی تشھد او سجود سھو علی القول بہ فیھا یتمھا جمعۃ خلافا لمحمد[2]۔

جس شخص نے جمعہ کی نماز میں تشہد یا سجدہ سہو میں اس قول پر جو جمعہ میں سجدہ سہو کا قول کرتے ہیں امام کو پایا تو وہ نماز کو جمعہ کے طور پر پورا کرے اس میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۵) ایک طالب علم اذان میں حی علی الصلاۃ ایک بار دہنی طرف منہ پھیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الفلاح کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الصلاۃ اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر حی علی الفلاح کہتے ہیں اور اس طرح اذان دینے کو افضل کہتے ہیں اور حاشیۂ ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں اس طرح آیا ہے، یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اذان دیا کریں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ محض غلط و خلافِ سنت ہے، علمگیریہ و محیط سرخسی میں ہے: یترتب بین کلمات الاذان و الاقامۃ کما شرع[3] (کلماتِ اذان و تکبیر میں اسی ترتیب کا قائم رہنا ضروری ہے جس پر مشروع ہوئے ہیں۔ ت) مسند احمد و سنن ابی داؤد وغیرہما میں عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷
[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ ۱/۱۱۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ ۱/۵۶

marfat.com

فرشتے نے کہا یوں کہا کرو (کلماتِ اذان یہ ہیں) :

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ[1]

عبداللہ بن زید نے فرمایا حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے میں نے عرض کی، حضور نے فرمایا: ان ھذہ لرؤیا حق ان شاء اللہ تعالٰی، ثم امر بالتاذین، فکان بلال مولی ابی بکر یؤذن بذلک[2]۔

اِن شاء اللہ تعالٰے یہ خواب بیشک حق ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بلال مولٰی ابی بکر رضی اللہ تعالٰے عنہما کو اذان کا حکم دیا وہ اس طور مذکور پر اذان دیا کرتے تھے۔

صحیح مسلم وسنن نسائی وغیرہما میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے جو حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں اذان تعلیم فرمائی اس میں بھی شہادتین کے بعد یُوں ہی ہے :

حی علی الصلاۃ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ[3]۔

غرض دونوں حی علی الصلاۃ ایک ساتھ، پھر دونوں حی علی الفلاح ایک ساتھ پڑھنے میں کوئی شک نہیں، ہاں بعض علما نے مُنہ پھیرنے میں یہ طریقہ رکھا ہے کہ ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الصلاۃ پھر اسی کو بائیں طرف کہے، پھر ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الفلاح پھر اسی کو بائیں طرف کہے، فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی، مگر صحیح وہی ہے کہ دونوں بار حی علی الصلاۃ دہنی طرف کہہ کر دونوں بار حی علی الفلاح بائیں طرف کہے۔ ردالمحتار میں ہے: یلتفت فیھما یمینًا بالصلوٰۃ ویسارًا بالفلاح وھو الاصح (اصح یہ ہے دونوں میں حی علی الصلاۃ کے وقت دائیں طرف حی علی الفلاح کے وقت بائیں طرف منہ پھیرے۔ ت) "قہستانی عن المنیۃ" وھو الصحیح کما فی البحر والتبیین (اور صحیح یہی ہے جیسا کہ بحر وتبیین میں ہے۔ت) وقال مشایخ مرویمنۃ ویسرۃ فی کل، قال فی الفتح

---

[1] سنن ابی داؤد باب کیف الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۲
[2] " " " " " " " "
[3] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب بدء الاذان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۵

marfat.com

الثانی اوجہ وردہ الرملی بانہ خلاف الصحیح المنقول عن السلف[1] اھ باختصار
مشایخ مرو نے کہا ہے کہ ہر ایک میں دائیں اور بائیں منہ پھیرے (جیسے کہ قہستانی میں ہے) فتح میں ہے کہ دوسرا قول اوجہ ہے، اور رملی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلاف سے منقول صحیح قول کے منافی ہے اھ اختصار۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۶) ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی والے کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد اذان کے سلطانِ اسلام و قاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مؤدبانہ حاضر ہو یہی سنّت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ جماعت تیار ہے، یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں انھیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا مگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی والے متکبر کو کہ متکبر شرعاً مستحقِ توہین ہے نہ لائقِ رعایت جبکہ مظنۂ فتنہ نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۴۷) منشی عبدالقادر صاحب میسوری

یہاں یہ دستور ہے کہ نمازِ پنجگانہ وعیدین و نمازِ جنازہ میں شہروں اور قریہ وغیرہ سب جا صلاۃ صلاۃ پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتدا جاری ہے اس کے پکارنے سے نماز میں خلل ہے یا نہیں، یہاں چند صاحبان صلاۃ پکارنا بدعت یعنی ناجائز سمجھتے ہیں ازراہِ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب

عیدین میں الصلاۃ جامعۃ[2] (نماز کی جماعت تیار ہے۔ ت) باآواز بلند دو بار پکارنا مستحب ہے

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

یستحب ان ینادی لہا الصلوٰۃ جامعۃ بالاتفاق[3]

یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔ (ت)

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمۂ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ

---

[1] رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۵
[2] فتح القدیر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۰
[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۳۰۰

marfat.com

درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا:

یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ[1] ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی الکل ای کل الصلوات نظھور التوانی فی الامور الدینیۃ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما رأہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسنٌ[2]۔ اھ

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے اذان و اقامت کے درمیان تثویب کہنی چاہیئے۔ (ت)

"فی الکل" سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کہے کیونکہ دینی امور میں سستی غالب آچکی ہے۔ عنایہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویبِ فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے اھ (ت)

نمازِ جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن باآواز بلند کہتے ہیں: الصلاۃ علی المیّت یرحمکم اللہ (میت پر نمازِ جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) اور یہ سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ من احسن قولا ممن دعا الی اللہ[3] (اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی الھدٰی فلہ اجرہ واجر من تبعہ[4]

جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لیے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے، اور انکے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور زعمِ بدعت کا رد ہزار بار ہوچکا، ہر نو پیدا بات ناجائز نہیں ورنہ خود مدرسے بنانا، کتابیں تصنیف کرنا، صرف ونحو وغیرہما علوم کہ زمانۂ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے پڑھنا پڑھانا سب حرام ہوجائے اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا خود یہ اہلِ بدعت ہزارہا جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانۂ رسالت میں اس ہیئت کذائی سے موجود نہ تھیں، بعد کو حادث ہوئیں مگر اپنے لیے جو چاہیں حلال کرلیتے ہیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی

---

[1] الدرالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳۷
[2] ردالمحتار " مطبع مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۶
[3] القرآن ۴۱/۳۳
[4] مسلم شریف باب من سن سنۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
نوٹ: مسلم شریف کے الفاظ یوں ہیں من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لاینقص ذٰلک من اجورھم شیئا الخ۔ تذیر احمد سعیدی

اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۴۸) از دمن خرو عملداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف باآواز بلند پڑھتا ہے اور اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جزء ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

درود شریف قبلِ اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۹) از کیمپ میرٹھ کوٹھی خان بہادر کمرہ شیخ علاء الدین صاحب مرسلہ سید حسن صاحب

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

باعثِ استفسار یہ ہے کہ اگر صبح کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اختتام سے آگاہی کے واسطے صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جایا کرے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز وممنوع ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

لایؤذن قبل الوقت ویعاد فیہ وانکار السلف علی من یؤذن بلیل دلیل علی انہ لم یجز قبل الوقت[1]

قبل از وقت اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی جائے تو وقت کے اندر پھر لوٹائی جائے اور اسلاف کا رات کو اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ (ت)

البحر الرائق میں ہے: لایجوز قبلہ[2] (قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ ت) ختم سحری کے لیے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کرسکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صحیح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیرِ سحور سنت اور اس میں برکت ہے اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت وخلافِ شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لیے ہے

---

[1] تبیین الحقائق باب الاذان مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۹۳
[2] البحر الرائق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۶۲

marfat.com

جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل وضلالت ہے اُنھیں میں سے میرٹھ کی "دوامی جنتری" بھی سراپا غلط و بطالت ہے یونہی ہمیشہ رات کا فلاں معین حصہ چھوڑنا محض نادانی وجہالت ہے ان مجمل الفاظ کی تشریح اول طبع ہوچکی اور بعض فتوائے دیگر مفصلہ سے معلوم ہوگی بعونہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۵۰) از ملک گجرات بھڑوچ محلہ گھونسواڑہ آملہ مسجد مرسلہ محمد الدین مجددی ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنتِ جمعہ پڑھنے کے لیے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے مؤذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بغیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کے سنت قبل الجمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہوکر انتظار کرتے ہیں تاکہ مؤذن یہ صلاۃ سنت کی پکارے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں: الصلاۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ (جمعہ سے پہلی سنتیں ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہوجاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرتکب گناہ کا ہوگا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنتِ جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام اعظم کا مقلد رہتا ہے یا وہابی نجدی ہوکر اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، کیا وہ بے ایمان ہوجاتا ہے، کیا تثویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اُس کی کوئی اور صورت ہے، مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرماکر اجرِ عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب

تثویب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب ومستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام ہے اور اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کرلیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تعالٰی (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز ادا کرلو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ الا فی المغرب[1]۔

مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت میں تمام لوگوں کے لیے اذان واقامت کے درمیان معروف طریقہ پر تثویب کہی جائے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

بما تعارفوہ کتنحنح او قامت قامت او الصلوٰۃ الصلوٰۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلك جاز، نهر عن المجتبیٰ[1]۔

بما تعارفوہ سے مراد مثلاً کھانسنا ، نماز کھڑی ہوگئی، نماز کھڑی ہوگئی، نماز ، نماز ، اور اگر اس کے علاوہ کوئی الفاظ اطلاع کے لیے مخصوص کرلیے جائیں تو جائز ہیں۔ نہر نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے ۔ (ت)

اسی میں عنایہ سے ہے :

احدث المتاخرون التثویب بین الاذان و الاقامۃ ، علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب ، مع ابقاء الاول ، یعنی الاصل ، وھو تثویب الفجر ، و ما رأہ المسلمون حسنًا ، فھو عند اللہ حسنٌ[2]۔

کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویبِ فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے ، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالٰے کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے ۔ (ت)

مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں : (مثلاً)

(۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنّتِ جمعہ نہ پڑھنا ۔

(۲) مسجد میں جمع ہوکر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنتِ قبل الجمعہ کو اذن مؤذن کا محتاج کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ پکار کر اجازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے ۔

(۳) بغیر اس کے یہ سمجھنا کہ سُنّتیں نہ ہوں گی ۔

(۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا ۔

(۵) نہ پکارنے سے نمازِ جمعہ میں قصور سمجھنا ۔

(۶) نہ پکارنے والے کو تقلیدِ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باہر خیال کرنا ۔

(۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں، ان کے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان ساتوں رسوم و خیالاتِ باطلہ کا ہدم و اعدام لازم ہے ۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۷

[2] " " ۱/۲۸۶

marfat.com

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین میں سے نہیں پس وہ مردود ہوگی۔ (ت)

مسئلہ (۳۵۱) جمادی الاخرٰی ۱۳۲۹ھ

نمازِ جمعہ میں اذان کے بعد پھر صلاۃ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اذان کے بعد صلاۃ تثویب ہے اور تثویب کو علماء نے ہر نماز میں مستحب رکھا ہے۔ درمختار میں ہے:

یثوب فی الکل للکل بما تعارف وھو الا فی المغرب[2]۔

مغرب کے علاوہ ہر نماز کے وقت تمام لوگوں کے لیے متعارف طریقے پر تثویب کہنی چاہیئے۔ (ت)

عنایہ میں ہے: فی جمیع الصلوات سوی المغرب[3] (مغرب کے علاوہ تمام نمازوں میں تثویب جائز ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

التسلیم بعد الاذان حدث فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ[4]۔

اذان کے بعد صلاۃ وسلام ہر سوموار کو عشاء کی نماز کے موقعہ پر پڑھا جاتا تھا پھر جمعہ کے دن شروع ہوا اس کے دس سال بعد مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان کے بعد شروع کر دیا گیا پھر مغرب میں بھی دو دفعہ پڑھا جانا شروع ہوگیا اور یہ بدعتِ حسنہ ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

یؤذن ثانیا بین یدی الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الجلابی والتمرتاشی ذکرہ

اور مؤذن دُوسری بار خطیب کے سامنے اذان دے (جب خطبہ پڑھنے کے لیے وُہ منبر پر بیٹھے) ماتن نے فعلِ مؤذن کو بصیغہ واحد لاکر افادہ کیا کہ جب مؤذن ایک سے زیادہ ہوں تو اذان یکے بعد دیگرے کہیں

---

[1] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳
[2] درمختار باب الاذان " " ۱/ ۶۳
[3] عنایۃ مع فتح القدیر " " ۱/ ۲۱۴
[4] درمختار " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۴
" مجتبائی دہلی

marfat.com

القهستانی[1] واللہ تعالٰی اعلم

سب مل کر نہ کہیں۔ جیسا کہ جلابی اور تمرتاشی میں ہے۔ اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۵۲) اوّلاً از شہر بہڑوچ لال بازار چنار واڑ مرسلہٗ عباس میاں صاحب و مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب صدیقی۔

ثانیاً از احمد آباد محلہ خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علوی مرسلہٗ جناب شاہ سید احمد صاحب ابن سید غلام وجیہ الدین صاحب علوی ۱۹ جمادی الاولے ۱۳۳۰ھ

مرشدنا جناب مولٰینا حاجی مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے بندۂ غلام خاکسار عباس میاں کی طرف سے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فتنہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلاۃِ جمعہ کہے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی اُس کو کہتے ہیں اور گمراہ جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خُرم علی اور ترجمۂ غایۃ الاوطار سے اور مائۃ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گنگوہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتوی جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مہر میں ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے سات اعتقاد باطل وضلال لکھے ہیں وہ ہمارا کہنا نہیں فقط اتنا ہے کہ روزِ جمعہ کو ندا جو معمول مدتِ مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لیے اول ایک رسالہ نور الشمعہ چھپ گیا ہے اس میں لکھا ہے یہ ندا جائز بلکہ مستحسن ہے اور جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب احمد آبادی نے ایک فتوی اس ندا کے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اس کو اب یہ شخص منع کرتا اور بدعتی کہنا گناہ بتاتا ہے اور جھوٹے سوال لکھتا اور جواب منگواتا ہے غلام گنہگار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور طفیل غوث الورٰی کے میرے گناہ بخشے آمین! عباس میاں ولد علی میاں۔

خط ثانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات حامی شرع مبین مولانا و اولٰینا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب از جانب فقیر حقیر سیّد احمد علوی الوجیہی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندہ نے مستشار العلماء لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و گنگوہ میں جاکر کچھ پڑھا فی الحال بہڑوچ میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع بہڑوچ کے گاؤں میں جاری کیا ہے قبلۂ عالم نفس تثویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تثویب کا ثبوت کسی کتاب حنفیہ سے نہیں یہ بدعتِ مذمومہ ہے آپ نے تثویب کو اسی مستشار العلما میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے

---

[1] درمختار باب الجمعہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

marfat.com

تثویب کو بحمداللہ کتاب حنفیہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفسِ تثویب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اس کو بدعتی کہتے ہو، تو وہ اور اسکے لواحق جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہیئے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں، یہ مستشار العلما اس نے چھپوا کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کدورتیں ان کے دلوں میں جم گئی ہیں آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دُور فرمائے، آمین۔ رقیمہ نیاز سید احمد علوی الوجیہی

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لك الحمد صل علی المصطفی و اٰله وصحبه وبارك وسلم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم خادمان دار الافتاء جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیا و دیانت کس درجہ تک پہنچی ہے اور ایسوں سے مخاطبہ کا کیا موقع رہا ہے اُس کے بعد اصل سوال تثویب کا جواب جو لعون الوہاب اعلیٰحضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا مجموعۂ مبارکہ فتاوائے رضویہ سے نقل کریں وباللہ التوفیق یہاں خیانت ہائے دیوبندیہ پر یہ امر یہاں داعی ہوا کہ دار الافتاء کا فتوی تثویب جمعہ جو جناب کے مرسلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دار الافتا میں ملک گجرات شہر بھڑوچ محلہ گھونسواڑہ مسجد آملہ سے محمد دین مجددی نے بھیجا، اور ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ کو اس کا جواب دار الافتا سے امضا ہوا جس کی نقل فتاوائے اعلیٰحضرت کی جلد دوم کتاب الصلاۃ میں ہے۔ اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریفیں کیں جو کسی حیادار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ نو مسلم دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب جاتا رہا کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیوہ ہے لہذا اطلاعِ مسلمین کے لیے اُن کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان اُن صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور اُن کے ضرر سے محفوظ رہیں، کسی مسئلہ میں ان کے شور غل پر کبھی کان نہ رکھیں کوئی عقلمند ایسی خصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلمہ پڑھتا اور اللہ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے آیا ایسی خیانتیں اہلِ حق کرتے ہیں یا وہ کھلے باطل والے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آ گئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اُترے کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرنا گوارا کرے گا یا اُنھیں کسی انسان کا قابل خطاب جانے گا، جو ایمان سے کچھ بھی علاقہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے

marfat.com

اورہٹ دھرم بے حیا کا کہیں علاج نہیں، ہم پہلے فتوائے تثویب میں اُن کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیرِ ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خُوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں ع

ایں خانہ تمام آفتاب است

پہلی خیانت فتوائے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ جو اصطلاح مقرر کرلیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تو اس وجہ پر یہ کہنا زیرِ مستحب داخل ہوسکتا ہے بھلا اس کا زیرِ مستحب داخل ہونا انھیں کب گوارا ہوتا لہذا اسے ایک دم ہضم فرمالیا۔

دوسری خیانت عبارت ردالمحتار[1] اوقامت تک نقل کرکے "الخ" بنا دیا حالانکہ فتوائے مبارکہ میں وہ یُوں تھی:

اوقامت قامت اوالصلاۃ الصلاۃ ولواحدثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نھر عن المجتبٰی۔

نماز کھڑی ہوگئی، نماز کھڑی ہوگئی، نماز، نماز، اگر کوئی اور اصطلاح بھی اطلاع کے لیے بنائی جائے تو جائز ہے یہ نہر میں مجتبٰی سے نقل ہے۔ (ت)

یہ عبارت اعلٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ کہنا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کتر لیا۔

تیسری خیانت اس کے بعد فتوائے مبارکہ میں یہ عبارت تھی: اُسی میں عنایہ سے ہے:

احدث المتاخرون التثویب بین الاذان و الاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[2]۔

متاخرین نے اصل یعنی تثویبِ فجر کو باقی رکھتے ہوئے معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

یہ بھی اسی جرم پر اڑا لی گئی کہ اُس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ما تعارفوہ موجود تھا۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۷
[2] ردالمحتار " " ۱/۲۸۶

marfat.com

چوتھی خیانت فتوائے مبارکہ میں تھا یہ پانچوں اعتقاد باطل وضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنا لیے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر جو مسلمانوں کی طرف نسبت کیے ثابت نہ ہوسکیں تو اگلی دو باتوں کو بھی بزورِ خیانت اعتقاد میں داخل کرکے مسلمانان بہڑوچ اہل سنّت کا فاسد العقیدہ ہونا بتا سکیں۔

پانچویں خیانت اس کے اخیر میں اعلٰحضرت کی مہر پہ چھاپی ۱۳۰۱ محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفٰے احمد رضا خاں یہ مہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر ۱۳۲۷ھ میں گم ہوگئی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۸ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کریں گے اس میں یہ شعر کندہ ہے: ؎

یا مصطفٰی یا رحمۃ الرحمٰن

یا مرتضٰی یا غوثنا الجیلانی

غالباً انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے، ایک صاحب مذہباً دیوبندی سکنا رام پوری سُنّی بن کر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کے لیے فتاوائے مبارکہ کی کتاب الحظر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبدالقادر خاں رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے، سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہیئے یا سوم کی، اس کا جواب اعلٰحضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن، باقی یہ تعیینیں عرفی ہیں جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ ان بزرگ نے بین السطور میں موٹے قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا جہالت ہے کے بعد لفظ و بدعت اور بڑھادیا وہ اب تک فتاوائے مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاوائے مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب الحظر ص ۳۱۰ ملاحظہ ہو لطف یہ کہ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کے بعد بڑھایا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جملۂ اردو پر جملۂ فارسی کا عطف ہوگیا جو ہرگز اعلٰحضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں، افتراء کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واؤ سے ہوتا، طرفہ یہ کہ مجموعۂ فتاوٰی گنگوہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجدد المائۃ الحاضرہ کا یہ فتوٰی مع زیادت مفتری چھاپ دیا اور اس میں ص ۱۵۰ پر یوں بنا دیا جہالت و بدعت ہے ان کو سوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی۔

ساتویں خیانت ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا فتوائے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تعیّنِ سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں، حالانکہ فتوائے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں ہاں دوجے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ کہ خاص اس تعیّن کو ضروری جاننا جہالت ہے اور کہاں یہ

marfat.com

کہ سرے سے تعین ہی جہالت و بدعت ہے اُن رام پوری دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نہ چلا اصل سوم تو جائز ہی رہا، لہٰذا یوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا گنٹھ جوڑا ملا دیا، غرض ؎

بیباک ہو عیار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

آٹھویں خیانت یونہی مجموعۂ گنگوہی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۰ پر مجدد المائۃ الحاضرہ کا ایک فتوٰی چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شراب خور داڑھی منڈا گستاخی سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر ہنسنے والا ہو ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا منبر پر تعظیماً بٹھانا جائز ہے یا نہیں، اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ سخت کبائر اور مرتکب اشد فاسق اور مستحق نار و غضب رحمٰن ہے اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب اور بے وضو بھی جائز اگر نیت استخفاف کی نہ ہو اور تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے یونہی مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا کفر ہے یونہی داڑھی رکھانے کی توہین کلمۂ کفر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ مسلمان دیکھیں کہ اس فتوائے مبارکہ میں ایسے فاسق فاجر بے نمازی شراب خور توہین کنندۂ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس میلاد مبارک مروجۂ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر جیاداروں نے عوام کی آنکھوں پر اندھیری ڈالنے کے لیے اس کا سرنامہ یہ لکھ دیا فتوی در باب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعۂ فتاوی قلمی مولوی احمد رضا خاں صاحب، سچ ہے "بے حیا باش و آنچہ خواہی کن" (بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کر تارہ۔ ت) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نویں خیانت جیاداروں کو اور تیز و تند چڑھی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں لے بڑھی متبعین مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خوف کرنے کا مقام ہے کہ وہ مجالس مروجہ ممنوعۂ بلتدعہ ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدا نے حرام کیا بلکہ کفر و مستحق نار و غضب رحمٰن تعالٰی شانہ لکھتے ہیں۔ مسلمانو! خدارا انصاف، حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر تعظیماً بٹھانے کی نسبت تھا ظلم یہ کہ مستحق نار و غضب رحمٰن کہ اُس تارک الصلاۃ شرابخور توہین کنندۂ شرع کو کہا تھا بے حیاؤں نے اسے بھی مجالس میلاد مبارک پر ڈھال دیا، مسلمانو! کیا اسی کو دین و دیانت کہتے ہیں ع

آدمیان گم شدند ملک خیانت گرفت

دسویں خیانت مجلس مبارک کو حرام و مستحق نار و غضب جبار ٹھہرانے پر بھی دشمنانِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بکمال بے ایمانی اپنی اس بکرِ فکر کی نسبت اعلٰحضرت مجددِ دین و ملت سے کر دی کہ وہ مجالسِ مروجہ کو کفر لکھتے ہیں، سچ ہے جب "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" سے حصہ لیں تو پورا ہی نہ لیں بن پڑے تو ابلیس کے لیے

marfat.com

بھی باقی نہ چھوڑیں۔ مسلمانو! للہ انصاف، کفر کا لفظ ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت وسنّت پر ہنسنے کی نسبت تھا یا مجالسِ مبارکہ کی نسبت، مسلمانو! للہ انصاف، شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکر کرتا ہوگا، "ولاحول ولاقوۃ الا باللہ" خود اعلیٰحضرت کے یہاں اُن کے پردادا صاحب حضرت مولٰنا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفۂ حضرت مولانا شاہ انوار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے وقت سے بفضلہ تعالےٰ آج تک کہ سَو برس کامل سے زائد ہوئے مجالسِ میلاد شریف کا انعقاد کمالِ اہتمام واعلانِ عام کے ساتھ ہوتا ہے بحمدہٖ تعالےٰ ہزاروں مسلمان حاضر آئے اور ذکرِ اقدس حضور پُرنور سیّدِ یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فیض وشرف پائے ہیں شہر بھر میں معلوم ہے کہ ربیع الاول شریف کی بارھویں خاص اعلیٰحضرت کے دولت خانۂ فیض کاشانہ کے لیے اُسی زمانے سے مخصوص ہے، اعلیٰحضرت کے یہاں اور بھی مجالس میلاد مبارک ہوا کرتی ہیں مگر بارھویں شریف کا پڑھنا خصوصاً خاص ذکرِ ولادت اقدس روزِ اول سے خود حضرت بانیِ مجلس صاحبِ خانہ کا حصہ ہے جو بعونہٖ تعالیٰ سَو برس سے آج تک ناغہ نہ ہُوا سوائے ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ کے کہ اس کی بارھویں مبارک کو اعلیٰحضرت بحمداللہ تعالےٰ سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالےٰ علی مطیبہا وبارک وسلم میں شرف آستانہ بوسی سے مشرف تھے اُس سال اعلیٰحضرت کے برادر اوسط مولوی حاجی محمد حسن رضا خان صاحب حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نیابت کی پھر اعلیٰحضرت اور اُن کے والد ماجد قدس سرہٗ کے فتاوٰی ومستقل تصانیف اس مجلس مبارک کے استحباب واستحسان میں موجود ہیں، معتقدینِ اعلیٰحضرت اس تمام آفتاب عالمتاب سے معاذ اللہ آنکھیں بند کرکے کوّوں کی شہادت پر دیوبندیوں کی مان لیں گے کہ اعلیٰحضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک حرام بلکہ کفر ہے تف تف ہزار تف مسلمانو! دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھی، پھر دعوائے دین ودیانت باقی ہے، سبحٰن اللہ یہ منہ اور یہ دعوےٰ خیر اتنی اچھی کہی کہ معتقدینِ اعلیٰحضرت کے لیے خوف کا مقام ہے الحمدللہ خوف کا مقام اولیا وصلحاء کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوفِ خدا نہ شرمِ رسول دن دہاڑے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں کہ اُن کو دھوکے دیں اُن کے عقائد کو ضرر پہنچائیں ان کے اکابر کی نیک نامی کو دھبّا لگائیں مگر بحمداللہ ان کی خاک اُلٹ کر اُنہیں کے منہ اور اُن کے پیشوا حضرت گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بحقدار رسید۔

گیارھویں خیانت خیر یہ "تلک عشرۃ کاملہ" جیسی تھیں اب ان کی وہ لیجئے جس کے آگے یہ اور ان جیسی سَو خیانتیں اور ہوں تو کان ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالۂ خبیثہ سیف النقی کے کوتک کہ اعلیٰحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد وجدِ امجد وپیر مرشد وحضور پرنور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام سے کتابیں تراش لیں ان کے مطبع گھڑ لیے صفحے دل سے بنا لیے عبارتیں خود ساختہ لکھ کر اُن کی طرف بے دھڑک نسبت کرکے چھاپ دیں اور سربازار اپنی حیا کی اوڑھنی اتار، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بک دیا کہ

آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و غوث اعظم فلاں فلاں کتابوں مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالاں کہ دنیا میں نہ اُن کتابوں کا پتا نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت، جرأت ہو تو اتنی تو ہو اس کا حال **العذاب البئیس** و **ابحاث اخیرہ** و **رماح القہار** وغیرہا میں بارہا چھاپ دیا، اب پھر سُن لیجئے اسی رسالۂ خبیثہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلیٰحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولٰنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑ لی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں[1]

مسئلہ (۳۵۳) از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

ایک بار اذان ہو چکی ہے کسی دُوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کر دی درمیان میں کسی ہمسایہ نے اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاً رک جائے یا اذان کو پُورا پڑھے۔

الجواب

اگر مسجد مسجدِ محلہ ہے جہاں کے لیے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولٰے ہو چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور ان کو اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاً رک جائے اور اگر مسجد عام ہے مثلاً مسجد بازار و سرا و اسٹیشن و جامع تو ہرگز نہ رُکے اذان پُوری کرے ممانعت جہالت ہے اور اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اولٰے ابھی نہ ہُوئی تو اختیار ہے چاہے رک جائے یا پُوری کرے اور اتمام اولٰے ہے۔

وذلك لان فی الاولی اعادۃ اذان لجماعۃ ثانیۃ فی مسجد محلۃ وھو لا یجوز وفی الثانیۃ اعادۃ اذان لجماعۃ اخری فی مسجد شارع وھو مسنون فلا یترک وفی الثالثۃ لا نھی ولا طلب فخیروا تمام ذکر شرع فیہ افضل لا سیما وقد استحسنوا التثویب۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰے اعلم۔

اور یہ اس لیے ہے کہ پہلی صورت میں محلے کی مسجد میں دوسری جماعت کے لیے دوبارہ اذان دی جا رہی ہے جو کہ ممنوع ہے اور دوسری صورت میں شارع عام کی مسجد میں دوسری جماعت کے لیے اذان کا اعادہ ہے اور یہ مسنون ہے، تیسری صورت میں نہ منع ہے اور نہ حکم، پس اب اختیار ہے، اور جب شروع کر لی گئی تو اب اسے مکمل کرنا افضل ہے خصوصاً اس حال میں جبکہ فقہاء نے "تثویب" کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (ت)

---

[1] یہ یہیں تک ناتمام تھا لیکن مفید تھا اس لیے چھاپ دیا ۱۲

marfat.com

مسئلہ (۴۵۴) ازمقام کبیر کلاں ڈاک خانہ خاص علاقہ ڈہائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللہ ٹھیکیدار
۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

اقامت صف کے دہنی جانب کہی جائے یا بائیں، اس میں کوئی فضیلت دہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط۔

الجواب

اقامت امام کی محاذات میں کہی جائے یہی سنّت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو دہنی طرف لفضل الیمین عن الشمال (کیونکہ دائیں جانب کو بائیں پر فضیلت ہے۔ت) ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود بکل حال (کیونکہ مقصود ہر حال میں حاصل ہوتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر، اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو اُن سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہوگئی ہو؟

(۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلافِ شریعت و حدیث و فقہ ہوں؟

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ۔ سنت اُس وقت مُردہ کہلائے گی جب اُس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مُردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنتِ مردہ زندہ کریں، اگر ہے تو کیا اُس وقت اُن پر یہ اعتراض ہو سکے گا

marfat.com

کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے، اگر یہ اعتراض ہوسکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اُس کی فصیل پر کھڑے ہوکر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہوجائیگا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے؟ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو، بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔

سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵ میں ہے:

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر[1]

سائب بن یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا جب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہوگیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بھی (اذان کا) مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض صاحب جو "بین یدیہ" سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں "بین یدی" ہے اور ساتھ ہی "علیٰ باب المسجد" ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسی قدر "بین یدیہ" کے لیے درکار ہے۔

(۳) بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاوی قاضی خاں طبع مصر جلد اول صفحہ ۸، لا یؤذن فی المسجد[2] (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے) فتاوی خلاصہ قلمی صفحہ ۶۲ لا یؤذن

---

[1] سنن ابی داؤد — باب وقت الجمعہ — مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان — ۱/۱۵۵

[2] فتاوی قاضی خان — کتاب الصلوٰۃ مسائل الاذان — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۳۷

marfat.com

فی المسجد[1] (مسجد میں اذان نہ ہو) خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لایؤذن فی المسجد[2] (مسجد کے اندر اذان نہ کہیں) فتاوٰی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لا یؤذن فی المسجد[3] (مسجد کے اندر اذان منع ہے) بحرالرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶۸ لایؤذن فی المسجد[4] (مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے) شرح نقایۂ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد[5] (اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) امام صدرالشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو) غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۵۷ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ[6] (اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر) فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱ قالوا لایؤذن فی المسجد[7] (علمانے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے) ایضا باب الجمعۃ صفحہ ۲۱۴ ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ[8] (جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکرِ الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدودِ مسجد میں اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے) طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم[9] یعنی نظم امام زندویسی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اب زمانۂ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں: "قولہ بین یدیہ[10] ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی" یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے رُوبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنّت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو ـــــ جب وہ تصریح کرچکے کہ باہر ہی ہونا سنّت ہے تو اندر ہونا خلافِ سنّت ہُوا تو اُس کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ چاہے سنّت کے مطابق کرو چاہے سنت

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوٰۃ الفصل الاول فی الاذان مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۹

[2] خزانۃ المفتین فصل فی الاذان (قلمی نسخہ)

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی الاذان ص ۱۹

[4] البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵

[5] شرح النقایۃ للبرجندی باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵

[6] غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی سنن الصلوٰۃ اول السنن الاذان نولکشور لکھنؤ ۱/۸۴

[7] فتح القدیر کتاب الصلاۃ باب الاذان مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷۷

[8] فتح القدیر باب الجمعۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۵

[9] طحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلاۃ باب الاذان " " " ۲/۲۹

[10] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح وقایہ، باب الصلاۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۰۷
مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۴۵

marfat.com

کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ "بین یدیہ" (امام کے سامنے ۔ ت) سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اُس کے معنے صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنّت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنے لیے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں، بہرکیف اتنا ان کے کلام میں صاف مصرح ہے کہ اذانِ ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنّت ہے تو بلاشبہہ مسجد کے اندر ہونا خلافِ سنت ہے وللہ الحمد۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اَڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیئے۔

(۵) ظاہر ہے جو بات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اُسی سے بچنا چاہیئے نہ کہ سنت وحکم حدیث وفقہ سے۔

(۶) مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارۂ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں مسجد حرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰ :

المطاف ھو ماکان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجدا[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہر حیات میں مسجد حرام مطاف تک ہی تھی۔ (ت)

تو حاشیۂ مطاف بیرون مسجد ومحل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لیے مقرر تھی بدستور مستثنٰی رہے گی ولہذا مسجد اگر بڑھا کر کنواں اندر کرلیا وُہ بند نہ کیا جائے گا جیسے زمزم شریف، حالانکہ مسجد کے اندر کنواں بنانا ہرگز جائز نہیں، فتاوی قاضیخان وفتاوی خلاصہ وفتاوی علمگیریہ صفحہ ۴۰ :

تکرہ النضمضۃ والوضو فی المسجد الا انیکون ثمہ موضع اعد لذلک ولا یصلی فیہ[2]۔

مسجد میں وضو اور کلی کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں ان کے لیے جگہ بنائی گئی ہو، اور وہاں نماز ادا نہ کی جاتی ہو۔ (ت)

وہیں ہے : لا یحفر فی المسجد بئر ماء ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم[3] (اور مسجد میں کنواں نہیں کھودا جائے گا اگر وہاں قدیم اور پرانا کنواں ہو تو چھوڑ دیا جائے جیسے زمزم کا کنواں۔ ت)

تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری فصل فی اماکن الاجابۃ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۲
[2] فتاوٰی ہندیۃ باب السابع فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور ۱/۱۱۰
[3] " " " " " " " " " "

marfat.com

بلند مکبّرہ پر کہتے ہیں طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو "بین یدیہ" وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہوگیا تو ہندی فہم وطریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لیے مستثنٰی ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا، اور اسی طرح خلاصہ وفتح القدیر وبرجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو۔ اس کی نظیر موضع وضو وچاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کردئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام، اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کردینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قطع صفا قطعه الله[1] (جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کردے) رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ یہ کہ مکبرہ کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے۔ اب ہمیں افعال موذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا نام لیتا ہے یہ باآواز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باآواز دعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ درمختار وردالمحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹:

اما ما یفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضی ونحوه، فمکروه اتفاقا[2]۔

یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علما کا کیا اختیار۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو اُن کی نمازوں کی بھی خیر نہیں، دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار وردالمحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتیِ مدینہ منورہ

---

[1] سنن النسائی کتاب الامامۃ فضل الصف مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

[2] درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

marfat.com

علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالٰی نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاوی اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے :

اما حرکات المکبرین و صنعھم ، فانا ابرأ الی اللہ تعالٰی منہ[1]۔

یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالٰی کی طرف برارت کا اظہار کرتا ہوں۔

اور اُوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا ، پھر کسی عاقل کے نزدیک اُن کا فعل کیا حجت ہوسکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیر حکم۔

(۷) بیشک احادیث میں سنّت زندہ کرنے کا حکم اور اُس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من احیا سنتی ، فقد احبنی ، و من احبنی کان معی فی الجنۃ[2]۔ اللھم ارزقنا۔

جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اے اللہ ! ہمیں یہ رفاقت عطا فرما'

رواہ السجزی فی الابانۃ والترمذی بلفظ من احب (اسے سجزی نے ابانۃ میں روایت کیا اور ترمذی نے "من احب" کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ ت)

بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من احیا سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیأ[3]۔ رواہ الترمذی و رواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ

جو فسادِ اُمت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے

---

[1] فتاوی اسعدیہ کتاب الصلاۃ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱/۸

[2] جامع الترمذی باب اخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۲

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۲

سنن ابن ماجہ باب من سنۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

marfat.com

اجرمائۃ شھید[1] رواہ البیھقی فی الزھد۔ اسے سَو شہیدوں کا ثواب ملے۔ اسے بیہقی نے زہد میں روایت کیا۔

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنّت کی جائے گی جو مُردہ ہوگئی اور سنت مُردہ جبھی ہوگی کہ اُس کے خلاف رواج پڑجائے۔

(۸) احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنّت کو زندہ کریں اور سَو سَو شہیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے یوں ہو تو کوئی سنّت زندہ ہی نہ کرسکے، امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتنی سُنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہُوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

(۹) حوض کہ بانیِ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اُس کی فصیل ان احکام میں خارج از مسجد ہے لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم (کیونکہ یہ جگہ وضو کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت)

(۱۰) لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنتِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذات ہوجائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اُسے قیامِ مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔

مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھ لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلسنت سے معروض : حضرات! احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے:

تعاونوا علی البر والتقوٰی[2]۔ نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلّف بیان حق فرمائیے اور اس وقت

---

[1] کتاب الزہد الکبیر للبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار القلم الکویت ص ۱۵۱

[2] القرآن ۵/۲

marfat.com

لازم ہے کہ ان دسنوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی :

(۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے ؟

(۱۲) کیا محتمل صریح کا مقابل ہوسکتا ہے ؟

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط ؟

(۱۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے ؟

(۱۵) قرآن مجید کی تجوید فرضِ عین ہے یا نہیں ، اگر ہے تو کیا سب ہندی علما اسے بجا لاتے ہیں یا ننو ے میں کتنے ؟ بینوا توجروا ۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ (۳۵۶) از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالمقتدر صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

حضرت جناب مخدوم ومحترم ومکرم ومعظم ادام اللہ تعالٰے برکاتکم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ یہ بات کہ اس اذان کا کب سے داخل مسجد ہونا معمول ومروج ہوا ، یقینی طور سے محقق نہیں ہوا ، علی الباب اذان کا مسنون ہونا اگر کسی کتاب فقہ میں نظر پڑا ہو تو لکھئے اکثر لوگ اس کے طالب ہیں فقط ۔

الجواب

علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دعوٰی کس کا ہے یہاں سے تو دو باتیں کہی گئی ہیں ، ایک یہ کہ "بین یدیہ" (خطیب کے سامنے ۔ ت) ، دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے ، دونوں کی روشن سندیں کتب فقہ سے دے دی گئیں مسجد کریم میں زمانۂ اقدس میں دروازۂ شمالی خاص محاذات منبر اطہر میں تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے ۔ ت) لہذا درِ مسجد پر یہ اذان ہوتی نہ یہ کہ خصوصیت باب ملحوظ تھی یہاں کے فتوے میں جواب سوالِ دہم ملاحظہ ہو سنیت خصوص علی الباب کا کون قائل ہے اذان اول کی سنیت پر "زاد عثمان علی الزوراء" (حضرت عثمان نے مقامِ زوراء پر اذان کا اضافہ کیا ۔ ت) سے استناد کرنے والے علما کیا اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازار میں ہونا سنت ہے یا ان سے یہ مطالبہ ہوسکتا ہے کہ فقہا نے اس خصوصیتِ بازار کو کہاں مسنون لکھا ہے ، واللہ تعالٰے اعلم ۔

مسئلہ (۳۵۷) مسئولہ قاضی محمد عمران صاحب از بریلی شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز جمعہ بزمانۂ حضرت تاجِ مدینہ ختم المرسلین کے اذانیں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون موقع تھے ۔ آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں

marfat.com

ہوتی تھی اور دوسری جو اس زمانہ میں وقتِ خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وُہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی "اذان علی باب المسجد" ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریبِ منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوئی اور ائمۂ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے فقط۔

الجواب

زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے حضور کے سامنے مواجہۂ اقدس میں مسجد کریم کے دروازے پر۔ زمانۂ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرۂ شریفہ کے متصل تھا جس میں سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب باب جبریل ہے، دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرحمۃ ہے، تیسرا شمال میں جو خاص محاذیِ منبر اطہر تھا صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

دخل رجل یوم الجمعة من باب کان وجاہ المنبر، ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائم یخطب، فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائما، فقال یارسول اللہ الحدیث۔[1]

ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے ہے اور رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو وہ شخص آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث (ت)

اس دروازے پر اذانِ جمعہ ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانۂ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم میں یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شتابی حاضری میں قدرے کسل واقع ہوا امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں دلوانی شروع کی، مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے اور خلافِ سنت ہے، یہ نہ زمانۂ اقدس میں تھا نہ زمانۂ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضرور، بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے واللہ تعالٰی اعلم بہرحال جبکہ زمانۂ رسالت و خلافتہائے راشدہ میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے بدعت سے بچنا چاہئے اس تحقیقات سے پہلے کہ سنت

---

[1] صحیح بخاری باب الاستسقاء فی المسجد الجامع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

marfat.com

پہلے کس نے بدلی ، اللہ تعالٰے ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی سنّت اور اپنے فقہائے کرام کے احکام پر عامل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰے اعلم ۔

مسئلہ (۳۵۸) از پیلی بھیت محلہ غفار خاں مرسلہ حافظ محمد صدیق امام مسجد چھپیاں ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان جو خارج مسجد کہنا مسنون ثابت ہوا ہے اب بنظر رفع فساد پھر بدستورِ قدیم اذان منبر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ درصورت عدمِ جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بینوا بالصواب وتوجروا یوم الحساب ۔

الجواب

یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف واجتناب منکر ، دوسرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربارِ الٰہی کی بے ادبی ہے تو جو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفتِ سنتِ نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم وارتکابِ بے ادبیِ دربارِ عزّت کا مؤاخذہ اس کی ذات پر ہے اور جو مسجد پرائی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اُس کا مواخذہ اُن پر ہے اس کے ذمے صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ ازالۂ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اس میں بھی فتنہ وفساد ہو تو دل سے بُرا جانے ، پھر اُن کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں ، قال اللہ تعالٰی : لاتزرُ وازرۃ وزر اُخرٰی[1] (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ۔ ت) وقال اللہ تعالٰی :

یاایہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[2]

اے اہلِ ایمان ! تم پر اپنی جان لازم ہے تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ ، فان لم یستطع فبقلبہ ، وذلک اضعف الایمان[3]

تم میں سے جب کوئی بُرائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (ت)

اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کرسکتا یوں ہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کرسکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اتباع سنت کا

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴
[2] القرآن ۵/۱۰۵
[3] سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۲/۲۶۵

marfat.com

اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ وفساد اُٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہو گا حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اُس کے ذریعہ سے بندوبست کرا سکتا ہے، ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حد مجبوری تک پہنچاتا تو حالت اکراہ تھی اس وقت اس پر مؤاخذہ نہ ہوتا، قال تعالٰی:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[1]۔ مگر وہ شخص جس کو مجبور کر دیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا اُن کی سرکشی وفتنہ پردازی کے وقت مطلقاً ساقط ہوجاتا ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کر سکے اور حقیقی مجبوری ہو کر استطاعت اصلاً نہ رہے، قال تعالٰی:

فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا[2]۔ تو اللہ تعالٰی سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور اس کا فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)

باوصف قدرت بندوبست واستعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رورعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہو سکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لیے کہتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دے گا، نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کر دو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا ہبہ نامہ لکھ دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (تو) اس وقت اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد و مکان چھوڑ بیٹھے گا، جو جب کرے گا وہ اب کرے اور اتباع احکام شرع کو مکان وجائداد سے ہلکا نہ جانے، ہاں دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ وفساد کے اُٹھانے کی اجازت نہیں ہو سکتی، قال تعالٰی:

والفتنۃ اشد من القتل[3] (فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ ت)

وقال تعالٰی:

لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا[4]۔ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ (ت)

---

[1] القرآن ۱۶/۱۰۶
[2] القرآن ۶۴/۱۶
[3] القرآن ۲/۱۹۱
[4] القرآن ۷/۵۶

marfat.com

وقال تعالٰے :

لہا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون[1]

اس امت کے لیے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کیا ، تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا ۔ (ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ ، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۵۹) از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان ثانی جمعہ خارج مسجد صحن کے نیچے جوتے اتارنے کی جگہ اگر کہی جائے تو اس میں کچھ حرج ہے یا بابِ مسجد پر ہی ہونا ضروری ہے ان دونوں میں کسی بات میں اولویت ہوگی یا مساوی حالت ، دوم یہ کہ محرابِ مسجد بھی اس بارے میں بابِ مسجد کے قائم مقام ہوسکتی ہے یا نہیں ، دیوبندی صاحب کا مقولہ ہے کہ محرابِ مسجد خارجِ مسجد کا حکم رکھتی ہے اور اسی لیے اُس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آئندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ کہ اگر باب مسجد دالان وصحنِ مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمالاً وجنوباً واقع ہو اور صحن مسجد مشرقی جانب حد دیوار سے ملا ہوا ہو اور اس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے اور اذانِ ثانی کہاں ہو اور خطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہارم یہ کہ اذان مذکور باب مسجد پر جو دی جائے تو وہ باب مسجد کے وسط میں کھڑے ہوکر یا اس سے پرے نیچے اتر کر، یہاں تو آج وسط باب پر کہی گئی ہے آئندہ جیسا ارشاد ہو والسلام فقط۔

الجواب

صحن مسجد کے نیچے جو جگہ خلع نعال کی ہے خارج مسجد ہے اُس میں اذان بے تکلف مطابقِ سنّت ہے علی الباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد کریم میں باب شمالی محاذی منبر اطہر تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے ۔ ت) لہذا علی الباب ہوتی تھی ورنہ خصوصیتِ باب ملحوظ نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذاتِ خطیب و اذان خارج مسجد۔ محرابِ مسجد وہ طاق ہے کہ دیوارِ قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں نہ اس میں محاذاتِ خطیب ہو اور منتہائے درجہ جانب شرق پر جو در بنتے ہیں یہ محراب نہیں ان کو "بین الساریتین" کہتے ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں ہاں خلافِ سنّت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمینِ مسجد نہیں بلکہ اس لیے کہ امام اور جملہ مقتدیوں کا درجہ بدلا ہوا ہونا خلافِ سنّت ہے کما فی شرح النقایۃ (جیسا کہ شرح نقایہ میں ہے ۔ ت) شرقی

---

[1] القرآن ۲/۱۴۱

marfat.com

جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اُس کی نسبت فتوے میں معروض ہے کہ اُس میں طاق محراب نما محاذات منبر میں بنا لیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے آیا تھا اُس کے جواب کی نقل حاضر کرتا ہے باب مسجد ہی میں موذّن کھڑا ہو دروازہ سے باہر ہونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں فصیلیں دروازہ کی زمین خارج مسجد ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ (۳۶۰) مسئولہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر بریلی محلہ بہاری پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل، کی میں ہم لوگ نمازِ جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھاتے ہیں وُہ خطبہ کے وقت اذان مسجد کے اندر دلوایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسری اذان جمعہ کی خطبہ کے وقت خلیفہ ہشام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کی ہے وہ بدعت حسن ہے یعنی وہ بدعت سیئہ نہیں ہے اور بدعتِ حسن کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلواتے ہیں ان کو منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وُہ بدعتِ حسن کرتے ہیں اور سنتِ مواظبہ کو نہیں چھوڑتے ہیں، لہٰذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنتِ مواظبہ ہے یا نہیں اور اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور بدعت ہو گی تو کون سی ہو گی بدعتِ حسن ہو گی یا بدعت سیئہ ہو گی، اگر بدعت حسن ہو گی تو اس کو منع کرنا چاہیئے یا نہیں اور اگر بدعت سیئہ ہو گی تو منع کرنا چاہیئے یا نہیں اور منع کرنے والا کون ہو گا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہو گی یا نہیں اور اذان خطبہ والی کو اندر دلانا کس نے شروع کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعوٰی کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں البتہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اُسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا اور اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بازار میں پہلی اذان دلواتے تھے ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی، رہی یہ دوسری اذانِ خطبہ، اس کی نسبت تصریح ہے کہ ہشام نے اس میں کچھ تغیر نہ کیا اُسی حالت میں باقی رکھی جیسی زمانۂ رسالت و زمانۂ خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ تعالےٰ شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ص ۳۵ میں فرماتے ہیں،

فلما کان عثمٰن، امر بالاذان قبله علی ۔ یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اذانِ خطبہ

marfat.com

الزوراء، ثم نقله هشام الی المسجد، ای امر بفعله فیه، وجعل الاخر الذی بعد جلوس الخطیب علی المنبر بین یدیه بمعنی انه ابقاه بالمکان الذی یفعل فیه، فلم یغیرہ، بخلاف ما کان بالزوراء فحوله الی المسجد علی المنار انتہی۔[1]

سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر دلوائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کرلایا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب کے مواجہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیل نہ کی بخلاف بازار والی اذان اوّل کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا انتہی۔

ہاں وُہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کی محاذات میں ہونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر ہی ہونا سنّت بتاتے ہیں، اُن میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں سے پہلے اذانِ ثانی امام کے روبرو ہشام نے کہلوائی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذاتِ امام نہ ہوتی تھی منارہ ہی پر تھی، پھر اس سے کیا ہُوا غرض ہشام بیچارے سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذانِ خطبہ مسجد کے اندر منبر کے برابر کہلوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی، اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی تو اس کا قول وفعل کیا حجت تھا، وُہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم کو شہید کرایا سُولی دلوائی اور اس پر یہ شدید ظلم کہ نعش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا برسوں سُولی ہی پر رہی جب ہشام مرگیا تو نعش مبارک دفن ہُوئی ان برسوں میں بدن مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب تھا کہ بے ستری ہو اللہ عزوجل نے مکڑی کو حکم فرمایا کہ اس نے جسم مبارک پر ایسا جالا تان دیا کہ بجائے تہبند ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سولی سے پشتِ اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنّت کے خلاف ایسے ظالم کی سنّت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ ائمہ پر اس کی تہمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین کی سنّت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنّت قبول کرلی کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے، اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعوٰے محض باطل و

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد التاسع فی عبادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۷/۴۳۵

marfat.com

بے اصل ہے۔

(۱) بدعتِ حسنہ سنّت کو بدلا نہیں کرتی اور اس نے سنّت کو بدل دیا۔

(۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الٰہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ معہودہ فی الشاہد کا اعتبار ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا:

یحال علی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعهود فی الشاهد منه تحت السرة[1]۔

یعنی قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیر ناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر ناف باندھیں گے۔

اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین دربار میں کھڑے ہوکر چوبدار چلاتا ہے کہ درباریو چلو ہرگز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کچہریاں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں کمرہ کے اندر پکاری جاتی ہیں یا کمرہ سے باہر جاکر کیا اگر چپراسی خاص کمرہ کچہری میں کھڑا ہوا حاضریاں پکارے چلائے تو بے ادب گستاخ بنا کر نہ نکالا جائیگا، افسوس جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کرسکتے احکم الحاکمین جل جلالہ، کے دربار میں روا رکھو۔

(۳) مسجد میں چلّانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہا نے یہ ممانعت ذکرِ الٰہی کو بھی عام رکھی جب تک شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے ثبوت نہ ہو، درمختار میں ہے:

یحرم فیه (ای المسجد) السوال ویکره الاعطاء ورفع صوت بذکر، الا للتفقهة[2]۔

مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)

نہ کہ اذان کہ یہ تو خالص ذکر بھی نہیں کما فی البنایة شرح الهدایة للامام العینی (جیسا کہ امام عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے۔ ت)

(۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کے لیے مساجد کی بنا نہ ہو ——

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتح القدیر باب صفة الصلوٰة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹

[2] الدرالمختار آخر باب مایفسد الصلوٰة الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

marfat.com

من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد ، فلیقل لا ردھا اللہ علیک ، فان المساجد لم تبن لھذا[1]۔

جو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے کہو اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے ، مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا ، درمختار میں ہے : کرہ انشاد ضالۃ[2] (مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش مکروہ ہے ۔ ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وہ تلاوت کے لیے ڈھونڈتا اور مسجد میں پوچھتا ہے اسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ، اگر اذان دینے کے لیے مسجد کی بنا ہوتی تو ضرور حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے ، مسجد جس کے لیے بنی زمانۂ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول ، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا ۔

(۵) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنّت کو ترک فرماتے کہ اس کا وجوب نہ ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہو جائے ولہذا علما نے سنت کی تعریف میں "مع الترک احیانا" ماخوذ کیا کہ ہمیشہ کیا مگر کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں اصلاً ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو جو مدعی ہو ثبوت دے ۔

(۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا عبارتیں اصل فتوے میں گزریں اور حنفیہ کے یہاں مطلق کراہت سے غالباً مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور بیان خلاف پر دلیل درکنار اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ یہ گستاخیِ دربارِ معبود ہے ۔

(۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہے عبارات کثیرہ اصل فتوے میں گزریں اور فقہا کا یہ صیغہ غالباً اس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے ، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

ظاھر قول المصنف ولا یزید علیھا شیأ ، یشیر الی عدم اباحۃ الزیادۃ علیھا[3]۔

قول مصنف "لا یزید علیھا شیأ" کا ظاہر اشارۃً واضح کر رہا ہے کہ اس پر اضافہ جائز نہیں ۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم کتاب المساجد باب النہی عن نشد الضالۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰
[2] الدر المختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳
[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

ہدایہ میں قول امام محمد قرأ وجھر (وہ پڑھے اور جہر کرے ۔ ت) پر فرمایا: یدل علی الوجوب[1] (یہ وجوب پر دال ہے ۔ ت) — عنایہ میں فرمایا: لانہ بمنزلۃ الامر بل اکد[2] (یہ بمنزلہ امر بلکہ اس میں اس سے بھی زیادہ تاکید ہے ۔ ت) — فتح القدیر میں فرمایا: مایدل علی الوجوب وھو لفظ الخبر[3] (جو وجوب پر دال ہے وہ لفظ خبر (قرأ) ہے ۔ت) ان وجوہ پر نظر انصاف کے بعد مجموع سے کم از کم اتنا ضرور ثابت کہ مسجد کے اندر اذان بدعت سیئہ ہے ہرگز حسنہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ (۳۶۱) مرسلہ جناب منشی فقیر محمد صاحب تاجر چرم کانپوری از مقام شہر ہمیر پور صوتی گنج صدر بازار

۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جس وقت مؤذن حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کہے تو سامع کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہیے ۔ بینوا توجروا

الجواب

حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح دونوں کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ کہنا چاہئے، اور بعض اوّل کے جواب میں یہی لاحول اور دوم کے جواب میں ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن (اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وُہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا ۔ ت) کہتے ہیں، اور افضل یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے جواب میں کہے حی علی الصلاۃ لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کہے حی علی الفلاح لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۶۲) از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کے وقت مؤذن دائیں بائیں رُخ کرتا ہے آیا اقامت میں بھی دائیں بائیں رُخ کرنا سنّت ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

علمائے اقامت میں بھی دہنے بائیں منہ پھیرنے کا حکم دیا ہے اور بعض نے اسے اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ کچھ لوگ اِدھر اُدھر منتظر اقامت ہوں، درمختار میں ہے: ویلفت فیہ وکذا فیھا

---

[1] ہدایۃ کتاب الصلاۃ فصل فی القرأۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ دستگیر کالونی کراچی ۱/۹۸

[2] عنایۃ حاشیہ علی فتح القدیر کتاب الصلاۃ فصل فی القرأۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۷

[3] فتح القدیر " " ۱/۲۸۷

marfat.com

مطلقاً[1] (اذان میں منہ پھیرے اور اسی طرح تکبیر میں بھی ہر حال میں۔ ت) قنیہ میں ہے:

الاصح ان الصلاۃ عن یمینہ ، والفلاح عن شمالہ ، مت ، شم ، قع ، ضح ، والاقامۃ کذلک اھ ای مجد الائمۃ الترجمانی وشرف الائمۃ المکی والقاضی عبدالجبار والایضاح اوضیاء الائمۃ الحججی[2]۔

اصح یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے وقت دائیں اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں جانب منہ پھیرے مت، شم، قع، ضح۔ اور اسی طرح اقامت میں بھی اھ یعنی "مت" سے مجد الائمہ ترجمانی، "شم" سے شرف الائمہ المکی، "قع" سے قاضی عبدالجبار اور "ضح" سے ایضاح یا ضیاء الائمہ الحجی مراد ہیں۔ (ت)

اُسی میں ملتقط سے ہے:

لایحول رأسہ فی الاقامۃ عند الصلاۃ و الفلاح الا الاناس ینتظرون الاقامۃ[3]۔

تکبیر کے اندر حی علی الصلوٰۃ اور حی الفلاح پر دائیں بائیں سر نہ پھیرے مگر اس صورت میں کہ جب لوگ تکبیر کا انتظار کر رہے ہوں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۴) از دمن خرد عملداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشھد ان محمدا رسول اللہ جو اذان واقامت میں واقع ہے اُس میں انگوٹھوں کا چُومنا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے احیاناً عمداً ترک کرے تو وہ شخص قابلِ ملامت ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلون پر اصلاً ملامت روا نہیں جانتا فاعلون پر ملامت کرنے والوں کو بُرا جانتا ہے تو خود اگر احیاناً کرے احیاناً نہ کرے ہرگز قابلِ ملامت نہیں فان المستحب ھذا شانہ (کہ مستحب کا درجہ ومقام یہی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۶) ازمراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود قادری برکاتی رضوی طالبعلم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

حضور پُرنور کے نام مبارک سُن کر ہاتھ چُوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے؟

---

[1] درمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۳

[2] قنیہ باب الاذان مطبوعہ مشتہرۃ بالمہانیۃ انڈیا ص ۹۱ و ۲۰

[3] قنیہ باب الاذان

marfat.com

الجواب

جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ بہ نیتِ محبت وتعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۶۷) از اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگوٹھے چُومنا اس کا جو طریقہ ہو اور دعا وغیرہ اور جس جس موقع پر کیا جائے مفصل اطلاع بخشیے۔

الجواب

جب مؤذن پہلی بار اشھدان محمدا رسول اللہ کہے یہ کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہے قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگالے آخر میں کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر[1] (اے اللہ! میری آنکھوں اور سمع کو نفع عطا فرما۔ ت) رد المحتار عن جامع الرموز عن کنز العباد (ردالمحتار میں جامع الرموز سے اور اس میں کنز العباد سے منقول ہے۔ت) یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کرے تو کچھ حرج نہیں کما بیناہ فی رسالتنا (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۶۸) از حبیب والہ ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہوکر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلوٰۃ یرحمکم اللہ الصلوٰۃ کئی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت، رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے کہ منع نہیں اگرچہ منقول نہ ہو جیسے تثویب۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے

روی الامام الشافعی عن الزھری قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

امام شافعی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیدین کے لیے مؤذن کو

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۳

marfat.com

یامر المؤذن فی العیدین ، فیقول الصلاۃ جامعۃ[1]۔ حکم دیا کرتے تھے (کہ یہ بلند آواز سے کہے) تو وہ کہتے تھے الصلوٰۃ جامعۃ (جماعتِ نماز تیار ہے) ۔ (ت)

لاجرم علمائے کرام نے بالاتفاق عیدین میں صلاۃ پکارنا مستحب فرمایا ، شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے :

یقول اصحابنا وغیرھم انہ یستحب ان یقال الصلاۃ جامعۃ[2]۔ ہمارے علماءِ شوافع اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ "الصلاۃ جامعۃ" کہنا مستحب ہے ۔ (ت)

مرقاۃ علی قاری میں ہے :

یستحب ان ینادی لھا الصلاۃ جامعۃ[3]۔ نماز کے لیے "الصلوٰۃ جامعۃ" کہنا مستحب ہے (ت)

وہ الفاظ کہ سائل نے ذکر کئے الصلاۃ یرحمکم اللہ (نماز پڑھو اللہ تم پر رحم کرے ۔ ت) انھیں کے معنی میں ہیں پس بدعت نہیں مستحب ہیں ۔

اقول : وما روی مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ، ان لا اذان للصلاۃ یوم الفطر، ولا اقامۃ ولا نداء ولا شئ فہی فتوے منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انما روایتہ ما ذکر اولاً قال لم یکن یؤذن یوم الفطر ولا یوم الاضحٰی[4] ولیس فیہ الا نفی الاذان ، وزاد جابر بن سمرۃ وغیرہ نفی الاقامۃ، وقد انعقد علی نفیھما الاجماع ، ولا نظر لخلاف شاذ ، فلا حاجۃ الی ما ذکرہ الامام النووی فی قول جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ، یتاول علی ان المراد لا اذان ، ولا اقامۃ ولا نداء فی معناھما ولا شئ من ذلک اھ[5]

اقول : وہ جو مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نمازِ عید الفطر کے لیے نہ اذان نہ اقامت اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی آواز دی جاتی تھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فتوٰی ہے ان سے مروی روایت کا ذکر جو پہلے ہوا اس میں صرف اتنا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحی کے لیے اذان نہیں ہوتی تھی یعنی اس میں صرف نفیِ اذان ہے حضرت جابر بن سمرۃ وغیرہ نے اقامت کی نفی کا بھی اضافہ کیا حالانکہ ان دونوں کی نفی پر اجماع منعقد ہوگیا ہے اور خلاف شاذ قابل توجہ نہ ہوگا ، تو اب حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول میں امام نووی کی اس تاویل

---

[1] الام للامام الشافعی من قال لا اذان للعیدین مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳۵
[2] شرح صحیح مسلم للامام النووی مع مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰
[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب صلاۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۳۰۰
[4] صحیح لمسلم کتاب صلاۃ العیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۰
[5] شرح صحیح مسلم للامام النووی مع مسلم " " " " " ۱/۲۹۰

marfat.com

ومن العجب ماوقع فی الاشعة تحت حدیث جابربن سمرة رضی اللہ تعالٰی عنہ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العیدین غیرمرة ولامرتین بغیراذان ولا اقامة، انہ زاد فی روایة ، ولا الصلوٰة جامعة[1] اھ فلااثر لہ فی صحیح مسلم، ولوکان لم یدل الاعلی عدم المواظبة ، ولم یعارض ما ثبت فی مرسل الزھری ، ومرسل الثقة حجة عندنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کی ضرورت نہیں کہ مراد یہ ہے کہ نہ اذان ہوتی نہ تکبیر اور نہ ہی ان دونوں کی مانند کوئی ندا ہوتی تھی، اور اشعۃ اللمعات کے اس مضمون پر تعجب ہے جو حضرت جابر بن سمرۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر کیا گیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معیت میں ایک یا دو دفعہ سے زائد مرتبہ بغیراذان واقامت کے عیدین کی نماز پڑھی، کہا ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "الصلاۃ جامعۃ" کے الفاظ بھی نہیں کہے جاتے تھے اھ، یہ کلمہ صحیح مسلم میں نہیں اگر ہو تو صرف عدمِ مواظبت پر دلیل ہے یعنی ہمیشگی نہیں فرمائی لہذا یہ مرسل زہری کے معارض نہیں اور مرسلِ ثقہ ہمارے ہاں حجت ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۶۹) ازبیکانیر ماروا ڑ مہادنان مرسلہ قاضی قمرالدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف ہم پڑھتے ہیں لیکن ہاتھوں کو چُومتے نہیں ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جو ہاتھ نہ چُومے وہ مردود وملعون ہے ، اب گزارش ہے کہ ہاتھ چُومنا کیسا ہے اور چُوما جائے تو کیا ہمارے ذمے گناہ ہوگا اگر چُومنا منع ہے تو وہ شخص کہ جو نہ چُومنے والوں کو کلماتِ مندرجہ بالا کہتا ہے اُس کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہوا یا اسلام میں رہا ؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نامِ اقدس اذان میں سُن کر انگوٹھے چُومنا مستحب ہے اچھا ہے ثواب ہے کما فی کنز العباد وجامع الرموز وردالمحتار وغیرھا (جیسا کہ کنز العباد ، جامع الرموز اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) مگر فرض واجب نہیں کہ نہ کرنے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر پر مردود وملعون کہنا سخت باطل و مردود ہے ہاں جو بربنائے وہابیت اسے بُرا جان کر نہ چُومے تو وہابی ضرور مردود وملعون ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۷۰) ازبریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(۱) الاقامة حق للمؤذن ولایقیم بغیراذنہ ، سمعت من اساتذة مرویة ، وان قال الامام

(۱) تکبیر مؤذن کا حق ہے اس کی اجازت کے بغیر دوسرا نہ کہے، بعض اساتذہ کے حوالے سے میں نے

---

[1] اشعۃ اللمعات الفصل الاول من باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۹۷

marfat.com

بغیرہ اقم ، فھو ایضا جائز بغیر الکراھۃ ، صحیح ، ام لا۔

یہ سنا ہے کہ اگر امام غیر مؤذن کو کہہ دے "تکبیر پڑھ" تو بھی بلا کراہت یہ جائز ہے ، کیا یہ صحیح ہے یا غلط ؟

(۲) والمکبّر فی یوم العید و الجمعۃ ان کبر بغیر اذن الامام ، لا یجوز الاخذ بقولہ ولا بطلت صلوۃ من رکع او سجد بتکبیرہ ، صح ام لا۔

(۲) عید اور جمعہ کے موقع پر اگر مکبّر اجازتِ امام کے بغیر تکبیر کہہ دے اس کے قول پر عمل جائز نہیں اور اس کی تکبیر پر رکوع و سجدہ کرنے والے کی نماز باطل نہ ہوئی ، کیا صحیح ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) انکان المؤذن حاضرا لا یقیم غیرہ الا باذنہ ولا ینبغی للامام ان یامر غیرہ بالاقامۃ الا بوجہ شرعی مثل ان تکون اقامتہ مشتملۃ علی لحن و ذلک لانہ یوحش المؤذن بہ۔

(۱) اگر مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لیے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لیے کہے ، شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو ، اجازت مؤذن کے بغیر اقامت کہنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔ (ت)

(۲) ھذا باطل لا اصل لہ ، و یجوز التبلیغ عن الحاجۃ وان لم یاذن الامام ، بل و ان نھی ۔ و ھو تعالٰی اعلم۔

(۲) یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ، ضرورت کے موقع پر تبلیغ جائز ہے اگرچہ امام اجازت نہ دے بلکہ وہ منع بھی کردے تب بھی جائز ہے۔ (ت)

مسئلہ (۳۷۱)

۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کہی جائے تو تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہئے یا جب حی علی الصلاۃ ، حی علی الفلاح مکبّر کہے تب کھڑے ہوں اور مقتدی و امام اس میں یعنی قیام و قعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جداگانہ حکم ہے ، مثلاً جو کہے کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط ؟

الجواب

حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا ، حوالہ وہ دے ، و اللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

مسئلہ (۳۷۲) از چتوڑگڈھ میواڑ مرسلہ فتح محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر مکبّر شروع کردے اب امام حجرہ سے روانہ ہو ختم تکبیر سے پہلے حی علی الفلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصلّے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے بصورت احیانا یا بصورت دواما، ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں کوئی حرج نہیں نہ امام مکبّر کا پابند ہوسکتا ہے بلکہ مکبر کو امام کی پابندی چاہئے حدیث میں ہے المؤذن املك بالاذان، والامام املك بالاقامۃ[1] (اذان کا اختیار مؤذن کو ہے اور اقامت کا اختیار امام کو۔ ت) اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں چلا تو اُسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلّے پر جائے اور حی علی الفلاح یا ختم تکبیر پہ تکبیر تحریمہ کہے، یُوں ہی بعد خطبہ اُسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے یہ حکم قوم کے لیے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۷۳) از جرودہ ضلع میرٹھ مسئولہ سیّد سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھے ہُوئے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا ہوجانا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہئے، اگر بیٹھے رہیں تو کس لفظ پر کھڑا ہونا چاہیے، اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے ہوجائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

الجواب

تکبیر کھڑے ہوکر سُننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علما نے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہورہی ہے اور مسجد میں آیا تو بیٹھ جائے اور جب مکبّر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہوجائیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۷۴) محمد عبدالرشید از حصار مدرسہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبدالغفور صاحب

۱۴ محرم ۱۳۳۶ھ

مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بلا اذان جماعتِ اولٰے مکروہ وخلافِ سنّت ہے، ہاں وقت ایسا تنگ ہوگیا ہو کہ اذان کی گنجائش

---

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال حدیث ۲۰۹۶۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۶۹۴

marfat.com

نہ ہو تو مجبورانہ خود ہی چھوڑی جائے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۵) مسائل از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ نتھے خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) اذان سنّت ہے یا واجب؟

(۲) اذان نابالغ دے تو جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) تکبیر واجب ہے یا سنّت؟

(۴) مصلّے پر امام نہ ہو تو تکبیر جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

(۱) جمعہ و جماعت پنجگانہ کے لیے اذان سنّتِ مؤکدہ و شعارِ اسلام و قریب بواجب ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۲) نابالغ اگر عاقل ہے اور اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو جائز ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۳) یوں ہی تکبیر بھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جب امام مسجد میں بہ تہیّۂ نماز آئے تو تکبیر کہہ سکتے ہیں اگرچہ مصلّے تک نہ پہنچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۶) از شہر مسئولہ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بہت ہی پکّا سُنّی ہے اہلسنّت کے طریقہ پر قدم بقدم چلتا ہے ایک ذرّہ بھی وہابیت کا نقص نہیں پایا جاتا وہابیوں سے متنفر رہتا ہے الغرض عقائد میں کسی قسم کی خرابی نہیں ایسے شخص کو بکر وہابی و کافر کہتا ہے چونکہ بکر نے زید کو بوقت اذان کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ مبارک پر انگشت کو بوسہ لیتے ہوئے اور درود شریف بآوازِ بلند پڑھتے ہوئے نہ دیکھا زید کہتا ہے کہ اذان کا جواب دینا اور درود شریف حضور کے نام مبارک پر اس وقت پڑھنا دل میں چاہیے لہٰذا میں دل میں پڑھتا ہوں اور جوابِ اذان دیتا ہوں اور زید انگشت چومنے سے انکار بھی نہیں کرتا ہے اس وجہ سے بکر نے زید کو اسلام سے خارج کر کے کفر میں داخل کر دیا ہے اور زید کے عقائد کی حالت بھی ہے۔ ——— اس صورت میں بکر کا یہ کلام زبان سے نکالنا صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح نہیں تو بکر پر شارع علیہ السلام کا کیا حکم جاری ہوگا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید کو وہابی کہنا جائز نہیں اور اسے خارج از اسلام ٹھہرانا سخت اشد کبیرہ ہے بکر پر توبہ فرض ہے اور اس وقت درود شریف دل میں پڑھنے سے اگر زید کی مراد یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھا جائے تو غلط ہے زبان سے پڑھنا لازم ہے اور بآواز ہونا مستحب ہے کہ اوروں کو بھی ترغیب و تذکیر ہو اور اس پر درود شریف نہ پڑھنے کی بدگمانی نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

مسئلہ (۳۷۷) ازشہر محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کے شروع ہونے کے وقت امام ومقتدی کو کھڑا رہنا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے؟

الجواب

امام کے لیے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سُنیں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں، کھڑے کھڑے تکبیر سُننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمگیری میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہورہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو اور اس میں راز مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلاۃ ادھر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آدمی مراد پانے کو، جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہا قد قامت الصلاۃ جماعت قائم ہوگئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۷۸) ازشہر بازار شہامت گنج مسئولہ مشیت خاں ۹ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ پڑھنا بآوازِ بلند چاہیئے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ صلاۃ وسلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے کوئی ضرورت نہیں ہے جواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

پڑھنا چاہیے اور صلاۃ وسلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لیے تھی اور یہ اسی کی ترقی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۷۹) ازشہر محلہ صالح نگر مسئولہ کفایت دری ساز ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی ہے یا ان کا ہمخیال ہے اگر وہ اذان دے سُنّی کی مسجد میں تو اس کا جواب سُنّی دے یا نہیں؟ اور جب سُنّی اس مسجد میں نماز کے لیے جائے تو اپنی اذان کہے یا اسی کی اذان پر اکتفا کرے اور دوسری اذان نہ کہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اسم جلالت پر کلمۂ تعظیم اور نامِ رسالت پر درود شریف پڑھیں گے اگرچہ یہ اسمائے طیبہ کسی کی زبان سے ادا ہوں مگر وہابی کی اذان اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں، اور اہلسنت کو اُس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور دوبارہ اذان کہیں، درمختار میں ہے: ویعاد اذان کافر وفاسق[1] (کافر اور فاسق کی اذان لوٹائی جائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] دُرمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۶۴

marfat.com

مسئلہ (۳۸۰) موضع بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خان صاحب رضوی ۲۷ صفر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ جو بعد اذان بلفظ الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کہتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شرع اسلام کے خلاف ہے یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنّت ہے یا مستحب، اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) بروقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زید کہتا ہے کہ امام و مقتدی بیٹھ کر سُنیں، عمرو کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر سُننا چاہیے اور یہ رواج قدیم ہے اور یہ نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب

مخالف جھوٹا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے ثبوت دے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلافِ شرع کہتا ہے ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلا فرد فرض ہے قال اللہ تعالٰی:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما[1]

بیشک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء فرمادیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو، جب پڑھا جائیگا اسی حکم الٰہی کا امتثال ہوگا فلہذا ہر بار درود پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اُسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوتِ قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآنِ عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقرءوا ما تیسّر من القراٰن[2] (پس پڑھو قرآن سے جو تمہیں آسان ہے۔ ت) کے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مسئلہ شرعیہ کو نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہنا اگر براہِ جہالت نہ ہو کلمۂ کفر ہے کہ توہینِ شریعت ہے مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سُنیں جب مکبّر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی مطابقت ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلاۃ. جماعت کھڑی ہوئی یہاں تک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیال نہ کرے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر

---

[1] القرآن ۳۳/۵۶ [2] القرآن ۷۳/۲۰

marfat.com

کھڑا ہو۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح کذا فی المضمرات[1]۔

اگر کوئی تکبیر کے وقت آیا تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہوکر تکبیر سُننا مکروہ ہے پھر جب مؤذن "حی علی الفلاح" کہے تو اُٹھے مضمرات میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۸۱) از ریاست رام پور محلہ مردان خان گلی موچیاں مسئولہ محمد نور ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہی جائے اور بانیِ مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ صحنِ مسجد میں اذان کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور جس مسجد کا کوٹھا نہ ہو صاف میدان حد بستہ ہو اُس مسجد کی کون سی داہنی اور بائیں پر عمل کیا جائے اور یہ بھی سُنا ہے کہ جماعت پر حق سبحانہ، کی رحمت اول امام پر اور بعد اس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک، جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے مصلّیان پر رحمتِ حق نازل ہوتی ہے یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور پُرانی مسجدوں میں داہنی جانب اور بائیں جانب بُرج بنے ہوتے ہیں اُس پر اذان ہُوا کرتی ہے اس وقت کے مؤذنان نے اُس کو چھوڑ دیا صحنِ مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذانِ پنجگانہ نماز سنت خارج مسجد مثل منڈھیر وغیرہ ہے یا صحن مسجد۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ وہندیہ وبحر الرائق وغیرہا میں ہے: لا یؤذن فی المسجد[2] (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نظم زندویسی وجامع الرموز میں ہے: یکرہ الاذان فی المسجد[3] (مسجد میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلاۃ باب فی الاذان فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷
[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول فی الاذان " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۴۹
فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵
البحر الرائق باب الاذان " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۵
[3] جامع الرموز کتاب الصلاۃ فصل الاذان " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۳

نوٹ، جامع الرموز میں یہ عبارت بالمعنی ہے بالالفاظ نہیں۔ جامع الرموز کے الفاظ یوں ہیں: بانہ لا یؤذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم"۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

اذان مکروہ ہے۔ ت) اذان کے لیے کوئی دہنی بائیں جانب مقرر نہیں، منارہ پر ہو جس طرف ہو اور جہاں منارہ یا کوئی بلندی نہیں وہاں فصیلِ مسجد پر اُس طرف ہو جدھر مسلمانوں کی آبادی زائد ہے اور دونوں طرف آبادی برابر ہو تو اختیار ہے جدھر چاہیں دیں۔ تکبیر میں مناسب یہ ہے کہ امام کے محاذی ہو ورنہ امام کی دہنی جانب کہ مسجد کی بائیں جانب ہو گی ورنہ جہاں بھی جگہ ملے۔ رحمتِ الٰہی پہلے امام پر اُترتی ہے پھر صفِ اول میں جو امام کے محاذی ہو پھر صف اول کے دہنے پر پھر بائیں پر پھر دوم میں امام کے محاذی پھر دوم کے دہنے پھر بائیں پر اسی طرح آخر صفوں تک۔ امام کا دہنا مسجد کا بایاں ہوتا ہے مسجد میں عمارت ہو یا نہ ہو کہ مسجد تابع کعبۂ معظمہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۲) از ورنگل دایہ مدسانہ۔ گجرات گاڑی کے دروازہ متصل مکان چاندا رسول مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجدوں کے دروازوں پر گھنٹا لگا کر پنجوقتہ نمازوں کے وقت پر بجانا مشابہت کفار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ سخت حرام اور ناپاک وملعون فعل کفار ملعونین سے پورا پورا تشبّہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۳) از اکلترا ضلع بلاسپور۔ سی پی مسئولہ عبدالغنی امام مسجد جامع ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مؤذن روزہ نہیں رکھتا کتنی ہی بار امام سے لڑنے پر آمادہ ہُوا امام سے کہا زیادہ بات کرے گا تو پٹک کر نالی میں موڑ رگڑ دُوں گا ایک ہی نمبر کا لالچی گانے والا بھانڈ بھی مسخرا چور بھی مسجد کے چار قفل چوری کیے پتا لگنے پر کہا تم نے دو دیے تھے ابھی تک وہ مسروق قفل اس کے پاس ہیں امام پر بہتان لگاتا ہے کہ تم مسجد کی لالٹین کا تیل چوری کرتے ہو حالانکہ کبھی نہیں دیکھا امام کہتا ہے اگر ثبوت مل جائے تو میرا ہاتھ کاٹ لو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پر بھی تو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں سُنا اور ۱۵ رمضان کو عین جماعتِ فجر کے وقت جھاڑو دیتا تھا میں نے کہا ابھی جھاڑو نہ دو تو جماعت کے سامنے کہنے لگا کہ مُوت مُوتو آگ نہ مُوتو، بے حیا لڑاکا فسادی ہے ایک روزہ دار مسافر کو بھی بہکاتا تھا لہٰذا اس مؤذن کے متعلق فتوے سے مطلع فرمائیں۔

الجواب

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو وہ مؤذن سخت فاسق فاجر ہے اُسے مؤذن بنانے کی ہرگز اجازت نہیں اُسے معزول کرنا لازم، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الامام ضامن والمؤذن مؤتمن[1] (امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امین ہے) رواہ ابوداود والترمذی

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء ان الامام ضامن الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹

سنن ابی داؤد باب مایجب علی المؤذن " " ۱/ ۷۷

marfat.com

وابن حبان والبیھقی عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح (اسے ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت) اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہوسکتا ولہذا مقصود اذان کہ اعلام باوقات نماز وسحری وافطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہوسکتا، تنویر میں ہے،

یجوز اذان صبی مراھق وعبد و اعمی[1]

قریب البلوغ بچے، غلام اور نابینا کی اذان جائز ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے،

لان قولھم مقبول فی الامور الدینیۃ، فیکون ملزماً، فیحصل بہ الاعلام بخلاف الفاسق[2]۔

کیونکہ ان کا قول امور دینیہ میں معتبر ہے لہذا ان کا قول ملزم ہوگا اور اس کے ساتھ اعلام حاصل ہوجائیگا بخلاف فاسق کے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یؤخذ مما قدمناہ من انہ لایحصل الاعلام من غیر العدل ولا یقبل قولہ انہ لایجوز الاعتماد علی المبلغ الفاسق خلف الامام[3]۔

ہمارے سابقہ بیان سے واضح ہوچکا ہے کہ اعلام بغیر عدل کے حاصل نہیں ہوسکتا اور اس کا قول قبول نہیں کیا جائیگا یعنی امام کے پیچھے فاسق مکبّر پر اعتماد جائز نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے،

وجزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لایعقل قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات[4]۔

مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل، ناسمجھ بچّے کی اذان پر عدمِ صحت کے ساتھ جزم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اور کافر وفاسق بھی اس مثال میں شامل ہیں، کیونکہ ان کا قول امور دینیہ میں معتبر نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الاذان — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۶۴
[2] تبیین الحقائق — " — مطبعۃ کبرٰی امیریہ بولاق مصر — ۱/۹۴
[3] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر — ۱/۲۹۰
[4] درمختار — " — مجتبائی دہلی — ۱/۶۴

marfat.com

غنیہ میں ہے:

یجب اعادۃ اذان السکران والمجنون و الصبی غیر العاقل لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد علی قولھم[1] اھ وقد نقلہ فی ردالمحتار واقرہ بل ایدبہ بحث البحر فلا وجہ لبحثہ فی الفاسق وقد سلم عدم حصول المقصود باذانہ کما تقدم۔

نشہ کرنے والے، دیوانے، نابالغ بچہ کی اذان لوٹائی جائیگی کیونکہ ان کے قول پر عدمِ اعتماد کی وجہ سے مقصود حاصل نہیں ہوپاتا اھ ردالمحتار میں اسے نقل کرکے ثابت رکھا بلکہ بحر کی عبارت سے اس کی تائید کی پس فاسق کے بارے میں بحث کی حاجت ہی نہیں کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ اس کی اذان سے اعلام کا حصول مسلّمہ طور پر نہیں ہوتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۰۴) ازسینٹوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خاں صاحب قادری رضوی بریلوی ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نمازِ جماعت کے لیے اذانِ پنجوقتہ کیا اہمیت رکھتی ہے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دوچار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنّتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع، یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑ دیں تو میں ان پر جہاد کروں گا، شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دُکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اذان الحی یکفینا[2] محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے، یوں ہی مسافر کو ترکِ اذان کی اجازت ہے لیکن اگر اقامت بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۰۵) ازبریلی بازار مسئولہ عزیز الدین خاں دُکاندار ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارنا اور اذان ثانی باہر مسجد کے کہنا وہابیہ کا کام ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز سے پہلے صلاۃ پکارنا مستحسن ہے حرمین شریفین وتمام بلاد دارالاسلام میں رائج ہے اسے وہابیہ کا کام

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۸۹
[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۹۱

marfat.com

کہنا عجیب ہے وہابیہ ہی اسے بُرا کہتے ہیں' اذانِ ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہونا ہی نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے، فاروق اعظم کی سنت ہے، اُسے وہابیہ کا کام کہنا محض جہالت و حماقت ہے اگر یہ شخص جاہل ہے کسی احمق سے سُنی سنائی ایسی کہتا ہے اُس کے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق معلن بھی نہیں اور اس کی طہارت و قرأت صحیح ہے تو ان شرائط کے ساتھ اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com

رسالہ

منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

مسئلہ (۳۸۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمۂ اشہد ان محمدًا رسول اللہ سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلاۃ و السلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمدؐ الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان، والحبیب اسمہ عند اھل الایمان، وعلی آلہ وصحبہ

تمام خوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہِ انبیاء و مرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ وسلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جن کا ذکر اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہلِ ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل و اصحاب پر

marfat.com

المشروحة صدورهم لجلال اسراره و المفتوحة عیونهم بجمال انواره، واشهد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ، وان محمدا عبدہ ورسولہ بالهدی ودین الحق ارسلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین ، وعلینا معهم وبهم ولهم یا ارحم الراحمین اٰمین ، قال العبد الذلیل للمولی الجلیل عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، نور اللہ عیونہ و اصلح شیونہ مستعیذ ابرب الفلق من شر ما خلق وحامد اللہ علٰی ما الهم ووفق۔

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولٰی جلیل کا عبدِ ذلیل عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ رب الفلق کی پناہ میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پُرنور شفیع یوم النشور صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سُنتے وقت انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چُوم کر آنکھوں سے لگانا قطعًا جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاجِ دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما و عمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسن وحسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایۃ و فتاوٰی صوفیہ وکنز العباد و رد المحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتبِ فقہ میں اس فعل کے استحباب و استحسان کے صاف تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد مثل متکلم قنوجی

marfat.com

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور اُن حدیثوں کے بارہ میں اُن محدثین کرام ومحققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرۂ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہِ تساہل وتشدد نہیں چلتے حکمِ اخیر وخلاصۂ بحث وتنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاحِ محدثین درجۂ صحت کو فائز نہ ہوئیں ، مقاصد میں فرمایا :

لایصحّ فی المرفوع مِنْ کُلّ ھٰذا شیئٌ[1] ۔

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں ۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں ،

کل مایروی فی ھٰذا فلا یصح رفعہ البتۃ[2] ۔

اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں ۔ (ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں :

لَمْ یَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ کُلِّ ھٰذَا شَیْئٌ[3] ۔

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں ۔ (ت)

پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاحِ محدثین میں نفیِ صحت نفیِ حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح وتماسک و صلوح تمسک ، نہ کہ دعوٰی وضعِ کذب ، تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاحِ محدثین حکمِ صحت صحیح نہیں یونہی حکمِ وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریح ائمۂ فن کثرتِ طُرق سے جبرِ نقصان متصوّر اور عملِ علما وقبولِ قدما حدیث کے لیے قوی ، دیگر اور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول ، اور اس سے بھی گزریے تو بلاشُبہہ یہ فعل اکابرِ دین سے مروی ومنقول اور سلف صالح میں حفظ صحتِ بصر وروشنائیِ چشم کے لیے مجرب اور معمول ، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں ، نہ کسی سنّتِ ثابتہ کا خلاف ، اور نفع حاصل تو منع باطل ، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیثِ موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے ، ولہذا مولٰنا علی قاری نے عبارتِ مذکورہ کے بعد فرمایا :

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵
[2] الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (موضوعات کبرٰی) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰
[3] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۳

marfat.com

تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلاۃ والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین[1]۔

عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْهِ شَفَاعَتِیْ وَلَا یَصِحُّ۔[2]

حدیث: مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْهِ شَفَاعَتِیْ وَلَا یَصِحُّ۔

یعنی مؤذن سے اشهد ان محمدا رسول الله سُن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانبِ باطن سے چُوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دُعا پڑھنا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اُس جناب نے مؤذن کو اشهد ان محمدا رسول الله کہتے سُنا یہ دُعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چُوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوجائے، اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجۂ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا:

وکذا ما اورده ابو العباس احمد بن ابی بکرؓ

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

[2] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ " " ص ۳۸۴

marfat.com

الرداد الیمانی المتصوف فی کتابہ "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ" بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ، مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یرمد ابدا[1]

پھر فرمایا:

ثم روی بسند فیہ من لم اعرفہ عن اخی الفقیہ محمد بن البابا فیما حکی عن نفسہ انہ ھبت ریح، فوقعت منہ حصاۃ فی عینہ فاعیاہ خروجھا والمتہ اشد الالم، وانہ لما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ، قال ذلک فخرجت الحصاۃ من فورہ، قال الرداد رحمہ اللہ تعالیٰ، وھذا یسیر فی جنب فضائل الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[2]

پھر فرمایا:

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامھا وخطیبھا فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من المصریین، انہ سمعہ یقول من صلی

رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انھوں نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رداد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انھیں فرماتے سنا

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[2] " " " " " "

marfat.com

على النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمع ذکرہ فی الاذان ، وجمع اصبعیہ المسبحۃ والابہام وقبلھما ومسح بھما عینیہ لم یرمدا ابدا[1]۔

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمہ کی اُنگلی اور انگوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا :

قال ابن صالح ، وسمعت ذلك ایضا من الفقیہ محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق او العجم انہ یقول عند ما یمسح عینیہ، صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی و یا نور بصری و یا قرۃ عینی ، وقال لی کل منھما منذ فعلہ لم ترمد عینی۔[2]

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یُوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَاحَبِیْبَ قَلْبِیْ وَیَا نُوْرَ بَصَرِیْ وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا :

قال ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعتہ منھما استعملتہ ، فلم ترمد عینی وارجو ان عافیتھما تدوم وانی اسلم من العمی ان شاء اللہ تعالیٰ۔[3]

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و شکر ہے جب سے مَیں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سُنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہُوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا :

قال و روی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیہ العالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید الحسینی ، اخبرنی الفقیہ الزاھد البلالی

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہُوا کہ اُنھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

---

[1] و [2] و [3] المقاصد الحسنہ حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

marfat.com

عن الحسن علیہ السلام، انہ قال ، من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدًا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ویقبل ابہامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد۔[1]

حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمدًا رسول اللہ کہتے سُن کر یہ دعا پڑھے مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃَ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اپنے انگوٹھے چُوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دُکھیں۔

پھر فرمایا :

وقال الطاؤسی، انہ سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ ، حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن کلمۃ الشھادۃ ظفری ابہامیہ ومسھما علی عینیہ ، وقال عند المسّ اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورھما لم یعم۔[2]

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں اُنھوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سُنی کہ جو شخص مؤذن سے کلماتِ شہادت سُن کر انگوٹھوں کے ناخن چُومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حَدَقَتَیَّ وَنُوْرَھُمَا بِبَرَکَۃِ حُدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نُوْرَھُمَا ، اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے :

واعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشھادۃ الثانیۃ "صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ" وعند الثانیۃ منھا "قرۃ عینی بک یا رسول اللہ" ثم یقال "اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین" فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قاعدًا لہ

یعنی خبردار رہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمدًا رسول اللہ سُنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اور دوسری بار قُرَّۃَ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنّت میں لے جائیں گے ، ایسا ہی کنز العباد

---

[1] المقاصد الحسنۃ باب المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[2] " " ص ۳۸۵

marfat.com

الی الجنۃ کذا فی کنزا لعباد[1]۔ میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ[1] یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوٰی صوفیہ میں فرمایا) شیخ مشایخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولٰنا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان، ھل ھو جائز امر لا أجبت بما نصہ نعم تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل ھو مستحب صرح بہ مشایخنا فی غیر ما کتاب[2]۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف سُن کر انگوٹھے چُومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشایخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی "تکملہ مجمع بحار الانوار" میں حدیث کو صرف لا یصح فرما کر لکھتے ہیں: وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین[3] یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق وصاحب تدقیق، افادات چند نافع وسود مند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالٰی چہرۂ حق سے نقاب اُٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے اُن کی قدرے تفصیل زیور گوشِ سامعین بنے کہ یہاں لبسط کامل وشرح کافل کے لیے تو دفتر وسیط، بلکہ مجلد لبسیط درکار واللہ الموفق ونعم المعین **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

افادۂ اوّل (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط وباطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلٰی درجہ کی حدیث ہے

---

[1] جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

[2] فتاوٰی جمال بن عبداللہ عمر مکی

[3] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاجابات المشتہرۃ الخ نولکشور، لکھنؤ ۳/۵۱۱

marfat.com

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور اِن سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حَسَن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جُھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پُوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکامِ حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح منیہ[1] میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی" لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیٔ" انتھٰی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح، بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضا۔[2]

ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی انتہی حسن اور اُس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اُسی میں ہے:

علی الشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن۔[3]

یعنی اصطلاح علم حدیث کی رُو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ[4] میں فرماتے ہیں:

قول احمد" انہ حدیث لایصح ای

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

---

[1] ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منہ

[2] آخر صفۃ الصلوٰۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلوٰۃ ۱۲ منہ

[3] ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشوراء فی اٰخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ

[1] و [2] حلیۃ المحلی

وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

صفۃ الصلوٰۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلوٰۃ سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

گیارھویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشورا کے دن اہل و عیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

لذاتہ فلاینفی کونہ حسنا لغیرہ ، والحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی علم الحدیث۔[1]

یہ معنے ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کریگا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علمِ حدیث میں بیان ہو چکا۔

سند الحفاظ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں:

من نفی الصحۃ لاینتفی الحسن اھ[2] ملخصا

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

ھذا القسم من الحسن مشارك للصحیح فی الاحتجاج بہ وانکان دونہ۔[3]

یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولٰنا علی قاری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں:

لا یصح لا ینا فی الحسن[4] اھ ملخصا

یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصا

سیدی نورالدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں:

قد یکون غیر صحیح و ھو صالح للاحتجاج بہ ، اذ الحسن رتبۃ بین الصحیح والضعیف۔[5]

یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابلِ حجیّت ہے، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی ان ینتعل الرجل قائما[6]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کر کے فرمایا:

---

[1] الصواعق المحرقۃ الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵
[2] نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار
[3] نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۳
[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶
[5] جواہر العقدین فی فضل الشرفین
[6] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

marfat.com

کلا الحدیثین لایصح عند اھل الحدیث[1]

دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

نفیہ الصحۃ لاینافی انہ حسن کما علم[2]

صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیساکہ معلوم ہوچکا ہے۔

شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجۂ اعلٰی ست دائرۂ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ست، حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم بہ اصطلاح ایشاں صحیح نیست، بلکہ تسمیۂ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست[3]

اصطلاحِ محدثین میں عدمِ صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلٰی ترین درجہ ہے جیساکہ مقدمہ میں معلوم ہوچکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتی کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیّدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول:

وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لا تتوقف علی الصحۃ، بل الحسن کاف[4]

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

---

[1] المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

تیسرے مقصد دوسری نوع نعلِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

[2] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم " مطبعۃ عامرہ مصر ۵/۵۵

[3] شرح صراط المستقیم لعبدالحق المحدث الدہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص۵۰۲

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب مالایجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸

marfat.com

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحتِ حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل وموضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح وموضوع دونوں ابتداء وانتہاء کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلٰی صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسامِ حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور اُن کے احکام) مرتبہ۱ صحیح کے بعد حسن۲ لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن۳ لذاتہ، پھر حسن۴ لغیرہ، پھر ضعیف۵ بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیتِ اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاطِ راوی یا سُوءِ حفظ یا تدلیس وغیرہا، اوّل کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے، اُس وقت وُہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے، پھر درجۂ ششم۶ میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جُدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے، کما سَنُبَیِّنُہٗ اِن شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجۂ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوعِ اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظرِ تدقیق میں یُوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ اَن سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول وافترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔ وسیرد علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ العلی الاعلٰی (اس کی روشن تفاصیل ان شاء اللہ تعالٰی آپ کے لیے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالبِ تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔ ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثباتِ وضع ماننا زمین وآسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفیِ صحت اگر بمعنی نفیِ ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت وحسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح وحسن نہیں نہ کہ باطل وموضوع ہے کہ حسن وموضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ ودانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے اور مہر منیر کو زیر دامن مکر وتزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

marfat.com

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے :

امام[1] سند الحفاظ و امام[2] محقق علی الاطلاق و امام[3] حلبی و امام[4] مکی و علامہ[5] زرقانی و علامہ[6] سمہودی و علامہ[7] ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص و فحوی الخطاب اس دعوٰی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفیِ صحت سے نفیِ حسن تک لازم نہیں تو اثباتِ وضع تو خیال محال سے ہمدوش دقرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سُنئے :

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمۂ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین[1]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفیِ حدیث لازم نہیں، بلکہ اُس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا :

وھذا یجیٔ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لایصح" ونحوہ[2]۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں :

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا[3]۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں :

اکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث،

یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل وعلومہ واصطلاحتہ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۰۶
[2] تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰
[3] القول المسدد الحدیث السابع مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

marfat.com

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحتِ حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل وموضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح وموضوع دونوں ابتدا وانتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلٰی صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور اُن کے احکام) مرتبۂ[1] صحیح کے بعد حسن[2] لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن[3] لذاتہ، پھر حسن[4] لغیرہ، پھر ضعیف[5] بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیتِ اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاطِ راوی یا سُوءِ حفظ یا تدلیس وغیرہا، اوّل کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوّت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے، اُس وقت وُہ صلاحیت احتجاج[6] وقبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے، پھر درجۂ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جُدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے، کما سَنُبَیِّنُہٗ ان شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجۂ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوعِ اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظرِ تدقیق میں یُوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول وافترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔ وسیرد علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ العلی الاعلٰی (اس کی روشن تفاصیل ان شاء اللہ تعالٰی آپ کے لیے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالبِ تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔ ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثباتِ وضع ماننا زمین وآسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفیِ صحت اگر بمعنی نفیِ ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت وحسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح وحسن نہیں نہ کہ باطل وموضوع ہے کہ حسن وموضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ ودانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے اور مہر منیر کو زیر دامن مکر وتزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

marfat.com

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے ؛

امام[1] سند الحفاظ و امام[2] محقق علی الاطلاق و امام[3] حلبی و امام[4] مکی و علامہ[5] زرقانی و علامہ[6] سمہودی و علامہ[7] ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص و فحوی الخطاب اس دعوٰی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفیِ صحت سے نفیِ حسن تک لازم نہیں تو اثباتِ وضع تو خیال محال سے ہمدوش و قرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سُنئے ؛

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمۂ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں ؛

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، و قولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین[1]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفیِ حدیث لازم نہیں، بلکہ اُس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا ؛

وھذا یجیٔ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لایصح" او نحوہ[2]۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں ؛

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا[3]۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں :

اکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث،

یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل وعلومہ واصطلاحتہ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۰۶
[2] تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰
[3] القول المسدد الحدیث السابع مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

marfat.com

انه قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفه[1]

حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں:

لایلزم عن عدم الصحة وجود الوضع کما لایخفی[2]

یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں روزِ عاشورا سُرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰے کا حکم "لایصح ھذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت لایلزم من عدم صحته ثبوت وضعه و غایته انه ضعیف۔[3]

یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل:

ان لفظ "لایثبت" لایثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونه۔[4]

یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولٰنا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء اصلا (کھانے سے پہلے تربوز کھانا پیٹ کو خُوب دھودیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کردیتا ہے۔ ت) کی نسبت قولِ امام ابن عساکر "شاذ لایصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں:

ھو یفید انه غیر موضوع کما لایخفی۔[5]

یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتارہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفیِ صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافہم

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔ شیخوپورہ ص ۴۹
[2] موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸
[3] " " " بیان احادیث الاکتحال یوم عاشورا الخ حدیث ۱۲۹۸ " " " " ص ۳۴۱
[4] مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۷
[5] موضوعات ملا علی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " " ص ۳۵۰

marfat.com

واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ بحمداللہ تعالٰی یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع وزور فظیع بوضوع تام طشت ازبام ہوگیا جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیلِ ابہامین کی نفی صحت نقل کرکے بے دھڑک دعوٰی کر دیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چُومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع وغیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفیِ صحت کہاں حکمِ وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں وہاں سب میں اعلٰی کی نفی سے سب میں ادنٰی کا ثبوت ہوجائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ ٹھہریں کہ نانِ شبینہ کو محتاج ہے، یا متکلمینِ طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

افادۂ دوم (جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت ومانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں:

اوّل مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔

دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وھذا اعلی تزاع فیہ، فان من العلماء من نفی الجھالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لایروی الا عن عدل عندہ، کیحیی بن سعید القطان وعبد الرحمن بن مھدی والامام احمد فی مسندہ، وھناک اقوال اخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحیٰی بن سعید بن القطان، عبدالرحمان بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری وباطنی کچھ ثابت نہیں وقد یطلق علی مایشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہوجائے۔ ت)

قسم اوّل یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے: قبلہ ابوحنیفۃ خلافا للشافعی[1] (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے قبول

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۵۲/۲

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قاله فی شرح المهذب، ذکره فی التدریب، وکذلك مال الی اختیاره الامام ابوعمرو بن الصلاح فی مقدمته، حیث قال فی المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرین ویشبه ان یکون العمل علی هذا الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشهورة فی غیر واحد من الرواة الذین تقادم العهد بهم و تعذرت الخبرة الباطنة بهم[1]۔

یہ شرح المہذب میں ہے، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابوعمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا، انھوں نے تیسوّیں نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد و مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پُرانا ہے اور ان کی باطن کے معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ (ت)

اور دُوقسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورثِ ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں،

واختلفوا هل یقبل المجهول ... وهو علی ثلثة مجعول
مجهول عین من له راو وفقط ... ورده الاکثر والقسم الوسط
مجهول حال باطن و ظاهر ... وحکمه الرد لدی الجماهر
الثالث المجهول للعدالة ... فی باطن فقط فقد رأی له
حجیة بعض من منع ... ما قبله منهم سلیم[2] فقطع[3]

(مجہول کے بارے میں علماءِ حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؛ اس کی تین اقسام ہیں، مجہول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رَدّ کردیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجہول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رَدّ کردیا ہے تیسری قسم وُہ مجہول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رَدّ کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عه ای للامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانه قطع بقبوله ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنه۔ (م)

اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳
[2] الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/۴۳

اسی طرح تقریب النواوی وتدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمۂ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهراً وباطنا، ومجهولها باطنا مع وجودها ظاهرا وهو المستور، ومجهول العين، فاما الاول فالجمهور على انه لا يحتج به، واما الاخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين[1]

مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو، دُوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابلِ قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام واولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض مايضعف به رواة الحديث وتعلل به احاديثهم، لايكون تعليلا ولا جرحاً عند الفقهاء ولا عند العلماء بالله تعالٰى مثل ان يكون الراوى مجهولا، لايشاره الخمول وقد ندب اليه، اولقلة الاتباع له اذلم يقم لهم الاثرة عنه[2]

یعنی بعض وُہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعثِ ضعف وجرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اُس کے شاگرد کم ہُوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہِ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل ومجعول ہو، بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد وابطال فرمادیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں:

---

[1] مقدمہ للامام النووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] قوت القلوب فصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

marfat.com

جهالة بعض الرواة لا تقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا انکاره الا لفاظ، فینبغی ان یحکم علیه بانه ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال[1]

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح[2] مشکوۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: فیه راو مجهول، ولا یضر لانه من احادیث الفضائل[3] (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)

موضوعاتِ کبیر میں استاذ المحدثین (امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا: انه[2] لیس بموضوع وفی سنده مجهول[3] (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لو[3] ثبتت جهالته لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسناده من یتهم بالوضع[4]

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

---

[1] ذکره فی باب فضل الاذان و اجابة المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منه (م)

[2] یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منه (م)

[3] قاله فی حدیث ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فی صلاة التسبیح لکن اهمله ابو الفرج بجهالة موسٰی بن عبد العزیز ۱۲ منه۔ (م)

فضیلتِ اذان اور جوابِ اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسٰی بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔ (ت)

---

[1] رسالہ فضائل نصف شعبان

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۷۱

[3] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

[4] لآلی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۴۴

marfat.com

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں:

لایلزم من الجہل بحال الراوی انیکون الحدیث موضوعا۔[1]

راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاٰخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ[2] (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا:

لیس فی شئ مما ذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع۔[3]

یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونہ کذبا فیہ نظر، وانما ھو غریب فی سندہ مجہول۔[4]

اس کا کذب ہونا مسلّم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

---

[1] قالاہ فی حدیث وعبد تارک الحج فلیمت انشاء یہودیا او نصرانیا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مرجائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[2] باب وفاۃ امہ ومایتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

باب وفاۃ امہ ومایتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] لآلی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۱۱۸

[2] کتاب الموضوعات فی حدیث انشاء الشعر بعد العشاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۶۱

[3] القول المسدد الحدیث الثانی مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۶

[4] الصواعق المحرقہ الباب الحادی عشر " مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۴۳

marfat.com

قال السهیلی فی اسنادہ[1] مجاهیل وهو یفید ضعفه فقط، وقال ابن کثیر منکر جدا وسنده مجهول وهو ایضا صریح فی انه ضعیف فقط، فالمنکر من قسم الضعیف، ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر "منکر" هذا حجة لما قلته من انه ضعیف، لا موضوع، لان المنکر من قسم الضعیف، وبینه وبین الموضوع فرق معروف فی الفن، فالمنکر ما انفرد به الراوی الضعیف مخالفا لروایة الثقات فان انتفت کان ضعیفا فقط وهی مرتبة فوق المنکر اصلح حالا منه اھ ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فنِ اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر منتفی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصا (ت)

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں، تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادۂ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزمِ وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وهو عندنا کالارسال[2] بعد

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان نہیں

---

[1] یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی اٰمنا به صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

[2] قوله کالارسال ای علی تفسیر وهو منه علی اٰخر وهو علی اطلاق ۱۲ منہ (م)

یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۱۹۶

marfat.com

عدالة الرواة وثقتهم لایضر۔[1]

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں فرماتے ہیں:

لا یضر ذلك فان المنقطع کالمرسل فی قبوله من الثقات۔[3]

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ[4] میں فرماتے ہیں:

قال ابوداود هذا مرسل ای نوع مرسل وهو المنقطع لکن المرسل حجة عندنا وعند الجمهور۔[5]

ابوداود فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ (ت)

اور جو اُسے قادح جانتے ہیں وُہ بھی صرف مورثِ ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لایضر ذلك فی الاستدلال به ههنا لان المنقطع[6]

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

---

[1] اول صفة الصلاة فی الکلام علی زیادة وجل ثناؤك فی الثناء ۱۲ منہ (م)

صفۃ الصلوٰۃ کی ابتدا میں جہاں ثناء میں "وجل ثناء ک" کے الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضوء ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اس کا ذکر ام المومنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی بعض ازواجِ مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر یونہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[3] تحت حدیث اذا رکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلٰث مرات فقد تم رکوعه قال الترمذی لیس اسناده بمتصل فقال ابن حجر هو لا یضر ذلك ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ "سبحان اللہ العظیم" پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہوجائیگا۔ ترمذی نے کہا اسکی سند متصل نہیں تو حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۹

[2] حلیۃ المحلی (نایاب)

[3] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۴۳

marfat.com

یعمل به فی الفضائل اجماعاً[1]۔ — میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادۂ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) انقطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جُدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات[1] میں ہے:

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع[2]۔ — مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں (ت)

اُسی[2] میں ہے:

المنکر نوع اٰخر غیر الموضوع وھو من قسم الضعیف[3]۔ — منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

اُسی[2] میں ہے:

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع[4]۔ — ابنِ عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

اُسی[3] میں ہے:

المنکر من قسم الضعیف وھو محتمل فی الفضائل[5]۔ — منکر، ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

ع۱ ذکرہ فی اٰخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م)
باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ اول باب الاطعمۃ ۱۲ منہ (م)
باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ اول باب البعث ۱۲ منہ (م)
باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ مرقات شرح مشکوٰۃ — الفصل الثانی من باب الرکوع — مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان — ۲/۳۱۵

۲ التعقبات علی الموضوعات — (نایاب ہے)

۳ " " " " "

۴ " " " " "

۵ " " " " "

marfat.com

اُسی[1] میں ہے :

رأیت الذھبی قال فی تاریخہ "ھذا حدیث منکر لا یعرف الا ببشر وھو ضعیف انتھی" فعلم انہ ضعیف لا موضوع۔[1]

اسی میں ہے :

حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ "علیکم بلباس الصوف یجدوا حلاوۃ الایمان فی قلوبکم" الحدیث بطولہ فیہ الکدیمی وضاع قلت، قال البیھقی فی الشعب "ھذہ الجملۃ من الحدیث معروفۃ من غیر ھذا الطریق، وزاد الکدیمی فیہ زیادۃ منکرۃ، ویشبہ ان یکون من کلام بعض الرواۃ فالحق بالحدیث انتھٰی، والجملۃ معروفۃ اخرجھا الحکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع۔[2]

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انھوں نے اسے حدیث کا حصہ بنادیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

افادۂ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدثنی رجل" (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

---

[1] قالہ فی اواخر الکتاب تحت حدیث فضل قزوین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

حدیث فضیلتِ قزوین کے تحت کتاب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[2] اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

[2] " " "

marfat.com

صرف مورثِ ضعف ہے نہ کہ موجبِ وضع ۔ امام الشان علامہ ابنِ حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں ؛

لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم[1]۔

صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہوجاتی ۔ (ت)

(تعددِ طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہوجاتا ہے، تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو ۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ھارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزھری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا ؛

اوردہ (یعنی ابا الفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبد الرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک، وفی الثالث الحکم بن عبد اللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ، قلت عبد الرحمٰن لم یتھم بکذب، ثم انہ لم ینفرد بہ بل تابعہ اسمٰعیل بن عباس وکلاھما یجبران ابھام الذی فی الطریق الاول اھ[2] مختصرا۔

اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیثِ عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر المیلکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن متہم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمٰعیل بن عباس نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کردیا جو سند اول میں تھا اھ مختصراً ۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہوسکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیثِ دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات[3] میں فرماتے ہیں ؛

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبھما لم یسم

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ ۱۲ منہ (م)

یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب اللباس مطبعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۲۶۴

[2] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

فانکان ثقۃ فھوعلی شرط الصحیح ، و ان کان ضعیفا فھوعاضد للمسند المذکور[1]۔

جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وُہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سندمذکور کو تقویت دینے والی ہے ۔ (ت)

افادۂ ششم (ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے) بھلا جہالت وابہام تو عدمِ علمِ عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم ، عدم علم سے زائد ، مجہول ومبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہٖ ثقہ ہو کما مر انفا عن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے ۔ ت) اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط ۔ ولہذا محدثین دربارۂ مجہول رَد وقبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رَد پر متفق ہُوئے ۔ امام نووی مقدمۂ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل :

الناقلون سبع طبقات ، ثلٰث مقبولۃ ، وثلٰث متروکۃ والسابعۃ مختلف فیھا (الٰی قولہ) السابعۃ قوم مجھولون انفردوا بروایات ، لم یتابعوا علیھا ، فقبلھم قوم ، ووقفھم اٰخرون[2]۔

ناقلین کے سات درجات ہیں، تین مقبول ، تین متروک، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کر لینے میں منفرد ہیں ، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے ۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے ، حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات[1] و لآلی و تدریب میں فرماتے ہیں :

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب عہ قالہ تحت حدیث من قرأ ایۃ الکرسی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں نے یہ انھوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

[2] المقدمہ للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

marfat.com

فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل ، ومما لم یصب فیه اطلاقه الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتها ، کقوله فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلك الحدیث مما یشهد القلب ببطلانه ولا فیه مخالفة ولا معارضة لکتاب ولا سنة ولا اجماع ولا حجة بانه موضوع سوی کلام ذلك الرجل فی رواته وهذا عدوان ومجازفة[1]

نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لیے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے نہ یہ کتاب و سنّت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے سوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

افادۂ ہفتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں) پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جن کا ہر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کر لے یعنی دُوسرا جو بتا دے کہ تُو نے یہ سُنا تھا وہی مان لے، پُر ظاہر کہ یہ شدّتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

(۱) **کذب** کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کرے۔

(۲) **تہمت کذب** کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعدِ دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

(۳) **کثرت غلط**

(۴) **غفلت**

(۵) **فسق**

(۶) **وہم**

(۷) **مخالفتِ ثقات**

(۸) **جہالت**

(۹) **بدعت**

(۱۰) **سُوءِ حفظ**

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،

---

[1] تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۷۸

marfat.com

حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضہا اشد فی القدح من بعض وترتیبہا علی الاشد فالاشد فی موجب الرد[1] اھ ملخصا۔

الفاظ یہ ہیں کہ اسبابِ طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "الاشد" "فالاشد" کی ترتیب ہے اھ ملخصا (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اواخر تعقبات میں ہے:

فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن، قلت ھذا لا یقتضی الحکم بوضع حدیثہ[2]۔

اس میں یزید ابن ابی زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ تلقین کو قبول کرلیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادۂ ہشتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث[1] کہوں اس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن[2] القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ[3]۔

ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

علہ کانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدۃ مخافۃ انیکون بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا جمعا بین الامرین ۱۲ منہ (م)

گویا امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم ہے لہذا دونوں امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکوفی ۱۲ منہ (م)

ابان بن جبلہ الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۱ شرح نخبۃ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۴

ع۲ تعقبات (نایاب)

ع۳ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلۃ الکوفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶

marfat.com

اُسی[1] میں ہے :

قدمرلنا ان البخاری قال من قلت فیه منکر الحدیث فلا یحل روایة حدیثه۔[2]

پیچھے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں مَیں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

باایں ہمہ علما نے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقبات[2a] میں ہے :

قال البخاری منکر الحدیث ، فغایة امرحدیثه انیکون ضعیفا۔[2]

بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۂ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف[3] متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے، میزان میں ہے :

---

[1] قاله فی سلیمن بن داود الیمانی ۱۲ منہ (م)

سلیمان بن داؤد یمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

باب فضائل القرآن میں یہ ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیۂ نزہۃ النظر میں متروک ومتہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا :

حیث قال قیل المرتبة الثالثة فلان متهم بالکذب او الوضع اوساقط اوهالك او ذاهب الحدیث وفلان متروك اومتروك الحدیث اوترکوه اقول وکان هذا القائل ایضا لا یقول باستواء جمیع ماذکر فی المرتبة بل فیها ایضا تشکیك عنده وکانه الی ذلك اشار باعادة فلان قبل قوله متروك الا ان فیه ان ساقطا ومابعده لا یفوق متروکا ومابعده فافهم ۱۲ منہ (م)

ان کے الفاظ یہ ہیں کہا گیا ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کردیا ہے اقول گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کرکے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد، متروک اس کے مابعد سے فوق وبلند مرتبہ نہیں ہوسکتے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیمانی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲

[2] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

اردی عبارات الجرح ، دجال کذاب ، او وضاع یضع الحدیث ثم متهم بالکذب و متفق علی ترکه ، ثم متروك[1] الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں ، دجال ، کذاب ، وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متہم بالکذب متفق علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب رواۃ میں فرماتے ہیں :

العاشرة ، من لم یوثق البتة وضعف مع ذلك بقادح والیه الاشارة بمتروك او متروك الحدیث او واهی الحدیث اوساقط ، الحادیة عشر ، من اتهم بالکذب "الثانیة عشر" من اطلق علیه اسم الکذب والوضع[2]۔

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو ، اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واہی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "گیارھواں درجہ یہ ہے" جو متہم بالکذب ہو ، اور بارھواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو ۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں ، امام ابن حجر اطراف العشرۃ پھر خاتم الحفاظ لآلی[3] میں فرماتے ہیں :

زعم ابن حبان وتبعه ابن الجوزی ان هذا المتن موضوع ، ولیس کما قال ، فان الراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع اھ مختصرا ۔

ابن حبان نے یہ زعم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے ، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصرا (ت)

---

[1] فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ عزوجل قرأطه ولیس قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منه (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے طٰہٰ اور لیس تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴

[2] تقریب التہذیب " " مطبع فاروقی دہلی ص ۳

[3] موضوعات للآلی کتاب التوحید " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۰

marfat.com

امام بدرزرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح ، پھر خاتم الحفاظ لآلی[1] میں فرماتے ہیں :

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر، وسلیمن بن ارقم وان کان متروکا فلم یتهم بکذب ولا وضع[1] اھ ملخصا۔

محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ متہم بالکذب اور متہم بالوضع نہیں اھ ملخصا (ت)

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروك" (فضل متروک ہے۔ت) لآلی[2] میں فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر ، فان الفضل لم یتهم بکذب[2]۔

اس کو موضوع قرار دینا محلِ نظر ہے، کیونکہ فضل متہم بالکذب نہیں۔ (ت)

تعقبات[3] میں ہے :

اصبغ شیعی متروك عند النسائی ، فحاصل[4] کلامه "انه ضعیف لا موضوع" وبذلك صرح البیهقی[3]۔

اصبغ شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

---

[1] فیه تحت حدیثه ایضا والذی نفسی بیده ما انزل الله من وحی قط علی نبی بینه وبینه الا بالعربیة الحدیث ۱۲ منه (م)

اس میں اسی حدیث کے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالٰی نے کسی نبی پر وحی نہیں فرمائی مگر اس کے اور اس کے نبی کے درمیان عربیت تھی الحدیث (ت)

[2] فیه ایضا تحت حدیث ابن شاهین لما کلم الله تعالٰی موسٰی یوم الطور کلمه بغیر الکلام الذی کلمه یوم ناداه الحدیث ۱۲ منه (م)

اس میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے طور کے دن گفتگو فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو انکے ساتھ ندا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)

[3] ذکره فی اول باب الصلاة۔

باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

[4] الکنایة للذهبی ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] موضوعات للآلی کتاب التوحید مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۱

[2] " " " " " " ۱/ ۱۲

[3] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

حدیث چلۂ صوفیۂ کرام قدست اسرارہم کہ ،

من اخلص للہ تعالٰی اربعین یوما ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علٰی لسانہ[1]

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالٰی کے لیے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہوجائیں گے ۔ (ت)

ابنِ جوزی نے بطرقِ عدیدہ روایت کرکے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ "مافیھم متھم بکذب[2]" یہ سب کچھ سہی پھر اُن میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں ۔ یوں ہی ایک حدیث[3] کی علت بیان کی : بشر بن نمیر عن القاسم متروکان[4] (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی اور یہ دونوں متروک ہیں ۔ ت) تعقبات میں فرمایا ، بشر لم یتھم بکذب[5] (بشر متہم بالکذب نہیں ۔ ت) حدیثِ ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا" الحدیث (اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا ، پوری حدیث ۔ ت) میں کہا تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک[6] (اس میں مسلمہ بن علی الخشنی منفرد ہے اور وہ متروک ہے ۔ ت) تعقبات میں فرمایا ، مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب[7] (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں ۔ ت) حدیثِ ابی ہریرہ "ثلٰثۃ لا یعادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی ۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا ، لم یتھم بکذب ، والحدیث ضعیف لا موضوع[8] (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ۔ ت)

سبحان اللہ ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی ، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقطاع کی حالت ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون ۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء راوی ۳/۱۶ مکحول الشامی عن ابی ایوب انصاری مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۵/۱۸۹

[2] و [3] و [4] و [5] و [6] و [7] و [8] التعقبات علی الموضوعات (نایاب)

marfat.com

عہ یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمسی صلی اللہ تعالٰی علی نوح وعلیہ السلام لم تلوغہ عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا : "صلی اللہ تعالٰی علٰی نوح و علیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈسے گا ۱۲ منہ (ت)

تذییل یہ ارشادات تو ہمارے ائمۂ کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعاتِ ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالےٰ جنون وجذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسّی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوّے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریق عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشئ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے، ثقات سے وُہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزرہ کو یحیٰی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عائز ضعیف ہے۔
شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذا غاية ما ابدى ابن الجوزى دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افرط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيره[1]۔ انتهى
والله الهادى الى سبيل الهدٰى۔

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکمِ وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وُہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکمِ وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہٖ ہو۔

افادۂ دہم (موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یُوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنتِ متواترہ (۳) یا اجماعی قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حس صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمالِ تاویل و تطبیق نہ رہے۔
(۷) یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پُرنور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔
(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

---

[1] زہر النسرین فی حدیث المعمرین للشوکانی (نایاب)

marfat.com

کذب وبطلان پر گواہی مستنداً[عہ] الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہوجاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں توصریح ظہور ووضوحِ وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یُوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمۂ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علٰی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اُس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمك لحمی ودمك دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خُون میرا خُون۔ت)

اقول انصافاً یُوں ہی وُہ مناقبِ امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین واہلِ بیت طاہرین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کما نص علیہ الحافظ ابویعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد (جیسا کہ اس پر حافظ ابویعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ت) یونہی نواصب نے مناقبِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے رہنمائی فرمائی جو سنّت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ت)

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلۂ حفاظ ائمۂ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلاواسطہ

عہ زدتہ لان التواتر لایعتبر الا فی الحسیات کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

بدعوی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخِ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ[۱۵] باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں ولو بسطنا المقال علیٰ کل صورۃ لطال الکلام وتقاصی المرام، ولسنا ھنا لك بصدد ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دُور ہوجائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہُوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لابد معه من انضمام شئ مما سیأتی۔

یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علمِ حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل ومحیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور باایں ہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارۂ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاھر ان الحدیث ضعیف لا موضوع[۲] (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابوعقال ہلال بن زید ہے، ابنِ حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا ولہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قولِ مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

ھذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، ولیس فیه مایحیل الشروع ولا العقل، فالحکم علیه بالبطلان بمجرد کونه من روایة ابی عقال لایتجه، وطریقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں سرحد دارالحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابوعقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل

---

[۱] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (نایاب)

[۲] الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ حدیث ۱۲۸۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۳۸

marfat.com

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[1]۔ میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریقِ ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اُس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے، نخبہ و نزہہ میں فرماتے ہیں:

الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنه مالم یقله صلی الله تعالٰی علیه وسلم متعمدا لذلك اوتهمته بذلك، الاول هو الموضوع، والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع، اذ قد یصدق الکذوب، والثانی هو المتروك اھ[2] ملتقطا

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو، پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فایاکم والحمرة وکل ثوب فیه شهرة (شیطان سُرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سُرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل هذا حدیث باطل واسناده منقطع کذا قال وقوله باطل مردود فان ابابکر الهذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقه سعید بن بشیر، وان زاد فی

جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انھوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ ذکرہ فی ترجمة رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ (م) رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القول المسدد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲

[2] شرح نخبۃ الفکر مع نزہۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

marfat.com

السند رجلا ، فغایته ان المتن ضعیف اما حکمه بالوضع فمردود[1]

کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

علی قاری[3] حاشیۂ نزہہ[2] میں فرماتے ہیں،

الموضوع هو الحدیث الذی فیه الطعن بکذب الراوی[4]

موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبدالباقی[5] زرقانی شرح مواہب[6] لدنیہ میں فرماتے ہیں،

احادیث الدیك حکم ابن الجوزی بوضعها ورد علیه الحافظ بما حاصله انه لم یتبین له الحکم بوضعها اذ لیس فیها وضاع ولا کذاب نعم هو ضعیف من جمیع طرقه[7]۔

روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب ، ہاں وہ جمع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں[8] حدیث[9] کان لا یعود الا بعد ثلث[10] (سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادتِ مریض فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے، فرمایا،

اورده ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوا بانه ضعیف فقط ، لا موضوع ، فان مسلمة یجرح بکذب کما قاله الحافظ ولا التفات لمن غر

ابنِ جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

---

[1] المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ (م)
دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] المقصد الثامن الفصل الاول فی طب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ
آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طبِ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ القسم الاول "حرف الزاء" مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۵۰۰
[2] حاشیہ نزہۃ النظر بحث الموضوع " مطبع علیمی لاہور ص ۵۶
[3] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل التاسع مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۳/ ۴۵۰
[4] " " " " الفصل الاول من المقصد الثامن فی طب صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۵۸

marfat.com

بزخرف القول فقال هو موضوع کما قال الذهبی وغیرہ[1]۔

اور نہ توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔ (ت)

اُسی میں بعد کلام مذکور ہے:

المدار علی الاسناد فان تفرد به کذاب او وضاع فحدیثه موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط[2]۔

مدار سندِ حدیث پر ہے اگر اسے روایت کرنے والا کذاب یا وضاع متفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔ (ت)

انہیں ابن علی خشنی نے حدیث ثلثۃ لیس لھم عیادۃ الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور داڑھ درد والے کی۔ ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور عقیلی نے یحیی بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کردیا و لہذا بیہقی نے موقوف کو "ھو الصحیح" (وہ صحیح ہے۔ ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

تصحیحه وقفه لا یوجب الحکم بوضعه اذ مسلمۃ وان کان ضعیفا لم یجرح بکذب، فجزم ابن الجوزی بوضعه وھم[3] اھ نقله الزرقانی قبیل ما مر۔

اس کی تصحیح اس کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا ان کو موضوع قرار دینا وہم ہے اھ اسے امام زرقانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔ (ت)

امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وُہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں، اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ "ان ھذہ الحکایۃ کذب علی مالک"۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۵۹

[2] "

[3] "

marfat.com

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی[1] نے اُس کے رُد میں فرمایا:

هذا تهوّر عجيب، فان الحكاية رواها ابو الحسن على بن فهر فى كتابه فضائل مالك باسناد لا باس به، واخرجها القاضى عياض فى الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن اين انها كذب وليس فى اسنادها وضاع ولا كذاب[1]۔

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابو الحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائلِ مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اسکی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب۔ (ت)

افادۂ نہم میں امام الشان وامام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا، امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعنِ کذب تو نہیں، نیز تعقبات[2] میں فرمایا:

لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعا۔[2]

اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکمِ وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمتِ کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہوسکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادۂ دوم میں امام زرکشی[1] و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادۂ پنجم میں گزرا کہ ابو الفرج[2] نے کہا ملیکی متروک ہے، تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ افادۂ نہم[3] میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول[4]، مجروح[5]، کثیر الخطا[6]، متروک[7] ہونے سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقبات[3] میں ہے:

---

[1] المقصد العاشر الفصل الثانى فى زيارة قبر النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم ۱۲ منہ

دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ

باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] آخر البعث ۱۲ منہ

باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثانی المقصد العاشر — مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر — ۸/۳۴۸

[2] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل — ص ۸

marfat.com

حدیث فیه حسن بن فرقد لیس لشئ ، قلت ،لم یتهم بکذب ، واکثر مافیه ان الحدیث ضعیف[1]

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شئ نہیں ، میں کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں ، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے ۔(ت)

اُسی میں[1] ہے :

حدیث فیه عطیة العوفی وبشر بن عمارة ضعیفان "قلت" فی الحکم بوضعه نظر فلم یتهم واحد منهما بکذب[2]

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محلِ نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (ت)

اُسی میں[2] ہے :

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصّین ، فیه ابوعاتکة منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تهمة[3]۔

حدیث" علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابوعاتکہ منکر الحدیث ہے میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے ۔ (ت)

اُسی میں[3] ہے :

حدیث فیه عمارة لا یحتج به قال الحافظ ابن حجر، تابعه اغلب واغلب شبیه بعمارة فی الضعف ، لکن لم ار من اتهمه بالکذب[4]۔

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے لہذا یہ قابلِ استدلال نہیں ، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

علامہ[12] زرقانی نے شرح مواہب[5] میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے بھردے گا۔ت) کی نسبت فرمایا: کیف یتصور وضعه ولا کذاب فیه ولا متهم[5] اس کا موضوع ہونا

ع۱ آخر التوحید ۱۲ منہ
ع۲ اول العلم ۱۲ منہ
ع۳ اول باب البعث

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۵۳
[2] التعقبات علی الموضوعات. باب التوحید " " ص ۴
[3] " " باب العلم " " ص ۴
[4] " " باب البعث " " ص ۵۱
[5] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثبات بالاشیاء المغیبات مطبوعۃ المطبعۃ العامرہ مصر ۷/ ۲۵۹

کیونکہ متصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماعِ محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل وقرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا مشدد مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط واللہ الھادی وعلیہ اعتمادی۔

افادۂ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہٖ ان پندرہ[15] دلائل سے منزّہ ہو محدّث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیشِ نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہٖ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع وباطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصلِ حاصل ائمۂ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

ابراھیم بن موسٰی المروزی عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث "طلب العلم فریضۃ" قال احمد بن حنبل" ھذا کذب" یعنی بھذا الاسناد والا فالمتن لہ طرق ضعیفۃ[1]۔

ابراہیم بن موسٰی المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاد امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالٰی نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا: فلیعلم انی ارجو انیکون جمیع مافیہ صحیحا[2] (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم وابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسٰی المروزی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۹

[2] حصن حصین مقدمہ کتاب نولکشور لکھنؤ ص ۵

marfat.com

اُس کی شرح حرزِ ثمین میں لکھتے ہیں ،

صرح ابن الجوزی بان ھذا الحدیث موضوع "قلت" یمکن انیکون بالنسبۃ الیٰ اسنادہ المذکور عندہ موضوعًا۔[1]

ابنِ جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے" میں کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرزِ وصین میں ہے ، نیز موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں ،

ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للحذر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ اٰخر[2] الخ

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیشِ نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو الخ (ت)

علامہ زرقانی حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں :

قال السھیلی ان فی اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط ، وبہ صرح فی موضع اٰخر من الروض وایدہ بحدیث ولاینافی ھذا توجیہ صحتہ لان مرادہ من غیر ھذا الطریق ،ان وجد ،اوفی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ انما ھو فی الظاھر[3]۔

سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحتِ حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور سُنیے حدیث "صلاۃ بسواک خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواک[4]" (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستر نمازوں سے بہتر ہے) ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جیّد و صحیح سندوں سے روایت کی ، امام ضیائ نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابویعلی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابونعیم وغیرہم اجلّہ محدثین نے بطریق عدیدہ و اسانید متنوعہ

---

[1] حرزِ ثمین مع حصن حصین تعزیۃ اہل رسول اللہ عند وفاتہ نولکشور لکھنؤ ص ۴۱۰

[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ الدافع للمؤلف لتالیف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۵-۴۶

[3] شرح زرقانی علی المواہب باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرۃ مصر ۱/ ۱۹۶

[4] مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۷۲

marfat.com

احادیث اُمّ المومنین صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، باایں ہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصدِ حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں،

قول ابن عبد البر فی التمهید عن ابن معین، انه حدیث باطل، هو بالنسبة لما وقع له من طرقه[1]۔

یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا (کہ یہ حدیث باطل ہے) اُس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنے ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور سُنیے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داود ونسائی وصحیح مختارہ وغیرہا صحاح وسنن:

ان رجلا اتی النبی صلّی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقال ان امرأتی لاتدفع[2] ید لامس قال طلقها قال انی احبها قال استمتع بها[3]۔

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھُونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات وموثقین احادیث جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سُنن میں کہا: "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ت) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: "رجال اسنادہ محتج بهم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد[4]" (اس روایت کے تمام راوی

---

[1] یعنی کل من سألها شیئا من طعام او مال اعطته ولم ترد هذا هو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)

یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رَد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳
[2] سنن النسائی باب ماجاء فی الخلع " المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۹۸
[3] مختصر سنن ابی داود للحافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء الخ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۳/۶

marfat.com

ایسے ہیں جن سے بخاری ومسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا ہے (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا : حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں :

لایلتفت الٰی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی، حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات، ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانہ علی ما نقلہ الخلال عن احمد، فابان ذلک عن قلّۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ماجاء عن امامہ، ولو عرضت ھذہ الطرق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا، ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ار لہ فی مسندہ، ولا فیما یروی عنہ ذکرا اصلا لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سألہ عنہ الخلال وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصھا[1] اھ ذکرہ فی اللآلی۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کرلیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو یہ بات ابن جوزی کے قلتِ مطالعہ اور غلبۂ تقلید کو واضح کررہی ہے حتی کہ انھوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کرلیتے کہ حدیث کی اصل ہے لیکن ایسا نہ ہوسکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی اُن روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لآلی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

عہ فی اواخر النکاح — باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعہ کتاب النکاح مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۱۷۳

marfat.com

(**نتیجۃ الافادات**) بحمداللہ تعالٰی فقیر آستان قادری غفراللہ تعالٰی لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیثِ تقبیلِ ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکمِ وضع محض بے اصل و واجب الدفع، ولہذا علمائے کرام نے صرف "لا یصح" فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور "موضوع" کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکمِ وضع واقع ہُوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت و انقطاع اگر ہیں تو مورثِ ضعف نہ کہ مثبتِ وضع۔ بعونہٖ تعالٰی یہاں تک کی تقریر سے موضوعیتِ حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے وباللہ التوفیق۔

افادۂ دوازدہم[12] (تعددِ طُرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وُہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہوکر حدیث درجۂ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکامِ حلال میں حجت ہوجاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن[1]۔

متعدد روایتوں سے آنا حدیثِ ضعیف کو درجۂ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعاتِ کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولوضعفت یرقی الحدیث الی الحسن[2]۔

طرقِ متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجۂ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر[2] میں فرماتے ہیں:

لوتم تضعیف کلھا کانت حسنۃ لتعدد الطرق

اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

---

[1] اخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ ۱۲ منہ (باب مالایجوز من العمل فی الصلوٰۃ کی فصل ثانی کے آخر میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

[2] ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب مالایجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸

[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

marfat.com

وکثرتھا[1]۔
اُسی میں فرمایا ،

جائز فی الحسن ان یرتفع الی الصحت اذا کثرت طرقه والضعیف یصیر حجة بذلك لان تعدده قرینة علی ثبوته فی نفس الامر[2]۔

ہوگی کہ طُرق متعدد وکثیر ہیں۔

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیثِ ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوتِ واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبرٰی[3] میں فرماتے ہیں ،

قداحتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذاکثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارة ، وبالحسن اخری ، وهذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیهقی التی الفها بقصد الاحتجاج لاقوال الائمة واقوال صحابهم[4]۔

بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرتِ طرق سے حجت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرٰی میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمۂ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ میں دربارۂ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل ،

هذه الاسانید وان کانت ضعیفة لکنها اذا ضم بعضها الی بعض احدثت قوة[5]۔

یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات[6] میں فرماتے ہیں ،

المتروك او المنكر اذا تعددت طرقه ارتقی

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

---

[1] قاله فی مسئلة النفل قبل المغرب ۱۲ منه

[2] الفصل الثالث من فصول فی الاجوبة عن الامام ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه

[3] باب المناقب حدیث النظر علی عبادة ۱۲ منه

---

[1] فتح القدیر صفة الصلوٰة بحث سجود علی العمامة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۶

[2] فتح القدیر باب النوافل " " " " ۱/۳۸۹

[3] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبة عن الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۸

[4] الصواعق المحرقہ الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۸۴

marfat.com

الی درجة الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی الی الحسن۔[1]

تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

افادۂ سیزدہم[13] (حدیث مجہول وحدیث مبہم تعدد طُرق سے حسن ہوجاتی ہے اور وہ جابر ومنجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی اُنھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اور حدیث کو رتبۂ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر ومنجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث:

لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ولد لہ ثلثۃ اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل۔[2]

حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی[1] نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شفی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا:

ھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخلہ فی قسم المقبول۔[3]

یہ مرسل اُس حدیث ابن عباس کی مؤید ہوکر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں[2]:

فی اسنادہ جھالۃ لکنہ اعتضد فصار حسنا۔[4]

اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہوگئی۔

---

[1] لآلی کتاب المبتداء

[2] تحت حدیث ابنوا المساجد واخرجوا القمامۃ منھا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التعقبات علی الموضوعات — باب المناقب — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل — ص ۷۵

[2] کتاب الموضوعات — باب التسمیۃ بمحمد — مطبوعہ دار الفکر بیروت — ۱۵۴/۱

[3] اللآلئ المصنوعۃ — کتاب المبتداء — دار المعرفۃ بیروت — ۱۰۲/۱

[4] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنوا المساجد کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۷۰/۱

marfat.com

افادۂ چہاردہم[14] (حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بوروده من طریقین[1]۔

یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پا گئی۔

اُسی میں حدیث "اکرموا المعزی وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنۃ[2]" (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ ت) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا:

اسنادہ ضعیف لکن یجبرہ ما قبلہ فیتعاضدان[3]۔

سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث "اکرموا العلماء فانہ ورثۃ الانبیاء[4]" (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو طریقوں سے ایراد کی، اوّل، ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ دوم: خط تیسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویہ مابعدہ[5] (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیرِ طریق دوم فرمایا: ضعیف لضعف الضحاک بن حجرۃ لکن یعضدہ ماقبلہ[6] (ضحاک بن حجرۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔ ت) متتبعِ کلماتِ علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادۂ پانزدہم[15] (اہلِ علم کے عمل کرنے سے بھی حدیثِ ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہلِ علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاۃ میں ہے:

عہ باب ما علی المأموم من المتابعۃ اول الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۴
[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۱
[3] تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۴
[4] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۳
[5] السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ مطبعۃ ازہریہ مصر ۱/۲۷۰
[6] " " " " " " " " " "

marfat.com

رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب والعمل علی ھذا عند اھل العلم ، قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک ، فکأن الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم ، والعلم عند اللہ تعالٰی کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، انہ من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا ، غفر اللہ تعالٰی لہ ، ومن قیل لہ غفر لہ ایضا ، فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص ، فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف ، فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء ، فسألتہ عن السبب ، فقال اری امی فی العذاب ، فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحک وقال انی اراھا الاٰن فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث[1]

یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہلِ علم کا اس پر عمل ہے سیّد میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عملِ اہلِ علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم اس کی نظیر وُہ ہے کہ سیّدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستّر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے لا الٰہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اُس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف کا شُہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پُوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہُوں ، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا فوراً وُہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہُوں ، امام محی الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقبات[2] میں امام بیہقی سے ناقل تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع[3] (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع

---

[1] باب الصلاۃ حدیث صلاۃ التسبیح ۱۲ منہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب ما علی المامور من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۳/۹۸

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

marfat.com

کی تقویت ہے) اُسی میں فرمایا:

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علیٰ مثله۔[1]

معتمد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیثِ فضائل تو احادیثِ فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم[16] (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلّہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجۂ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث آحاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالےٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

خبر الواحد علی تقدیر اشتماله علیٰ جمیع الشرائط المذکورة فی اصول الفقه لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات۔[2]

حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

عه باب الصلاة حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر اخرجه الترمذی وقال حسین ضعفه احمد وغیره والعمل علی هذا الحدیث عند اهل العلم فاشار بذلك الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد الخ[3] ۱۲ منه رضی الله تعالیٰ عنه (م)

باب الصلوٰۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہلِ علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲
[2] شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء مطبوعہ دار الاشاعت العربیۃ قندھار ص ۱۰۱
[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

marfat.com

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں : الاحاد لاتفید الا عتماد فی الاعتقاد[1] (احادیث احاد دربارۂ اعتقاد ناقابلِ اعتماد)۔

(دربارۂ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اُتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیئے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل ومناقب میں باتفاق علماء حدیثِ ضعیف مقبول وکافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے یہاں باتفاقِ علماء[1] ضعیف[2] حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشئ، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیز مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے[3]، رسالۂ قاری[1] ومرقاۃ[2] و شرح ابن حجر[3] مکی وتعقبات[4] ولآلی[5] امام سیوطی وقول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادۂ دوم وسوم وچہارم ودہم میں گزریں، عبارتِ تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائلِ اعمال میں مقبول ہے، باآنکہ اُس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب[4] فی معاملۃ المحبوب

ع۱ای ولاعبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ت)

ع۲ الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ

ع۳ مسئلہ امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ[1300ھ] من تحف اجلۃ ورسالہ الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معویۃ[1303ھ]، ورسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام، ورسالہ ذب الاھواء الواھیۃ[1312ھ] فی باب الامیر معویۃ وغیرہا میں ہے وفقنا اللہ تعالٰی بمنہ وکرمہ لترصیفہا وتبییضہا ونفع بہا وبسائر تصانیفی امۃ الاسلام بفہمہا وتفہیمہا امین باعظم القدرۃ واسع الرحمۃ امین صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ع۴ فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار والصغائر مصطفی البابی مصر ص ۵۷

marfat.com

یں فرماتے ہیں ؛

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لاتعارض ولاترد ، کذلك کان السلف یفعلون[1]۔

فضائلِ اعمال وتفضیلِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ اُنھیں رَد کریں، ائمۂ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ[2] وحرز ثمین شرح حصن حصین[3] میں فرماتے ہیں ؛

قداتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرز لجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق۔

یعنی بیشک حفاظِ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (ملخصاً)

فتح المبین بشرح الاربعین میں ہے ؛

لانه ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به ، والا لم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغه عنی ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اکن قلته اوکما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہُوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہوگیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

---

[1] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقه کلها ضعیفة ۱۲ منه (م)

[2] فی شرح الخطبة تحت قول المصنف رحمه الله تعالیٰ انی ارجوان یکون جمیع مافیه صحیحا ۱۲ منه (م)

[3] فی شرح الخطبة ۱۲ منه رضی الله تعالیٰ عنه (م)

---

[1] قوت القلوب فی معاملة المحبوب فصل الحادی والعشرون مطبوعہ دار صادر مصر ۱/۱۷۸

[2] شرح اربعین للنووی خطبة الکتاب " مصطفی البابی مصر ص ۴

[3] حرز ثمین شرح مع حصن حصین شرح خطبۂ کتاب نولکشور لکھنؤ ص ۲۳

marfat.com

قال واشار المصنّف رحمه اللہ تعالٰی بحکایۃ الاجماع علٰی ما ذکرہ الی الرد علی من نازع فیہ[1] الخ

صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا ؛ جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرلے اُس کا اجر اُسے حاصل ہوا گرچہ وُہ بات واقع میں مَیں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے یُونہی ہیں یا جس طرح حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمائے ، امام نووی رحمہ اللہ تعالٰے نے اس پر نقل اجماع علما سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ

مقاصدِ حسنہ[2] میں ہے ؛

قدقال ابن عبد البر انهم يتساهلون فی الحديث اذا كان من فضائل الاعمال[3]۔

بے شک ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا کہ علما حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائلِ اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام[4] محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ؛

الضعيف غير الموضوع يعمل به فی فضائل الاعمال[5]۔

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام[6] ابوعمرو ابن الصلاح و مقدمہ[7] جرجانیہ و شرح[8] الالفیۃ للمصنف و تقریب[9] النواوی اور اس کی شرح تدریب[10] الراوی میں ہے ؛

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم التساهل فی الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوى الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان ضعفه فی فضائل الاعمال وغيرها مما لا تعلق له بالعقائد والاحكام وممن نقل عنه ذلك ابن حنبل وابن مهدی وابن المبارك قالوا اذا روينا

محدثین وغیرہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اُس پر عمل فضائلِ اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں ، امام احمد بن حنبل و امام عبدالرحمٰن بن مہدی و امام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہے وہ فرماتے جب

---

[1] ذکرہ فی مسألۃ تقدیم الاورع ۱۲ منہ (م)

صاحبِ ورع و تقوٰی کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح المبین شرح الاربعین

[2] المقاصد الحسنۃ زیر حدیث من بلغہ عن اللہ الخ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۵

[3] فتح القدیر باب الامامۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

marfat.com

فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساھلنا[1] اھ ملخصا۔

ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مھدی وغیر واحد (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح[2] نے فتح المغیث میں امام احمد[3] وامام ابن معین[4] وامام ابن المبارک[5] وامام سفیان ثوری[6] وامام ابن عیینہ[7] وامام ابوزکریا عنبری[8] وحاکم[9] وابن عبدالبر[10] کے اسماء واقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی[11] نے کامل اور خطیب[12] نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ وافادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تذییل کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق سے موافق ہیں، مولوی خرم علی[13] رسالہ دعائیہ[14] میں لکھتے ہیں:

ضعاف در فضائلِ اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است[15] الخ

فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ (ت)

مظاہر حق[16] میں راوی حدیث صلاۃ اوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا: "اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے[17]" الخ

اسی میں حدیث فضیلتِ شبِ برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا: "یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیثِ ضعیف پر فضائلِ اعمال میں باتفاق جائز ہے[18]" الخ

افادۂ ہفدہم فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوتِ استحباب کے لیے بس ہے۔ امام[19] شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ کتاب[20] الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار

---

[1] نقل ھذہ العبارات الثلثۃ محقق اعصارنا وزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبد القادر البدایونی ادام اللہ تعالٰی فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام ۱۲ منہ (م)

یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبدالقادر بدایونی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام" میں ذکر کی ہیں ۱۲ منہ (ت)

[2] اول الکتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م)

یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[2] رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

[3] مظاہر حق باب السنن وفضائلھا مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱/۷۶۶

[4] مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱/۸۴۳

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں ؛

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا[1]۔

محدثین وفقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ومستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائے، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ؛

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2] (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے) علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں ؛

(یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل) لما روت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقۃ یتنشف بھا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل۔[3]

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاءِ مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔

مولانا علی قاری موضوعاتِ کبیر میں حدیثِ مسحِ گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں ؛

الضعیف یعمل بہ فی الفضائل الاعمال اتفاقا

فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

---

[1] او اخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منہ (م)
باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] قبیل فصل فی حمل الجنازۃ ۱۲ منہ (م)
فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۷

[2] فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۹۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

marfat.com

ولذا قال المتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة۔[1]

کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنّت ہے۔

امام جلیل[۳۷] جلال سیوطی طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا[1] میں فرماتے ہیں :

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال۔[2]

تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق[۳۸] جلال دوانی رحمہ اللہ تعالٰی انموذج العلوم[2] میں فرماتے ہیں :

الذی یصلح للتعویل علیه ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمة والکراهیة یجوز العمل به ویستحب لانه مامون الخطر ومرجوا النفع۔[3]

اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اُس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی اُمید۔

اندیشہ سے امان یُوں کہ حُرمت وکراہت کا محل نہیں اور نفع کی اُمید یُوں کہ فضیلت میں حدیث مروی ہے اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

---

[1] نقله بعض العصریین وهو فیما نری ثقة فی النقل ۱۲ منه (م)

[2] نقله العلامة شهاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجة حیث روی المصنف رحمة الله تعالٰی بسنده الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمه الحدیث و للمحقق ههنا کلام طویل نقله الشارح ملخصا ونا نزعه بما هو منا نزع فیه والوجه مع المحقق فی عامة ما ذکروا لولا خشیة الاطالة لأتیتا بکلا هما مع ماله وعلیه ولکن سنشیر ان شاء الله تعالٰی الی احرف لیسیر یظهر بها الصواب بعون الملک الوهاب ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

---

[1] موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبة مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۳
[2] الحاوی للفتاوی خفیا دارالفکر بیروت ۲/ ۱۹۱
[3] نسیم الریاض شرح شفا دیباجہ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱/ ۴۳

marfat.com

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہُوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو مترجح مانیے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقامِ اباحت میں اُس سے تمسک کو درجۂ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجۂ اولیٰ اس سے کُھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وُہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ[39] شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر۔[1]

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام[40] ابوطالب مکی قوت القلوب[2] میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذا لم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[2]

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اُس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالفِ اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

---

[1] سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م)
سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م)
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱/۱۷۷

marfat.com

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہُوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو مترجح مانیے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقامِ اباحت میں اُس سے تمسک کو درجۂ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجۂ اولیٰ اس سے کُھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وُہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ[۳۹] شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر۔[۱]

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام[۴۰] ابوطالب مکی قوت القلوب[۲] میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذا لم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[۲]

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اُس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالفِ اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

---

[۱] سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م)
سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[۲] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م)
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۲] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱/۱۷۷

marfat.com

امر میں کتاب وسنّت واجماعِ اُمت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے،

اقول اماقولہ قدس سرہ "یوجب"

فکانہ یرید التاکد کما تقول لبعض اصحابك حقك واجب علی فقال فی الدر المختار[1] ان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم اوان ملیحہ الیٰ ما علیہ السادات المجاھدون من الائمۃ والصوفیۃ قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارھم الصفیۃ من شدۃ تعاھدھم للمستحبات کانھا من الواجبات وتوقیھم عن المکروھات بل و کثیر من المباحات کانھن من المحرمات اوان ھذا ھو المذھب عندہ فانہ قدس سرہما فیما نری من المجتھدین وحق لہ ان یکون منھم کما ھو شان جمیع الواصلین الیٰ عین الشریعۃ الکبری وان انتسبوا ظاھرا الیٰ احد من ائمۃ الفتوی[2] کما بینہ[1] العارف باللہ سیدی عبدالوھاب شعرانی فی المیزان واللہ تعالیٰ اعلم بمراد اھل العرفان۔

اقول امام ابوطالب مکی قدس سرہٗ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تُو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ وصوفیہ (اللہ تعالٰی ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا یہ ان (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہٗ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتوی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیّدی عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالٰی اہلِ معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) — باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

[2] فی فصل فان قال قائل فھل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعۃ المطھرۃ الخ وفی غیرھما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] درمختار — باب العیدین — مطبوعہ مجتبائی دہلی — ۱/۱۱۷

[2] المیزان الکبرٰی — فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۲۲

marfat.com

افادۂ ہیجدہم (خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے) جان برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحاتِ علما درکنار خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق و تدقیق راہ نہ پائے ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون۔ بگوشِ ہوش سُنیے اور الفاظِ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزو حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دارقطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ عزوجل شئ فیہ فضیلۃ فاخذ بہ ایمانا بہ ورجاء ثوابہ اعطاہ اللہ تعالیٰ ذلک وان لم یکن کذلک[1]

جسے اللہ تبارک وتعالےٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالےٰ اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دارقطنی کی حدیث میں یُوں ہے،

اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان لم یکن ما بلغہ حقا[2]

اللہ تعالےٰ اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔

ابنِ حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

کان منی اولم یکن[3] (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو)

ابنِ عبداللہ کے لفظ یُوں ہیں:

وان کان الذی حدثہ کاذبا[4] (اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو)

امام احمد وابنِ ماجہ وعقیلی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی حدیث ۴۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۹۱

[2] کتاب الموضوعات باب من بلغہ ثواب عمل فعمل بہ " دار الفکر " ۳/۱۵۳

[3] " " " " " " " " "

[4] مکارم الاخلاق لابی الشیخ

marfat.com

فرماتے ہیں :

ماجاءکم عنی من خیر قلتہ اولم اقلہ فانی اقولہ وماجاءکم عنی من شر فانی لا اقول الشر[1]

تمھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہُوں اور جس بُری بات کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابنِ ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ماقیل من قول حسن فانا قلتہ[2]۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یُوں ہے :

خذوا بہ حدثت بہ او لم احدث بہ[3]۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔

وفی الباب عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالےٰ سے راوی :

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یارسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلک الحدیث رجاء ذٰلک الثواب اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان کان الحدیث باطلا فقال ای ورب ھذہ البلدۃ انہ لمنی و

میں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس حدیث پر بامُیدِ ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویاتِ ابی ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۶۷
[2] سنن ابی ماجہ باب اتباع السنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۴
[3] کنز العمال بحوالہ عق الاکمال من روایۃ الحدیث، حدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۲۲۹

marfat.com

انا قلتہ[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

ابویعلی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلۃ فلم یصدق بھا لم ینلھا[2]۔ جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اُس فضل سے محروم رہے۔

ابوعمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

اھل الحدیث بجماعتھم یتساھلون فی الفضائل فیروونھا عن کل و انما یتشددون فی احادیث الاحکام[3]۔ تمام علمائے محدثین احادیثِ فضائل میں نرمی فرماتے ہیں اُنھیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں احادیثِ احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہُوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیقِ صحتِ حدیث و نظافتِ سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائیگا **اقول** یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنے نہیں۔

فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا و نحوہ انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و ھذا واضح جدا فتثبت ولا تزل۔ تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ "اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم"۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو (ت)

اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی[4] (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والحاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

---

[1] فوائد للخلعی

[2] مسند ابویعلی انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰ مطبوعہ دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳/ ۳۸۷

[3] کتاب العلم لابن عبدالبر

[4] الصحیح لمسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۴

marfat.com

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً اسے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے: "فلیظن بی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے: "ان ظن خیرا فلہ وان ظن شرا فلہ" (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور برا گمان کرے گا تو اس کے لیے برائی) رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزجلالہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولٰی تبارک وتعالٰے الکرم الاکرمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ وللہ الحمد فی الاولی والاٰخرۃ۔

افادۂ نوزدہم[19] (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمۂ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد بہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور۔[3]

محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب وتدریب میں ہے:

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح

کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۴/۲۴۰

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ " بیروت ۲/۳۹۱

[3] مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

marfat.com

اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب[1] اھ ملخصا۔

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملخصاً

(تصحیح وتضعیف صرف بنظرِ ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو وبالعکس) محقق حیث اطلق[1] فتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف[2]۔

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اُسی میں ہے[2]:

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحاً فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک، وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ[3]۔

ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہلِ حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعاتِ کبیر میں ہے:

المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال

محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

---

[1] مسألۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

[2] مسألۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۷۵ تا ۷۶

[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[3] 〃 〃 باب صفۃ الصلاۃ 〃 〃 ۱/۲۶۶

marfat.com

کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر المکی[1]۔

اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب، عرفائے رب، ائمہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم الجلیلہ ونور قلوبنا بانوارہم الجمیلہ انھیں مقبول ومعتمد بناتے اور بصیغ جزم وقطع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنھیں علما اپنے زبر ودفاتر میں کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن ووقعیت وجرح واہانت ہوجاتے، حالانکہ العظمۃ للہ وعباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالٰی سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالٰی کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

کل حزب بما لدیھم فرحون[2]، وربك اعلم بالمھتدین[3]۔

اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان[4] مبارک میں حدیث:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم[5]۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں:

ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین

اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

---

[1] فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ھذا المیزان ۱۲ منہ (م)۔

---

[1] موضوعات کبیر لملا علی قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیئ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

[2] القرآن ۲۳/۵۳ و ۳۰/۳۲

[3] القرآن ۶۸/۷ و ۱۶/۱۵۲ و ۶/۱۱۷

[4] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

marfat.com

فھو صحیح عند اھل الکشف[1]۔

کشف الغمہ[1] عن جمیع الامۃ میں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طھر قلبہ من النفاق ، کما یطھر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ رویناھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلاۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھم۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علیٰ محمد" اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں اُنھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام اُنھوں نے حضور پُرنور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر اُنھیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان[2] شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتھی سندہ الی حضوت الحق جل وعلا فکذلک یقال فیما

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے، یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

---

[1] آخر الجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] فصل فی بیان استحالۃ خروج شئ من اقوال المجتہدین عن الشریعۃ ۱۲ منہ

---

[1] المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

[2] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ فصل فی الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۴۵

marfat.com

نقله اهل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔[1]

اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع واعلٰی ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت۔[2]

تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔

نقله سیدی الامام الشعرانی فی کتابه المبارك الفاخر الیواقیت والجواهر اٰخر المبحث السابع والاربعین۔

اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت والجواہر کی سینتالیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکره فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیة الشریفة الالٰهیة الملکیة ونقله فی الیواقیت هنا۔[3]

جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیۃ الشریفہ الالٰہیۃ الملکیۃ کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر[75] بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پُرنور سید الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقۂ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ہے من شاء فلیتشرف بمطالعته (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس وجلیل فائدہ کہ

عه فی الفصل المذکور قبل ما مر بنحوه صفحة ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالة خروج شیٔ من اقوال المجتهدین الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۵

[2] الیواقیت والجواہر باب الثالث والسابع والاربعین " " " " " ۲/ ۹۱

[3] " " " " " " " ۲/ ۸۸

[4] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالة خروج شیٔ الخ " " " " ۱/ ۴۴

marfat.com

بمناسبت مقام بحمداللہ تعالٰے نفع رسانی برادرانِ دین کے لیے حوالۂ قلم ہوا لوحِ دل پر نقش کرلینا چاہیئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ؎

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمی

کثیر وارباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایکدست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافھم وتثبت ولا تکن من المتعصبین (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سحق بلیغ کرکے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرلے اس کا استعمال طبًا حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد ومنافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاقِ تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا، بعینہٖ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیقِ محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین[1] (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ت)

افادۂ بستم[20] (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورۂ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی وقوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالٰے ونیز تقریر فقیر مذکور افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

---

[1] القرآن ۹/ ۵۲

marfat.com

ان انوارِ متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینۂ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کیف وقد قیل[1] (کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبك الی ما لا یریبك[2]۔

اقول رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں"۔

رواہ الامام احمد وابوداود الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم وقال "صحیحاہ" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند قوی وابونعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے امام احمد، ابوداؤد طیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کیا۔

(ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں تو محلِ احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹
[2] مسند احمد بن حنبل مسند اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین " دار الفکر بیروت ۱/۲۰۰

marfat.com

حول الحمی یوشك ان ترتع فیه الاوان لکل ملك حمی الاوان حمی اللہ محارمہ[1]۔

رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے، سُن لو ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے، سُن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابنِ حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

رجوعهما الی شئ واحد وهو النهی التنزیهی عن الوقوع فی الشبهات[2]۔

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلافِ اولٰے ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك کاذبا فعلیه کذبه وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم[3]۔

اگر وُہ جھوٹا ہے تو اس کے جُھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچّا ہوا تو تمھیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمداللہ تعالٰی یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہٗ کے قوت القلوب[4] شریف میں فرمایا:

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة الکتاب و السنة لایلزمنا ردها بل فیها مایدل علیها۔

ضعیف حدیثیں جو مخالفِ کتاب وسنّت نہ ہوں اُن کا رَدکرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن وحدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

---

[1] فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (ہ) اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرأ لدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳
مسلم شریف باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " " " ۲/ ۲۸
[2] فتح المبین شرح اربعین [3] القرآن ۴۰/ ۲۸
[4] قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۱۷۷

marfat.com

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع و النکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا انیکون فی احتیاط فی شئ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب[1]۔

یعنی محدثین وفقہا وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط[2]۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ میں[2] فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوٰۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الآکل من اکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانیوالا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث

---

[1] فی شرح الخطبۃ حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث ۱۲ منہ

[2] فی فصل سنن الصلاۃ ۱۲ منہ

[3] قولہ فی غیر المغرب ھکذا ھو فی نسختی الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل ھو مدرج فیہ نعم ھو تاویل من العلماء کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقلنا قالوا قولہ قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب ومن شربہ فی المغرب ۱۲ منہ

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ و فائدۃ مہمہ فی شرح الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۲

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب " دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۹

marfat.com

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم[1]۔

اگرچہ ضعیف[1] ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفسیر (بُدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بُدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ برص فلا یلومن الا نفسہ[2]۔

جو بُدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید داغ ہوجائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لآلی[2] و تعقبات[3] میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فاقتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فقلت تبت یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بُدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاک والاستھانۃ بحدیثی[3] (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

---

[1] امام ترمذی نے فرمایا: ھو اسناد مجھول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

[2] اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)

[3] باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷-۳۷۶

[2] الکامل لابن عدی من ابتدأ اسمہ عین عبداللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۴/۱۴۴۶

[3] اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲/۳۱۸

marfat.com

وسلم فانتبہت وقد عافانی اللہ تعالٰی وذھب ذٰلک عنی[1]۔ آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلا لا، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگالئے، برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا:

ایاک والاستھانۃ بحدیثی (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا)

اُنھوں نے منت مانی اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی[2]۔ لآلی میں ہے:

اخرج ابن عساکر فی تاریخہ من طریق ابی علی مھران بن ھارون الحافظ الھانی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامۃ یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابہ فنج فلا یلومن الا نفسہ قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت ھذا حدیث فی اسنادہ بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاہ، فاحتجمت فاصابنی البرص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فنذرت للہ نذرا ان اذھب اللہ ما بی من البرص لم اتھاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیحا کان او سقیما فاذھب اللہ عنی ذلک البرص[3]۔ (نوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ جلیلہ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے پہلے ختم ہو جاتا ہے)

مفیدہ (بدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورثِ برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث

---

[1] تلو امر ۱۲ منہ (م)

لآلی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۹

[2] " " " " "

marfat.com

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہُوئے، شافی کافی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور: الا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سُنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہِ دوجہان و دستگیرِ بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کرونگا (ا ھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

"قص الاظفار وتقلیمها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهیی عنه، فقال لم یصح عندی، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یکفیك انه سمع، ثم مسح بدنه بیده الشریفة، فذهب مابه فتاب عن مخالفة ما سمع" اھ۔" (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ 'مفیدہ' ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہوتا ہے)

یہ بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الآثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذکر ذلك، فترك، ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصها، فلحقه ای اصابه البرص، فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهیی عن ذلك، فقال "یارسول اللہ لم یصح عندی ذلك" فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کترانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحبِ مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ نہی والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کترانا سنتِ ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہُوئی

ا؎ نسیم الریاض شرح الشفا فصل واما نظافۃ جسمہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۴۴

marfat.com

یکفیك ان تسمع ، ثم مسح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی بدنہ فزال البرص جمیعا، قال ابن الحاج رحمہ اللہ تعالٰی فجددت مع اللہ توبۃ انی لا اخالف ماسمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابدًا۔[1]

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تُو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)

سُبحان اللہ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ خود احکام میں مقبول ومعمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائدِ نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمداللہ تعالٰی عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وُہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہُوئیں، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیمِ حدیثِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادۂ بست ویکم[21] (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب وتنزیہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوشِ ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن۔ مگر ازانجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاحِ حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اوّلاً کلمات علمائے کرام میں باآنکہ طبقۃً فطبقۃً اُس جوش وکثرت سے آئے، اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کرلینا کیونکر قابل قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علما صراحۃً اس کے خلاف، مثلاً عبارت اذکار وغیرہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص صریح ہے کہ ثبوتِ استحباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی مبیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استحباب وانکار وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیثِ صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلٰی واجل کلام امام ابوطالب مکی ہے اس

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی البیع دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۴/۲۰۲

marfat.com

میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشھد الہ" (اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

ثالثاً علمائے فقہ وحدیث کا عملدرآمد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جابجا انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول مثلاً:

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادۂ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادۂ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے:

قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال[1]

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول ہوجائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلاکر دفن کرائیں پھر خود غسل کرلیں بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا:

لیس فی ھذا ولا فی شئ من طرق علی حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2]

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر میں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

[2] " فصل فی الصلاۃ علی المیت " " " ۲/۹۵

marfat.com

(۷) استحبابِ مسح گردن کی نسبت مولانا علی مکی۔
(۸) استحبابِ تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی کے ارشادات افادۂ ہفدہم۔
(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ حلبی کا کلام۔
(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحطاوی کے اقوال افادۂ بستم میں زیورگوش سامعین ہوئے۔
یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سو دو سو ایک ادنٰی نظر میں جمع ہوسکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے۔

رابعاً، اقول نصوص واحادیث مذکورہ افادات ہفدہم وبستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلی ندا اُس کی لغویات بتاتے ہیں کما لا یخفی علی اولی النھی (جیسا کہ صاحبِ عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسألہ اجماعیہ کو محض لغو ومہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اوّلاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رَد کردیتا ہے؟ ھذا لا یقول بہ جاھل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کرسکتا۔ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہوکر مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہوکر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہرحال اس کا وجود وعدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظہر واجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر وواضح ہے۔ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ۔ جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا
(جب جہان میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

marfat.com

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی ووافی۔

(تحقیق المقام وازاحۃ الاوھام)

ثمّ اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرّف الاوھام ان المسألۃ تدور بین العلماء بعبارتین العمل والقبول اما العمل بحدیث، فلا یعنی به الا امتثال ما فیه تعویلا علیه والجری علی مقتضاه نظرالیه ولا بد من هذا القید الا تری ان لو توافق حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامر به فی الصحیح لا یکون هذا عملا علی الموضوع، واما القبول فهو وان احتمل معنی الروایۃ من دون بیان الضعف، فیکون الحاصل ان الضعیف یجوز روایته فی الفضائل مع السکوت عما فیه دون الاحکام لکن هذا المعنی علی تقدیر صحته انما یرجع الی معنی العمل کیف ولا منشاء لایجاب اظهار الضعف فی الاحکام الا التحذیر عن العمل به حیث لا یسوغ فلو لم یسغ فی غیرها ایضا لکان ساوٰها فی الایجاب فدار الامر فی کلتا العبارتین الی تجویز المشی علی مقتضی الضعاف فی ما دون الاحکام فاتضح ما استند للنابه خامسا وانکشف الظلام هذا هو التحقیق بیدان ههنا رجلین من اهل العلم زلت اقدامهما فحملا العمل والقبول علی ما لیس بمراد ولا حقیقا بقبول۔

(تحقیق مقام وازالۂ اوہام)

ثمّ اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحتِ مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک وشبہات ختم ہوجائیں گے اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضٰی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع پر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کئے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب وضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل واحکام دونوں برابر ہوجائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

marfat.com

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہوگیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو[۲] اہلِ علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انھوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابلِ قبول نہیں۔ (ت)

احدھما العلامة الفاضل الخفاجی رحمه الله تعالٰی حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوھم بظاھر کلامه ان محلّ ما اذا روی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استحبابھا والترغیب فیه او فی فضائل بعض الصحابة او الاذکار الماثورة قال ولا حاجة الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توھم للفرق الظاھر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ[۱]

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی ہیں انھوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انھیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہوگیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت ہو اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہا: احکام واعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول لولا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لکان لکلامه معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا او باندراج تحت اصل عام ولو احتمالة الاباحة فان المباح یصیر بالنیة مستحبا ونحن لا ننکر ان قبول الضعاف مشروط بذلك کیف ولولاہ لکان فیه ترجیح الضعیف علی الصحیح وھو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل ھذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار فی قوله او الاذکار الماثورة لکنه رحمه الله تعالٰی بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی ھذا المعنی

اقول کاش فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہوجاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل مدقق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "او الاذکار الماثورۃ" کے تکرار سے محفوظ ہوجاتے، لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

---

[۱] نسیم الریاض تتمۃ وفائدۃ مھمۃ فی الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۳

marfat.com

الصحیح حیث قال المباحات تصیر بالنیۃ عبادۃ فکیف مافیہ شبہۃ الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ایضا معلوم من القواعد الشرعیۃ الدالۃ علی استحباب الاحتیاط فی امر الدین فلم یثبت شئ من الاحکام بالحدیث الضعیف بل اوقع الحدیث شبہۃ الاستحباب فصار الاحتیاط ان یعمل بہ فاستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع اھ[1] ملخصا فالظاھر من عدم ارتضائہ انہ یرید الثبوت عینا بخصوصہ ویؤیدہ تشبثہ بالفرق بین الاعمال وفضائلھا فان ارادہ فھذہ جنود براھین لا قبل لاحدبھا وقد اتاک بعضھا۔

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب میں حدیثِ ضعیف کی وجہ سے شُبہہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہہ پیدا کردے گی لہذا احتیاطاً اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب پر عمل قواعد شرع سے معلوم ہوا ہے اھ ملخصا ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی لیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں نے یہی مراد لیا ہے تو یہ دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عہ ویکدرہ ایضا علی ما قیل مغایرۃ العلماء بین فضائل الاعمال والترغیب علی ماھو الظاھر من کلامھم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب وسائر ما لا تعلق لہ بالاحکام والعقائد ھذا توضیح ماقیل، اقول بل المراد بہ بفضائل الاعمال الاعمال التی ھی فضائل تشھد بذلک کلمات العلماء المارۃ فی الافادۃ السابعۃ عشر کقول الغنیۃ والقاری والسیوطی وغیرھم کما لا ینھی علی من لہ اولی مسکۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ فضائلِ اعمال اور ترغیب ایک شئے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام و عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائلِ اعمال ہیں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ سترھویں افادہ میں گزرا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنی سا شعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

marfat.com

علی انی **اقول** اذن یرجع معنی العمل بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص علی عمل منصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب، فالآن نسألکم عن ھذا الرجاء اھو کمثلہ بحدیث صحیح ان وردا مدونہ الاول باطل فان صحۃ الحدیث بفعل لا یجبر ضعف ما ورد فی الثواب المخصوص علیہ وعلی الثانی ھذا القدر من الرجاء یکفی فیہ الحدیث الضعیف فای حاجۃ الی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان یکون مما یجیز الشرع رجاء الثواب علیہ و ھذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجہ مع المحقق الدوانی واللہ تعالٰی اعلم۔

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے یعنی شئ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو اب واضح ہوگیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ثانیھما بعض من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی ای بما مر من کلامہ فی الاربعین والاذکار انہ اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی فضیلۃ عمل من الاعمال تجوز روایۃ الحدیث الضعیف فی ھذا الباب قال المحقق بعد نقلہ فی الانموذج لا یخفی ان ھذا لا یرتبط بکلام النووی فضلا عن ان یکون مرادہ ذلک، فکم بین جواز العمل واستحبابہ وبین مجرد نقل الحدیث فرق، علی انہ لو لم یثبت الحدیث الصحیح و

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا مخفی نہ رہے کہ اس زعم کا امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چہ جائیکہ یہ انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل و استحباب عمل اور محض نقل حدیث

marfat.com

الحسن فی فضیلۃ عمل من الاعمال یجوز نقل الحدیث الضعیف فیھا ، لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ ومثل ذلک فی کتب الحدیث وغیرہ شائع یشھد بہ من تتبع ادنی تتبع[1] اھ

کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے ، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتبِ حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے اھ (ت)

اقول لاادری احدا ممن ینتمی الی العلم ینتھی فی الغباوۃ الی حد یحیل روایۃ الضعاف مطلقا حتی مع بیان الضعف فان فیہ خرقا لاجماع المسلمین وتاثیما بینا لجمیع المحدثین وانما المراد الروایۃ مع السکوت عن بیان الوھن فنقول المحقق لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ ، لیس فی محلہ والآن نعود الی تزییف مقالتہ فنقول **اوّلا** ھذا الذی ابدی ان سلم و سلم لم یتمش الا فی لفظ القبول کما اشرنا الیہ سابقا، فمجرد روایۃ حدیث لوکان عملا بہ لزم ان یکون من روی حدیثا فی الصلاۃ فقد صلی او فی الصوم فقد صام وھکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلا الکتابین انما ھو لفظ العمل وھذا ما اشار الیہ الدوانی بقولہ ان ھذا لایرتبط الخ

اقول میں ایسے کسی اہلِ علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے، لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست ہے لہذا محقق دوانی کا قول "لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ" بجا نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں:

اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کرنیوالے نے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان ھذا لایرتبط الخ

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

marfat.com

وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الیٰ جواز العمل وحینئذٍ یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا مع ماتقدم۔

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے "خامسًا" سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گفتگو کے کافی ہے۔

وثالثا اذن یکون حاصل التفرقة ان الاحکام لا یجوز فیها روایة الضعاف اصلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببیان الضعف اما ما دونها کالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیه بخصوصه والا لا ببیان وح ماذا یصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترهیب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحکم مع فقد ان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببیان الوهن وهذا ما اشار الیه الدوانی بالعلاوة۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزارہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب و ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے "علاوۃ" کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول دع عنك توسع المسانید التی تسند کل ما جاء عن صحابی، والمعاجیم التی توعی کل ما وعی عن شیخ، بل والجوامع التی تجمع امثل ما فی الباب وردہ وان لم یکن صحیح السند هذا الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحه **حدثنا** علی بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عیسیٰ ثنا ابی بن عباس بن سهل عن ابیه عن جده

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیئے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو اس باب میں وارد شدہ احادیث میں اعلیٰ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری اپنی صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی ہمیں ابن عباس بن سہل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی فرمایا

marfat.com

قال کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حائطنا فرس یقال له اللحیف اھ[1] فی تذھیب التھذیب للذھبی ابی بن عباس[2] بن سھل بن سعد الساعدی المدنی عن ابیه وابی بکر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابی فدیك وزید بن الحباب وجماعة[3] قال الدولابی لیس بالقوی قلت وضعفه ابن معین وقال احمد منکر الحدیث[4] اھ وکقول الدولابی قال النسائی کما فی المیزان ولم ینقل فی الکتابین توثیقه عن احد وبه ضعف الدارقطنی ھذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیه ضعف[ع] قال ماله فی البخاری غیر حدیث واحد اھ[5] قلت فانما الظن بابی عبد اللہ انه انما تساھل لان الحدیث

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا اھ امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں لکھا کہ اُبی بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابوبکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز، ابن ابی فدیک، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

ع قلت واما اخوه المھیمن فاضعف واضعف ضعفه النسائی والدارقطنی وقال البخاری منکر الحدیث ای فلا تحل الروایة عنه کما مر لاجرم ان قال الذھبی فی اخیه ابی انه واہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المھیمن ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۰

[2] "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔

[3] خلاصہ تذہیب التہذیب ترجمہ ۳۲۷ من اسمہ ابی — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۲

[4] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۲۷۳ من اسمہ ابی — دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷۸

نوٹ: تذہیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے یہ نقل گیا ہے۔

[5] تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی — مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۷

marfat.com

لیس من باب الاحکام واللہ تعالٰی اعلم۔

نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوعبداللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انھوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث

ورابعاً اقول قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواھد فالقول بمنعه فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح وح یرتفع الفرق وینھدم اساس المسئلة المجمع علیھا بین علماء المغرب والشرق، لا اقول عن ھذا وذاك بل عن ھذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطھما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما رحمه اللہ تعالٰی بروایته فی صحیحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیه فی ذلك بل جوابه من اوجه ذکرھا الشیخ الامام ابوعمرو بن الصلاح (الٰی ان قال) الثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواھد لا فی الاصول وذلك بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجاله ثقات ویجعله اصلا ثم اتبعه باسناد اٰخر او اسانید فیھا بعض الضعفاء علی وجه التاکید بالمتابعة اولزیادة فیه تنبیه علی فائدة فیما قدمه وقد اعتذر الحاکم ابوعبداللہ بالمتابعة والاستشھاد فی اخراجه من جماعة لیسوا من شرط

رابعاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریحاً باطل ہے، اور اس صورت میں فرق مرتفع ہوجاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماءِ مشرق ومغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہوجاتی ہے یہ میں اس یا اُس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پہاڑ بخاری ومسلم کی صحیحین کرہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابوعمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنھیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

marfat.com

الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یسار وعبد اللہ بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباہ لهم کثیرین انتہی[1] وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشہاد روایة بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد اھ[2]

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابو عبداللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحٰق بن یسار، عبداللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہٰی۔ امام بدرالدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعفاء کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

وخامسا اقول مالی اخص الکلام بغیر الاصول هذه قناطیر مقنطرة من السقام مرویة فی الاصول والاحکام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وکم منهم التزموا بیان ماهنا، اما الرواة فلم یعهد منهم الروایة المقرونة بالبیان اللهم الانادر الداع خاص، وقد اکثروا قدیما وحدیثا من الروایة عن الضعفاء والمجاهیل ولم یعد ذلك قدحًا فیهم ولا ارتکاب مأثم وهذا سلیمٰن بن عبد الرحمٰن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات صرف غیر اصول و شواہد متابعات سے مختص کرنے کی مجھے کیا ضرورت، جبکہ کمزور اور غیر صحیح روایات کا ایسا ایک ذخیرہ ہے جو اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیشِ نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفاً و خلفاً یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا دیکھئے سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

---

[1] المقدمۃ للامام النووی من شرح صحیح مسلم فصل عاب عائبون مسلماً رحمہ اللہ تعالٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] المقدمۃ للعینی صحیح بخاری الثامنۃ فی الفرق بین الاعتبار والمتابعۃ الخ " بیروت ۱/۸

marfat.com

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولین اھ[1]
ولوسردت اسماء الثقات الرواۃ عن المجروحین لکثر وطال فلیس منھم من التزم ان لا یحدث الا عن ثقۃ عندہ الا نزر قلیل کشعبۃ ومالک واحمد فی المسند ومن شاء اللہ تعالٰی واحدا بعد واحد ثم ھذا ان کان ففی شیوخھم خاصۃ لا من فوقھم والا لما اتی من طریقھم ضعیف اصلا ولکان مجرد وقوعھم فی السند دلیل الصحۃ عندھم اذا صح السند الیھم ولم یثبت ھذا لاحد، وھذا الامام الھمام یقول لابنہ عبد اللہ لو اردت ان اقتصر علی ما صح عندی لم ار ومن ھذا المسند الا الشئ بعد الشئ ولکنک یا بنی تعرف طریقتی فی الحدیث انی لا اخالف ما یضعف الا اذا کان فی الباب شئ یدفعہ[2] ذکرہ فی فتح المغیث واما المصنفون

امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اھ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنھوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اِکّا دُکّا جس کو اللہ تعالٰی نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس سے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجانا صحتِ حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبداللہ کو فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا، مگر اے میرے بیٹے! تو روایتِ حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی مل جائے جو اسے

ع۵ اواخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبدالرحمان الدمشقی ۳۴۸۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۱۳
[2] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۹۶

marfat.com

فاذا عدوت امثال الکتب الثلٰثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة والبیان الفیت عامة المسانید والمعاجیم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوی فی کل باب علی کل نوع من انواع الحدیث من دون بیان، وھذا مما لا ینکرہ الاجاھل اومتجاھل فان ادعی مدع انھم لا یستحلون ذلك فقد نسبھم الی افتخام مالا یبیحون وان زعم زاعم انھم لا یفعلون ذلك فھم بصنیعھم علی خلفہ شاھدون وھذا ابوداود الذی الین لہ الحدیث کما الین لداود علیہ الصلاۃ والسلام الحدید، قال فی رسالتہ الی اھل مکۃ شرفھا اللہ تعالٰی ان ماکان فی کتابی من حدیث فیہ وھن شدید فقد بینتہ ومنہ مالا یصح سندہ ومالم اذکر فیہ شیأ فھو صالح وبعضھا اصح من بعض[1] اھ والصحیح ما افادہ الامام الحافظ ان لفظ صالح فی کلامہ اعم من ان یکون للاحتجاج اوللاعتبار فما ارتقی الی الصحة ثم الی الحسن فھو بالمعنی الاول وما عداھما فھو بالمعنی الثانی وما قصر عن ذلك فھو الذی فیہ وھن شدید[2] اھ وھذا الذی یشھد بہ

رد کردے یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری ومسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت وبیان کا التزام کر رکھا ہے تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزا کے ہر ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دعوٰی کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابوداود کو ہی لیجئے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح حضرت داود علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا' اہل مکہ شرفہا اللہ تعالٰی کی طرف خط میں لکھا: میری کتاب (سنن ابی داود) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اھ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداود کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

---

[1] مقدمۂ سنن ابی داود، فصل ثانی، آفتاب عالم پریس، لاہور، ص ۴

[2] ارشاد الساری بحوالہ حافظ ابن حجر، مقدمۂ کتاب، دار الکتاب العربی بیروت، ۸/۱

marfat.com

الواقع فعليك به وان قيل وقيل وقد نقل عن اعلام سير النبلاء للذهبی ان ماضعف اسناده لنقص

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعفِ شدید ہے اھ نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجھ پر یہی لازم ہے اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے۔

عہ ای قیل حسن عندہ واختارہ الامام المنذری وبہ جزم ابن الصلاح فی مقدمتہ وتبعہ الامام النووی فی التقریب ای وقد لایکون حسنا عند غیرہ کما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عندہ ومشی علیہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ عند ذکر حدیث القلتین وتبعہ العلامہ حلبی فی الغنیۃ فی فصل فی النوافل وکذلک یقال ھھنا انہ قد لایصح عند غیرہ بل ولایحسن واما الامام ابن الھمام فی الفتح اول الکتاب وتلمیذہ فی الحلیۃ قبیل صفۃ الصلوۃ فاقتصرا علی الحجیۃ وھی تشملھما فیقرب من قول من قال حسن وھذا الذی ذکرہ الحافظ وتبعہ فیہ العلامۃ القسطلانی فی مقدمۃ الارشاد وخاتم الحفاظ فی التدریب فی فروع فی الحسن قال لکن ذکر ابن کثیر انہ روی عنہ ماسکت عنہ فھو حسن فان صح ذلک فلا اشکال اھ اقول لقائل ان یقول ان للحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذکروہ وانما الترمذی ھو الذی شھرہ وامرہ فایدنا ربنا انہ ان صح عنہ ذلک لم یرد بہ الا ھذا الذی استقر علیہ الاصطلاح فافھم واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الرایہ میں قلتین والی حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر ابتدائے کتاب میں اور ان کے شاگرد نے حلیۃ المحلی میں صفۃ الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور مقدمہ ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن، لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ جس پر انہوں نے سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس کا اجراء کیا پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النووی فروع فی الحسن دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶۸

marfat.com

حفظ راویہ فمثل هذا یسکت عنه ابوداود غالباً[1] الخ
و معلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعه الاحکام
وقد قال فی رسالته انما لم اصنف کتاب السنن
الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزهد وفضائل
الاعمال وغیرها[2] الخ و قال الشمس محمدؒ السخاوی
فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحه
للترمذی قول السلفی علی مالم یقع التصریح
فیه من مخرجها وغیره بالضعف فیقتضی کما
قال الشارح فی الکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة
مسکوتا عنه ولم یصرح بضعفه انیکون صحیحا و
لیس هذا الاطلاق صحیحا بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیها
الترمذی أو ابوداود ولم نجد لغیرهم فیها کلاما و
مع ذلک فهی ضعیفة الخ[3] و قال فی المرقاة الحق
ان فیه" ای فی مسند الامام احمد رضی الله
تعالیٰ عنه" احادیث کثیرة ضعیفة و بعضها
اشد فی الضعف من بعض[4] الخ و نقل بعیده
عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال
لیست الاحادیث الزائدة فیه علی
ما فی الصحیحین باکثر ضعفا من
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلا سے منقول ہے کہ جس حدیث
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو
ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں الخ
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں
کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے کہ میں نے یہ کتاب
احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے
نہیں الخ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے
کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی
حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ
کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا
تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی
تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ
کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا
ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے
مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں اھ
اور مرقات میں فرمایا: حق یہ ہے کہ اس یعنی مسند احمد رضی اللہ
تعالےٰ عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں
اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ
اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہا کہ
اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جو زائد احادیث

---

[1] سیر اعلام النبلاء، ترجمہ ۱۱۷ ابوداؤد بن اشعث مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۲۱۴
[2] رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التی تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵
[3] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/ ۱۰۰ و ۱۰۱
[4] مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۳

marfat.com

والترمذی علیھا و بالجملۃ فالسبیل واحد لمن اراد الاحتجاج بحدیث من السنن لاسیما سنن ابن ماجۃ و مصنف ابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق مما الامر فیہ اشد او بحدیث من المسانید لان ھذہ کلھا لم یشترط جامعوھا الصحۃ والحسن وتلک السبیل ان المحتج انکان اھلا للنقل والتصحیح فلیس لہ ان یحتج بشئ من القسمین حتی یحیط بہ وان لم یکن اھلا لذلک فان وجد اھلا للتصحیح او تحسین قلدہ والا فلا یقدم علی الاحتجاج فیکون کحاطب لیل فلعلہ یحتج بالباطل وھو لا یشعر اھ[1] و قال الامام عثمٰن الشھرزوری فی علوم الحدیث حکی ابو عبد اللہ بن مندۃ الحافظ انہ سمع محمد بن سعد الباوردی بمصر یقول کان من مذھب ابی عبد الرحمٰن النسائی ان یخرج عن کل من لم یجمع علی ترکہ، وقال ابن مندۃ وکذلک ابو داؤد السجستانی یاخذ ماخذہ ویخرج الاسناد الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیرہ لانہ اقوی عندہ من رای الرجال اھ[2] وفیھا بعیدہ ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ ان کے جامعین نے صحت وحسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل وتصحیح کا اہل ہے تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح وتحسین کا اہل ہے تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہوسکتا ہے وہ باطل کے ساتھ استدلال کرلے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اھ اور امام عثمان شہرزوری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبداللہ بن مندہ حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا" ابو عبدالرحمٰن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور ابن مندہ نے کہا، اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے ماخذ کو لیتے اور سند ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳

[2] مقدمۃ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسن مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

marfat.com

فی التقریب والتدریب وھذا لفظھما ملخصھا اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داؤد الطیالسی وغیرھما من المسانید کمسند عبید اللہ بن موسٰی واسحٰق بن راھویہ والدارمی وعبد بن حمید وابو یعلی الموصلی والحسن بن سفین وابی بکر البزار فھؤلاء عادتھم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ماورد من حدیثہ غیر مقیدین بان یکون محتجا بہ اولا[1] الخ وفیہ اعنی التدریب قیل ومسند البزار یبین فیہ الصحیح من غیرہ قال العراقی ولم یفعل ذلک الا قلیلا[2] وفی البنایۃ[1] شرح الھدایۃ للعلامۃ الامام البدر العینی الدارقطنی کتابہ مملو من الاحادیث الضعیفۃ والشاذۃ والمعللۃ وکم فیہ من حدیث لایوجد فی غیرہ[3] اھ وذکر اشد منہ للخطیب ونحوہ للبیھقی وفی فتح المغیث[2] یقع ایضا فی صحیح ابی عوانۃ الذی عملہ مستخرجا علی مسلم احادیث

رائے وقیاس سے قوی ہے اھ اور اس میں تھوڑا سا بعد میں ہے پھر تدریب وتقریب میں ہے اور یہ الفاظ ملخصاً ان دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابو داؤد طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر مسانید مثلاً مسند عبید اللہ بن موسٰی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید، مسند ابو یعلی موصلی، مسند حسن بن سفیان، مسند ابوبکر بزار ان تمام کا طریقہ یہی ہے کہ مسند میں ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کر دیتے ہیں اس قید سے بالاتر ہو کر کہ یہ قابلِ استدلال ہے یا نہیں الخ اور اس یعنی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند بزار وہ ہے جس میں احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے جدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ ایسا انہوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ دارقطنی کی کتاب احادیثِ ضعیفہ، شاذہ اور معللہ سے پُر ہے اور بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں اھ اور خطیب کے لیے اس سے بڑھ کر شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بیہقی کے لیے ہے اور فتح المغیث میں ہے کہ صحیح ابو عوانہ جو مسلم پر احادیث کا

---

[1] فی مسئلۃ الجھر فی البسملۃ ۱۲ منہ (م)
بسم اللہ کو جہراً پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
[2] فی الصحیح الزائد علی الصحیحین۔ (م)
صحیحین پر زائد صحیح کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب النواوی مرتبۃ المسانید من الصحۃ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۷۱
[2] " " " " اول من صنف مسندا " " " " " ۱/۱۷۴
[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱/۶۲۸

marfat.com

كثيرة زائدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز في الحكم عليها ايضاً[1] اھ نصوص العلماء في هذا الباب كثيرة جدا وما اوردنا كاف في ابانة ما قصدناه بالجملة فروايتهم الضعاف من دون بيان في كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر، وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من كلمات بعض الجلة، والحمد لله على كشف الغمة وتثبيت القدم في الزلة فاستبان ان لو كان المراد ما نزعم هذا الذي نقلنا قوله لكانت التفرقة بين الاحكام والضعاف قد انعدمت، والمسألة الاجماعية من اساسها قد انهدمت **هذا وجه** ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول على وجه التشقق ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح املا فان وجد فقد رووا الضعيف ساكتين في الاحكام ايضا عند وجود الصحيح فاين الفرق وان لم يوجد فالامر اشد **فان** التجأ ملتجٍ الى انهم يعدون سوق الاسانيد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائدہ احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہیئے اھ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشاندہی کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلّم ہے، نہ اسے رد کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دور کر دی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف کے درمیان تفریق ختم ہو گی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ توجیہ ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التشقق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مروی ہوں دیکھا جائیگا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتاً روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

---

[1] فتح المغیث الصحیح الزائد علی الصحیحین دارالامام الطبری بیروت ۱/۴۳

marfat.com

من البیان ای فلم یوجد منهم روایة الضعاف فی الاحکام الا مقرونة؛

قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کے ساتھ ہوگی تو اسکے جواب میں :

قلت اوّلاً هذا شئ قد یبدیه بعض العلماء عذرا لمن روی الموضوعات ساکتا علیها ثم هم لا یقبلون ۔ قال الذهبی[1] فی المیزان کلام ابن مندة فی ابی نعیم فظیع لا احب حکایته ولا اقبل قول کل منهما فی الآخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها[2] اھ وقد قال العراقی[3] فی شرح الفیته ان من ابرز اسناده منهم فهو ابسط لعذره اذ أحال ناظره علی الکشف عن سنده وانکان لا یجوز له السکوت علیه[4] اھ

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وُہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہُوں کہ انہوں نے روایاتِ موضوعہ کو سکوتاً روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی اھ عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز نہ تھا اھ

ثانیاً: لا یعهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب کانت الا مسندة فهذا البیان لم تنفك عنه احادیث الفضائل ایضاً فبماذا تساهلوا فی هذا دون ذلك ۔

ثانیاً: ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیثِ فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دُوسری روایات میں نہ ہو۔

---

[1] فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)

[2] نقله فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیهات ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

[1] احمد بن عبداللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)

[2] اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت تنبیہات سے کچھ پہلے ۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۴۳۸ احمد بن عبداللہ ابونعیم الخ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱

[2] تدریب الراوی شرح التقریب المعروفون بوضع الحدیث مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

marfat.com

ثالثاً، لوکان الاسناد ھو البیان المراد لاستحال روایۃ شئ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایۃ لاتکون الا بالاسناد، قال فی التدریب حقیقۃ الروایۃ نقل السنۃ ونحوھا واسناد ذلک الی من عزی الیہ بتحدیث واخبار وغیر ذلک[1] اھ و قال[2] الزرقانی تحت قول المواھب روی عبد الرزاق بسندہ الخ بسندہ ایضاح والا فھو مدلول روی[3] اھ وقال ایضا[4] تحت قولہ روی الخطیب بسندہ ایضاح فھو عندھم مدلول روی[5] اھ واذا انتھی الکلام بنا الی ھنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی علی ماھو مرادنا فلنعد الی ماکنا فیہ حامدین للہ تعالٰی علی منہ الجزیلۃ الی کل نبیہ و مصلین علی نبیہ الکریم و الہ وصحبہ وسائر محبیہ۔

ثالثاً: اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں نے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی ہے وغیرہ ذلک اھ زرقانی نے مواہب کی عبارت "روی عبد الرزاق بسندہ الخ" کے تحت کہا کہ بسندہ کا لفظ صرف وضاحت کے لیے ہے ورنہ وہ "روی" کا مدلول ہے اھ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسندہ" کے تحت یہی بات زرقانی نے کہی کہ "بسندہ" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے اھ جب ہماری یہ گفتگو مکمل ہوچکی تو اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کا اعلٰی درجہ پختہ ہوگیا اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اس مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالٰی کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو اس نے اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں اور صلاۃ وسلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل واصحاب اور باقی محبین پر۔ (ت)

افادۂ بست و دوم[22] (ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا دربارۂ احکام اسے

ع۱ اوائل الکتاب عند ذکر خلق نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

ع۲ فی ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب خطبۃ المؤلف/ وفیھا فوائد/ حد علم حدیث مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۴۰

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/ ۵۵

[3] " " " " " " " ذکر تزوج عبد اللہ آمنہ " " " " ۱/ ۱۳۳

marfat.com

حجت بنانا نہیں) جس نے افادات سابقہ کو نظرِ غائر وقلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے کہ حدیثِ ضعیف سے فضائلِ اعمال میں استحباب یا محلِ احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال وحرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس "کیف وقد قیل" وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعان ہُوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید واحتیاط پر باعث ہُوئی، آگے حکمِ استحباب وکراہت اُن قواعد وصحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے **اقول** تاہم ازانجا کہ ورود ضعیف وہ بھی لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجی واحتیاط کا ذریعہ ہُوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کردیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق یہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بُلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع وغروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور وہ صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمداللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارۂ احکام حلال وحرام معمول بہ نہیں۔

ثم اقول اصل یہ ہے کہ مثبت وُہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاجِ اثبات ہوگا ولہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء وفروج ومضار وخبائث تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

هذا تحقيق ما اسلفنا فى الافادة السابقة عن المحقق الدوانى، وهذا هو معنى ما نص عليه الامام ابن دقيق العيد و سلطن العلماء عزالدين بن عبد السلام وتبعهما شيخ الاسلام الحافظ ونقله تلميذه السخاوى

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادۂ سابقہ میں محقق دوانی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت ومعنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

marfat.com

فی فتح المغیث وفی قول البدیع والسیوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنہاج النووی ، ستتہم من الشافعیۃ ، ثم اشرہ عن الرملی العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی الدر المختار واقراہما ومحشو الدر الحلبی والطحطاوی والشامی فیہا وفی منحۃ الخالق خمستہم من الحنفیۃ ، من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام، وہو اذا حققت لیس بتقیید زائد بل تصریح بمضمون ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد والاحکام ، کما اوضحناہ لک وبہ ازداد انزہاقا بعد انزہاق ما ظن الظانان من ان الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح ، کیف ولو کان کذلک لما احتیج الی ہذا الاشتراط کما لا یخفی واللہ الہادی الی سوی الصراط۔

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب میں، شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں اسے نقل کیا ہے یہ چھ شوافع میں سے ہیں ، پھر رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اور محقق و مدقق العلائی نے درمختار میں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور درمختار کے محشین حلبی، طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منحۃ الخالق میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ حدیثِ ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا ، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کردیا ہے اور اس سے ان دو علما کا خوب رد ہوگیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہوسکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے ، اور اللہ تعالٰی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

بحمداللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جوازِ تعبیل ابہامین پر دلیل لانا احکامِ حلال وحرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز محض مغالطہ و فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال وحرام میں حجت نہیں مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادۂ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادۂ ہفدہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابلِ عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجۂ اولٰی ولکن الوہابیۃ لا یسمعون واذا سمعوا لا یعقلون رب انی اسألک العفو و

marfat.com

العافیۃ آمین (وہابی تو سُنتے ہی نہیں ، سُنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہُوں، آمین ۔ ت)

افادۂ بست وسوم[۲۳] (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)

اقول اولاً جمہور علماء کے عامۂ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے ، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر[۱] والفیۂ عراقی[۲] و شرح الفیۃ للمصنف[۳] میں تھا غیر الموضوع[۱] (موضوع کے علاوہ ہو ۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح[۴] و تقریب[۵] میں ماسوی الموضوع[۲] (موضوع کے سوا ہو ۔ ت) مقدمۂ سید شریف[۶] میں دون الموضوع[۳] (موضوع نہ ہو ۔ ت) حلیہ[۴] میں الذی لیس بموضوع[۴] (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو ۔ ت) اذکار[۵] میں ان الفاظ سے اجماعِ ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعا[۵] (وہ جو کہ موضوع نہ ہو ۔ ت) یونہی امام[۹] ابن عبدالبر نے اجماعِ محدثین ذکر کیا کہ یروونھا عن کل[۶] (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں ۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افاداتِ سابقہ میں گزریں ، زرقانی شرح[۷] مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا[۷] (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ حلبی سیرۃ[۱۱] الانسان العیون[۸] میں فرماتے ہیں :

ع۱ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)

ع۲ نقل ھذا وما سیاتی عن عیون الاثر لبعض الاثریین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو بعض معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۳

۲ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹

۳ مقدمۂ سید شریف

۴ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۵ الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۷

۶ کتاب العلم لابن عبدالبر

۷ شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۱/ ۱۷۲

marfat.com

لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم و الضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع و المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال و الحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1]۔

واضح رہے کہ اصحابِ سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا[۱۲] عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوئے حفظ بعض رواۃ یا اختلا یا تدلیس بود باوجود صدق و دیانت منجبر میگردد بتعدد طرق و اگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ بمخالفت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول[2] الخ

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہامِ کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ و اضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے الخ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اُس کے بعد صریح کذاب وضّاع ہی کا درجہ ہے ائمۂ شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکہ یحیٰی وابن مھدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحیٰی اور ابن مہدی نے ترک کردیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متھم بالکذب ورمی بالرفض[3] (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

---

[1] انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳

[2] شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳

[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۹۸

marfat.com

طرف منسوب کیا گیا ہے ۔ ت) باایں ہمہ عامۂ کتب سیر وتفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں اُنھیں بلا نکیر نقل کرتے رہے ہیں ، میزان میں ہے :

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفیٰن وشعبة وجماعة ورضوہ فی التفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر[1]۔

ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان ، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں ۔ (ت)

امام ابن سیّد الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں :

غالب مایروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم وما یجری مجری ذلك مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لایحمل عنہ الاحکام ومن حکی عنہ الترخیص فی ذلك الامام احمد[2]۔

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب واحوال ، عربوں کے شب وروز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں ۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہلِ اثر نے چنیں وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتبِ فن میں مسطور ، لاجرم تقریب میں کہا : متروك مع سعة علمہ[3] (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے ۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر[4] (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے ۔ ت) باایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے

---

[1] حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة

جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعۃ (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۴۵۷ ، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۵۵۸

[2] عیون الاثر ذکر الاجوبہ عما رمی بہ مطبوعہ دار الحضارۃ بیروت ۱/۲۴

[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۳۱۲-۱۳

[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹

marfat.com

بھی انھیں سیَر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیَر میں ذکر کرتے ہیں کما لا یخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کُتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے ؛

کان الی حفظه المنتهی فی الاخبار والسیر و المغازی والحوادث وایام الناس والفقه وغیر ذلك[1]۔

یہ اخبار و احوال، علم سیَر و مغازی، حوادثاتِ زمانہ اور اس کی تاریخ اور علمِ فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابنِ حبان نے کہا روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه اشیاء موضوعة (انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروك۔ باوصف اس کے جب انھیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابو الفرج نے بعلّتِ مذکورہ درج موضوعات کیا اُس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائلِ اعمال کی ہے سو اُسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیثِ فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقا للماء الی البساتین وهذا تقوم به الحجة عندنا اذا وثقنا الواقدی، اما عند المخالف فلا لتضعیفه ایاه[2] اھ وقال فی فصل فی الآثار قال فی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی اول کتابه المغازی والسیر من ضعفه و من وثقه ورجح توثیقه وذکر الاجوبة عما قیل فیه[3] اھ ۱۲ منه (م)

کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا ہمارے نزدیک حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور "فصل فی الآثار" میں کہا کہ امام کے بارے میں ہمارے شیخ ابو الفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی والسیر میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۹۹۳۷ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/۶۶۳

[2] و [3] فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹ و ص ۹۷

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحدِ کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گوارائی ہے وللہ الحجۃ السامیہ۔

خامساً اور سُنیے وضو کے بعد اِنّا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہُوا وہی جواب فرمایا کہ فضائلِ اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی من ھذہ الجملۃ فاجاب بما نصہ الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابواللیث نفع اللہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منھا شئ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا من قولہ ولا من فعلہ اھ[1]

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وُہ احادیث جن کو امام ابواللیث "اللہ تعالٰی ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں، اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہو اھ (ت)

سادساً یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جُھک جاتا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ، امام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابوحاتم نے کہا: احادیثہ باطلۃ تدل علی کذبہ[2] (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا: ھذا حدیث غریب الاسناد

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۷ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۸۱

marfat.com

والمتن وھوفی المعجزات حسن[1] (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب بااینہمہ معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدواللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت[2] (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے شب کو مکان خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب[3] (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا: فیندب لنا فعل ذلك تأسیا بہ[4] جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجے بکثرت ملیں وھذا الاخیر قد بلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کردیا وہ اہلِ فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث و دلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیۂ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارا یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سُنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدتِ ضعف سے مراد میں حافظ ہے نقل مختلف آئی، شامی[5] نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

---

[5] فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م) (شامی نے مستحبات الوضو میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد والمتن۔ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۵۴

[2] کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابیض " دارالفکر بیروت ۳/۴

[3] تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۱۵

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۱۵

marfat.com

شدید الضعف هو الذی لا یخلو طریق من طرقه عن کذاب او متهم بالکذب[1]۔

شدید الضعف وُہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

یہاں صرف انھیں دُو کو شدتِ ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:

انیکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتهمین بالکذب ومن فحش غلطه[2]۔

وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور متہم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

یہاں ان دُو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتهمین ومن فحش غلطه[3]۔

حدیث میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور متہمین سے ہو یا وہ فحش الغلط ہو۔ (ت)

عہ وهکذا عزا بعض العصریین وهو المولوی عبد الحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب و القول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلٰث شروط علی ما ذکره السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع وغیرهما الاول عدم شدة ضعفه بحیث لا یخلو طریق من طرقه من کذاب او متهم بالکذب الخ اقول لکن سنسمعك نصی التدریب و القول البدیع فیظهر لك ان وقع ههنا فی النقل عنهما تقصیر شنیع فلیتنبه ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

معاصرین میں سے مولوی عبدالحی لکھنوی نے "ظفر الامانی" میں "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا جہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طور کہ اس کے تمام طرق کذاب اور متہم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد ہوئی ہے، غور کرنا چاہئے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] رد المحتار مستحبات الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۵
[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸
[3] نسیم الریاض شرح الشفاء مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۳

marfat.com

یہاں کاف نے زیادتِ توسیع کا پتا دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علما حدیث کذابین و متہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جمہور و علما و خود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ ابعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تقبیلِ ابہامین کی حدیثیں ہر گونہ ضعف شدید سے پاک و منزّہ ہیں اُن پر صرف انقطاع یا جہالتِ راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعفِ قریب نہ ضعف شدید والحمد للہ العلی المجید "ھذا" (اسے یاد رکھو۔ت)

ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش فتح المغیث، کلاماً یتعلق بالمقام اجبت ایرادہ اتماماً للمرام، فذکرت اولاً ما عن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلمآء ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ۔

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمامِ مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وُہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحطاوی سے اور انہوں نے ابنِ حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول وھذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلمآء قاطبۃ، ولتحدید ما مر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسہ لکن یظھر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ھھنا ذکر التفرد وفیما سبق قال "لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والتھمۃ لا یقبل عندہ فی الفضائل حین التفرد، اما اذا کثرت طرقہ فحینئذ یبلغ درجۃ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب والتھمۃ فانہ وان کثر طرقہ التی لا تفوقہ بان لا یخلو

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحطاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وُہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طُرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرتِ طُرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

marfat.com

شئ منها عن کذاب او متهم لایبلغ تلك الدرجة، ولایعمل به فی الفضائل، وهذا هو الذی یعطیه کلام السخاوی فیما مر حیث جعل قبول ما فیه ضعف شدید مطلقا ولو لغیر کذب فی باب الفضائل موقوفا علی کثرة الطرق، لکنه یخالفه فی خصلة واحدة، وهو حکمه بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالکذب ایضا کما تقدم، وهو کما تری مخالف لصریح مانقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلم یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلمآء جمیعا لنقل الامام النووی عنهم کافة، فانهم لم یشرطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولا غیرها سوی ان لایکون موضوعا، فصریح مایعطیه کلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلا وان تفرد ولم یکثر طرقه، فافهم، وتأمل، فان المقام مقام خفاء وزلل، واللہ المسئول لکشف الحجاب، وابانة الصواب الیه المرجع والیه المآب اھ، ماارد ت نقله مما علقته علی الهامش۔

آجائیگی پس اب وُہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرتِ طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابلِ عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرتِ طرق پر موقوف کیا وہاں شدّتِ ضعف مطلق مراد ہے خواہ وُہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرتِ طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحۃً خلاف ہے، بہرصورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ مُوقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا مَوقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علمائے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرتِ طُرق وغیرہا کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وُہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ماحصل یہ ہے کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقامِ خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

فان قلت هذا قید زائد افاده اگر اعتراض کے طور پر تو کہے کہ امام شیخ الاسلام

marfat.com

امام فلیحمل اطلاقاتھم علیہ دفعاً للتخالف بین النقلین **قلت** نعم لولاان ماذکروا من الدلیل علیہ لایلائم سریان التخصیص الیہ ، وکیف نصنع بمانشاھدھم یفعلون یرون شدۃ الضعف ثم یقبلون ، وبالجملۃ فالاطلاق ھو الاوفق بالدلیل والالصق بقواعد الشرع الجمیل فنودان یکون علیہ التعویل والعلم بالحق عند الملک الجلیل۔

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جا سکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے **قلت** (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وُہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرتِ طرق) کی قید نہ لگانا، دلیل کے زیادہ موافق اور قواعدِ شرح جمیل کے زیادہ مناسب ہے ، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابلِ اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہٗ کے ہاں ہے ۔ (ت)

فائدۃ جلیلۃ (فائدۃ جلیلۃ فی احکام انواع الضعیف وانجبار ضعفھا) ھذا الذی اشرت الیہ من کلام السخاوی المار المتقدم ھو قولہ مع متنہ فی بیان الحسن ، ان یکن ضعف الحدیث لکذب او شذوذ بان خالف من ھو احفظ او اکثر او قوی الضعف لغیرھما فلم یجبر ولو کثرت طرقہ لکن بکثرۃ طرقہ یرتقی عن مرتبۃ المردود المنکر الی مرتبۃ الضعیف الذی یجوز العمل بہ فی الفضائل وربما تکون تلک الطرق الواھیۃ بمنزلۃ الطریق التی فیھا ضعف یسیر بحیث لو فرض مجئ ذلک الحدیث باسناد فیہ ضعف یسیر کان مرتقیا بھا الی مرتبۃ الحسن لغیرہ[1] اھ ملخصا۔

فائدۂ جلیلہ (ضعیف حدیثوں کے احکام، اقسام اور انکی کمی کو پُورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع متن، حدیث حسن کے بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرتِ طُرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا ، لیکن کثرتِ طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طُرق ایک

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۸۳

marfat.com

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وُہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کرلی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہوجاتی ہے ، ملخصاً ۔ (ت)

ورائتنی علقت علیه ههنا ما نصه **اقول** حاصل ما تقرر وتحرر ههنا مع زیادات نفیسة منا ان الموضوع لا یصلح لشئ اصلا ولا یلتئم جرحه ابدا ولو کثرت طرقه ماکثرت ، فان زیادة الشر لا یزید الشئ الا شرا ، وایضا الموضوع کالمعدوم والمعدوم لا یقوی ولا یتقوی ، ومنه عند جمع منهم شیخ الاسلام ما جاء بروایة الکذابین وعند آخرین منهم خاتم الحفاظ ما اتی من طریق المتهمین ، وسوّٰهما السخاوی بشدید الضعف الآتی لذهابه الی ان الوضع لا یثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به کذاب او وضاع کما نص علیه فی هذا الکتاب ، وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب ، اما الضعف بغیر الکذب والتهمة من ضعف شدید مخرج له عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی فهذا یعمل به فی الفضائل علی مایعطیه کلام عامة العلماء وهو الاقعد بقضیة الدلیل والقواعد ، لا عند شیخ الاسلام علی احدی الروایات عنه ومن تبعه کالسخاوی الا اذا کثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فح یکون مجموعها کطریق واحد صالح له فیعمل بها فی الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے **اقول** ہماری زائد ابحاث کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہوچکا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے، اور کثرتِ طُرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شر کی زیادتی سے شر مزید بڑھتا ہے، نیز موضوع، معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہوسکتی ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے ، موضوع کی ایک قسم وُہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں، نے بیان کیا ہے ، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ روایت کریں ، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے "خاتم الحفاظ" بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ "موضوع" وُہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو "شدید الضعف" کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے، امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذّاب یا وضّاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی مؤقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے ، مگر کذب اور تہمتِ کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہوجاتی ہے مثلاً راوی کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

marfat.com

ولكن لا يحتج بها فى الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغيره الا اذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين متعاضدين فحينئذ ترتقى الى الحسن لغيره فتصير حجة فى الاحكام ، اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعنى العراقى او بشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة فى الصوالح على ما فهمه السخاوى من كلام النووى وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ الاسلام فى النزهة والنخبة المكتفيتين[عه]

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے ۔ مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت ہیں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابلِ عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی یہ درجہ "حسن لغیرہ" کو پا سکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری زائل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

عه حيث قال متى توبع السيئ الحفظ بمعتبر كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط الذى لا يتميز والمستور والاسناد المرسل كذا المدلس اذا لم يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسناً لا لذاته بل وصف بذلك باعتبار المجموع لانه كل واحد منهم (اى ممن ذكر من السئ الحفظ والمختلط الخ) باحتمال كون روايته صواباً او غير صواب على حد سواء فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة لاحدهم رجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوءِ حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور، اسناد مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف منہ کو نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لذاتہ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہو گی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوءِ حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں سے کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

بوحدة الجابرمع جواز انتکون الکثرة فی کلام النووی بمعنی مطلق التعدد ، وھو الاوفق بما رأینا من صنیعھم فی غیرمقام والضعیف بالضعف لیسیراعنی مالم ینزلہ عن محل الاعتبار یعمل بہ فی الفضائل وحدہ ، وان لم ینجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغیرہ ، و احتج بہ فی الاحکام علی تفصیل وصفنا لک فی الجابر، فھذہ ھی انواع الضعیف ، اما الذی لا نقص فیہ عن درجة الصحیح الا القصور فی ضبط الراوی غیر بالغ الی درجة الغفلة فھو الحسن لذاتہ المحتج بہ وحدہ حتی فی

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے ، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق ، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فارتقی من درجة التوقف الی درجة القبول و اللہ اعلم اھ وانظر کیف اجتزئے فی المتن بتوجید معتبر وفی الشرح بافراد روایة وحکم بالارتقاء الی درجة القبول وما المراد بہ ھھنا الا القبول فی الاحکام فانہ جعل الضعیف صالحا للاعتبار من الردو مع انہ مقبول فی الفضائل بالاجماع ویظھرلی ان الوجہ معھما اعنی العراقی و شیخ الاسلام لما بین فی النزھة من الدلیل لھما منقولا مما علقتہ علی فتح المغیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہوگئی ہے اھ واللہ اعلم ، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للاعتبار رد الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع مقبول ہے ، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہۃ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ملہ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر لبحث سوء الحفظ مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷۴ .

marfat.com

الاحکام ، وھذا اذا کان معہ مثلہ ولو واحدا صار صحیحا لغیرہ او دونہ مما یلیہ فلا الا بکثرۃ انتھی ما کتبت بتلخیص ۔

جو انہوں نے "النزہۃ" اور "النخبۃ" میں کیا ہے ۔ دونوں کتابوں میں ایک جابر (کمزوری کو زائل کرنے والا امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظِ کثرت سے مطلق تعدّد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حدِ اعتبار ساقط نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤیّد بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کردے تو یہ "حسن لغیرہٖ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنیوالے امور میں بیان کردی ہے ۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں ۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہٖ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ "حسن لذاتہٖ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہوسکتی ہے اگر حسن لذاتہٖ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک اور بھی مل جائے تو یہ حدیث "صحیح لغیرہٖ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی تاوقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہوجائیں میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی ، ملخصاً ۔ (ت)

یہ چند جملے لوحِ دل پر نقش کرلینے کے ہیں کہ بعونہٖ تعالٰی اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں ، و باللہ التوفیق و لہ الحمد ، الحمد للہ القادر القوی علم ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی ناصر الضعیف و اٰلہ وسلم ، قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودۂ فقیر میں صرف دو۲ افادۂ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا اب کہ ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہٖ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہوگیا اثنائے تبییض میں بارگاہِ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادۂ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افاداتِ نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے ، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل وتفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے ، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلۂ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور بلحاظ تاریخ **الھاد الکاف فی حکم الضعاف**[۱۳] (ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت ۔ت) لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی ما ارزق من نعم تحقیق ماکنا لعشر معشار عشرھا نلیق والصلاۃ والسلام علی الحبیب الکریم و اٰلہ وصحبہ ھداۃ

عہ منقوص محلی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التلاق یوم التنادالکبیر المتعال الی غیر ذلک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (م)

marfat.com

الطریق اٰمین۔

افادہ بست و چہارم[۲۴] (حدیث کا کتبِ طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائے ضعفِ شدید) و باللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق، ضعفِ شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں اُن میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں، ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعۂ کلماتِ ناقدین اُن سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا، قولِ شاہ عبدالعزیز صاحب ایں احادیث قابلِ اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود[۱] (یہ احادیث قابلِ اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً در بارۂ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل کوئی ادنٰی ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل، ہاں متکلمانِ طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھریں۔

اوّلاً خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ و عمل کا انکار فرمارہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کرآئے کہ در بارہ فضائل کسی حدیثِ ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ثانیاً تصانیفِ خطیب و ابونعیم بھی طبقۂ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیا ست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ[۲]۔

ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیا ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی (ت)

اُسی میں ہے:

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیفِ خطیب است بسیار خوب کتابے است در باب خود[۳]۔

خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

---

[۱] عجالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵

[۲] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

[۳] " " کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب " " " " ۱۶۹

marfat.com

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا :۔

التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین و عروتہم فی فنھم[1]۔

فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت و محل تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حُسنِ اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وُہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابلِ استناد۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اُسی حجۃ اللہ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں ،

اصلح ھذہ الطبقۃ ماکان ضعیفا محتملا[2]۔

یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنٰی انجبار سے خود احکام میں حجت ہوجاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول وکافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کما ستسمع بعونہ تعالٰی (جیسے کہ تُو عنقریب سُنے گا۔ ت)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں :

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی وخطیب و ابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیثِ صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ ومقلوبہ کہ سلف آنرا دیدہ و دانستہ گزاشتہ بودند وغرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند وموضوعات را

جب علمِ حدیث دیلمی، خطیب اور ابنِ عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ ومقلوبہ تھیں جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور وتامل کرکے

---

[1] قسم دوم از فصل دوم در شبہات وراقان ۱۲ منہ

دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے اسکے تحت اس کا بیان ہے (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اُردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸

[2] حجۃ اللہ البالغۃ باب طبقہ کتب حدیث، الطبقۃ الرابعۃ ، المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۳۵

marfat.com

ازحسان لغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح وحسان وضعیف از یکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالٰی محقق ساخت بخاری ومسلم وترمذی وحاکم تمییز احادیث وحکم بصحت و حسن ومتاخران در احادیث خطیب وطبقۂ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود خطیب وطبقۂ او در مقدماتِ کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاھم اللہ تعالٰی عن امۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیرا اھ[1] ملتقطا۔

موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کردیں گے جیسا کہ اصحابِ مسانید نے تمام طرقِ حدیث کو جمع کیا تاکہ حفاظِ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالٰی نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا وحکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالٰی ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اھ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشُبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجۃ میں سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی کو طبقۂ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ وتصانیف ابی داؤد طیالسی وبیہقی وطبرانی کو طبقۂ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقۂ رابعہ میں گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبۂ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

رمزت للبخاری خ ولمسلم م ولابن حبان حب وللحاکم فی المستدرک ك وللضیاء فی المختارۃ ض وجمیع ما فی ھذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ، ورمزت لابی داؤد د فما سکت[2] علیہ فھو صالح وما بین ضعفہ

میں نے حوالہ جات کے لیے یہ رموز وضع کیے ہیں، خ سے بخاری، م سے مسلم، حب سے ابن حبان، ک سے مستدرک حاکم، ض سے مختارہ للضیاء، ان پانچوں کتب میں صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھ، د سے ابوداؤد جس پر وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف

---

[2] فی الاصل الذی وقفت علیہ بین وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

marfat.com

نقلته عنه ، وللترمذی ت وانقل کلامه علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجۃ ہ ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبد الرزاق عب ولابن ابی شیبۃ ش ولابی یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب و الاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیۃ حل وللبیہقی ق وله فی شعب الایمان هب وهذه فیها الصحیح والحسن والضعیف فابینه غالباً[1] اھ مختصرا۔

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے۔ ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا۔ ن سے نسائی ، ہ سے ابن ماجہ ، ط سے ابوداؤد طیالسی، حم سے احمد ، عب سے عبدالرزاق ، ش سے ابن ابی شیبہ ع سے ابویعلی ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر ، طس سے معجم اوسط ، طص سے معجم صغیر ، حل سے حلیہ ابونعیم ، ق سے سنن بیہقی ، هب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا ، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشان دہی بھی کروں گا اھ مختصراً ۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی شق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح ، حسن ، ضعیف سب کچھ ہے ۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہما میں جا بجا احادیثِ طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اُتر کر استناد موجود ، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھتے یا یہ سفہا تاحق تحریفِ معنوی کر کے احادیثِ طبقۂ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں ، تمثیلاً چند نقول حاضر ، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لفظی فما وعلیه کلمة لم تتبین فی الکتابة فکتبت مکانها لفظة سکت اذ هو المراد واذ کان لابد من التنبیه نبهت علیه ۱۲ منه (م)

حاصل کی ہے اس میں لفظ فما اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا ، ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ جمع الجوامع خطبۂ کتاب ، دارالفکر ، بیروت ۱/ ۱۸ ، ۱۹

marfat.com

ابونعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب کفایت مے کند از انچہ ہیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند[1] الحدیث۔

ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابو شیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں یہیں ہے:

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد و شکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحۃ الکتاب[2]۔

ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورۂ بقرہ ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے:

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت

عہ و دریں بعض روایات اقرآن دار قطنی یا طبرانی یا وکیع مخالف را سود ندہد زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال ایں معنے رو نمایند کہ اسنادہا بینہا مقرون بطبقہ ثالثہ است ہمچناں ایں امر بر منصۂ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقہ رابعہ ساقط از درجۂ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف را، ہیچ کن باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دار قطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقتران سے مخالف کو سود مند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ طبقۂ رابعہ کی تمام احادیث درجۂ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقۂ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے، مخالف کا جو بھی زعم ہو، اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ الفاتحہ فضائل ایں سورۃ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹
[2] " " آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار در عمر خود نوحہ الخ " " " " ص ۵۹

marfat.com

کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی و سہ آیت بخواند او را در آں شب درندہ و دُزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً۔[1]

کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سُنی جس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس[۳۳] آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اھ مختصرا۔ (ت)

اسی میں[1] ہے:

روی[2] ابن جریر عن مجاھد قال سأل سلیمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن اولٰئک النصاری الحدیث[2]۔

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان نصارٰی کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

عزیزی آخر واللیل میں ہے:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے مے آید کہ حق تعالٰی بعد از من کسے را بہتر از و پیدا نکردہ است

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

---

[1] زیر آیہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (م)

[2] شاہ صاحب در عجالۂ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمردہ است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

اس آیت کے تحت ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (ت)

شاہ صاحب نے عجالۂ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وفضائل سورۃ فاتحہ وسی وسہ آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۴

[2] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی 〃 〃 〃 〃 ص ۲۷۱

marfat.com

وشفاعت اُو روزِ قیامت مثلِ شفاعتِ پیغمبران باشد جابر گوید کہ مہلتے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند۔[1]

شخص اللہ تعالٰے نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روزِ قیامت اللہ تعالٰی کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ (ت)

تحفہ (اثنا عشریہ) میں[ع] ہے:

در روایات شیعہ وسُنّی صحیح وثابت است کہ ایں امر خیلے بر ابوبکر رضی اللہ تعالٰے عنہ شاق آمد وخود را بدر سرائے زہرا رضی اللہ تعالٰے عنہا حاضر آورد وامیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰے عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا از وخوشنود شد اما روایات اہلسنت پس در مدارج النبوۃ وکتاب الوفا بیہقی وشروح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانۂ فاطمہ رفت ودر گرمیٔ آفتاب بر در باستاد عذر خواہی کرد وحضرت زہرا از وراضی شد ودر ریاض النضرۃ نیز ایں قصہ بہ تفصیل مذکور ست ودر فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی ست وابن السمان در کتاب الموافقۃ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا در روز گرم[2] الخ۔

شیعہ اور سُنّی دونوں کے ہاں روایاتِ صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا ان سے راضی ہوجائے، روایاتِ اہلسنت مدارج النبوۃ، الوفاء، بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہوگئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان سے راضی ہوگئیں۔ ریاض النضرۃ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بیہقی، شعبی بھی یہ ہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے الموافقۃ میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰے عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

ع در طعن سیزدہم از مطاعن ملا عنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالٰے عنہ ۱۲ منہ (م)

ملعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن میں ہے جو انھوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی آخر سورۃ الیل پارہ عم مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۳۰۶

[2] تحفہ اثنا عشریہ طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷۸

marfat.com

سابعًا طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلا شُبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح وحسان ہیں بلکہ اُس میں صدہا حدیثیں برشرطِ بخاری ومسلم صحیح ہیں قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء وقرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ نُودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعھما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ت) لطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابوعبداللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں:

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار برشرط ایں ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد، وبقدر ربع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر[1] اسناد او صحیح ست لیکن بشرط ایں ہر دو نیست وبقدر ربع باقی واہیات و مناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام انتہی

انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری ومسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظنِ غالب یہ ہے کہ تقریباً نصف کتاب اس قبیل سے ہے اور تقریباً اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان دو (بخاری ومسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لیے میں نے اس کے خلاصہ جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہے (ت)

عہ لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آوردنیست لفظش ہمین است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطھما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدھما لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ، وفیہ بعض الشئ اولہ علۃ وما بقی وھو نحو الربع فھو مناکیر واھیات لا یصح وفی بعض ذلک موضوعات[2] منہ (م)

لفظ "بظاہر" وہ جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شئ یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوع کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
[2] تدریب الراوی عدد احادیث مسلم وتساہل الحاکم فی المستدرک دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۰۶

تنبیہ بحمداللہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے اُنھوں نے احتراز کیا انھوں نے درج کیں نہ یہ کہ انھوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروک مانی جائے، مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کُل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیساکہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ ت)

ثامناً شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی[1]۔

اسی لیے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کردیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

اور اس سے پہلے لکھا:

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و تلخیصات مرا نہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ[2]

امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تاوقتیکہ اس پر میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کرلے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرطِ صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہوگئی ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہُوا کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح وضعیف ہے اگرچہ اکثر صحیح ہی ہوں جیسے

عہ اسی طرح عدم اعتبار کثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے:
قال شیخ الاسلام غالب ما فی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی

شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیثِ موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
[2] " " " " " " " " " " ص ۱۰۹

marfat.com

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے جہت نہ سمجھ لے اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقۂ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھا کہ ائمۂ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ ومصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ومصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ وثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان وعلامہ قاری سے افادۂ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تنصیص[1] کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سُن چکے کہ اُنھوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سُنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وُہ بھی معاذ اللہ محض مہمل وبیکار واصلاً ناقابل استناد واعتبار ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد ونظر وانتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پہ آیا فیض کرم وکرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولے الجلیل پہ فائض ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالاینتقد قلیل جدا قال، وفیہ من الضرر ان یظن مالیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساھلھما اعدم الانتفاع بھما الا لعالم بالفن لانہ ما من حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیہ تساھل[1] اھ ۱۲ منہ (م)

پر انہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وُہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنے کو معدوم کردیتا ہے مگر اس شخص کے لیے جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو اھ ۱۲ منہ (ت)

[1] ذکرنا نصھما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۷۹

وابعاد مرام سامنے تھا لہذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالۂ مفردہ اور بلحاظ تاریخ مدارج طبقاتؔ الحدیث[۱۳] لقب دیا و للہ المنۃ فیما الھم ولہ الحمد علی ما علّم وصلّی اللہ تعالیٰ علی سیّدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلّم۔

افادہ بست و پنجم[۲۵] (کتبِ موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں)

اقول کتابیں کہ بیانِ احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعاتِ ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہہ یہی بتائے گا کہ اس مصنّف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتابِ موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعمِ مصنف میں موضوع ہے بہ نظر واقع عدمِ صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیثِ ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکمِ وضع لگا دیا ہے جسے ائمۂ محققین و نقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام نووی و الفیۂ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علما سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقبات و لآلی مصنوعہ و القول الحسن فی الذب عن السنن و امام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح و روشن مطالعۂ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستّہ و مسند امام احمد کی چوراسی[۸۴] حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے: مسند امام احمد[۳۸]، صحیح بخاری شریف[۲] بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم شریف[۳]، سنن ابی داؤد[۴]، جامع ترمذی[۵]، سنن نسائی[۷]، سنن ابن ماجہ[۱۶] دوم وہ جن کا

عہ الحمد للہ یہ عربی رسالہ مختصر عجالہ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں:

اوّلاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔

ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔

ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ مؤلفہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تام و کامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقد و غیر ناقد متوسط و عامی ہر قسم کے آدمی کو حد استناد و طریق احتجاج واضح ہو گیا آخر میں اُسے کلماتِ علما سے مؤید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علما میں کن کن کو دربارۂ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں در باب حکم وضع تشدد یا معاملۂ جرح رجال میں نعت تھا بیان کیا جو کچھ دعوٰی کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے وللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

marfat.com

قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکمِ وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر و تنقید کے لیے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے اُنھیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ موضوعہ میں فرماتے ہیں:

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبہ علی ذلك الائمۃ الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقاؤہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم انکان متعقبا بنہت علیہ اھ ملخصا۔[1]

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

واذقد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشرع الآن فی الزیادات علیہ فمنہا مایقطع بوضعہ ومنہا مانص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ۔[2]

اب کہ ہم تمام موضوعاتِ ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنھیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظرِ غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً "لایصح" (یہ صحیح نہیں۔ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہُوا، اور اگر "مرفعہ" کی قید زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظرِ مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہُوا، وعلی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کما لایخفی شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّی بہ فوائدِ مجموعہ بھی اسی قسمِ ثانی کے ہے خود اُس نے خطبۂ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وُہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنھیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضُعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہلِ تشدّد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رَد کی طرف اشارہ ہوجائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ خطبۂ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۲/۱
[2] " " خاتمۂ کتاب " ۲۵۱/۲

marfat.com

وقد اذکر مالا یصح اطلاق اسم الموضوع علیه بل غایة مافیه انه ضعیف بمرة وقد یکون ضعیفا ضعفاً خفیفاً، وقد یکون اعلی من ذلک، والحامل علی ذکر ماکان ھٰکذا، التنبیه علی انه قد عد ذلک بعض المصنفین موضوعا کابن الجوزی فانه تساھل فی موضوعاته حتی ذکر فیھا ماھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبه السیوطی بما فیه کفایة، وقد اشرت الی تعقباته[1] الخ

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتی کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کردیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف، امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)

تو متکلمینِ طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیلِ ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتابِ موضوعات میں کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالتِ فاحشہ ہے۔

تنبیہ ہرچند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعمِ موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے توہمِ موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعفِ شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظۂ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح وحسان تک موجود ہیں کما تبین۔

لطیفہ اقول حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور ناکافی تھی یہیں خطبۂ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں ایک وہ جنھوں نے رواۃ ضعفاء وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل وعقیلی وابن عدی وغیرہما وقسم: جعلوا مصنفاتھم مختصة بالاحادیث الموضوعة[2] دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیثِ موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف[3]

---

[3] افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ (م)

---

[1] الفوائد المجموعہ خطبۃ الکتاب دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شبہات الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۲۸۲

marfat.com

مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ[1] (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ ت) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ[2] (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری ومسلم۔ ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسك مسلم فی الزکوٰۃ من صحیحہ[3] (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوٰۃ کے باب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

طرفہ تر یہ کہ انھیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعوٰی مساوات ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نتیجۃ الافادات الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اعلٰی کو پہنچا اور احقاقِ حق حدِ اقصٰے کو، ان چودہ افادوں نے ماہِ شب چہاردہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیلِ ابہامین کی حدیثیں اگر تعددِ طُرق وعملِ اہلِ علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعفِ خفیف اور فضائلِ اعمال میں باجماعِ علماء محدثین وفقہا مقبول وکافی اور ثبوتِ استحبابِ عمل کے لیے مفید ووافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال واہمال کے لیے تھیں بعونہٖ تعالٰی اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمدللہ رب العالمین، اب پھر دستِ استعانت قائدِ توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایتِ الٰہی واعانتِ حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ واز ہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے وباللہ التوفیق۔

افادۂ بست وششم[26] (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول بالفرض اگر ایسی جگہ ضعفِ سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابلِ اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علما وصلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نماز قضائے حاجت کے لئے

---

[1] المقاصد الحسنہ مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۴
[2] " " " حرف الہمزۃ " " " ص ۶
[3] " " " " " " ص

marfat.com

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے:

ولا تعلموھا السفہاء، فانہ یدعوت بہا فیستجابون[1]۔

بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمۂ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد و امام نسائی و امام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا، متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا: سخت ضعیف ہے۔ صالح جزرہ نے کہا: کذاب ہے۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا، محض لاشئ کذاب خبیث[2] ہے۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب وخبیث ہے۔ت) کل ذلک فی المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ت) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا، متروك وكان حافظاً[3] (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ت) ذہبی نے میزان میں کہا:

كان من اوعية العلم على ضعفه، وكثرة مناكيره وما اظنه ممن يتعمد الباطل[4]۔

اس ضعف وکثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا: لاریب فی ضعفہ[5] (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ت)

امام اجل ثقہ حافظ عبدالعظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب[6] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک ومتہم ہونے سے اُسے معلول کیا،

حيث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخي و

جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متفرد ہے

ع۶ فی الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ۱۲ منہ (م) (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ت)

---

[1] الترغیب والترہیب فی صلاۃ الحاجۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۸
نصب الرایۃ الحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ بصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۲۷۳
[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۲۸
[3] تقریب التہذیب حرف العین " مطبع فاروقی دہلی ص ۱۹۲
[4] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ عمر بن ہارون مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۲۹
[5] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السابعہ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/۳۱۲

marfat.com

وھو متروك متھم اثنى علیه ابن مھدی وحدہ فیما اعلمہ[1] اھ **قلت** بل اختلف الروایة عن ابن مھدی ایضا فقال فی المیزان قال

اور وہ متروک ومتہم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے

اقول ھذا عجیب من مثل الحافظ مع قول نفسه فی خاتمة الکتاب ضعفه الجمھور وثقه قتیبة وغیرہ اھ فی تذکرة الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بھز بن اسد انه قال اری یحیٰی بن سعید حسده قال وساق الخطیب باسنادہ عن ابی عاصم انه ذکر عمر بن ھارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحدیث من ابن المبارك وقال المروزی سئل ابو عبد اللہ عن عمر بن ھارون فقال ما اقدر ان اتعلق علیه بشئ کتبت عنه کثیرا فقیل له قد کانت له قصة مع ابن مھدی فقال بلغنی انه کان یحمل علیه وقال احمد بن سیار کان کثیر السماع کان قتیبة یطریه ویوثقه الخ ثم ذکر تکذیبه وترکه وجرحه عن ابن معین واٰخرین ثم قال قلت لا ریب فی ضعفه وکان لما حافظا فی حروف القرأت مات سنة اربعین وتسعین ثلث مائة اھ ۱۲ منہ (م)

اقول حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمۂ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از ابار از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابی المبارک سے احسن ہے، اور مروزی نے کہا ابو عبداللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شئ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں، ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سیار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا الخ، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءاتِ حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۳۹۴ھ میں ہوا اھ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الترغیب والترہیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

ابن مهدی واحمد والنسائی متروك الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مهدی حسن الرای فی عمر بن هارون[1] اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔

کہ ابنِ مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے، پھر کہا کہ ابنِ حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بایں ہمہ ازانجاکہ مستدرک میں تھا:

قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقا، وقال ابراهیم بن علی الدّیبلی[1] قد جربته فوجدته حقا، وقال الحاکم قال لنا ابو زکریا قد جربته فوجدته حقا قال الحاکم قد جربته فوجدته حقا[2]۔

احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا، ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا، حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا[2]۔

لہذا امام حافظ منذری نے فرمایا: الاعتماد فی مثل هذا علی التجربة لاعلی الاسناد[3] (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہوتا ہے نہ کہ اسناد پر) امام ابن امیر الحاج علیہ[3] میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اُسے

---

[1] نسبة الی دیبل بفتح الدال المهملة وسکون الیاء المثناة من تحت وضم الباء الموحدة والاٰخر لام قصبة بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منه (م)

یہ دَیْبُلُ کی طرف منسوب ہے۔ دیبل دال مہملہ کے فتح کے ساتھ، یاء مثنٰی کے سکون باء موحدہ کے پیش کے ساتھ اور آخر میں لام ہے کہ بلادِ سندھ میں ایک قصبہ ہے قاموس میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] اقول بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تر اعزّہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغولِ نماز مذکور رہا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا پایا وللہ الحمد بیس سال ہونے کو آئے جب سے بحمد اللہ فضلِ الٰہی ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الاّ باللہ ۱۲ منہ (م)

[3] اٰخر الکتاب فی الفضائل الثالث عشر فی صلاة الحاجة من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منه (م)

یہ کتاب کے آخر میں فضائل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نمازِ حاجت کے بیان میں تکمیلِ کتاب کی فصول میں سے ہے (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/ ۲۲۸ و ۲۲۹

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

[3] " " " " " " " "

marfat.com

بایقین موضوع کہنا[1] ذکر کرکے فرماتے ہیں :

ومشی علی هذا فی الحاوی القدسی فانه ذکر هذه الصلوٰة للحاجة علیٰ هذا الوجه من الصلوٰة المستحبة[1]۔

حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کے لیے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحتِ حدیث کو اس جوان کی صحتِ کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہُوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیلِ ابہامین کے کتنے تجربے علما و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا روی تجربة ذلك عن كثيرين[2] (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادۂ بست و ہفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما میں بلا سند مذکور رہونا ہی بس ہے) **اقول** بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور رہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقۂ رابعہ وغیرہا

---

[1] هو اٰخر حدیث من باب الصلاة فی الموضوعات قال المخرج موضوع، عمر بن هارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی له الترمذی وابن ماجة وقال فی المیزان کان من اوعیة العلم الی آخر ما نقلنا قال ووجدت للحدیث طریقا آخر فذکر ما اسند ابن عساکر عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه نحوه و سکت علیه خاتم الحفاظ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منه (م)

نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں "کان من اوعیة العلم الیٰ آخر ما نقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور سند بھی میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] خاتمہ مجمع بحار الانوار نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

marfat.com

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کا حضور والا کو ندا کر کے بابی انت وامی یارسول اللہ[1] میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائلِ جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابوعبداللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے، ۷۳۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلاسند ائمۂ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتا نہ پایا کُتبِ حدیث میں اصلا نشان نہ ملا مگر ازانجا کہ مقام مقامِ فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں کُند حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقۂ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی اُنہیں اُس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدۂ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں رشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی[1] نے مواہب لدنیہ میں بصیغۂ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار ومدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقسم بھذا البلد[2] (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزت جل وعلا نے شہرِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محلِ استناد میں ذکر کیا کہ قرآنِ عظیم نے حضور پُرنور سیدالمحبوبین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون[3] (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد[4] مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی لا اقسم بھذا البلد ۝ نسیم[2] کی دلکشا عبارت یہ ہے:

---

[1] الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ (م) — دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)

[2] الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م) — باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۱۹۶

[2] القرآن ۹۰/۲ [3] القرآن ۱۵/۷۲ [4] القرآن ۹۰/۱

marfat.com

قد قالوا ان هذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من القسم بذاته و بحیاته کما اشار الیه عمر رضی اللہ تعالٰی عنه بقوله بابی انت وامی یارسول اللہ قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[1]

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا، یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالٰی کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے: لا اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت)

مواہب[2] میں ہے:

علی کل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا یخفی مافیه من زیادة التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بابی انت وامی یارسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[2]

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمتِ مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالٰی کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لا اقسم بهذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

[2] المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس الخ مطبعۃ عامرہ مصر ۶/۲۷۰

[3] المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

مدارج[1] میں اسے نقل کرکے فرمایا :

یعنی سوگند خوردن ببلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست، و ایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے در آید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک ست کہ غبارے بران نہ، و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز ست نزد مردم ونسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالیٰ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاکِ پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالےٰ حضور کے خاکِ پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ شئی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف وعظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے بنسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بنسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتبِ علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جابجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقۂ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام ونشان، قرۃ العینین میں روایات مذکورۂ تاریخ یافعی وروضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا :

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیہ[2] پس بطریق شیخین (صدیق وفاروق) صفات کاملہ مشہودہ

عہ قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

[1] مدارج النبوۃ وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

نوٹ : مدارج النبوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلیٰحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سیدی

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

marfat.com

اتم بود وظہور خرق عوائد وتربیت الٰہی ایشاں را بروٗیا
ومانند آں ازیشاں بسیار مروی شدہ حدیثی چند
ازیں جملہ نیز روایت کنیم[1] درشواہد النبوۃ از ابومسعود
انصاری منقول است کہ گفتہ است اسلام ابوبکر
شبیہ بوحی است زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبی پیش
ازبعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درخواب
دیدم کہ نورے عظیم از آسماں فرو آمد و بربامِ کعبہ افتاد[2] الخ
ونیز درشواہد مذکور است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق
گفتہ است کہ روزے درایامِ جاہلیت درسایہ درختے
نشستہ بودم ناگاہ میل بمن کرد بجانب من کرد آوازے
ازاں درخت بگوشِ من آمد کہ پیغمبرے درفلاں وقت
بیرون خواہد آمد مے باید کہ توسعادت مندترین مردماں
باشی بوے الخ ونیز درشواہد از ابوبکر صدیق منقول است
کہ درمرض آخر خود گفت کہ امشب درتفویض امر خلافت
بتکرار استخارہ کردم[3] الخ ملتقطا۔

کے ساتھ بطریق اتم متصف تھے اور اُن سے خرقِ عادت
اور تربیتِ الٰہیہ کے طور خواب وغیرہ جیسے معاملات کا
اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک
حدیث کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں، شواہد النبوۃ میں
ابومسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر کا اسلام
مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب
میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی
چھت پر اترا ہے الخ شواہد النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں دورِ جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے
نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جھک گیا
اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی
کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھیوں
میں نہایت ہی سعادت مند ہوگا الخ اور یہ بھی شواہد
میں حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرضِ وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملات
کو سپرد کرنے کے لیے بار بار استخارہ کیا ہے الخ ملتقطا (ت)

اُسی میں ہے:

چونوبت خلافت بفاروق رسید سیاستی بر دست او
واقع شد کہ غیر نبی بر آں قادر نباشد واگر عقل سلیم
را اعمال نمایم درامورے کہ خلافتِ انبیاء را می شاید

جب خلافت حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد ہوئی تو
آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا
کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقلِ سلیم کو امورِ خلافت

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کاملہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳
[2] " " " " " " " " " ص ۹۴
[3] " " " " " " " " " ص ۹۵

marfat.com

بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے تعلیم علم و فاروق اعظم[1] مسائل را تفحص کرد و ترتیبِ کتاب و سنّت و اجماع و قیاس آورد و سد مداخل تحریف نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہے نمود کہ خوب تر ازاں صورت نگیرد و قال[2] الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق[3] الخ در روضۃ الاحباب مذکور ست کہ در زمانِ خلافت وے ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند[4] اھ بالالتقاط۔

میں بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جا سکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسائل میں کھود کرید کرکے اور نہایت ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب و سنّت، اجماع و قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر تحریف کے تمام راستے بند کردئے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یافعی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہوگیا الخ اور

روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے، چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے اھ بالالتقاط۔ (ت)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا گننا ہی کہا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی بابی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اُس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے منہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر اُن کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۳۰
[2] " " " " " " " " " ص ۱۳۱
[3] " " " " " " " " " ص ۱۳۲

marfat.com

ارشاد کیا:

لم اجدہ فی شئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفٰی بذلک سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام[1]

میں نے یہ حدیث کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی، مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیثِ طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادۂ بست و ہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں) **اقول** اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیتِ حدیث عدمِ حدیث ہے نہ حدیثِ عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیت حسن حسن و مستحسن ہوجائے گا۔

کما ھو شان المباحات جمیعا کما نص علیہ[2] فی

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ

---

[2] قال فی الاشباہ من القاعدۃ الاولٰی اما المباحات فانہا تختلف صفتہا باعتبار ما قصدت لاجلہ[2] الخ وعنہا نقل فی اوائل نکاح ردالمحتار وفیہ ایضا من کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ العقیقۃ وان قلنا انہا مباحۃ لکن یقصد الشکر تصیر قربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات، والمباحات طاعات[3] اھ وکلام الانموذج مر فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ (م)

اشباہ میں قاعدہ اولٰی میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو ردالمحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، ردالمحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور انموذج العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء باب اول الفصل السابع فیما اخبر اللہ تعالٰی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۴۸

[2] الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

[3] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

marfat.com

الاشباہ وردالمحتار وانموذج العلوم وغیرھا من معتمدات الاسفار۔

و ردالمحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل ومہمل وبے اثر ہے یا نہی وممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سیّدی احمد طحطاوی مصری حاشیۂ درمختار میں زیر قول رملی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال[1] فرماتے ہیں:

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ واما لو کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام[2]۔

یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعدِ شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع و سنلقی علیک تحقیق المقام بتوفیق الملک العلام فانتظر۔

اقول سیّد احمد طحطاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے (کہ موضوع حدیث کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے) عنقریب ہم اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں (ت)

یہ تو تصریح کُلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلی ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علماءِ کرام حشرنا اللہ تعالٰے فی زمرتہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات واباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضعُ بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظرِ اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصدِ حسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیۃ و

خرقہ پوشی صوفیۂ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے

---

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۷۵

marfat.com

ابن الصلاح انه باطل وکذا قال شیخنا ، انه لیس فی شئ من طرقها مایثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البس الخرقة علی الصورة المتعارفة بین الصوفیة لاحد من اصحابه ولا امر احدا من اصحابه بفعل ذلك وکل ما یروی فی ذلك صریحا فباطل ، ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتوا اللحسن من علی سماعا فضلا عن ان یلبسه الخرقة ولم یتفرد شیخنا بهذا بل سبقه الیه جماعة حتی من لبسها والبسها کالدمیاطی والذهبی والهکاری وابی حیان والعلائی ومغلطائی والعراقی وابن الملقن والابناسی والبرهان الحلبی وابن ناصر الدین هذا مع الباسی ایاها لجماعة من اعیان المتصوفة امتثالا لالزامهم لی بذلك حتی تجاه الکعبة المشرفة تبرکا بذکر الصلحین واقتفاء لمن اثبته من الحفاظ المعتمدین[1] اھ بتلخیص۔

وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ و امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابنِ حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیۂ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمۂ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے حدیث سُننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمۂ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنھوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام[1] دمیاطی امام[2] ذہبی امام[3] شیخ الاسلام سیدنا ہکاری امام[4] ابوحیان امام[5] علاء الدین علائی امام[6] مغلطائی امام[7] عراقی امام[8] ابن ملقن امام[9] ابناسی امام[10] برہان حلبی امام[11] ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدۂ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے۔ (ت)
رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ، دیکھو یہ جماعت کثیرۂ ائمۂ دین وحملۂ شرع مبین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعثِ برکات مانتے۔

تنبیہ یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الغرفۃ تالیف فرمایا اُس میں

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف اللام مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۳۳۱

marfat.com

مرقوم ہیں:

اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ۔ ملخصاً[1]

حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی (ت)

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں: امام ابن حجر نے فرمایا: مسند ابی یعلی میں ایک حدیث ہے کہ:

حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصھباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث[2]

جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سُنا وُہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث (ت)

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولٰی علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحیٰی بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح وصحیح ہے اور حضرات صوفیۂ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی ویقینی ہے جس کے بعد حصولِ سماع ولبس خرقہ میں اصلاً محلِ سخن نہیں وللہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ زقد کبت فی شان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی

یہ حدیث کہ جس نے پھول سُونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل وکذب ہے ایسی ہی وُہ حدیث جو گلاب کا پھول سُونگھنے میں آئی الخ (ز) میں نے

---

[1] الحاوی للفتاوی رسالہ اتحاف الفرقۃ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۰۲

[2] " " " " ۲/ ۱۰۴

marfat.com

علیه وسلم عند الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ ھل لہ اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ او غیرہ بما نصہ اما الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عند ذلك ونحوہ فلا اصل لھا ومع فی ذلك فلا کراھۃ عندنا اھ[1] ملخصا۔

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ المکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انھوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں اھ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیتِ ثواب درود نہ پڑھنا چاہیئے ارشاد فرماتے ہیں:

اما من استیقظ عند اخذ الطیب او شمہ الی ماکان علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من محبتہ للطیب واکثارہ منہ فتذکر ذلك الخلق العظیم فصلی علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذ لما وقر فی قلبہ من جلالتہ واستحقاقہ علی کل امتہ ان یلحظوہ بعین نہایۃ الاجلال عند رؤیۃ شئ من آثارہ او ما یدل علیھا فھذا لا کراھۃ فی حقہ فضلا عن الحرمۃ بل ھو اٰت بما فیہ اکمل الثواب الجزیل والفضل الجمیل وقد استحبہ العلماء لمن رای شیأ من اٰثارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا شك ان من استحضر ما ذکرتہ عند شمہ الطیب یکون کالرائی لشئ من اٰثارہ الشریفۃ فی المعنی فلیسن لہ الاکثار من الصلاۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] اھ مختصرا۔

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا اُن پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارتِ آثارِ شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنیً بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اُسے اس وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصرا۔

---

[1] و [2] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن، نولکشور لکھنؤ ۲/۵۱۲
۵۱۳

marfat.com

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضلِ کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید[1] کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ و اذکار صبح و شام ہے:

یشبهها مایتد اوله السادة الصوفية من قول لااله الا الله سبعين الف مرة يذكرون الله تعالى يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من النار ويحافظون عليها لانفسهم ولمن مات من اهاليهم واخوانهم وقد ذكرها الامام اليافعى والعارف الكبير المحى الدين ابن العربى واوصى بالمحافظة عليها وذكروا انه قد ورد فيها خبر نبوى لكن قال بعض المشايخ لم ترد به السنة فيما اعلم وقد وقفت على صورة سؤال للحافظ ابن حجر رضى الله تعالىٰ عنه عن هذا الحديث وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف بل هو باطل موضوع اهـ هكذا قال النجم الغيطى وعقبه بقوله لكن ينبغى للشخص ان يفعل ذلك اقتداء بالسادة وامتثالا لقول من اوصى بها وتبركا بافعالهم اهـ ملخصا

انھیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب و احباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سید محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیۂ کرام اس باب میں حدیثِ نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتوٰی دیکھا کہ امام ابنِ حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے، علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کرکے فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو اھ ملخصا۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابنِ حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

---

[1] فتح الملک المجید

marfat.com

سلسلۂ حدیث ہیں دیکھو انھوں نے امام ابنِ حجر کا وہ فتوٰی نقل کرکے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا امتثال اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ ادام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است[1]۔

دوست واحباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے واسطے اور ان کی ہمشیرہ اُم کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ[ع] کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضراتِ اولیائے کرام کی تحقیق افادۂ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں فرمایا،

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ[2]۔

جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سب موضوع ہیں۔

ع شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا اُنھیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: "حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا سبب پُوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہُوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یُوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہُوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہُوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی اھ تلخیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا برکی الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱

[2] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضو دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴۵

[3] تحذیر الناس خلاصۃ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

marfat.com

باینہمہ فرمایا:

ثم اعلم انه لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان تکون مکروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبها العلماء الاعلام و المشایخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام[1]

پھر یہ جان رکھ کہ ادعیۂ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام واولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہُوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کما لایخفی۔

تنبیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسبِ عادت حکم کیا مگر عند التحقیق اُس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابوحاتم اور ابنِ حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی انصافاً غایت اسکی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع الحلیة شرح المنیة للامام ابن امیر الحاج تجد ما یرشدك الی الحق لبساج وهاج فی لیل داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو اس میں تُو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انھوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظِ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں باایں ہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسمارِ کرام سلسلۂ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اُسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

---

[1] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۴۵

marfat.com

هذا بما تفرد به عبد اللہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانه متهم بالکذب والوضع قال السخاوی لایباح ذکرہ الا مع ذکر وضعه لکن المحدثین مع کثرة کلامهم فیه ومبالغتهم فیه ورمیه بالوضع لایزالون یذکرونه یتبرکون بالتسلسل[1] اھ

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متہم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی ، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں اھ

اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو[2] طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ؛

بسنده الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسنده الی ابی الحسن الصقلی بطریقه الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائه الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجوههم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک وہ اپنی سند سے ابوالحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباءِ کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ؛

بسنده الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں اُس پر حکمِ بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اُسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ

من اضاف مؤمنا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثة فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل[3]

وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم وحوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل ، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی ۔ (ت)

---

[1] ثبت حصر الشارد

[2] کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۲۶۹

marfat.com

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا بھذا الاسناد[1] (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے ۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

کما بیناہ فی الافادۃ التاسعۃ اما ما اعلہ الشیخ ابو محمد محمد بن الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازھر بعد ایرادہ فی ثبتہ بالمتن الثانی المذکور فیہ الاضافۃ الی تمام العشرۃ بذکر الملٰئکۃ فی الضیافۃ وھم لایاکلون ولایشربون قال فان صح فھو خارج مخرج الفرض والتقدیر[2] اھ کما انبأنا بہ فی جملۃ مرویاتہ شیخنا العلامۃ زین الحرم السید احمد بن زین بن دحلان المکی عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن مؤلفہ الشیخ الامیر المالکی **فاقول** لیس باعجب مما انبأنا السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد عابد السندی المدنی بسندہ المشھور الی صحیح مسلم بسندہ المعلوم الی ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل یقول یوم القیٰمۃ یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی الحدیث" وفیہ یا ابن اٰدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یارب کیف

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کردیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافۃ میں ذکرِ ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض وتقدیر ہے اھ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے **فاقول** یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی" الحدیث" اور اسی میں ہے کہ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن الجزری حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۲۶۹

[2] ثبت ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری

marfat.com

اطعمك وانت رب العٰلمین قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یاابن آدم استسقیتك فلم تسقنی الحدیث المعروف[1]۔

تُونے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کِھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثمّ اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع وعمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یظھر مما قدمناہ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقا ممنوع نہیں ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہوجائے لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کردیں حرام ہوجائے جس سے ترہیب میں گھڑلیں وہ واجب ہوجائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب وترہیب دونوں میں بنادیں تو فعل وترک دونوں کی جان پر بنادیں نہ کرتے بَن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافھم انکنت تفھم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً مخدوش نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال واعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات وعارض میں فرق نہیں کرتے ع

ما علی مثلھم یعدّ الخطاء

افادہ بست ونہم[۲۹] (اعمالِ مشایخ محتاجِ سند نہیں اعمال میں تصرف وایجادِ مشایخ کو ہمیشہ گنجایش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفعِ بندگانِ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتبِ ائمہ وعلما ومشایخ واساتذۂ شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت، صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراجِ مشایخ کو ہمیشہ گنجایش ہے ہزاروں عمل

---

[1] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ مطبع اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۸

marfat.com

باتوں سے مالامال ہیں اُنھیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں[1]:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را باآں نور دوختن و"یانور" را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد و احادیث نفس می نشاند[2] اھ ملخصا۔

اعمالِ تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کرلیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور واجالے کی طرف لگانا اور یانور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے۔اھ ملخصاً(ت)

اس[2] میں ہے:

چند نوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ وکشف واشراف برخواطر واز انجملہ ظہور تاثیر در دعا ورقے واعمال تصریفیہ او تا عالم بفیض نفس او منتفع شود اھ[2] ملتقطا۔

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الا ماشاء اللہ جُدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراستِ صادقہ، کشفِ احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دُعا وتعویذ، دَم اور اعمالِ تصرفیہ میں برکت یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملتقطا (ت)

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور اُن کے والد ومشایخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، دردِ سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا انھیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمدِ جن کی بندش جاننا، دفعِ جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیمہ کے لیے

---

[1] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

[2] ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ وہب لنا من لدنک ریحا طیبۃً الخ (م)

---

[1] و [2] ہوامع شاہ ولی اللہ

marfat.com

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، استقاطِ حمل کو کسم کا زنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نوگرہیں لگانا، دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچّہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، اُن پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستّر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا اُس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنے پڑھنا، قنطاع النجا خدا جانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسٓ پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسٰی و موسٰی و محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے، ارے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنیِ بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستور کُتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمیان ہے لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ بجیلۂ بدعت شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت را مے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک نے امر اعظم دین تقرب رب العٰلمین یعنی راہِ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانا یا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا ما لیس منہ (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فھو رد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع

marfat.com

من کنم آنچہ من خواستم تو مکن آنچہ خواستے
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین سیدی ووالدی ومولای ومقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال ووجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی المنیر النور وعلٰی الہ وصحبہ الٰی یوم النشور آمین۔

افادہ سیم (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنّت ہے) **اقول** ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ لبعونہ عز وجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر ومکین ہوا وللہ الحمد علی ما اولی من نعم لاتحصی (اللہ ہی کے لیے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنّت سنیہ بلند وبالا ہے اور اُس کا منکر سنّتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب واضطراب وتقلب وانقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پیئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

؎ گر براند نرود ور برود باز آید
ناگزیر است تناقض سخن نجدی را
(اگر دُور کرے تو دُور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا
نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا)

طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ "ما امر اللہ بہ ان یوصل" میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وعجیب وغریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں حدث کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے اپنی جانیں واریں عقل وہوش وچشم وگوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خادمان شریعت چاکران ملت مالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہارے

marfat.com

آبا و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں ۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشاداتِ[1] علما کی یہ مراد کہ صرف[1] وُہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث[2] عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط[2] مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہوجائے، حدیث[3] ضعیف سے ثبوتِ استحباب محض اختراع و خلافِ اجماع ہے علما نے جتنے اعمال[4] کو بہ نظرِ ورود احادیث مستحب مانا اُن سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے دلیل[5] یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

---

[1] اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ شب برأت عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت و ثوابِ عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے، ہاں اعلام اُن کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کرلے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب و صلاۃ الاوابین میں فضل عمل ہے اھ ملتقطا ۱۲ منہ (م)

[2] انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیثِ ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین، گردن کا مسح، رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہوگئے ہیں۔

قال فی الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی رد المحتار فارتقی الی مرتبۃ الحسن اقول لکن ھذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین او لارسالہ او تدلیس او جہالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذب بہ فلا انتہی[1] ملتقطا فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی ۔ ت ۔

درمختار میں کہا اس کو ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے، ردالمحتار میں ہے اس طرح حدیث مرتبۂ حسن تک ترقی کرتی ہے طحطاوی ۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سوءِ ضبط یا ارسال یا تدلیس یا جہات حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتبِ فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے بیں ۱۲ منہ (م)

---

[1] براہین قاطعہ مطبع نے بلاس ڈھور ص ۹۸

marfat.com

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سِیَر[8] ہوں خواہ مواعظ[9] خواہ معجزات خواہ فضائل[10] صحابہ واہلبیت وسائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو اگرچہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری ومسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر وقطعی الدلالۃ نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ رُوحیں شبِ جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو بابِ عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلتِ صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح[1] احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علما مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک

ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافاتِ بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار وپود عنکبوت کو بعونہٖ تعالٰے نیم جنبشِ نظر میں تار تار کر سکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہند سے لگا دیے خیر یہ تو اُن کا نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیلِ ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہئے فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی بابِ فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماعِ علما سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآنِ عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل" وحدیث صحیح ارتقائے شبہات واحادیث مذکورۂ افادہ ۱۸ وغیرہا سے کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی

---

[8] شبِ جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ان روایات[ص۹۷] میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ[ص۹۶] عقائد کا ہے اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شبِ جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیاتِ صحاح[1] کا اھ بالالتقاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) [1] براہین قاطعہ مطبع نے بلاسا ڈھور ص ۸۹

marfat.com

طرح دال ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرونِ ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنّت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے :

"مؤلف اپنی خوبیِ فہم سے معنی قرون ثلٰثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلٰثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وُہ بدعت ہے، وجودِ شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوعِ ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدمِ جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہُوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خُوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاع نے اُس کی ہوا بھی نہ سُونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو[1] انتہی ملخصاً۔"

اقول ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت، رکن لعین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے چپتی بیتی جس کا لقب بحمداللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انھوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ، بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں ؎

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں — للہ الحمد اسے ہیبتِ حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرونِ ثلٰثہ کی وُہ ہٹ، نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم

---

[1] براہینِ قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۹-۲۸

marfat.com

کیا درمیاں ۔خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم ومفقود ، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے ، صاف نہ کہہ دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے چلوت

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنّت ، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت ، اب تیسری شق کی کون سی صورت تمام افعال انھیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تین حکم شرع تو کافور ہو گئے ، اساتذہ جہابذہ نے سُجھائی تو اچھی کہ دونی اُلجھ گئی سلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دُور ، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سُونگھیں ، اہلِ حق کو معاف ہی رکھیں ، اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین خوے اساتذہ ؎

گر ہمیں مکتب و ھمیں مُلّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ کہ تقبیلِ ابہامین سنّتِ مجیدہ ، پُرانوں کی سُنیے تو وُہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا و قذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کر آخر باجماعِ طائفہ بدعت حالفہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدۂ فوالقہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں ۔ اب خدا جانے انھوں نے سنت کو کفر سے ملایا انھوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویلے کے لیتا وَ میں ہمیں کیا مقال ،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد للہ المھیمن المتعال والصلاۃ والسلام علیٰ ذی الافضال

اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام تعریف اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

عہ ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں ، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

marfat.com

وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین۔ اور صلوۃ وسلام اس ذات پر جو صاحبِ فضل واکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین (ت)

حکم اخیر وخلاصہ تحریر بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث وبہ تصریح کتب فقہیہ مستحب ومندوب وامید گاہ فضل مطلوب وثواب مرغوب جو کتب علما وعمل قدما وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمیدوار حسن ظن وصدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ و ممنوع وبدعت بتائے مبطل وخاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بدمذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی[1] منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر[2] کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہ[1] فی غیرہ۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد للہ ولی الانعام وافضل الصلاۃ و اکمل السلام علی سید الختام قمر التمام وآلہ وصحبہ الغر الکرام آمین۔

تمام تعریف اللہ کے لیے جو انعام کا مالک ہے اور افضل صلاۃ اور اکمل سلام ہو انبیا کے خاتم وسربراہ پر، جو چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل واصحاب پر، جو نہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منثورہ میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلادِ نزدیک ودور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جزو تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں وبریلی ورامپور وقین عن الشرور وبقین بالسرور (جو شر سے دُور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ ت) سے مُہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اُسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سیّد معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جُوناگڈھی نزیل بمبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشر ورئی (اللہ تعالٰی انہیں ہر بشر اور نظرِ بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت) واہتمام تمام ناصر مولانا المکرم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین

---

[1] یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیا حوضِ کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

[2] کلد روحواشیہ وآخرین کلہم فی المیاہ ۱۲ منہ (م)

[1] فتح القدیر باب ماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۲

marfat.com

وعمربہ عمران الدین المتین (اللہ تعالٰی انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) وعلو ہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما المولٰی اللطیف (لطف فرمانے والا مولٰی ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القا وافادہ دلنواز ہوا اور اُدھر کاپی کی تیاری اِدھر تصنیف جاری، جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا[1] (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جُدا کرلیا اُدھر یہ تعجیل اِدھر ورود فتاوٰی سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائد حاضرہ کی تجرید رہ گئی، بعض نے نظر یا خاطر میں وقعت غابر میں تجلی کی ہنوز کہ سیارۂ طبع بذریعۂ حرکت بمعنے القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمۂ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتفاءً بہم یہ فوائد منثورہ بعونہٖ تعالٰی سلکِ تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: تفسیہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت وافضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابلِ قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افاداتِ سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہِ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعتِ حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگانِ خدا کا فضل تفصیلی خواہ اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عنداللہ بہتر و افضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہوجائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عنداللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیصِ شان ہے اور وہ حرام تو مفسدۂ تحلیل حرام و تضیع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

---

[1] القرآن ۶/۱۶۰

marfat.com

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائدِ حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام وضعف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیلِ حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادتِ شریعت و معاندتِ سنّت ہے۔ ولہذا ائمۂ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین**[۱۲] (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیلِ شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سُنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیرِ حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرّہ قالوا فما اولت ذلک یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلّمنا التخصیص بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) فھو معارض بالاحادیث الکثیرۃ البالغۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فلا تعارضہا الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی افضلیتہ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی۔[۱]

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماعِ اہلسنت و جماعت افضلیتِ صدیقِ اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہوسکتا ہے! (ت)

بالجملہ مسئلۂ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف و شرح مواقف میں تو تصریح کی کہ بابِ عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع،

حیث قالا لیست ھذہ المسألۃ یتعلق بھا — ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

---

[۱] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۱۳۶

marfat.com

عمل فیکتفی فیھا بالظن الذی ھو کاف فی الاحکام العملیۃ بل ھی مسألۃ علمیۃ یطلب فیھا الیقین[1]۔

میں دلیل ظنی کافی ہوجائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

فائدہ ۲: مہمۂ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادۂ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتبِ سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ میں جنہیں علما ایسوں سے روایت کرلیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں اُنھیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب و اباطیل بھرے ہیں کما لایخفی بہرحال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس حد سے تجاوز نہیں کرسکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابۂ کرام حضور سید الانام علیہ وعلی آلہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شانِ رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق مبین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر و خرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیۂ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش و مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب وواضح اور بہت الحاقات ملعونۂ روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآنِ عظیم وارشاداتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجماعِ اُمت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ اُنھیں سُن کر پریشاں ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰی مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالا مال ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق — کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

---

[1] شرح مواقف المرصد الرابع از موقف سادس فی السمعیات مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۷۲

marfat.com

نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذلك ثبت متواترا۔[1]

ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (ت)

حاشش للہ اگر مورخین وامثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملٰئکہ مقربین صلوات اللہ تعالٰے وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعاداتنا ومولٰینا آدم صفی اللہ وداود خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمۂ ملت وناصحانِ اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالٰی:

از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودُعا واستغفار مر ایشاں را وحق است مر کسے را کہ ثنا کردہ حق تعالٰے بروے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف و منازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزاشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلۂ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہیئے اور ان کے لیے دعا وطلبِ مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالٰے نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہُوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنیوالا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ مبتدع وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہُوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

---

[1] احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ: اللعن مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۳/۱۲۵

marfat.com

قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن در آنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات واصوب خارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وعمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں بآنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالٰی برگزید ایشاں را برائے صحبت حبیبہ خود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طریقۂ اہل سنّت وجماعت دریں باب این است درعقائد نوشتہ اند لاتذکر احدا منھم الا بخیر[ف] وآیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است[1] اھ مختصرا۔

اوران اخبار وواقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردئے اوران کے ڈگمگا جانے سے، کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اوران کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ وتاویل کی جائے، اوران میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لیے منتخب کرلیا ہے اہل سنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اھ مختصرا (ت)

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: مانقلہ المؤرخون قلۃ حیاء وادب[2] (مورخین کی نقلیں قلتِ حیا وادب سے ہیں) امام اجل ثقہ مثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلۂ ائمۂ تابعین سے ہیں عبیداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذبا کثیرا[3] (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان[4] (اس کا ذکر میزان میں

ف مدارج النبوۃ مطبوعہ سکھر میں" وآیات کا لفظ نہیں ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مدارج النبوۃ وصل در توقیر حضور واصحاب وے صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۲۰۴

[3] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

[4] اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں

marfat.com

ہے ۔ ت) تفصیل اس مبحث کی اُن رسائلِ فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تصنیف کی یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے رَد میں فرماتے ہیں :

جملۂ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل انھذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ و بعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند و در سیر خود ایں جملہ را اوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندۂ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلاً گوش بآں نمی نہند[1]

جملہ "لعن اللہ من تخلف عنہا" کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثینِ اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابلِ اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز قابلِ سماعت نہیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالہ عندی ذنب الا ما قد حشا فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ، قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبید اللہ القواریری الی این تذھب، قال الی وھب بن جریر اکتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا[2] ۱۲ منہ (م)

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر ومنقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کر دئے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحیٰی قطان کو عبیداللہ قواریری سے یہ کہتے ہُوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۵

[2] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۹۷۱۷ محمد بن اسحاق دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۶۹

عہ **اقول** یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما دون اوکہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است

اقول یعنی یہ مثالِ مقام تا باب میں ہے اس کے علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

فائدہ ۳ : (اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادۂ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارہ میں کلمات علما تین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع' اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث و حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والآن اقول یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عباس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایتِ حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک کہ غریب خرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو نری گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالٰی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در ہمچو مقام بہ بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لایخفی علی من طالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کر دی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابوعمرو تقریب میں ہے: الموضوع ھو المختلق المصنوع[1]
(موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے: ؎

شر الضعیف الخبر الموضوع
الکذب المختلق المصنوع[2]

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ویسمی المختلق۔[3]

موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شعار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اُس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا و

ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی علیہ وسلم فیقال لہ الموضوع علی فلان و مطلقہ لا یراد بہ الا الکذوب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی ما فی الارشاد وان طلقت فانت فی سعتہ منہ کما ھو ظاھر کلام آخرین ۱۲ منہ (م)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع علٰی فلاں" کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/۲۷۴
[2] الفیۃ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱/۲۹۳
[3] ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذۃ لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ ۱/۱۳

marfat.com

من ثبت عنه تعمدا الكذب فی الحدیث و وانکان وقوعه مرة لم یقبل حدیثه ابدا، فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین هذا الا انه ثبت کذبه وعلم ذلك فی هذا الحدیث بخصوصه، والمسألة ظنیة والحکم بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب اھ[1] ملخصا

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمداً جھوٹ ثابت ہوجائے خواہ وُہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی، تو اصطلاحِ محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت ومعلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع وافترا کا حکم ظنِ غالب کی بنا پر ہوگا اھ ملخصات،

اقول مگر محلِ تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب ورنجش وغیرہا کے باعث ہو ظن غالب ہوجائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو شاہد زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام ائمہ الشان محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سُنیئے محمد بن اسحاق صاحبِ سیرت ومغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحیی بن قطان نے کذاب کہا،

اخرجه ابن عدی عن ابی بشر الدولابی[2] و

ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور

---

[1] لمعات التنقیح شرح المشکوٰۃ فصل فی العدالۃ الخ مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/۲۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۰

عه حال التقصی عن هذا فی المیزان بقوله قلت ومایدری هشام بن عروة، فلعله سمع منها فی المسجد اوسمع منها وهو صبی او دخل علیها فحدثته من وراء حجاب، فای شئ فی هذا وقد کانت امرأة قد کبرت واسنّت اھ۔

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہوجاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وُہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بُوڑھی اور سن والی ہوچکی تھی (صاحبِ فتنہ نہ تھی) اھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابة الرقاشی

محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال افبمثل هذا یعتمد علی تکذیب رجل من اهل العلم هذا مردود ثم قد روی عنها محمد بن سوقة[1] الخ

پھر کہا: کیا اس طرح کی صورت میں اہلِ علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں)، پھر اس سے محمد بن سوقہ نے بھی روایت لی ہے الخ

اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ الناقدین ربما یعرفون کذب الرجل بقرائن تلوح لهم ولقد نری قوما من الائمة یکذبون رجلا ولا یذکرون من السبب الا ما هو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدولنا احتمالات شتی لعل الامر کذا عسی ان کذا وهی جمیعا مندفعة عندهم نص علی ذلك الامام النووی فی مواضع من شرحه صحیح مسلم فقال هنا قاعدة ننبه علیها ثم نحیل علیها فیما بعد ان شاء الله تعالیٰ وهی ان عفان رحمه الله تعالی قال انما ابتلی هشام (هو ابن زیاد الاموی) یعنی انما ضعفوه من قبل هذا الحدیث کان یقول حدثنی یحییٰ عن محمد ثم ادعی بعد انه سمعه من محمد وهذا القدر وحده لا یقتضی ضعفا لانه لیس فیه تصریح بکذب لاحتمال انه سمعه من محمد

اقول (میں کہتا ہوں)، قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر نہ کیا صرف وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرائن کو نہیں جانتے، تو ہمارے لئے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحۃً نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سُنا ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۹۰۷، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۱

marfat.com

ثنی ابوداود سلیمٰن بن داود قال قال یحیی القطان — وُہ کہتے ہیں مجھے ابوداود سلیمٰن بن داوٗد نے بیان کیا کہ یحییٰ القطان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم نسیه فحدث عن یحییٰ عنه ثم ذکر سماعه من محمد فرواه عنه ولکن انضم الی هذا قرائن و امور اقتضت عند العلماء بهذا الفن الحذاق فیه المبرزین من اهله العارفین بدقائق احوال رواته انه لم یسمعه من محمد فحکموا بذلك لما قامت لدلائل الظاهرة عندهم بذلك وسیاتی بعد هذا اشیاء کثیرة من اقوال الائمة فی الجرح بنحو هذا وکلها یقال فیها ما قلنا هنا واللہ تعالیٰ اعلم[1] اھ۔

وقال بعد ذلك معنی هذا الکلام ان الحسن بن عمارة کذب فروی هذا الحدیث عن الحکم عن یحیی عن علی وانما هو عن الحسن البصری من قوله وقد قدمنا ان مثل هذا وان کان یحتمل کونه جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلك بدلائل قطعیة یعرفها اهل هذا الفن فقولهم مقبول فی کل هذا[2] اھ۔

پھر بھول گیا ہو پھر ہشام نے یحییٰ سے حدیث بیان کی ہو پھر یحییٰ کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے حوالے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سُنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری قائم ہو گئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سُنا، اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے یہاں کہہ دی ہے واللہ تعالیٰ اعلم اھ۔

اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنیٰ یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحییٰ از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس کی مثل یہ ہے اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہٰذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہوگا اھ۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴

[2] " " " " ۱/۱۷

marfat.com

اشهد ان محمد بن اسحٰق کذاب ، قلت ومایدریك، قال قال لی وھیب فقلت لوھیب ومایدریك، قال قال لی مالك بن انس فقلت لمالك ومایدریك، قال قال لی ھشام بن عروۃ قلت لھشام بن عروۃ ومایدریك، قال حدث عن امرأتی فاطمۃ بنت المنذر، وادخلت علی وھی بنت تسع ومارأھا رجل حتی لقیت اللہ تعالٰی۔[1]

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے ، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا۔ میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا وصال ہوگیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولك افبمثل ھذا یعتمد الخ **اقول** افترأ علی ھؤلاء الائمۃ الجلۃ الاعاظم یشھدون جزافا من دون ثبت ثم ھذا کلہ انما ذکرناہ لیعرف ان الذھبی کیف یحتال للکذب عن قدری امرہ قد ظھر واذا وقع بسنی اشعری او ولی اللہ صوفی صار لایبقی ولا یذر کما بینہ تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ تعالٰی فی الطبقات والافالراجح عند علمائنا ایضا ھو توثیق ابن اسحٰق کما سنذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

رہا تیرا قول افبمثل ھذا یعتمد الخ **اقول** یہ ان عظیم ائمہ پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ ذہبی نے کس حیلہ سے قدری سے کذب کیا، جس کا معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کو درد کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی نے طبقات میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح یہی ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحٰق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۱
الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ محمد اسحاق دارالفکر بیروت ۷/ ۲۱۱۷

marfat.com

امام بخاری[1] جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیق[2] ابن اسحٰق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں:

رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینۃ ما رایت احدا یتہم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک

میں نے علی بن عبداللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

---

[1] نقلہ زیلعی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ (م)

جیسے کہ زیلعی نے نصب الرایۃ میں کتاب الخنثی سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

[2] ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ یستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں:

توثیق ابن اسحاق ھو الحق الابلج وما نقل عن کلام المالک فیہ لا یثبت ولو صح لم یقبلہ اھل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اھل حدیث غفر اللہ تعالٰی لھم وقد اطال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام لہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃً ذکرھا اھ ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وُہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہلِ علم کے ہاں قابلِ قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابنِ ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبدالوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالٰی) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحٰق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کرلیا، ان کے ساتھ متفق ہوگئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حاشیہ فتح القدیر فصل فی استحباب التعجیل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۰

marfat.com

تناوله عن ابن اسحاق فلربما تكلم الانسان فيرمى صاحبه بشئ واحد ولا يتهمه فى الامور كلها[1] الخ

محمد بن اسحٰق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وُہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)

دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعۃ میں فرماتے ہیں:

قال الزركشى فى نكته على ابن الصلاح بين قولنا موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فان الاول اثبات الكذب والاختلاق والثانى اخبار عن عدم الثبوت ولا يلزم منه اثبات العدم وهذا يجئ فى كل حديث قال فيه ابن الجوزى لا يصح ونحوه قلت وكان نكتة تعبيره بذلك حيث عبر به انه لم يلح له فى الحديث قرينة تدل على انه موضوع، غاية الامر انه احتمل عنده ان يكون موضوعا لانه من طريق متروك او كذاب، وهذا انما يتم عند تفرد الكذاب او المتهم على ان الحافظ ابن حجر خص هذا فى النخبة باسم المتروك ولم ينظمه فى مسلك الموضوع[2]۔

زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لایصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدمِ وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے "لایصح" کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف اور صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ آخر کتاب الوصایا مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ بصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۴۱۶
[2] تنزیہ الشریعۃ لابن عراق کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰

marfat.com

لایصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبۂ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبۂ ظن کافی اور بلاشبہ حجتِ شرعی ہے۔

اقول والاشارۃ فی قولہ خص ھذا انما تلمح الی الاقرب وھو المتھم فھو الذی خصہ الحافظ باسم المتروک اما ما تفرد بہ الکذاب فھو عین الموضوع عندہ فانما عرفہ بما فیہ الطعن بکذب الراوی فلیتنبہ ھذا کلہ ماظھر لی والحمد للہ الواحد العلی۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص ھذا" میں اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انھوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کرکے لکھا تھا:

ھذا ما یظھر لنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقامِ غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی غور کرے، شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)

الحمد للہ اب بوجوہ کثیرا سے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام امام سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری و علامہ مناوی ہیں اُس کے نظائر صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی کا اقتضائے نجیح حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشیید کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد للہ سرا و جھرا فقد حقق رجائی و احدث امرا (تمام خوبیاں ظاہراً و باطناً اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبلیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہیئے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بیچیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اُس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافھم فلعلہ حسن وجیہ ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کرلیجئے۔ ت)

marfat.com

فائدہ ۴ : (مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابو طالب مکی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام واولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمۂ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(لا) جرح (بان لہ راویا) واحدا (فقط) دون غیرہ (وھو مجھول العین باصطلاح) کسمعان لیس لہ راو غیر الشعبی فان المناط العدالۃ و الحفظ لا تعدد الرواۃ وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم[1] اھ مختصرا۔

اس میں جرح (نہیں) کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک ہے (اور وہ اصطلاح میں مجہول العین ہے) مثلاً سمعان، ان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدار عدالت راوی وحفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں، بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً۔ (ت)

پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور ومجہول العین دونوں حجت، ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔

تنبیہ (غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجہول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام[2] میں فرماتے ہیں:

جھالۃ العین وھو غالب اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق[2]

محدثین جب مطلقاً مجہول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۵ (فائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے درود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ ماد ون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے دس نظائر کے پتے دئے سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام[1] ابن عساکر و امام[2] ابن شاہین و ابوبکر[3] خطیب بغدادی و امام[4] سہیلی و امام[5] محب الدین طبری و علامہ[6] ناصر الدین ابن المنیر و علامہ[7] ابن سید الناس و حافظ[8] ابن ناصر و خاتم[9] الحفاظ و علامہ[10] زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء البوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۴۹

[2] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

marfat.com

[ع] فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ایسا معمول ومقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر اُن کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں شرح مواہب لدنیہ میں ہے :

قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللہ تعالی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسہیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین ابن المنیر وابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنھا فلا تعارض بینہ وبینھا اھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھٰذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر[1] اھ ملخصا۔

امام سیوطی نے سبیل النجاۃ میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظِ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لئے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابنِ شاہین، سہیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہلِ علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابنِ ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لیے ناسخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اھ اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کیونکہ فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اھ ملخصا (ت)

تنبیہ ضروری (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) **اقول** جب کسی اصل کا کلمات علما سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی معلوم ہُوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متأصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلّم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/۱۹۷

marfat.com

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعوٰی غنا مؤید و مشیّد ہوگیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از مبحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی طرف کترا جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدۂ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سُفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتۂ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ المواۃ فی بیان سماع الاموات[13] میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۶ (فائدہ ۶ متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سُترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال[عہ] ینبغی ان یجعلها حیال احد حاجبیه لما روی ابوداود من حدیث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیها رضی اللہ تعالٰی عنه قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله علی حاجبه الایمن او الایسر ولا یصمد له صمدا، وقد اعل بالولید بن کامل وبجهالة ضباعة، لکن هذا الحکم مما یجوز العمل فیه بمثل هذا، لانه من الفضائل اھ باختصار۔

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سُترہ دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رُخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

عہ او اخر کراہۃ الصلاۃ قبیل الفروع ۱۲ منہ (م)

[1] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

marfat.com

ایک اور اعلیٰ واجل نظیر کلام امام[1] حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام[2] محقق علی الاطلاق و امام[3] ابن امیر الحاج و علامہ[4] ابراہیم حلبی و علامہ[5] حسن شرنبلالی و علامہ[6] سید احمد طحطاوی و علامہ[7] سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابوعمر یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارۂ سترۂ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا[1]

اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابوداؤد نے کہا امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیأ نشد بہ ھذا الحدیث ولم یجئ الا من ھذا الوجہ[2]۔

ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف[ع] فرمائی باینہمہ ائمہ و علمائے مذکورین

ع قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار قد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد وابن حبان وغیرھما اھ وعقبہ فی الحلیۃ بما یاتی عنہا من قولہ و یظھر ان الاشبہ الخ وقال فی المرقاۃ قد اشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرھم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وھو وان فرض صحتہ لم یضرنا فیما نحن بصددہ لما قدمنا انفا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

حلیہ پھر رد المحتار میں ہے کہ اسکی تضعیف کبھی احمد اور ابن حبان وغیرہ کی تصحیح کے معارض ہوتی ہے اور حلیہ میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آرہے ہیں یعنی "وان یظھر ان الاشبہ الخ" اور مرقات میں ہے کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی، ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اھ ملخصا۔ میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت ہی فرض کر لی جائے تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان دہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] و [2] سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۰

marfat.com

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت ومقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول ؛

قال البیھقی لاباس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی[1]۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا ؛

یظھر ان الاشبہ قول البیھقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی وجزم بہ شیخنا رحمہ اللہ تعالٰی فقال والسنۃ اولی بالاتباع[2] اھ ملخصا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اشبہ ومختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ لائقِ اتباع ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے ؛

من جوزہ استدل بحدیث ابی داود وتقدم مافیہ لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مر انفا ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولی بالاتباع[3] اھ ملخصا۔

جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہوچکا، لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیثِ ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لیے امام ابن الہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائقِ اتباع ہے اھ ملخصا۔ (ت)

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے ؛

ان سلم انہ یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیہ مع مافیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ[4]۔

اگر تسلیم کرلیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب السترۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۴۶
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸
[4] 〃 〃 ص ۳۶۹

marfat.com

ردالمحتار میں ہے :

یسن الخط کما ھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داود فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولی بالاتباع[1] الخ۔

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا : اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اسی بنا پر امام ابن ہمام نے فرمایا: سنت زیادہ لائقِ اتباع ہے الخ (ت)

تنبیہ (فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں، نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سُترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیۂ افادۂ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں یعنی وُہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال، یہاں سے خیالات باطلۂ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے وللہ الحمد۔

فائدہ ۷ (حدیثِ ضعیف سے سنّیت بھی ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہُوئی بتارہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنّیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہوسکتی ہے یونہی افادہ ۱۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنّت مانا۔

اقول لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ بعد ما ذکر حدیث ابن ماجۃ عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنھم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید ھٰذہ ضعفاء ما نصہ، واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردۃ فیہ یبلغ درجۃ الحسن، والا لندب وفی ذلک تأمل اھ[2] فقد اشار رحمہ اللہ تعالٰی

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ، ابن عباس سے اور حدیثِ بزار، ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقعہ پر غسل سنّت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پاچکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تأمل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالٰی نے اس بات

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۱
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

ان الضعیف لایفید الاستنان ولك ان تقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما صرحوا بهما فیتجه کلام الشامی و القاری وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان متأیدا بما فی الحلیة[1] هل ینوب الخط بین یدیه منابها فعن ابی حنیفة وهو احدی الروایتین عن محمد انه لیس بشئ ای لیس بشئ مسنون اهلولا انه زاد بعده بل فعله و ترکه سواء انتهی ففیه بعد بعد فافهم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیثِ ضعیف سنّت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لیے یہ جائز ہے کہ تُو کہے کہ بعض سنّت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیساکہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہوجائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے سے مروی دو روایات میں تطبیق بھی ہوجائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنّت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں ؛ تو امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شئ نہیں یعنی سنّت نہیں اھ کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سُنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داؤد ونسائی :

امرأة اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومعها ابنة لها وفی ید ابنتها مسکتان غلیظتان من ذهب فقال تعطین زکاة هذا قالت لا قال ایسرك ان یسورك اللہ بهما یوم القیٰمة سوارین من نار قال فخلعتهما فالقتهما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

یعنی ایک بی بی خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دُختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو ؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

فقالت هما لله و رسوله۔[1]

بدلے آگ کے کنگن پہنائے، اُن بی بی نے کڑے اتار کر ڈال دیئے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جسے امام ابوالحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لا مقال فیہ[3] (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لا شبھۃ فی صحتہ[4] (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا: لا یصح فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئ[5] (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہ ہوا) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرھما والا فطریق ابی داود لا مقال فیہ[6] (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داود میں اصلا جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لھیعۃ والمثنی بن الصباح[7]۔

انھوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ابن لہیعۃ اور مثنی بن الصباح۔

ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامۃ القاری فی المرقاۃ۔

اسے امام محقق نے فتح القدیر اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور سُنئے حدیث ردّ شمس کہ حضور پُرنور سیّد الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہُوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہوکر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے

---

[1] سنن ابی داؤد باب الکنز ما ہو و زکوٰۃ الحلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۸
[2] فتح القدیر بحوالہ ابی الحسن ابن القطعان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴
[3] " " " " " ۲/۱۶۴
[4] " " " " " ۲/۱۶۵
[5] جامع الترمذی باب ما جاء فی زکوٰۃ الحلی " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱
[6] فتح القدیر بحوالہ المنذر فصل فی الذہب " نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴
[7] " بحوالہ ابن القطان " " " ۲/۱۶۴

marfat.com

وجہہ الکریم نے نمازِ عصر ادا کی جسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطای و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء و شروحہ و المواھب وشرحھا (جیسے شفا، اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ت)
علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاھر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معھا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع[1]۔

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام ترسُنیے امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام[2] فی زیادۃ خیر الانام علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ والسلام میں فرماتے ہیں:

ومما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ۔[2]

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالاجمال اُس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ منیفہ: (لطیفہ جلیلہ منیفہ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابوداؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اُن بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ رد شمس لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۵/۱۳۲
[2] شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

marfat.com

عہ فی الباب الاول تحت الحدیث الخامس من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ (م)

باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہٖ یہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی ؛

یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ و الیٰ رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[1]

یارسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کر دوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضراتِ وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسمی بنام تاریخی الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شرک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں کہ اللہ و رسول نے دولتمند کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول کی دوہائی، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہیں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور سختیوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

---

[1] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

[2] تا [12] جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

[13] تا [31] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] صحیح البخاری باب قولہ تعالےٰ لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۷۵

marfat.com

حضور[1] کے خادم بلندیٔ مرتبہ دیتے ہیں، حضور[2] کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیا کے سبب بلا دُور ہوتی ہے، اولیا کے سبب رزق ملتا ہے، اولیا کے سبب مدد ملتی ہے، اولیا کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیا کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن وحدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ ورسول کی جناب میں بکیں یا خدا ورسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلاۃ والسلام، عیسٰے علیہ الصلاۃ والسلام، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جانِ جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ ومشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربِّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شراٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پوو کی قید نہ اماوس پہ چھور، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماوس جاری ہے ؎

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جُز سے بھی کم ہے ایک سو تیس[130] سے زیادہ فائدوں اور تینتیس[33] آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالےٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون[1] رب اوزعنی ان اشکر

یہ اللہ کا ہم پہ اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب مجھے اس

---

[1] و [2] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] القرآن ۱۲/۳۸

marfat.com

نعمتك التی انعمت علیّ وعلی والدیّ وان اعمل صٰلحا ترضٰہ[1] واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین[2]ہ والحمد للہ رب العٰلمین ہ

بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تُو راضی ہوجائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہُوں، تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

فائدہ ۹ : (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ[1] بن الحجاج و امام[2] مالک و امام[3] احمد، اور افادہ دوم میں یحیٰی[4] بن سعید قطان و عبدالرحمٰن[5] بن مہدی کو گنا، اور انھیں سے ہیں امام[6] شعبی و بقی[7] بن مخلد و حرز[8] بن عثمان و سلیمٰن[9] بن حرب و مظفر[10] بن مدرک خراسانی و امام[11] بخاری۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثنی ابو جعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالك بن انس (فذکر الحدیث قال) وسألته عن رجل اٰخر نسیت اسمه فقال هل رأته فی کتبی قلت لا قال لو کان ثقة لرأیته فی کتبی[3]۔

ابوجعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پُوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پُوچھا جن کا نام میں اس وقت بھُول گیا تو انھوں نے فرمایا کیا تُو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انھیں ضرور پاتا۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے:

هذا تصریح من مالك رحمه الله تعالٰی بان من ادخله فی کتابه فهو ثقة فمن وجدناه فی کتابه حکمنا بانه ثقة عند مالك وقد لایکون ثقة عند غیره[4]۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۶/ ۱۵

[3] صحیح لمسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[4] شرح صحیح مسلم النووی " " " " " ۱/ ۱۹

marfat.com

میزان میں ہے:

ابراھیم بن العلاء ابوھارون الغنوی وثقہ جماعۃ ووھاہ شعبۃ فیما قیل ولم یصح بل صح انہ حدث عنہ[1]۔

ابراہیم بن العلاء ابوہارون غنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انھیں کمزور کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

عبدالاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ وعنہ شعبۃ لایعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ[2]

عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جیّد ہیں اھ (ت)

اقول لکن قال یزید بن ھارون قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدقۃ ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت لہ فلم سمعت منہ؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث۔ یعنی حدیثہ عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ عن امہ انھا قالت رأیت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان[3] ولک التفصی عنہ بان السماع شئ والتحدیث شئ، والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجھین وسنذکر اٰخر ھذہ الفائدۃ ان

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں جھوٹا نہ ہو میں نے انھیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحبِ حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے، اس سے انھوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبداللہ سے اور انھوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۴۹
[2] " " " ۴۷۳۴ عبدالاکرم " " " ۲/ ۵۳۲
[3] " " " ۱۵ ابان ابن ابی عیاش " " ۱/ ۱۱

marfat.com

الامام ربما حمل عمن شاء ، فاذا حدث تثبت **نعم** لعل الصواب التقييد بمن حدث عنه فی الاحکام دون ما یتساھل فیه لما تقدم فی الافادۃ الثالثۃ والعشرین من قول ابن عدی ان شعبۃ حدث عن الکلبی ورضیه بالتفسیر[1] کما نقله فی المیزان وفیه ایضا فی محمد بن عبد الجبار قال العقیلی مجھول بالنقل قلت شیوخ شعبۃ ثقاوۃ الا النادر منھم وھذا الرجل قال ابوحاتم شیخ اھ[2] **قلت** وھذا لا یضر فقد یکون الرجل ثقۃ عندہ وعند غیرہ مجروح او مجھول حتی ان من شیوخه الذین وثقھم وصرح بحسن الثناء علیھم، جابر بن یزید الجعفی ذاک الضعیف الرافضی المتھم قال الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، ما رائت فیمن رائت افضل من عطاء ولا اکذب من جابر الجعفی[3] وکذلک کذبه ایوب وزائدۃ ویحیٰی والجوزجانی وترکه القطان وابن مھدی والنسائی واٰخرون۔

یہ ہے کہ سماع اور شئی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے، گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے مستعمل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کرینگے کہ امام شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے تو جب وہ حدیث بیان کرے تو تو اس پر ثابت قدم رہ۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تیئیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیلی نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے ــــ میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابوحاتم نے کہا شیخ ہے اھ ــــ **قلت** یہ نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتی کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحیٰی اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۴۷ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/۵۵۸
[2] " " " ۷۸۲۲ محمد بن عبد الجبار " " " " ۳/۶۱۳
[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی " " " " ۱/۳۸۰

marfat.com

شفاء السقام[1] شریف میں ہے:

احمد رحمہ اللہ تعالٰی لم یکن یروی الا عن ثقۃ وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیۃ) بذلک فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منہ، قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منھم من لم یروا الا عن ثقۃ عندہ کمالک وشعبۃ ویحیٰی بن سعید وعبد الرحمٰن بن مھدی واحمد بن حنبل وکذٰلک البخاری وامثالہ اھ

امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و تعدیل (حدیث میں) دو قسم ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحیٰی بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اھ (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

خارجۃ بن الصلت البرجمی الکوفی روی عنہ الشعبی وقد قال ابن ابی خیثمۃ اذا روی الشعبی عن رجل وسماہ فھو ثقۃ یحتج بحدیثہ[2]

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

تدریب[2] میں ہے:

من لا یروی الا عن عدل کابن مھدی ویحیٰی بن سعید[3] اھ **اقول** ولا ینکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدوری عن یحیٰی بن معین عن یحیٰی بن سعید لو لم ار والا عمن ارضی ما رویت الا عن خمسۃ اھ

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحیٰی بن سعید اھ **اقول** اور اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جا سکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحیٰی بن معین سے انہوں نے یحیٰی بن سعید کے حوالے سے روایت

---

[1] فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ (م)

[2] فی ترجمۃ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

---

[1] شفاء السقام الحدیث الاول مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

[2] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۴۵ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳/ ۷۵

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۱۷

marfat.com

فان رضی یحیٰی غایۃ لا تدرك وکیف یظن به ان الخلق کلهم عنده ضعفاء الا خمسة و انما المرضی له جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولا فی حرف ولا مرة۔

کی ہے کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت کرتا ہوں اھ اور یحیٰی کے راضی ہونے کی غایت ومقصد معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ ومعتبر وہی شخص ہوگا جو اس فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے:

سلیمن بن حرب بن بجیل الازدی الواشجی قال ابوحاتم امام من الائمة کان لا یدلس و قال ابوحاتم ایضا کان سلیمٰن بن حرب قل من یرضی من المشایخ فاذا رأیته قد روی عن شیخ فاعلم انه ثقة اھ[1] ملتقطا۔

سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی واشجی کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابوحاتم نے یہ بھی کہا کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انھوں نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

تقریب التہذیب میں ہے:

مظفر بن مدرك الخراسانی ابوکامل ثقة متقن کان لا یحدث الا عن ثقة[2]۔

مظفر بن مدرک خراسانی ابوکامل ثقہ اور پختہ ہیں اور وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔ (ت)

نافعہ جامعہ: امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں:

تتمة من کان لا یروی الا عن ثقة الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد و حریز بن عثمٰن

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر۔ وہ امام احمد،

عہ فی معرفة من تقبل روایته ۱۲ منه (م)

جس کی روایت مقبول ہو اسکی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمٰن بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۴/۱۷۸ و ۱۷۹

[2] تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۴۸

marfat.com

وسلیمٰن بن حرب وشعبة والشعبی وعبدالرحمٰن بن مهدی ومالك ویحیٰی بن سعید القطان و ذلك فی شعبة علی المشهور فانه کان یتعنت فی الرجال ولا یروی الا عن ثبت والا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبة یقول لو لم احدثکم الا عن ثقة لم احدثکم عن ثلٰثة وفی نسخة ثلٰثین و ذلك اعتراف منه بانه یروی عن الثقة وغیره فینظر وعلی کل حال فهو لا یروی عن متروك ولا عمن اجمع علی ضعفه، واما سفیٰن الثوری فکان یترخص مع سعة علمه وورعه ویروی عن الضعفاء حتی قال فیه صاحبه شعبة لا تحملوا عن الثوری الا عمن تعرفون فانه لا یبالی عمن حمل وقال الفلاس قال لی یحیٰی بن سعید لا تکتب عن معتمر الا عمن تعرف فانه یحدث عن کل اھ۔

بقی بن مخلد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبدالرحمٰن بن مہدی، مالک اور یحیٰی بن سعید القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور وفکر کرلیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علمی وسعت اور ورع وتقوٰی کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعفا سے روایت کرتے ہیں حتی کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحیٰی بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول ماذکر عن عاصم فیجوز بل یجب حمله علی مثل ما قدمنا فی کلام یحیی کیف وان للثقة اطلاقا اٰخر اخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مهدی قال حدثنا ابوخلدة فقیل له اکان ثقة فقال کان صدوقا

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحیٰی پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود واخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

لہ فتح المغیث شرح معرفة من تقبل روایته ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/۴۲ و ۴۳

marfat.com

وکان مأمونا وکان خیر الثقة شعبة وسفیٰن قال وحکی المروزی قال سألت ابن حنبل عبدالوھاب بن عطاء ثقة؟ قال لا تدری ما الثقة انما الثقة یحییٰ بن سعید القطان اھ[1] فعلیك بالتثبت فان الامر جلی واضح۔

کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وُہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبدالوہاب بن عطا کے ثقہ ہونے کے بارے میں پُوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحیٰی بن سعید القطان ہے اھ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

ثم اقول (ہمارے امام اعظم جس سے رعایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی) انھیں ائمۂ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بانعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الآثار اخبرنا ابوحنیفة ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰة ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ ومعلوم ان ابا حنیفة لم یکن لیذھب فیاخذ عنہ فی حال اختلاطہ ویرویہ وھو الذی شدد فی امر الروایة مالم یشددہ غیرہ علی ما عرف اھ[2]۔

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے از لیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انھیں آخر عمر میں اختلاط ہوگیا اور یہ بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کرسکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم ومعروف ہے اھ (ت)

تنبیہ (قلة المبالاة فی الاخذ قد حدث من نزر من التابعین — اخذِ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

قلت ھذا التوسع وقلة المبالاة فی

قلت (میں کہتا ہوں) اخذِ حدیث میں وسعت

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی علم جرح والتعدیل الخ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۴۴

[2] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۱۵

marfat.com

الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدارقطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعة یصدقون من حدثهم فلا یبالون ممن یسمعون الحسن وابو العالیة وحمید بن هلال ولم یذکر الرابع وذکره غیره فسماه انس بن سیرین[1] ذکره الامام الزیلعی فی نصب الرایة وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ عن کل ضرب، مرسلات مجاهد احب الیّ من مرسلاته بکثیر وقال احمد بن حنبل مرسلات سعید بن المسیّب اصح المرسلات، ومرسلات ابراهیم النخعی لا باس بها، ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و عطاء بن ابی رباح فانهما کانا یاخذان عن کل احد[2] وقال الشافعی فی مراسیل الزهری لیس بشئ لانا نجده یروی عن سلیمٰن بن الارقم[3] ذکرها فی التدریب۔

اور نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے، دارقطنی نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے آدمی ہیں جو ان سے حدیث بیان کرے (اساتذہ) اس کو سچا سمجھتے ہیں اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کس سے سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابو العالیہ، حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا ہے، اس کو امام زیلعی نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا، مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے سعید بن مسیّب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلاتِ ابراہیم نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے حدیث اخذ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل میں کوئی شئ نہیں کیونکہ ہم نے اسے سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت ومراسیل الائمة الثقات

قلت (میں کہتا ہوں) ثقہ ائمہ کی مراسیل

عہ فصل نواقض الوضو ۱۲ منہ

---

[1] نصب الرایة لاحادیث الہدایة کتاب الطہارة واما المراسیل مطبوعہ المکتبة الاسلامیہ لصاحبہا ریاض ۱/ ۵۱
[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل " " " لاہور ۱/ ۲۰۳
[3] " " " " " " " " ۱/ ۲۰۵

marfat.com

مقبولة عندنا وعند الجماهير ولا شك ان عطاء و الحسن والزهری منهم وقلة المبالاة عند التحمل لایقتضیها عند الاداء فقد یاخذ الامام عمن شاء ولا یرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالك الورع الشدید عظیم التشدید قدوة الشان یحیی بن سعید القطان وذالك الجبل العلی علی بن مدینی الذی کان البخاری یقول ما استصغرت نفسی الا عنده وذلك الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعة الرازی وناهیك بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن فی حدیثه قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الا وجدنا له اصلا الا حدیثا او حدیثین واما علی فقال مرسلات الحسن البصری التی رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما یسقط منها، واما ابوزرعة فقال کل شئ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احادیث[1] نقلها فی التدریب۔

ہمارے اور جمہور علما کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرے تم وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں، اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحیٰی بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع وتقوٰی اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے ہیچ نہیں سمجھا اور امام اجل نقاد العلل ابوزرعہ رازی بھی شریک ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیلِ حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت وعدم الوجدان لایقتضی عدم الوجود فلم یفت یحیی الا واحدا و

قلت (میں کہتا ہوں) عدمِ وجدان عدمِ وجود کو مستلزم نہیں تو یحیٰی کو ایک یا دو احادیث جو

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۴

marfat.com

اثنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و فوق کل ذی علم علیم[1] ونقل فی مسلم الثبوت عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال متی قلت لکم حدثنی فلان فھو حدیثہ ومتی قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعن سبعین[2] اھ وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا اباسعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانک لم تدرکہ فقال یا ابن أخی لقد سألتنی عن شئ ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکان فی زمن الحجاج کل شئ سمعتنی اقولہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی بن ابی طالب غیرانی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ ملیں ممکن ہے کسی اور محدّث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد باری ہے وفوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے پر ایک علم والا ہے) اور مسلّم الثبوت میں حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ ستّر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟ فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام ذکر نہیں کرسکتا (اس لئے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فائدہ ۱۰: (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارۂ احادیث طبقۂ رابعہ) سفہائے زمانہ نے احادیث طبقۂ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین بابین

---

[1] القرآن ۱۲/۷۶

[2] مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۴

marfat.com

وجوہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سُن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعاتِ کبیر میں زیرِ حدیث:

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔[1]

جو سات پھیرے طواف کر کے مقامِ ابراہیم میں دو رکعت نماز نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پیئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں:

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لایقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف۔[2]

جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت محتمل توجب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تبین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی لاجرم درجۂ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی یہاں بھی کما لا یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ اصحابِ فہم پر مخفی نہیں۔ ت) فواتح الرحموت میں ہمارے علماء کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

الراوی انکان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ اوسکتوا عنہ عند ظھور

راوی حدیث اگر فقاہت وروایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کرلیا یا ظہور روایۃ کے وقت اس سے خاموشی

عہ فی مسئلۃ معرفۃ العدالۃ ۱۲ منہ (م)

معرفۃ العدالۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶
[2] ایضاً

marfat.com

الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظھر منھم غیر الطعن کان مردودا وان لم یظھر شئ منھم لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ۔[1]

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شئے کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابلِ عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلمین منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے ربی یا دیدہ ودانستہ مغالطہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اُس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ کسی کو صححہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں، حدیث تقبیلِ ابہامین اُنھیں میں ہے، جنھیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لایصح پر اقتصار اور تجربۂ کثیرین سے استظہار کیا خاتمۂ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین[ف] بعض الاحادیث المشتھرۃ علی الالسن والصواب خلافھا علی نمط ذکرتہ فی التذکرۃ[2] فیہ من عرف نفسہ عرف ربہ لیس بثابت[ح] رائت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رویۃ المنام او مؤول[ج] المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع[ح] ما شھد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں نے کیا ہے اس میں ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول ھذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد — اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۴۹

ف۔ یہ عبارت مختصراً اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔ حوالہ کے لیے ص ۵۱ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

marfat.com

الاباء به احدھما ضعیف[1] فیه طلب العلم فریضة علی کل مسلم طرقھا واھیة[2] ح من ادی الفریضة وعلم الناس الخیر کان فضله

خواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے، اور حدیث مومن دھوکا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغا باز اور کمینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترمذی والحاکم عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه بلفظ الفاجر مکان المنافق واسناده کما قال المناوی جید ۱۲ منہ (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] اقول بل صحیح من اعلی الصحاح فلمالك والصحیحین غیرھما عن ابن عمر رضی اللہ عنھما رفعه اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بھا احدھما وللبخاری عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه رفعا من قال لاخیه یا کافر فقد باء بھا احدھما ولابن حبان عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح مرفوعا ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بھا احدھما وفی الباب غیر ذلك فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوٰی ۱۲ منہ (م)

اقول بلکہ یہ اعلٰی درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہما نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفر اُن دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفر اُن میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

[2] اقول والصحیح انه لاینزل عن الحسن کما بینته فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

marfat.com

على العابد الحديث ضعيف اسناده لكنهم يتساهلون
فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نورٌ علی
نور لم یوجد[1] فیه مسح العینین بباطن
السبابتین بعد تقبیلهما لا یصح وروی تجربة
ذلك عن کثیرین فیه الصلاة عماد الدین
ضعیف وصلاة التسبیح ضعیف[2] الدارقطنی
اصح شئ فی فضل الصلوٰت صلاة التسبیح
فیه طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء
فی المقاصد[3] ر جاله ثقات وفی المختصر منکر
فی المقاصد ماء ن مزم لما شرب له ضعیف[4]
لکن له شاهد فی مسلم ح ان الله یبعث
لهذه الامة علی ر أس کل مائة من یجدد
لها دینها صححه[5] الحاکم ح مثل امتی کالمطر

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی
ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم
کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق
کمزور ہیں۔ حدیث، وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں
کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے،
اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل
میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نورٌ علیٰ نور ہے،
موجود نہیں۔ اس میں ہے سبابہ انگلیوں کا باطن چومنے
کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ
عمل کثیر علمائے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا
ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التسبیح
(والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل
نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

---

[1] بل اخرجه زرین وان قال المنذری ثم العراقی لم نقف علیه ۱۲ منه (م)

[2] الحق انه حدیث حسن صحیح لا شك حسن لذاته صحیح لغیره ان لم یکن لذاته و التفصیل فی اللآلی ۱۲ منه (م)

[3] اقول کذا قال المناوی وبالغ الذهبی کعادته فقال کذب ۱۲ منه (م)

[4] اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه المناوی وصححه الامام سفیٰن بن عیینه والدمیاطی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منه (م)

[5] ورواه ابوداود وقال المناوی لاسناد صحیح ۱۲ منه (م)

بلکہ اس کی تخریج زرین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر
عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہوسکے ۱۲ منہ (ت)
حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں
کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں
اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی
عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی
اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا،
امام سفیٰن بن عیینہ، دمیاطی، منذری اور ابن جزری نے
اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت)

اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اسکی سند صحیح ہے۔ (ت)

marfat.com

لایدری اوله خیرام اٰخره موضوع[ع] فی الوجیز انا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة فیه مجاهیل قلت له طریق اٰخر وله شاهد فی اویس حدیث فی ورقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولی فان له طرقا عدیدة لا باس ببعضها ح من اخلص لله اربعین یوما سنده ضعیف وله شاهد ح یکون فی اٰخر الزمان خلیفة لا یفضل علیه ابوبکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرة اھ[1] ملتقطا۔

والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔ مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسی کام کے لیے ہے جس کی خاطر اسے پیا گیا، ضعیف ہے لیکن اس کے لیے مسلم میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالٰی ہر سو سال کے بعد اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کیلئے دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے: میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیثِ اویس جو دو ورقوں پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اسکی بعض سندوں میں

ع اقول هذا عجیب بل اخرجه احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه وحسنه وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما اخرجه البزار قال السخاوی بسند حسن وفیه عن علی وعن عمار وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنه وقال ابن عبدالبر ان الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم له علة قال المناوی اسناده جید ۱۲ منه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتهرة علی الحسن، نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۱۰ تا ۵۱۹

marfat.com

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زماں کا ابطال و ازہاق) **اقول** و باللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثریین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاطل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و جماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہا و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاحِ حدیث پر تعلیق و اعضال یا اصطلاحِ فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارۃ عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعدا ومثالہ مایرویہ تابعی التابعی قائلا فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکذلک مایرویہ من دون تابعی التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او عن ابوبکر و عمر وغیرھما، غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینھم وذکر ابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی "بلغنی" نحو قول مالک "بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال للمملوک طعامہ وکسوتہ الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل، قلت وقول المصنفین من الفقہاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جیسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے، ابو نصر السنجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لیے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

marfat.com

وغیرھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا وکذا" ونحو ذلك كله من قبیل المعضل لما تقدم وسماه الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامه مرسلا وذلك علی مذھب من یسمی کل ما لا یتصل مرسلا کما سبق اھ[1] باختصار۔

کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہا اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنھوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اھ اختصار (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وھو ان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یذکر الاسناد[2]۔

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحبِ دُرِمختار افاضۃ الانوار علٰی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل[3] (اگر راوی اصلاً واسطہ ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت)

مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(المرسل قول العدل قال علیہ) وعلٰی الہ واصحابہ الصلاۃ (والسلام کذا) وعند اھل الحدیث فالمرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کذا، والمعلق ما رواہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول[4] اھ مختصرا۔

مرسل وُہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یُوں فرمایا اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے۔ اور اہلِ اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اھ مختصرا۔ (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر بالمعضل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸
[2] توضیح التلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴
[3] حاشیۃ التوشیح مع التوضیح " " " " " " "
[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، قم ۲/۱۷۴

marfat.com

پھر باجماع علما محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بیگانہ ہیں اور ماد ون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسِیَر واحوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے اور اُنھیں اُس سے جُدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفینِ سِیَر بلانکیر منکر مُراسیل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمۂ کرام نے ماورائے احکام میں مساہلت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا ماد ون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری وصحیح مسلم وصحیح مؤطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغاتِ مالک وُہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب[1] میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے:

ان مالکا لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر۔

امام مالک نے احادیثِ صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کردیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں، جیسا کہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مغلطائی سے ہے:

مثل ذلک فی کتاب البخاری[2] (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت)

وہیں امام حافظ الشان سے ہے:

کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع[3] وغیرھما۔

امام مالک کی کتاب ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔ (ت)

اسناد کے سنّتِ مطلوبہ وفضیلتِ مرغوبہ وخاصۂ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے محققین قابلین مراسیل و

عہ فی الثانیۃ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ (م) — مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی — النوع الثانی من مسائل الصحیح — مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ — ۱/ ۹۰
[2] " — " — " — "
[3] " — " — " — "

marfat.com

معاضیل بھی مسانید کو اُن پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اسکی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثرین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجودھا لو کان لھا اجنحۃ یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پَر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعۃ عین لا عموم لھا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارۂ احکام ہوں، یُوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقا مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شئے سے لڑے گا۔ ت) صراحۃً دربارۂ عقائد و احکام ہے۔

فان الحاجۃ الی القتال انما ھی فیما یجری فیہ التشدید والتماکس دون ما اجمعوا علی التساھل فیہ۔

لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہو نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔ (ت)

یُوں ہی ارشاد امام مبارک عبداللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء[2] (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبولِ ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررۂ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پُر ظاہر کہ یہ اور اُن کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہ اُن کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو اُن کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال ولہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا:

لم یظھر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدۃ[1] (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴
[2] الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

marfat.com

رحمہ اللہ تعالٰی نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

اخرج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال محمد یعنی ابن عبداللہ بن قُھزاذ، سمعت ابا اسحٰق ابراھیم بن عیسی الطالقانی قال قلت لعبداللہ بن مبارک یا ابا عبدالرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البر ان تصلی لابویک مع صلاتک وتصوم لھما مع صومک قال فقال عبداللہ یا ابا اسحٰق عن من ھذا قال قلت لہ ھذا من حدیث شھاب بن خراش فقال ثقۃ عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقۃ عمن قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مفاوز تنقطع فیھا اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقۃ اختلاف[1]۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبداللہ بن قھزاذ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحٰق ابراہیم بن عیسٰی طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد والدین کے لیے روزہ رکھے فرمایا تو عبداللہ نے کہا اے ابواسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے، فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے، میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا اے ابواسحٰق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہوجائے، لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کردینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی ھذہ الحکایۃ انہ لایقبل الحدیث الا باسناد صحیح[2]۔

اس حکایت کا معنٰی ومفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھئے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نامتصل باطل وملحق بالموضوع ہوجاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادۂ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعا[3] (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

---

[1] و [2] صحیح لمسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۱۶

marfat.com

عبارات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کما قررنا فی الکلمات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلماتِ مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دربارۂ رد و قبول غالب ومحاوراتِ علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار نجبہ ونزہہ وغیرہما میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں: مقبول ومردود۔ مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول هکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالٰی ہے۔ ت)

(جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمۂ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارۂ احکام بھی حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسلم وشروحہ[1] وغیرہا (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

عہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنهم الامام ابوحنیفه والامام مالك والامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنهم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقة وقال ابن ابان رحمه اللہ تعالٰی من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلثة مطلقا ومن ائمة النقل بعد تلك القرون وقال طائفة من المتاخرین منهم الشیخ ابن الحاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الهمام منا یقبل من ائمة النقل مطلقا من ای قرن کان اعتضد بشئ ام لا ویتوقف فی المرسل من

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے مطلقا مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمۂ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام منا ہیں سے (یعنی احناف سے) کی رائے یہ ہے کہ ائمۂ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

marfat.com

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثریین پر بھی لازم، آخر اُس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالایطاق ہے، تو اُس کے لیے ذکر وعدمِ ذکرِ سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلٰی نہیں تو کم بھی نہیں، اور جو احتمالات مساہلت وتحسین ظن وخطا فی النظر یہاں ہیں، وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب ومشاہد بایں ہمہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراقی وامام عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا،

کماذکرنا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین۔

جیسے کہ ہم نے مدارجِ طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیرھم وھو المختار قیل وھو مراد الائمۃ الثلٰثۃ والجمھور ولایقول احد بتوثیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط ھذا الشرط فی القرون الثلٰثۃ لزعمہ عدم الحاجۃ الی التوثیق فی تلک القرون لان الرواۃ فیھا کانوا اھل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح[1] اھ من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق وتجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرونِ ثلاثہ میں عدمِ اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

marfat.com

یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ غیر ذلک من احکامہ واحوالہ ونعوت جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ اٰلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم اٰمین۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے آپ کے دیگر احکام واحوال، آپ کے جمال وجلال کی صفات وشانیں اور آپ کے صفات کاملہ ہیں آپ پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی آل واصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت وسلام، شرافت، بزرگی، عظمت وکرم کی برسات ہو، آمین۔

الحمد للہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضورِ اقدس واکرم سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نامِ محمود ودرودِ مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارتِ عیون وتنویرِ قلوب وتکفیرِ ذنوب وسلامتِ ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان ذلک للیلۃ الثالثۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ عشر من الشھر الفاخر شھر ربیع اٰخرت من شھور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ھجرۃ الحبیب سیّد البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وصحبہ واولیائہ اجمعین۔ اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین، سبحٰنک اللھم وبحمدک، اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

marfat.com

نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامہ

(اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل۔ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ (۳۸۷) از اپر برہما شہر مانڈے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی

۲۶ جمادی الاخرے ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاوٰی امدادیہ معروف بہ فتاوٰی اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشہد ان محمدا رسول اللہ" بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے، اور جو شخص اس کا مانع ہووے اس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہِ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اس کا اور جو حکم کرے اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

جدید یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرمائیں بلکہ درصورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے

marfat.com

تحریر فرمائیں۔

جواب اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چُومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اُس عبارت کے لکھتے ہیں:

و ذکر ذلك الجراحی و اطال ثم قال و لم یصح فی المرفوع من کل هذا شئ انتهی[1] (جلد اول صفحہ ۲۶۷)

جراحی نے اس بحث کا طویل ذکر کیا ہے پھر کہا ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)

مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چُومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے:

ونقل بعضهم ان القهستانی کتب علی هامش نسخته ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع[2]۔ (جلد اول ص ۲۶۷)

بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملا۔ (ت)

یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوع پر حاشیہ منیہ لکھتے ہیں:

قلت واما الموقوف فانه وان کان منقولا لکن مع ضعف اسناده لیس فیه کون هذا العمل طاعة بل هو رقیة للحفظ عن رمد والعوام یفعلونه باعتقاد کونه طاعة ۱۲ منه حاشیه صاحب فتاوی اشرفیه برعبارت شامی۔

رہی موقوف حدیث تو وہ اس سلسلہ میں اگرچہ منقول ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں یہ نہیں ہے کہ یہ عمل عبادت و طاعت ہے بلکہ یہ صرف آنکھوں کے دُکھنے کا علاج ہے اور عوام اسے عبادت سمجھتے ہوئے بجا لاتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

گزارش و موجب تکلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاوائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومۂ بالا دکھائی جو بلفظہ ملاحظۂ عالی میں پیش کر کے رفعِ شکوک کا خواستگار ہُوں وهی هذه:

---

[1] ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[2] " " " " " "

marfat.com

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت نقل کرکے "لم یصح فی المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی - ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا، مفتی صاحب کی تحریر وحاشیہ خود غور طلب ہے۔ پھر اُن کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاوٰی جلد سوم صفحہ ۴۲، طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علٰی ہذا سادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔ اعانۃ الطالبین علٰی حل الفاظ فتح المعین مصری ص ۷۴ ۲ (فقہ شافعی):

وفی الشنوانی ما نصہ من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبًا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یقبل ابھامیہ و یجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا انتھی۔

شنوانی میں عبارت یہ ہے: جس نے مؤذن کا یہ جملہ "اشھد ان محمدا رسول اللہ" سن کر کہا "مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہٰی (ت)

کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

فائدۃ: نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذلک وقبل باطن انملۃ السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی، قال الحافظ السخاوی ولم یصح، ثم نقل عن

فائدۃ: صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو آپ نے یہ دُہرایا اور دونوں شہادت کی انگلیوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لیے میری شفاعت

لہ اعانۃ الطالبین فصل فی الاذان والاقامۃ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۳۳

marfat.com

الخضر انه علیه الصلاۃ والسلام قال من قال حین یسمع قول المؤذن اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ثم یقبل ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یعم و لم یرمد ابدا ونقل غیر ذلک ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ہذا شئ واللہ تعالٰی اعلم۔

ثابت ہوگئی۔ حافظ سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر حضرت خضر علیہ السلام سے یہ منقول ہے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر یہ کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی اور ان کے علاوہ نے بھی ذکر کیا، پھر کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

علامہ الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ص۷۰ میں فرماتے ہیں:

(قولہ ثم یقبل الخ) لم یبین موضع التقبیل من الابہامین الا انہ نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضہم لقیتہ وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ قبل ابہامی نفسہ ومسح بالظفرین اجفان عینیہ من المآق الی ناحیۃ الصدغ ثم فعل ذلک عند کل تشہد مرۃ مرۃ فسألتہ عن ذلک فقال کنت افعلہ ثم ترکتہ فمرضت عیناای فرأیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منامافقال لم ترکت مسح عینیک عند الاذان ان اردت ان تبرأ عیناک فعد الی المسح

(قولہ ثم یقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چومے، اس میں اس کا ذکر نہیں کیا، مگر شیخ العالم المفسر نور الدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں ان سے دورانِ اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے اشہد ان محمد رسول اللہ سنا تو انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر انہوں نے ہر بار ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہوگئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا: تو نے اذان کے وقت

لہ کفایت الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی، مطبوعہ مصر ۱/۱۶۹

marfat.com

فاستیقظت ومسحت فبرئت ولم یعاودنی مرضھما الی الآن انتھی فھذا یدل علی ان الاولی التکریر والظاھر انہ حیث کان المسح بالظفرین ان التقبیل لھما[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں ترک کردئے اگر تُو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہوجائیں تو انگوٹھے چومنا دوبارہ شروع کردے پھر میں بیدار ہُوا اور میں نے انگوٹھے چُومنے کا عمل کیا تو میں صحیح ہوگیا، اس کے بعد آج تک میری آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوئیں انتہی۔

پس یہ عبارت دلالت کررہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگائے تو چُوما بھی انھیں کرے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ صریحہ میں ملتا ہے برخلاف اس کے صاحبِ فتاوٰی اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں پھر اُس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد واشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔

صاحبِ فتاوٰی اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعوٰی کرتے ہیں والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے اُس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہُوئی درصورتیکہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ والسلام بھی باوصف اعلام علّام ما فی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۂ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریف میں، غرض شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں اجرکم اللہ تعالٰی بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین۔

مختار صدیقی

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ وتنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہُوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل، ایک نسخہ بھی اور رہوتا تو

---

[1] حاشیہ علی کفایۃ الطالب الربانی الخ مطبوعہ مصر ۱/۱۷۰

marfat.com

ہدیۃً حاضر کردیتا بعد ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالٰی دربارۂ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی وصفراشکنی کو بس ہے لہذا اُن سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امورِ جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش وباللہ التوفیق۔

(۱) دعوٰی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے، اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے:

فان مفاهيم الكتب حجة ولو مفهوم لقب على ما صرح به الاصوليون[1]۔

عبارات کتب میں مفہومِ مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح کی ہے۔ (ت)

نیز جلد اول ص ۱۶۷:

يفتى به عند السؤال اھ ای لان مفاهيم الكتب معتبرة كما تقدم[2]۔

سوال کے وقت اسی پر فتوٰی ہوگا کیونکہ عباراتِ کتب میں مفہومِ مخالف حجت ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گزرچکا ہے۔ (ت)

دُرِمختار بیانِ سُننِ وضو میں نہرالفائق سے ہے:

مفاهيم الكتب حجة بخلاف اكثر مفاهيم النصوص[3]۔

عبارات کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے اور نصوص کے اکثر مفاہیم معتبر نہیں ہوتے (ت)

احادیثِ موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ت) لکھ کر فرمایا:

قلت واذا ثبت رفعه الى الصديق رضی اللہ

میں کہتا ہوں جب اس کا مرفوع ہونا صدیقِ اکبر

---

[1] ردالمحتار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۸
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ " " " ۱/۱۱۹
[3] درمختار " محتبائی دہلی ۱/۲۱

marfat.com

تعالٰی عنہ فیکفی العمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "علیکم بسنّتی وسنّۃ الخلفاء الراشدین[1]۔"

رضی اللہ تعالٰی عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنّت لازم ہے"۔ (ت)

(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فنِ حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کُتبِ رجال میں ہزار جگہ ملے گا یعتبر بہ و لا یحتج بہ (یہ معتبر ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ ت) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت، روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اُس سے روایتِ معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا نری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی۔

(۴) یہیں یہیں اسی شامی میں قہستانی و فتاوٰی صوفیہ وکنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغۂ جزم بلا تعقب مذکور و مقبول، تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اُسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے کیا کتبِ فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی، ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج!

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ اُنھوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارۂ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقلِ مجہول اور نقلِ مجہول محض نامقبول، جلد دوم ص ۵۱۲؛

قولِ المعراج ورأیت فی موضع الخ (ای معزوا الی المبسوط) لا یکفی فی النقل

معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے الخ (یعنی مبسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۱۰

marfat.com

لجہالتہ[1]۔ نقل میں وہ ناکافی ہے۔(ت)

وہاں بواسطۂ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(اتنا بڑا فرق کہاں وہ کہاں یہ)

جب وُہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہُوئی اس کی کیا ہستی، مگر کیا کیجے کہ ع

عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد (روایت نہیں پائی گئی۔ت) اور "موجود نہیں" میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں، مگر عقل بھی ہو، یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی آکد الفاظ فتوے سے فتوٰی منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہُوا، اِنھیں علامہ شامی کا کلام سُنیے عقود الدریہ جلد ۲ ص ۱۰۹:

نقل الزیلعی ان الفتوی علی قولھما فی جوازھا قال الشیخ قاسم فی تصحیحہ مانقلہ الزیلعی شاذ مجھول القائل اھ[2]۔

زیلعی نے نقل کیا ہے کہ فتوٰی ان دونوں کے قول پر اسکے جواز میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں کہا کہ زیلعی سے جو منقول ہے وہ شاذ ہے کیونکہ قائل مجہول ہے اھ (ت)

دُرِمختار میں ہے:

علیہ الفتاوٰی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجھول القائل فلا یعول علیہ[3]۔

اس پر زیلعی اور بحر کا فتوٰی ہے انھوں نے مغنی کی طرف منسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح میں بایں طور رَد کیا کہ مغنی میں جو کچھ ہے وُہ شاذ ہے کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہاء نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

---

[1] ردالمحتار... باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/۳۳۹

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندہار افغانستان ۲/۱۳۰

[3] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷

marfat.com

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدمِ وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفیِ روایت روایتِ نفی نہیں، ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانے حکم فقہا نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) اینہم بر علم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ اُن کا اپنا قول بلا نقل مسلّم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی اُن کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ:

القہستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واستنادہ الی کتب الزاھدی المعتزلی[1]۔

قہستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا استناد زاہدی معتزلی کتب کی طرف۔ (ت)

اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائنی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاجِ جنون کر دے گا ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے اِن شاء اللہ تعالٰی۔

(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلۂ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انھیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں نہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکمِ استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود و نا معتبر قرار پائے، غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے و بس۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرضِ غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماعِ اُمت کا رَد اور غیر سبیل المومنین کا اتباعِ بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جہنم و ساءت مصیرا[2] کی وعید مؤکد ہے، احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت اُن کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پُر نور اور باطل کی ظلمتیں دُور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اُس میں صرف لم یصح (صحیح نہیں۔ ت) کہا اور وُہ بھی فقط احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۶

[2] القرآن ۴/ ۱۱۵

marfat.com

ضعیف تعدد طرق سے حسن ہوجاتی اور مسائلِ حلال و حرام میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور مخالف اجماع مردود و مخذول ، اربعینِ امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[1]

علماء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے (ت)

(۱۴) اجماعِ اُمت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت باحادیث مرفوعہ نے صحت بتائی ، ملّا علی قاری کی عبارت گزری تو قرونِ ثلٰثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت و بے اصل کہنا اصولِ وہابیت پر بھی چھُری پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیت بجہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرح کہ ان کی سنّت اُن کی بدعت ، ان کی ہدایت ، اُن کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وُہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں پھر یہ کیا اُنھیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنّت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہُوئے کفی اللہ المؤمنین القتال (لڑائی میں مومنوں کیلئے اللہ تعالٰی کافی ہے۔ات) اس کا مفصل بیان منیر العین افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیثِ تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب اُن میں مذکور ہے ، مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سُن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی۔[2]

جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہوجائے گی۔

جامع الرموز و کنز العباد وغیرہما میں ہے :

فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون قاعدا لہ الی الجنۃ۔[3]

جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ اُس کی آنکھیں دُکھیں ، یہ کیا فضیلت و

---

[1] شرح متن اربعین نوویہ قبیل حدیث اول مطبوعہ امیر دولت قطر ص ۶

[2] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ ،، دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۸۴

[3] جامع الرموز باب الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

marfat.com

ترغیب نہیں بہرحال یہ حدیثیں فضائلِ اعمال کی ہیں، اور گنگوہی صاحب براہینِ قاطعہ طبع دوم ص۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے"[1] ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارتِ علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیثِ خلفا کلامِ قاری میں گزری، دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر[2]۔

ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والیِ اُمت ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والرویانی والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ عن حذیفۃ والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا، ابن ماجہ، رویانی اور حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے (ت)

بلکہ تقلیدِ عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریع جدید ہے کما بیناہ فی کتبنا فی الرد علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کُتب میں ان کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہرحال اس عمل کی دلیل جواز قرونِ ثلٰثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸ میں کہتے ہیں:

"جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہو وہ سب سنّت ہے اھ"[3]

تو روشن ہُوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا سنّت ہے اور حدیث سے ثابت کہ منکرِ سنّت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ مسئلہ فاتحہ اعتقادیت ہے الخ مطبوعہ لے بلاساواقع ڈھور ص ۹۶

[2] جامع الترمذی مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷

[3] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ قرونِ ثلٰثہ میں موجود نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۸

marfat.com

ستۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب (الی قولہ) والتارک لسنتی[1] رواہ الترمذی عن ام المؤمنین والحاکم عنہا وعن علی والطبرانی بلفظ سبعۃ لعنتھم وکل نبی مجاب[2] عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنھم بسند حسن۔

چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنّت کا منکر ہو، اس کو ترمذی نے ام المومنین سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت علی سے روایت کیا اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں "سات آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور ہر نبی کی دُعا مقبول ہے"۔ یہ حضرت عمرو بن سعوی رضی اللہ تعالٰی سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

اب صاحبِ فتاوٰی اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہا نے اُس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وُہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص ۱۴ میں فرمایا:

عدم النقل لاینفی الوجود[3] (عدمِ نقل، وجود کے منافی نہیں۔ت)

(۱۷) عدم نقل کو نعتِ عدم ٹھہرانے کا رَد خود اسی شامی میں جابجا موجود، از انجملہ جلد اول ص ۶۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا:

قال العلماء ھذہ الاحادیث من قواعد الاسلام وھو ان کل من ابتدع شیأ من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیٰمۃ۔[4]

یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں، ان سے یہ قاعدہ ثابت ہُوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اُس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سُن لیجئے، فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۰۲:

---

[1] المستدرک کتاب الایمان ستۃ لعنھم اللہ۔ دار الفکر بیروت ۱/۳۶

[2] المعجم الکبیر ترجمہ عمرو بن سعواء حدیث نمبر ۸۹ المکتبۃ الفیصلۃ بیروت ۱۷/۴۳

[3] فتح القدیر کتاب الطہارت نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

[4] رد المحتار مطلب یجوز تقلید المفضول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۳

marfat.com

لا اصل لها لایقتضی الکراھۃ ولذا قال فی الدر ما قیل انھا بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ۔[1]

یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لیے دُرمختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے (ت)

(۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کہ ہمارے رسائل رَدِّ وہابیہ میں ہے اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ص ۱۳۷ میں فرماتے ہیں:

"اُس کی کراہت مختلف فیہ ہُوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یُوں بھی بلاضرورت جائز ہو جاتا ہے۔"[2]

یہ وہاں کہی اور پُوری غیر مقلدی بلکہ بہوائے نفس اتباع رخص حلال کر دینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجۂ اولٰے بلاضرورت مطلقاً جائز رہے گا اور منکر کہ قولِ خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقتِ اقامت بھی تقبیل مذکور سنّت اور تھانوی صاحب کا اُس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بحکمِ حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے، بلکہ ہدایہ میں ہے:

یروی انہ لاتکرہ الاقامۃ ایضا لانھا احدی الاذانین۔[3]

اور یہ مروی ہے کہ اقامت بھی مکروہ نہیں کیونکہ یہ بھی ایک اذان ہے۔ (ت)

اور عند التحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی تو اُس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنّت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنّت ہونے کے لیے اشرفعلی کی جنس بھی قرونِ ثلٰثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے براہین گنگوہی ص ۱۳۸ میں ہے۔

"جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہُوا یا نہ ہوا اور خواہ اُسکی

---

[1] فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۴۰۲
[2] براہین قاطعہ علٰی ظلام الانوار الساطعۃ تحقیق مسئلہ اجرۃ تعلیم القرآن الخ مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۱۳۷
[3] الہدایۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۷۴

marfat.com

جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے[1]۔

یہ اُس چار سطری تحریر پر تلک عشرون کاملۃ (یہ مکمل بیس دلائل ہیں۔ ت) وہ بھی بنہایت اختصار، اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلئے و باللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اُس کا مطلب یہ گھڑا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے، کیا علما نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انھیں تین صُورتوں میں اُس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہروجہ علماء پر افترا ہے علما نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجۂ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحۃً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یُوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاچکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف وضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رد سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا و ایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف وضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائینگے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم و جلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے یُوں پڑھے:

رضیت باللہ ربًّا و بالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا[2]۔

میں اللہ تعالٰی کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوں۔ (ت)

---

[1] براہین قاطعہ الخ قرون ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۸

[2] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتاب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

marfat.com

حدیثِ خضر علیہ الصلاۃ والسلام میں ہے یوں کہے :

مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

اے میرے حبیب! مرحبا، آپ کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (ت)

اسی طرح حدیثِ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے۔

چوتھی روایت میں ہے یوں کہے :

صلی اللہ تعالٰی علیک یا رسول اللہ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر[2]۔

اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالٰی کی طرف سے صلاۃ (رحمت) ہو، یارسول اللہ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ! میری سماعت و بصارت کو اس کی برکت سے مالامال فرما۔ (ت)

پانچویں میں ہے درود پڑھے۔

چھٹے میں ہے یوں کہے :

صلی اللہ علیک یا سیدی یارسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی[3]۔

یا سیدی یارسول اللہ، اے میرے دل کے حبیب، اے میری آنکھوں کے نور وسرور، اور اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر اللہ تعالٰی رحمت فرمائے۔ (ت)

ساتویں میں ہے یوں کہے :

اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونورھما[4]۔

اے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں منوّر فرما نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں اور ان کے نور کی برکت سے۔ (ت)

منہیہ کے نزدیک یہ اللہ ورسول کے ذکر، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود، اللہ عزوجل سے دُعا

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[2] جامع الرموز باب الاذان ″ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵
[3] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ ″ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۳۸۵

marfat.com

کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روحِ طاعت ہے اور دُعا مغزِ عبادت، اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہیہ منتر مانے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دُکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکرِ الٰہی و درود و دُعا سب طاعت سے خارج ہو کر رمد کا منتر رہ گئے، نامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوتِ قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لاحول وغیرہا اذکارِ جلیلہ پر منافع جسمانیہ و دُنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امامِ جلیل سیوطی و حصن حصین امام جزری وغیرہا کتبِ حدیث مطالعہ کرے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنہیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وُہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لیے وصلِ ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا[1] — جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لیے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)

دوسرے وُہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔[2] — اللہ تعالٰی نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (ت)

تیسرے وُہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا۔[3] — میں کہتا ہوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲۹/۶۹
[2] القرآن ۹/۱۱۱
[3] القرآن ۷۱/۱۰

marfat.com

اور فرمایا:

قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء[1]۔

فرمادیجئے یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے (ت)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا[2] و فی حدیث حُجّوا تستغنوا[3]۔

جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے اور حج کرو غنی ہوجاؤ گے۔

روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والاٰخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصلہ فی مسند الفردوس۔

پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصلاً مروی ہے (ت)

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امیدِ نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطٰنا فھو لہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون ○ حتی اذا جاءنا قال یٰلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون[4]۔

جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان متعین کردیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وُہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم (مشرق ومغرب) کا فاصلہ ہوتا تُو کیا ہی بُرا ساتھی ہے، اور ہرگز تمہارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم سب عذاب میں شریک ہو (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم یدع اللہ غضب علیہ[5] رواہ ابن ابی شیبۃ

وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے دعا نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن ۴۱/ ۴۴

[2] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ ۹/ ۱۴۴

[3] المصنف لعبدالرزاق باب فضل الحج " المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۱

[4] القرآن ۴۳/ ۳۶ تا ۴۰

[5] مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۷۰۴) فی فضل الدعاء حدیث ۲۹۴۱۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۲۰۰

marfat.com

فی المصنف عن ابی هریرة وبلفظ من لم یسأل الله یغضب علیه[1] احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة و البزار وابن حبان والحاکم وصححاه و للعسکری عنه رضی الله تعالٰی عنه فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال قال الله تعالٰی من لا یدعونی اغضب علیه[2] اللهم صل وسلم وبارك علیه وعلی اٰله وصحبه وابنه وحزبه ابدا اٰمین۔

ناراض ہوتا ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالٰی اس پر ناراض ہوتا ہے اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابنِ حبان اور حاکم سب نے روایت کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور عسکری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی "المواعظ" میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مجھ سے دعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اللہ تعالٰی ہمیشہ رحمتِ کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ سب پر، آمین (ت)

صاحبِ منہیہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اوّل میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و قرآن کے تمام اذکار جنت و نار ترغیب و ترہیب کو لغو و فضول بلکہ اغوا و اضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دور کرکے منتر جنتر میں لاڈالا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں الحمدللہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل وفہم وفضل وعلم میں بدرجہا زائد ہیں وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر و دعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر و محبت و تعظیم و توسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیمِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بہر حیلۂ ممکنہ باطل کرنے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمدِ چشم کا عمل ہی سہی، فرض کیجے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی و اسمِ الٰہی نود و صلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۷۳
[2] کنز الاعمال، بحوالہ العسکری الباب الثامن فی الدعاء الخ، مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/۶۲
[3] القرآن ۲۶/۲۲۷

marfat.com

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ یہ نہ وہ ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس و ابن سینا پر بھروسا اور کہاں کلام اللہ نورِ ہُدٰی وشفاء واسمائے الٰہیہ سے توسل والتجاء ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے ولکن النجدیۃ لایعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے ۔ ت) بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اُخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اُن وعیدوں سے بچنا یا اُن منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض ونیت سے ذکرِ خدا ورسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع وعکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے ، تورات مقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا مستحقِ عبادت نہ ہوتا ، بلکہ اس سے مراد صرف اُبھارنا ہے کہ اس طمع وخوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دنیوی خواہ اُخروی کا ملنا مقصود بالغرض ہو جیسے حج میں تجارت ، جہاد میں غنیمت ، روزے میں صحت ، نماز میں کسرت ، بحمداللہ تعالٰی مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہُوا کہ اپنے رب جل وعلا اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نامِ اقدس پر براہِ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت ومرادِ شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دُکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب وخاسر احمق وغادر وہ کہ ایسے وعدوں پر بھُول کر اصل مقصود خدا ورسول کو بھُول جائے اور ان کے ذکر وتعظیم ومحبت کو نرا منتر بتائے نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم[1] (جو بھُول گئے اللہ تعالٰی کو تو اس نے انھیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں ۔ ت)

(۲۸) غنیمت ہے کہ رمد کا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھُوت تو اُترا اور یہ عمل مباح ٹھہرا ورنہ عدمِ ورود پر بدعت وبے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اُن کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہوسکتا اگرچہ اعتقادِ طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اوپر گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعتِ گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمھیں بدعتی بدمذہب ہُوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المراقی من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع

---

[1] القرآن ۵۹/ ۱۹

marfat.com

ما علی مثلہ بعد الخطاء

(بعد از خطا اس کی مثل پر کیا لازم آئے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو، لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ محمود نہ مذموم، آپ نے اُسے رمدِ چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اُسی صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں :

جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہُوا وہ سب بدعت ضلالت ہے[1]۔"

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہوگی یا نہیں، تیسری شق ناممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کون سا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولٰی و مستحب یہ سب احکامِ شرعیہ یکسر اُڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ ناز ہیں کہ اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے اس عاجز کو اساتذۂ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں[2]۔" کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آدھے احکام اُڑ گئے اُدھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادۂ مذکور میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی تنبّہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لا یعودون فیہ[3] (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ ت)

(۳۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اُسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اُسے بدعت کر دیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہۃ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہلِ منہیہ ہوگا جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افترا ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے

---

[1] براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ قرونِ ثلٰثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۸

[2] " " " " " " " " " " ص ۲۹

[3] صحیح البخاری آخر کتاب التوحید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۱۱۲۸

marfat.com

اور ہر قربت طاعت ہے تو اُس میں اعتقاد طاعت ضرور حق اور اُسے بدعت بتانا جہل مطلق، اشباہ والنظائر و ردالمحتار میں ہے،

اما المباحات فتختلف صفتہا باعتبار ما قصدت لاجلہ فاذا قصد بہ التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ۔[1]

باقی مباحات کا معاملہ نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اگر ان سے مقصود طاعات پر تقوٰی یا ان تک پہنچنا ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔ (ت)

غمز العیون میں ہے:

کل قربۃ طاعۃ ولا تنعکس[2] (ہر قربت طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)

یہ اس ڈیڑھ سطری منیہ پر تلک عشرۃ کاملۃ (دس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے ذلیل نہیں دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب کُتبِ فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مہین ادنی درجۂ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افترا، وتہمت ہے، ردالمحتار جلد ۱ ص ۶۸۳:

لایلزم منہ انیکون مکروھا الا بنہی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل[3]

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو مگر کسی نہی خاص کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

البحرالرائق جلد ۲ ص ۱۷۶:

لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذلابد لہا من دلیل خاص[4]

ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)

وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لیے ورود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعتِ مطہرہ پر افترا اٹھانا۔ ردالمحتار جلد ۵ ص ۴۵۵:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات

احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالٰی پر افتراء میں حرمت و

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الاولی من الفن الاول ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۲

[2] شرح غمز عیون البصائر مع الاشباہ " " " " " ۱/ ۳۲

[3] ردالمحتار مطلب بیان السنۃ والمستحب الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۸۳

[4] البحرالرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۳

marfat.com

الحرمة او الکراھة اللذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل[1]

کراہت ثابت کرنے میں جن کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے البتہ اباحت کا قول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں جو کہ اصل ہے (ت)

ظاہر ہے کہ نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیلِ تعظیم ومحبت ہے اور امورِ ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

فیحال علی المعھود حال قصد التعظیم[2]۔

تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ (ت)

اور تعظیم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔

قال اللہ تعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[3]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے : تم اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم وتوقیر بجالاؤ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ، زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر رد المحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ میں ہے :

ان المطلق یجری علٰی اطلاقہ الا اذا قام دلیل التقیید نصا او دلالۃ فاحفظہ فانہ للفقیہ ضروری[4]۔

مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحۃً یا دلالۃً دلیل قائم ہوا سے اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ یہ فقیہ کے لیے ضروری قاعدہ ہے۔ (ت)

مگر ہے یہ کہ اشقیا کے نزدیک تعظیمِ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً شرک وظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کردی ہے لہذا مورد پر مقتصر رہے گی باقی اُسی اصل حکم پر شرک وبدعت وحرام ٹھہرے گی فلہذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھرا سر پر، قہرِ درویش بجانِ درویش

---

[1] رد المحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۶
[2] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹
[3] القرآن ۴۸/۹
[4] رد المحتار فصل فی البیع من کتاب الحظر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۷۲

marfat.com

ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہراً نہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہوگیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اس پر دُور و نزدیک سے پکارنا رکھ دیا، خیر قہراً جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر انشائے معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ دیکھو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم[1] میں حکم لگا رہے ہیں کہ :

"صرف ہمت در نماز بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق در خیال گاؤ و خر خود، الی آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلہا و قابلہا۔

"نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ حتی کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ صرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہوجانے سے کئی درجے بدتر ہے" آخر کلام ملعون تک۔ اللہ تعالٰی اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے دُور رکھے۔ (ت)

ولہٰذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' سے حکایتِ لفظ کا ارادہ کرے قصدِ معنی نہ کرے تصریح کرتے ہیں کہ دُور سے یارسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بحمداللہ تعالٰی مسلمانوں کے ایمان میں تعظیمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ایمان ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوبِ شرع، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیمِ اقدس کے لیے بجالائے خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہی نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرجِ شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشادِ الٰہی وتعزروہ وتوقروہ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے ولہٰذا ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منسک متوسط و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے :

کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔[2]

جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ (ت)

امام ابنِ حجر مکی 'جوہر منظم' میں فرماتے ہیں :

---

[1] صراط المستقیم ہدایت نامہ در ذکر مخلات مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۸۶

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری، باب زیادۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۶

marfat.com

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم[1]۔

وہ لوگ جنھیں اللہ تعالٰی نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و صورتوں کو امرِ مستحسن تصوّر کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہرگز باری تعالٰی کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ (ت)

تو مسلمان اگر وقتِ اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہِ ممانعت نہیں، اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پرافترا کرتا یا نام واکرام سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظرِ تعظیم ومحبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے بہرحال محبوب ومحمود ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

---

[1] الجوہر المنظم الفصل الاول مطبوعہ ادارۃ المرکزیۃ واشاعۃ القرآن گلبرگ لاہور ص ۱۲

marfat.com

ایذان الاجر فی اذان القبر

(دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)

مسئلہ (۳۸۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الاذان علم الایمان وسبب الامان وسکینۃ الجنان ومنفاۃ الاحزان ومرضاۃ الرحمٰن والصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من رفع اللہ ذکرہ واعظم قدرہ فبذکرہ زان کل

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اذان کو ایمان کی علامت، سببِ امان، دلوں کا سکون، غموں کا ازالہ اور رحمان کی رضا کا ذریعہ بنایا، صلاۃ و سلام کاملہ تامہ ہو اس ذات پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلند کر دیا اور اس کے مرتبہ کو عظیم کیا چنانچہ ان کے ذکر سے ہر خطبہ اور اذان کو

marfat.com

خطبة واذان وعلی اٰله وصحبه الذاکرین ایاه مع ذکر مولاه فی الحیٰوة والموت وآلوجدان والفوت وکل حین واٰن واشهد ان لا اله الا الله الحنان المنان وان محمدا عبده ورسوله سید الانس والجان صلی الله تعالٰی علیه وعلی اٰله وصحبه المرضیین لدیه ما اَذِنَ اُذُنٌ لصوت اذان قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی سقاه المجیب من کاس الحبیب عذبا فراتا وجعله من الذین هم اهل الایمان والصلاة والاذان آحیاء واموا تا اٰمین اله الحق اٰمین۔

زینت بخشی اور آپ کی آل واصحاب پر جو موت وحیات، وجدان وفوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کریم کے ذکر کے ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ حنّان ومنّان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انس وجن کے سردار نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صحابہ کرام پر جو کہ پسندیدہ ہیں سب پر اس وقت تک اللہ تعالٰی کی رحمتیں ہوں جب تک کان اذان کی آواز سنتے رہیں، حقیر عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی اسے اپنے حبیب کے حوضِ کوثر سے سیراب کرے اور اسے ان لوگوں میں سے کردے جو موت وحیات میں ایمان، نماز اور اذان والے ہیں آمین الٰہ الحق آمین (ت)

الجواب

بعض علمائے دین نے میّت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنّت فرمایا، امام ابن حجر مکّی وعلّامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحبِ دُرمختار علیہم رحمۃ الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا:

اما المکی ففی فتاواه وفی شرح العباب وعارض واما الرملی ففی حاشیة البحر الرائق و مرض۔

مکّی نے اپنے فتاوٰی اور شرح العباب میں نقل کیا اور اس نے معارضہ کیا، رملی نے حاشیہ البحر الرائق میں نقل کیا اور اسے کمزور کہا۔ (ت)

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا قائلانِ جواز کے لیے اسی قدر کافی جو مدعیِ ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعوٰی ثابت کرے پھر بھی مقامِ تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنھیں بقانونِ مناظرہ اسانید سوال تصور کیجئے فاقول وبالله التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق۔

دلیل اوّل وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوالِ نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم (کہ اللہ عزوجل

marfat.com

صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا ہر مسلمان مرد وزن کو حیات وممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا اور جواب میں بہکاتا ہے والعیاذ بوجہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں:

اذا سئل المیت من ربک تراأی لہ الشیطان فی صورت فیشیر الی نفسہ ای انا ربک[1] فلھذا ورد سوال التثبیت لہ حین یسئل۔

یعنی جب مُوے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی مَیں تیرا رب ہُوں، اس لیے حکم آیا کہ میت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ (ت)

امام ترمذی فرماتے ہیں:

ویؤیدہ من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند دفن المیت اللھم اجرہ من الشیطان فلو لم یکن للشیطان ھناک سبیل ما دعا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بذلک[2]

یعنی وُہ حدیثیں جو اس کی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الٰہی! اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دُعا کیوں فرماتے۔ (ت)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص[3]

جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پلیٹ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے۔ (ت)

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے[4]۔ اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وُہ دفع ہو جائے گا[5] اخرجہ الامام ابو القاسم سلیمٰن بن احمد

---

[1] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

نوٹ: یہ دونوں عبارتیں اعلٰحضرت نے بالمعنی نقل کی ہیں اس لئے الفاظ میں کافی تغیر وتبدل ہے، پہلی عبارت درست کردی ہے دوسری عبارت اس طرح ہے: فلو لم یکن للشیطان ھناک سبیل ما کان لیدعو لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بان یجیرہ من الشیطان۔

[3] و [4] الصحیح لمسلم باب فضل الاذان وھرب الشیطان عند سماعہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۷

[5] معجم اوسط حدیث نمبر ۴۳۲۲

الطبرانی فی اوسط معا جیمه عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه (اسے امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)، ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا (صبح کی خوشگوار ہوا اس بارے میں کہ اذان سے وبا دُور ہوجاتی ہے۔ت) میں اس مطلب پر بہت احادیث نقل کیں، اور جب ثابت ہولیا کہ وہ وقت عیاذاً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہُوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ عین ارشادِ شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہُوئی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال۔

دلیل دوم امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال لما دفن سعد بن معاذ (زاد فی روایة) وسوی علیه سبح النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وسبح الناس معه طویلا ثم کبر و کبر الناس ثم قالوا یارسول اللہ لم سبحت (زاد فی روایة) ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج اللہ تعالٰی عنه[1]

یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ دفن ہوچکے اور قبر درست کردی گئی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے، پھر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہُوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ (ت)

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای مازلت اکبر وتکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجه اللہ اھ[2]

یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُس تنگی سے انھیں نجات بخشی اھ (ت)

اقول اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہُوا، غایت یہ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۷۷-۳۶۰

[2] مرقاتِ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۱۱

marfat.com

کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سو اُن کی زیادت نہ معاذاللہ کچھ مضر نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمتِ الٰہی اتارنے کے لیے ذکر خدا کرنا تھا، دیکھو یہ بعینہٖ وہ مسلک نفیس ہے جو دربارہ تلبیہ اجلہ صحابہ عظام مثل حضرت امیر المومنین عمر و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبٰے وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا، ہدایہ میں ہے:

لا ینبغی ان یخل بشئ من ھذہ الکلمات لانہ ھو المنقول فلا ینقص عنہ ولو زاد فیھا جاز لان المقصود الثناء واظھار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ[1] اھ ملخصا۔

یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں اھ ملخصا (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے اپنے رسالہ صفائح الجبین فی کون التصافح بکفی الیدین[2] وغیرہا رسائل میں اس مطلب کی قدرے تفصیل کی۔

دلیل سوم بالاتفاق سنّت اور حدیثوں سے ثابت اور رفقہ میں مثبت کہ میّت کے پاس حالتِ نزع میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سُن کر یاد ہو حدیث متواتر میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ[3] (اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ)

رواہ احمد و مسلم و ابوداود والترمذی و النسائی و ابن ماجۃ عن ابی سعید الخدری و ابن ماجۃ کمسلم عن ابی ھریرۃ و کالنسائی عن ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اسے احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ نے مسلم کی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نسائی کی طرح حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

اب جو نزع میں ہے وُہ مجازاً مُردہ ہے اور اُسے کلمۂ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالٰی خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بُھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقۃً مُردہ ہے اور اُسے بھی کلمۂ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالٰی جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں

---

[1] الہدایۃ باب الاحرام مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۲۱۷
[2] سنن ابی داؤد باب فی التلقین "آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۸

marfat.com

یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں ان کے سوال تین ہیں منؔ ربك تیرا رب کون ہے؛ ماؔ دینك تیرا دین کیا ہے؛ ماؔ کنت تقول فی ھذا الرجلؔ تُو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؛ اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربك کا جواب سکھائیں گے ان کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے اور اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ سوال ماکنت تقول فی ھذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا اور حیّ علی الصلاۃ حیّ علی الفلاح جواب ما دینك کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وُہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ الصلاۃ عماد الدین تو بعد دفن اذان دینا عین ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حدیث صحیح متواتر مذکور میں فرمایا، اب یہ کلام سماعِ موتٰی وتلقینِ اموات کی طرف منجر ہوگا فقیر غفر اللہ تعالٰی خاص اس مسئلہ میں کتاب مبسوط مسمّٰی بہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات تحریر کرچکا جس میں پچھتّر حدیثوں اور پونے چار سو اقوالِ ائمۂ دین وعلمائے کاملین وخود بزرگانِ منکرین سے ثابت کیا کہ مُردوں کا سُننا دیکھنا سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر اہل سنت وجماعت کا اجماع قائم اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر غبی جاہل یا معاند مبطل اور اُسی کی چند فصول میں بحث تلقین بھی صاف کردی یہاں اُس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

دلیل چہارم ابویعلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اطفؤا الحریق بالتکبیرؔ (آگ کو تکبیر سے بجھاؤ)

ابن عدی حضرت عبداللہ بن عباس اور وہ اور ابن السنی وابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰے عنہم سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا رأیتم الحریق فکبروا فانہ یطفئ النارؔ — جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو وُہ آگ کو بُجھا دیتا ہے۔

۱؎ مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من اثبات عذاب القبر مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۵
۲؎ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کتاب الصلاۃ " مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۷/۲۸۴
۳؎ معجم اوسط حدیث نمبر ۸۵۶۴ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۲۵۹
۴؎ الکامل فی الضعفاء الرجال ازمن اسمہ عبداللہ بن لہیعہ " مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۴/۱۴۶۹

marfat.com

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ؛

فکبروا ای قولوا اللہ اکبر اللہ اکبر وکرروہ کثیرا۔[1] "فکبروا" سے مراد یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کثرت کے ساتھ بار بار کہو۔ (ت)

مولٰنا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں ؛

التکبیر علی ھذا لاطفاء الغضب الالٰھی ولھذا ورد استحباب التکبیر عند رؤیۃ الحریق۔[2]

اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الٰہی کے بجھانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری۔

وسیلۃ النجاۃ میں حیرۃ الفقہ سے منقول ؛

حکمت در تکبیر آنست بر اہلِ گورستان کہ رسول علیہ السلام فرمودہ است اذا رأیتم الحریق فکبروا چوں آتش در جائے افتد واز دست شما بر نیاید کہ بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش بہ برکت آں تکبیر فرو نشیند چوں عذابِ قبر بآتش ست و دست شما بآں نمیرسد تکبیر میباید گفت تا مردگان از آتش دوزخ خلاص یابند۔[3]

اہلِ قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "اذا رأیتم الحریق فکبروا" یعنی جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہوئی دیکھو اور تم اسے بجھانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی چونکہ عذابِ قبر بھی آگ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجھانے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں (ت)

یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے، تو یہ اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر۔

دلیل پنجم ابن ماجہ و بیہقی سعید بن مسیّب سے راوی ؛

قال حضرت ابن عمر فی جنازہ فلما وضعھا فی یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے

---

[1] التیسیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث مذکور مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱/ ۱۰۰
[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۱۱
[3] وسیلۃ النجاۃ

marfat.com

اللحد قال بسم اللہ وفی سبیل اللہ فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطٰن ومن عذاب القبر ثم قال سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا مختصر[1]۔

ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ و فی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں:

کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم[2]۔

یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میّت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الٰہی! اسے شیطانِ رجیم سے پناہ دے۔

ابن ابی شیبہ اُستاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں خثیمہ سے راوی:

کانوا یستحبون اذا وضعوا المیت ان یقولوا بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلٰی ملّۃ رسول اللہ اللھم اجرہ من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم[3]۔

مستحب جانتے تھے کہ جب میّت کو دفن کریں یوں کہیں "اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملّت پر، الٰہی! اسے عذابِ قبر و عذابِ دوزخ اور شیطانِ ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاذاً باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یونہی یہ بھی واضح ہُوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنّت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اوّل سے واضح کہ اذان رفعِ شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔

دلیل ششم ابوداؤد و حاکم و بیہقی امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ قال استغفروا

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دفنِ میّت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی ادخال المیت القبر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲

[2] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳

[3] المصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا اذا وضع المیت فی قبرہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۳۲۹

marfat.com

لاخیکم وسلوالہ بالتثبت فانہ الان یسأل[1]

کرتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے جوابِ نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ؛

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقف علی القبر بعد ماسوی علیہ فیقول اللھم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظھرہ اللھم ثبت عند المسألۃ منطقہ ولا تبتلہ فی قبرہ بما لاطاقۃ لہ بہ[2]۔

یعنی جب مُردہ دفن ہوکر قبر درست ہوجاتی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوکر دعا کرتے الٰہی! ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہُوا اور دنیا اپنے پسِ پشت چھوڑ آیا، الٰہی! سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو۔

ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت کہ دفن کے بعد دعا سنّت ہے امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ الشریف دعا بعد دفن کی حکمت میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ بجماعت مسلمین ایک لشکر تھا کہ آستانۂ شاہی پر میّت کی شفاعت وعذر خواہی کے لیے حاضر ہُوا اور اب قبر پر کھڑے ہوکر دُعا یہ اس لشکر کی مدد ہے کہ یہ وقت میّت کی مشغول کا ہے کہ اُسے اُس نئی جگہ کا ہول اور نکیرین کا سوال پیش آنے والا ہے[3] نقلہ المولی جلال الملۃ و الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرح الصدور (امام جلال الدین سیوطی نے اسے شرح الصدور میں نقل کیا ہے۔ت) اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہاں استجابِ دعا کا عالم میں کوئی عالم منکر ہو۔ امام آجری فرماتے ہیں ؛

یستحب الوقوف بعد الدفن قلیلا و الدعاء للمیّت[4]۔

مستحب ہے کہ دفن کے بعد کچھ دیر کھڑے رہیں اور میّت کے لیے دُعا کریں۔

اسی طرح اذکار امام نووی وجوہرۂ نیرہ و درمختار وفتاوٰی عالمگیری وغیرہا اسفار میں ہے، طرفہ یہ کہ امام ثانی منکرین یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے مائۃ مسائل میں اسی سوال کے جواب میں کہ بعد دفن قبر پر اذان کیسی ہے فتح القدیر و

---

[1] سنن ابوداؤد باب استغفار عند القبر للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۳
[2] الدر المنثور زیر آیت ویثبت اللہ الذین اٰمنوا الخ " منشورات مکتبہ آیۃ اللہ، قم ایران ۴/۸۳
[3] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون والمائتان الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳
[4] " " " " " " " "

marfat.com

بحرالرائق و نہرالفائق و فتاوٰی علمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہوکر دُعا سنّت سے ثابت ہے اور براہِ بزرگی اتنا نہ جانا کہ اذان خود دُعا بلکہ بہترین دُعا سے ہے کہ وُہ ذکرِ الٰہی ہے اور ہر ذکرِ الٰہی دعا، تو وہ بھی اسی سنتِ ثابتہ کی ایک فرد ہُوئی پھر سنیّت مطلق سے کراہت فرد پر استدلال عجب تماشا ہے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

کل دعا ذکر وکل ذکر دعا[1] (ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دُعا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل الدعاء الحمد للہ[2] (سب دعاؤں سے افضل دُعا الحمد للہ ہے)

اخرجہ الترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان والحاکم وصححہ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن قرار دیا، نسائی، ابنِ حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح قرار دیا ہے (ت)

صحیحین میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے بآوازِ بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا[3] (تم کسی بہرے یا غائب سے دُعا نہیں کرتے سمیع بصیر سے دعا کرتے ہو)

دیکھو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کی تعریف اور خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے بھی ایک دُعا اور فرد مسنون ہونے میں کیا شک رہا۔

دلیل ہفتم یہ تو واضح ہولیا کہ بعد دفن میّت کے لیے دُعا سنّت ہے

اور علماء فرماتے ہیں آدابِ دعا سے ہے کہ اُس سے پہلے کوئی عملِ صالح کرے، امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے،

اٰداب الدعاء منہا تقدیم عمل صالح وذکرہ عند الشدۃ[4] مت د۔

آدابِ دُعا میں سے ہے کہ اس سے پہلے عمل صالح ہو اور ذکرِ الٰہی مشکل وقت میں ضرور کرنا چاہیے مسلم، ترمذی، ابوداؤد۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب التسبیح الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/ ۱۱۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۷۴

[3] الصحیح لمسلم باب خفض الصوت بالذکر ،، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۶

[4] حصن حصین آداب الدعاء نولکشور لکھنؤ ص ۱۴

marfat.com

علامہ علی قاری حرزِ ثمین میں فرماتے ہیں، یہ ادب حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ ابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن حبان نے روایت کی، ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی عمل صالح ہے تو دعا پر اُس کی تقدیم مطابق مقصود وسنّت ہُوئی۔

دلیل ہشتم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثنتان لاترد الدعاء عند النداء وعند البأس[1]

دو دعائیں رَد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفّار سے لڑائی شروع ہو۔

اخرجہ ابوداؤد وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن سھل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اذا نادی المنادی فتحت ابواب السماء و استجیب الدعاء[2]۔

جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔

اخرجہ ابویعلی والحاکم عن ابی امامۃ الباھلی وابوداود الطیالسی وابویعلی والضیاء فی المختارۃ بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

یہ روایت ابویعلی اور حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور ابوداؤد طیالسی اور ابویعلی اور ضیاء الدین نے المختارہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے (ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ اذان اسباب اجابت دعا سے ہے اور یہاں دعا شارع جل وعلا کو مقصود تو اُس کے اسباب اجابت کی تحصیل قطعاً محمود۔

دلیل نہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یغفر اللہ للمؤذن منتھی اذانہ ویستغفرلہ

اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کے لیے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین لایرد الدعاء عند الاذان وعند البأس مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۱۹۸

[2] " " " اجابۃ الاذان والدعاء بعدہ " " ۱/۵۴۶

marfat.com

کل رطب ویابس سمع صوتہ۔[1]

اُتنی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس تر وخشک چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کے لیے استغفار کرتی ہے۔

اخرجه الامام احمد بسند صحیح و اللفظ له والبزار والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما و نحوه عند احمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجة وابن خزیمة وابن حبان من حدیث ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه وصدره عند احمد والنسائی بسند حسن جید عن البراء بن عازب والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة وله فی الاوسط عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنهم۔

اسے امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ تخریج کیا اور یہ الفاظ امام احمد کے ہیں اور بزار طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، اور اس کی مثل احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس کا ابتدائی حصہ احمد اور نسائی نے سند حسن اور جید کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

یہ پانچ حدیثیں ارشاد فرماتی ہیں کہ اذان باعثِ مغفرت ہے اور بیشک مغفور کی دُعا زیادہ قابل قبول و اقرب باجابت ہے، اور خود حدیث میں وارد کہ مغفوروں سے دُعا منگوانی چاہئے، امام احمد مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا لقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومره ان یستغفر لك قبل ان یدخل بیته فانه مغفور له۔[2]

جب تو حاجی سے ملے اُسے سلام کر اور مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اُس سے اپنے لیے استغفار کرا کہ وہ مغفور ہے۔

پس اگر اہلِ اسلام بعد دفنِ میّت اپنے میں کسی بندۂ صالح سے اذان کہلوائیں تاکہ بحکم احادیثِ صحیحہ ان شاء اللہ تعالٰی اُس کے گناہوں کی مغفرت ہو پھر میّت کے لیے دعا کرے کہ مغفور کی دُعا میں زیادہ رجائے اجابت ہو تو کیا گناہ ہُوا بلکہ عین مقاصد شرع سے مطابق ہوا۔

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن مسند عبداللہ بن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۱۳۶
[2] " " " مرویات " " " " ۲/۱۲۸

marfat.com

دلیل دہم اذان ذکرِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی دافعِ عذاب، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ما من شئ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ۔[1]

کوئی چیز ذکرِ خدا سے زیادہ عذابِ خدا سے نجات بخشنے والی نہیں۔

رواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل و ابن ابی الدنیا و البیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسے امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

اور خود اذان کی نسبت وارد جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہوجاتی ہے طبرانی معاجیم ثلثہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا اذن فی قریۃ امنہا اللہ من عذابہ فی ذلک الیوم[2] وشاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن اسے اپنے عذاب سے امن دے دیتا ہے اور اس کی شاہد وہ روایت ہے جو معجم کبیر میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (ت)

اور بیشک اپنے بھائی مسلمان کے لیے ایسا عمل کرنا جو عذاب سے منجی ہو شارع جل وعلا کو محبوب و مرغوب، مولٰنا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قبر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعائے رحمت و مغفرت کرنے کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں،

فان الاذکار کلہا نافعۃ لہ فی تلک الدار[3] (کہ ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشتے ہیں۔ت)

امام بدرالدین محمود عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر فرماتے ہیں،

واما مصلحۃ المیت فمثل ما اذا اجتمعوا

میت کے لیے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اُس کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات معاذ ابن جبل مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/۲۳۹

نوٹ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی کے الفاظ عبداللہ ابن عمر سے یوں ہی مروی ہیں جبکہ احمد بن حنبل کے الفاظ معاذ بن جبل سے یوں مروی ہیں، ما عمل آدمی عملا قط انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ الخ

[2] المعجم الکبیر مرویات انس بن مالک حدیث ۷۴۶ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/۲۵۷

[3] شرح عین العلم للملا علی قاری مع عین العلم الباب الثامن فی الصحبۃ والمؤلفۃ مطبوعہ امرت پریس لاہور ص ۳۳۲

" " " " " " " " " " " " " " مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۱۶۶

marfat.com

عندہ لقراءۃ القراٰن والذکر فان المیّت ینتفع بہ[1]۔

قبر کے پاس جمع ہوکر قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے (ت)

یارب مگر اذان ذکرِ محبوب نہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں۔

دلیل یازدہم اذان ذکرِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور ذکرِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعثِ نزولِ رحمت۔

اوّلاً حضور کا ذکر عین ذکرِ خدا ہے امام ابن عطا پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالٰی ورفعنا لک ذکرک[2] میں فرماتے ہیں:

جعلتک ذکراً من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی[3]۔

میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکر الٰہی بلاشبہہ رحمت اُترنے کا باعث، سیّدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیح حدیث میں ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں:

حفتھم الملٰئکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ[4]۔

انھیں ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور اُن پر سکینہ اور چین اُترتا ہے۔

رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ وابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

ثانیاً ہر محبوبِ خدا کا ذکر محلِ نزولِ رحمت ہے، امام سفیٰن بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ[5] (نیکوں کے ذکر کے وقت رحمتِ الٰہی اترتی ہے)

ابوجعفر بن حمدان نے ابوعمرو بن نجید سے اسے بیان کرکے فرمایا: فرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأس الصلحین[6] (تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب موعظۃ المحدث عند القبر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۸/۱۸۶

[2] القرآن ۹۴/۴

[3] نسیم الریاض شرح الشفاء زیر آیت مذکور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۲۵

[4] صحیح لمسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن الخ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۵

[5] اتحاف السادۃ المتقین الفائدۃ الثانیۃ التخلص بالعزلۃ علی المعاصی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/۳۵۰

[6] " " " " " " " " " " " " ۶/۳۵۱

marfat.com

پس بلاشبہہ جہاں اذان ہوگی رحمتِ الٰہی اُترے گی اور بھائی مسلمان کے لیے وہ فعل جو باعثِ نزولِ رحمت ہو شرع کو پسند ہے نہ کہ ممنوع۔

دلیل دوازدہم خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مُردے کو اُس نئے مکان تنگ و تار میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم[1] (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب بخشش فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ت) اور اذان دافعِ وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[2] (سُن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل)

ابونعیم و ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نزل ادم بالھند فاستوحش فنزل جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام فنادی بالاذان[3] الحدیث۔

جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام جنّت سے ہندوستان میں اُترے اُنھیں گھبراہٹ ہُوئی تو جبرئیل علیہ الصلاۃ و السلام نے اُتر کر اذان دی۔ (الحدیث)

پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر و دفعِ توحش کو اذان دیں تو کیا بُرا کریں حاشا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بیکس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ[4]۔

اللہ تعالٰی بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے۔

رواہ مسلم و ابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ و

جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالٰی اس کی

---

[1] القرآن ۱۲/۵۳
[2] القرآن ۱۳/۲۸
[3] حلیۃ الاولیاء مرویات عمرو بن قیس الملائی ح ۲۹۹ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۲/۱۰۷
[4] صحیح لمسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن ” قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۵

marfat.com

من فرج عن مسلم کربة فرج اللہ عنه بها کربة من کرب یوم القیٰمة۔[1] رواه الشیخان وابوداؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

حاجت روائی فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دُور کرے اللہ تعالٰے اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں سے ایک مصیبت اس کی دُور فرمائیگا۔ اسے بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا ہے۔

دلیل سیزدہم مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم سے مروی :

قال رأنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اهلك یؤذن فی اذنك فانه درء الهم۔[2]

یعنی مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا : اے علی ! میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے اذان غم و پریشانی کی دافع ہے۔

مولٰی علی اور مولٰی علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا : فجربته فوجدته کذلك (ہم نے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا) ذکره ابن حجر کما فی المرقاة (اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا، جیسا کہ مرقات میں ہے۔ ت) اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اُس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں ہوتا ہے مگر وہ خاص عباد اللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر مرحبا بحبیب جاء علٰی فاقة (خوش آمدید اس محبوب کو جو بہت دیر سے آیا۔ ت) فرماتے ہیں، تو اس کے دفعِ غم و الم کے لیے اگر اذان سُنائی جائے کیا معذور شرعی لازم آئے حاشا اللہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ عزوجل کو فرائض کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں۔ طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم۔[3]

بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری باب لایظلم المسلم المسلم الخ من ابواب المظالم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۰
[2] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاذان " مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۴۹
[3] المعجم الکبیر مرویات عبداللہ ابن عباس حدیث ۱۱۰۷۹ " المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/۷۱

marfat.com

اُنہی دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیّدنا حسن مجتبٰے رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان موجبات المغفرۃ ادخالك السرور علی اخیك المسلم[1]۔

بیشک موجباتِ مغفرت سے ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا۔

دلیل چہاردہم قال اللہ تعالٰی :

یٰایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[2]۔

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بکثرت ذکر کرنا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون[3]۔

اللہ کا ذکر اس درجہ ذکر بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔

اخرجہ احمد وابویعلی وابن حبان والحاکم والبیھقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰے عنہ صححہ الحاکم وحسنہ الحافظ ابن حجر۔

اسے احمد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح اور حافظ ابنِ حجر نے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

اذکر اللہ عند کل حجر وشجر[4]۔

ہر سنگ وشجر کے پاس اللہ کا ذکر کر۔

اخرجہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ بسند حسن۔

اسے امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا (ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں :

لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لھا حدا معلوما ثم عذر اھلھا فی حال

اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اُس کے لیے ایک حد معیّن کردی پھر عذر کی

---

[1] المعجم الکبیر مرویات حسن بن علی حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۸۳، ۸۵
[2] القرآن ۳۳/ ۴۱
[3] مسند احمد بن حنبل من مسند ابی سعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۸، ۷۱
[4] المعجم الکبیر مرویات معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ ؍؍ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/ ۱۵۹

marfat.com

العذر غیر الذکر فانه لم یجعل له حدا انتهی الیه ولم یعذر احدا فی ترکه الا مغلوبا علی عقله وامرهم به فی الاحوال کلها[1]۔

حالت میں لوگوں کو اُس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے لیے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔

اُن کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں:

الذکر الکثیر ان لا یتناهی ابدا[2] (ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو)

ذکرهما فی المعالم وغیرها (معالم وغیرہ میں ان دونوں کا ذکر ہے۔ ت) تو ذکرِ الٰہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب و مرغوب و مطلوب و مندوب ہے جس سے ہرگز ممانعت نہیں ہوسکتی جب تک کسی خصوصیتِ خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو اور اذان بھی قطعاً ذکرِ خدا ہے پھر خدا جانے کہ ذکرِ خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ و درخت کے پاس ذکرِ الٰہی کریں، قبرِ مومن کے پتھر کیا اس کے حکم سے خارج ہیں خصوصاً بعد دفن ذکرِ خدا کرنا تو خود حدیثوں سے ثابت اور بتصریح ائمۂ دین مستحب ولہذا امام اجل ابوسلیمان خطابی دربارۂ تلقین فرماتے ہیں:

لا نجد له حدیثا مشهورا ولا بأس به اذ لیس فیه الا ذکر الله تعالٰی قوله وکل ذلك حسن[3]۔

ہم اس میں کوئی مشہور حدیث نہیں پاتے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اس میں نہیں ہے مگر خدا کا ذکر اور یہ سب کچھ محمود ہے۔

دلیل پانزدہم امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں:

یستحب ان یقعد عند القبر بعد الفراغ ساعة قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها، ویشتغل القاعدون بتلاوة القرآن والدعاء للمیت والوعظ وحکایات اهل الخیر، واحوال الصالحین[4]۔

مستحب ہے کہ دفن سے فارغ ہوکر ایک ساعت قبر کے پاس بیٹھیں اتنی دیر کہ ایک اُونٹ ذبح کیا جائے اور اُس کا گوشت تقسیم ہو اور بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کے لیے دُعا اور وعظ و نصیحت اور نیک بندوں کے ذکر و حکایت میں مشغول رہیں۔

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بہ معالم التنزیل مع تفسیر خازن زیر آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۶۵

[2] " " " " " " " " " ۵/۲۶۶

نوٹ: تفسیر معالم التنزیل سے حوالہ دیا گیا ہے الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم یہی ہے جو اعلٰحضرت نے بیان کیا ہے۔ نذیر احمد

[3] امام اجل ابوسلیمان خطابی

[4] الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار باب مایقول بعد الدفن مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۱۴۷

marfat.com

شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہٗ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی، فرماتے ہیں:

قد سمعت عن بعض العلماء انه یستحب ذکر مسئلة من المسائل الفقهیة[1]۔

یعنی بتحقیق میں نے بعض علما سے سُنا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کسی مسئلۂ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ باعثِ نزولِ رحمت ست (نزول رحمت کا سبب ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: مناسب حال ذکر مسئلۂ فرائض ست (ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: اگر ختمِ قرآن کنند اولٰی و افضل باشد[2] (اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولٰے و بہتر ہے۔ ت) جب علمائے کرام نے حکایاتِ اہلِ خیر و تذکرۂ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میّت کو نزولِ رحمت کی حاجت اور ان امور میں امیدِ نزول رحمت تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزولِ رحمت و دفعِ عذاب ہے کیونکر جائز بلکہ مستحب[عہ] نہ ہوگی۔

بحمداللہ یہ پندرہ[15] دلیلیں ہیں کہ چند ساعت میں فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائض ہوئیں ناظر منصف جانے گا کہ ان میں اکثر تو محض استخراجِ فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگرچہ بعض اجلّۂ اہلِ سنّت وجماعت رحمہم اللہ تعالٰی کے کلام میں مذکور مگر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے تکمیل ترتیب و تسجیل تقریب سے ہر مقدمۂ منفردہ کو دلیل کامل اور ہر مذکور ضمنی کو مقصود مستقل کردیا والحمدللہ رب العالمین (سب تعریف اللہ تعالٰی کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) باانیہمہ ع

لا شك ان الفضل للمتقدم

(بیشک بزرگی پہل کرنے والے کے لئے ہے۔ت)

عہ بالجملہ بحمداللہ تعالٰی ان دلائل جلائل نے کالشمس فی وسط السماء واضح کردیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بنظرِ عمومات شرع بوجوہ کثیرہ فرد سنّت ہے شاید وہ بعض علما جنہوں نے اس کے سنّت ہونے کی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر رملی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے نقل کیا یہی معنی مراد لیتے ہیں کہ فرد سنت ہے نہ کہ فرد اُسنّت ولہذا مناسب کہ کبھی کبھی ترک بھی کریں اگر اوہام عوام معنی ثانی کی طرف جاتے سمجھیں واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی (م)

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من باب اثبات عذاب القبر مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/۲۰۰

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰۱

marfat.com

ہم پر اُن اکابر کا شکر واجب جنھوں نے اپنی تلاش وکوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس دشوار کام کو ہم پر آسان کر دیا جزاھم اللہ عنا وعن الاسلام والسنۃ خیر جزاء وشکر مساعیھم الجمیلۃ فی حمایۃ الملۃ الغراء ونکایۃ الفتنۃ العوراء وھنأھم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القضاء وصلی اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ الاطائب الکرماء اٰمین ۔

تنبیہاتِ جلیلہ ـــــ **تنبیہ اوّل** : ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا عظمت رحمت الٰہی پر نظر کرے کہ اذان میں اِن شاء اللہ الرحمٰن اُس میّت اور ان احیا کے لیے کتنے منافع ہیں ، سات فائدہ میّت کے لیے :

(۱) بحولہ تعالیٰ شیطان رجیم کے شر سے پناہ ۔

(۲) بدولت تکبیر عذابِ نار سے امان ۔

(۳) جوابِ سوالات کا یاد آجانا ۔

(۴) ذکرِ اذان کے باعث عذابِ قبر سے نجات پانا ۔

(۵) بہ برکتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ رحمت ۔

(۶) بدولتِ اذان دفعِ وحشت ۔

(۷) زوالِ غم وسرور وفرحت ۔

اور پندرہ احیا کے لیے، سات تو یہی سات منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفع رسانی جدا حسنہ ہے اور ہر حسنہ کم سے کم دس نیکیاں، پھر نفع رسانی مسلم کی منفعتیں خدا ہی جانتا ہے ۔

(۸) میّت کے لیے تدبیر دفع شیطان سے اتباعِ سنت ۔

(۹) تدبیر آسانی جواب سے اتباعِ سنّت ۔

(۱۰) دعاء عند القبر سے اتباعِ سنّت ۔

(۱۱) بقصدِ نفعِ میّت قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباعِ سنّت ۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن وحدیث مالا مال ۔

(۱۳) ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا ۔

(۱۴) مطلق دُعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغزِ عبادت فرمایا ۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منتہائے آواز تک مغفرت اور ہر تر وخشک کی استغفار وشہادت

marfat.com

اور دلوں کو صبر و سکون و راحت ہے اور لطف یہ کہ اذان میں اصل کلمے سات ہی ہیں اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ، اور مکررات کو گنیے تو پندرہ ہوتے ہیں، میّت کے لیے وہ سات فائدے اور احیا کے لیے پندرہ، انھیں سات اور پندرہ کے برکات ہیں و الحمد للہ رب العٰلمین تعجب کرتا ہوں کہ حضرات مانعین نے میّت و احیا کو ان فوائدِ جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے ہمیں تو مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[1]

رواہ احمد و مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔ اسے احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

پھر خدا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہی نہ ہو ممانعت کہاں سے کی جاتی ہے واللہ الموفق۔

تنبیہ دوم: حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نیۃ المومن خیر من عملہ[2]۔ (مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے)

رواہ البیہقی عن انس و الطبرانی فی الکبیر عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لیے کئی کئی نیکیاں کرسکتا ہے مثلاً جب نماز کے لیے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پہ ایک نیکی لکھیں گے اور دُوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کرسکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہُوں۔

(۲) خانۂ خدا کی زیارت کروں گا۔

---

[1] الصحیح لمسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

[2] المعجم الکبیر مرویات سہل الساعدی حدیث ۵۹۴۲ " المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۱۸۵

marfat.com

(۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہُوں۔
(۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہُوں۔
(۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہُوں۔
(۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دُور کروں گا۔
(۷) اعتکاف کرنے جاتا ہُوں کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرلے انتظار نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔
(۸) امرِ الٰہی خذوا زینتکم عند کل مسجد[1] (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ ت) امتثال کو جاتا ہوں۔
(۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پُوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔
(۱۰) جاہلوں کا مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔
(۱۱) جو علم میں میرے برابر ہوگا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔
(۱۲) علماء کی زیارت۔
(۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔
(۱۴) دوستوں سے ملاقات۔
(۱۵) مسلمانوں سے میل۔
(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکشادہ پیشانی مل کر صلۂ رحم۔
(۱۷) اہلِ اسلام کو سلام۔
(۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔
(۱۹) اُن کے سلام کا جواب دُوں گا۔
(۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔
(۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا بسم اللہ الحمد للہ والسلام علٰی رسول اللہ۔
(۲۳ و ۲۴) دخول وخروج میں حضور و آلِ حضور و ازواجِ حضور پر درود بھیجوں گا اللّٰھم صلّ علٰی سیّدنا

---

[1] القرآن ۷/۳۱

marfat.com

محمّد وعلیٰ اٰل سیّدنا محمّد وعلیٰ ازواج سیّدنا محمّد۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پُرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دُوں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا یا دُوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان واقامت کا ثواب پا چکا فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالٰی اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

(۳۳) جو راہ بُھولا ہو گا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ مِلا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کراؤں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباعِ سنّت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو لکھا ہُوا کاغذ پاؤں گا اُٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من نیات کثیرۃ تو دیکھئے کہ جو اِن ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنۂ نماز کے لیے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس[۴۰] حسنات کے لیے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس[۴۰] نیکیاں ہوگا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جُداگانہ ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ ہو کہ مجھے میّت کے لیے دُعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہُوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجا لاتا ہُوں الی غیر ذلک مما یستخرجہ العارف النبیل واللہ الہادی الیٰ سواء السبیل (ان کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عمدہ رائے استخراج کر سکتی ہے، اللہ تعالٰی ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ ت)

بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع ونیّات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے

---

[۴۰] یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبّیس[۲۶] علمائے ارشاد فرمائیں اور چودہ[۱۴] فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲ منہ

[۱] القرآن ۴/۱۰۰

marfat.com

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1] (اعمال کا ثواب نیتوں سے ہی ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ ت)

تنبیہ سوم : جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلامِ نماز کے لیے ہے یہاں کون سی نماز ہوگی جس کے لیے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ ان کی جہالت انھیں کو زیب دیتی ہے وُہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض و منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے از انجملہ گوشِ مغموم میں، اور دفعِ وحشت کو کہنا تو یہیں گزرا اور بچے کے کان[ع] میں اذان دینا سنا ہی ہوگا ان کے سوا اور بہت مواقع ہیں جن کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا میں ذکر کی۔

تنبیہ چہارم : شرع مطہر کی اصل کُلّی ہے کہ جو امر مقاصدِ شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود، اور حکم مطلق اُس کے تمام افراد میں جاری و ساری، جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہیِ شرع وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہے اُس پر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثباتِ ممانعت ذمۂ مانع، معہذا اصل اشیا میں اباحت تو قائل جواز متمسک باصل ہے کہ اصلا دلیل کی حاجت نہیں رکھتا اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جاننا اور منع خصوصیت کے لیے منع خاص وارد ہونے کی ضرورت نہ ماننا صرف تحکم و زبردستی ہی نہیں بلکہ دائرۂ عقل و نقل سے خروج اور مطمورۂ[2] سفہ و جہل میں کامل دلوج ہے علمائے سنّت شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ ان سب مباحث کو اعلٰی درجہ پر طے فرما چکے۔ ان تمام اصول جلیلہ رفیعہ و دیگر قواعد نافعہ بدیعہ کی تنقیحِ بالغ و تحقیقِ بازغ حضرت خاتم المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ

ع بعض احمق جاہل گوشِ مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز تو بعد موتِ مولود ہوتی ہے یعنی نمازِ جنازہ، یہ اذان جو قبر پر کہو گے اُس کی نماز کہاں ہے؟ اذانِ گوشِ مولود کو نمازِ جنازہ کی اذان بتانا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر ان کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے کہ نمازِ جنازہ جس طرح صرف قیام سے ہوتی ہے جو ادنٰی افعال نماز ہے ایک نماز روزِ محشر صرف سجود سے ہوگی جو اعلٰی افعالِ نماز ہے جس دن کشفِ ساق ہوگا اور مسلمان سجدے میں گریں گے منافق سجدہ نہ کرسکیں گے جس کا بیان قرآنِ عظیم سورۂ ق شریف میں ہے قبر کی اذان اُس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی۔ (م)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح خطبۃ الکتاب مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۱

[2] بیوقوفی اور جہالت کے گڑھے میں مکمل طور پر داخل ہونا ہے۔

marfat.com

من معجزاتِ سیّد المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین سیّد العلماء سند الکملا تاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورزقنا برہٗ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ ۱۲۹۹ھ و رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۲ھ و رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول البواء ۱۳۰۲ھ وغیرہا تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے ایراد سے تطویل کی ضرورت نہیں، حضرات مخالفین باآنکہ ہزارہا بار گھر تک پہنچ چکے، اگر پھر ہمت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ جواب باصواب پائیں گے جس کے انوارِ باہرہ ولمعاتِ قاہرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اُس کی سُہانی روشنیوں و دلکشا تجلیوں سے حق وصواب کے نورانی چہرے دمکیں و باللہ التوفیق وہو المعین۔ والحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و الہٖ وصحبہٖ اجمعین اٰمین اٰمین برحمتک یاارحم الراحمین الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو۲ جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدؐ المصطفٰے النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمّت بالخیر

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبد المصطفٰے احمد رضا خان

marfat.com

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱- الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲- الاجناس فی الفروع	ابو العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳- الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴- الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵- ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶- ارشاد العقل السلیم	ابو سعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷- الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸- الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹- اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰- اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱- الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲- آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳- النفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴- امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵- انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶- الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷- امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸- الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹- الباب الروات	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

marfat.com

ب

٢٠ - بدائع الصنائع	علاء الدين ابی بکر بن مسعود الکاسانی	٥٨٧
٢١ - البداية (بداية المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغينانی	٥٩٣
٢٢ - البحر الرائق	شيخ زين الدين بن ابراهيم بن نجيم	٩٧٠
٢٣ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراهيم بن موسیٰ الطرابلسی	٩٢٢
٢٤ - بستان العارفين	فقيه ابو الليث نصر بن محمد السمرقندی	٣٧٢
٢٥ - البسيط فی الفروع	حجة الاسلام محمد بن محمد الغزالی	٥٠٥
٢٦ - البناية شرح الهداية	امام بدر الدين ابو محمد العينی	٨٥٥

ت

٢٧ - تاج العروس	سيد محمد مرتضیٰ الزبيدی	١٢٠٥
٢٨ - تاريخ ابن عساكر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساكر	٥٧١
٢٩ - تاريخ البخاری	محمد بن اسمٰعيل البخاری	٢٥٦
٣٠ - التجنيس والمزيد	برہان الدين علی بن ابی بکر المرغينانی	٥٩٣
٣١ - تحرير الاصول	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن الهمام	٨٦١
٣٢ - تحفة الفقهاء	امام علاء الدين محمد بن احمد السمرقندی	٥٤٠
٣٣ - تحقيق الحامی	عبد العزيز بن احمد البخاری	٧٣٠
٣٤ - الترجيح والتصحيح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	٨٧٩
٣٥ - التعريفات لسيد شريف	سيد شريف علی بن محمد الجرجانی	٨١٦
٣٦ - تفسير ابن جرير (جامع البيان)	محمد بن جرير الطبری	٣١٠
٣٧ - تفسير البيضاوی	عبد الله بن عمر البيضاوی	٦٩١
٣٨ - تفسير الجلالين	علامہ جلال الدين المحلی و جلال الدين السيوطی م ٩١١ھ	٩١١ھ
٣٩ - تفسير الجمل	سليمان بن عمر العجيلی الشہير بالجمل	١٢٠٤ھ
٤٠ - تفسير القرطبی	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبی	٦٧١
٤١ - التفسير الكبير	امام فخر الدين الرازی	٦٠٦

marfat.com

٤٢ - التفسیر لنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	٧٢٨
٤٣ - تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	٦٧٦
٤٤ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	٨٧٩
د٤ - التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	١٠٣١
٤٦ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	٧٤٣
٤٧ - تقریب التهذیب	شهاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٤٨ - تنویر المقباس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	٨١٧
٤٩ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	١٠٠٤
٥٠ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	٢٩٤
٥١ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	٤٦٣
٥٢ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	٧٧٣

ج

٥٣ - جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	٢٧٩
٥٤ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	٩٦٢
٥٥ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	٢٥٦
٥٦ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
٥٧ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	٢٦١
٥٨ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	٥٨٦
٥٩ - جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	٨٢٣
٦٠ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	٣٤٠
٦١ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
٦٢ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	٩٨٩
٦٣ - جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	٥٦٥
٦٤ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادالیمنی	٨٠٠
٦٥ الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	٢٣٣
٦٦ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١

marfat.com

ح

٦٧ ۔ حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابو سعید الخادمی	١١٧٦
٦٨ ۔ حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	١٠٢١
٦٩ ۔ حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	١٠١٣
٧٠ ۔ حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فرامرز ملا خسرو	٨٨٥
٧١ ۔ حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	
٧٢ ۔ الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسٰی الآفندی	٩٤٥
٧٣ ۔ الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	١١٤٣
٧٤ ۔ الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	٦٠٠
٧٥ ۔ حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	٣٧٢
٧٦ ۔ حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبحانی	٤٣٠
٧٧ ۔ حلیۃ المجلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	٨٧٩

خ

٧٨ ۔ خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
٧٩ ۔ خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٠ ۔ خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	٧٠٠ کے بعد
٨١ ۔ خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	٥٩٨
٨٢ ۔ خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	٥٤٢
٨٣ ۔ خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣

د

٨٤ ۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	٨٥٢
٨٥ ۔ الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فرامرز ملا خسرو	٨٨٥
٨٦ ۔ الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	١٠٨٨
٨٧ ۔ الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی	٩١١

marfat.com

ذ

٨٨ - ذخيرة العقبىٰ	يوسف بن جنيد الجلبی (چلپی)	٩٠٥
٨٩ - ذخيرة الفتاوىٰ	برہان الدین محمود بن احمد	٦١٦
٩٠ - ذم الغيبة	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	٢٨١

ر

٩١ - الرحمانية		
٩٢ - رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
٩٣ - رحمة الامة فی اختلاف الائمة	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن الدمشقی	٨١٠
٩٤ - رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	٢٣٩
٩٥ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین ابن نجیم	٩٧٠
٩٦ - رد علی الجهمية	عثمان بن سعید الدارمی	٢٨٠

ز

٩٧ - زاد الفقهاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
٩٨ - زاد الفقير	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	٨٦١
٩٩ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی تقریباً	١٠١٦
١٠٠ - زيادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩

س

١٠١ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	٨٠٠
١٠٢ - السنن لابن ماجة	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجة	٢٧٣
١٠٣ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	٢٧٣
١٠٤ - السنن لابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث	٢٧٥
١٠٥ - السنن للنسائی	ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	٣٠٣
١٠٦ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	٤٥٨

marfat.com

marfat.com

١٣١ - شرح الهداية	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	٨٩٠
١٣٢ - شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	٥٧٣
١٣٣ - شعب الايمان	ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	٤٥٨
١٣٤ - شرح الجامع الصغير	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	٤٨٠
١٣٥ - شرح الجامع الصغير	عمر بن عبد العزيز الحنفی	٥٣٦

ص

١٣٦ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	٣٩٣
١٣٧ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	٣٥٤
١٣٨ - صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمة	٣١١
١٣٩ - الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ٦٩٠

ط

١٤٠ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
١٤١ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	١٣٠٢
١٤٢ - الطریقة المحمدية	محمد بن بیر علی المعروف ببرکلی	٩٨١
١٤٣ - طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	٥٣٧

ع

١٤٤ - عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	٨٥٥
١٤٥ - العناية	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	٧٨٦
١٤٦ - عناية القاضی	شہاب الدین الخفاجی	١٠٦٩
١٤٧ - عيون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	٣٧٨
١٤٨ - عقود الدرية	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
١٤٩ - عدة	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	١٠٣٠
١٥٠ -		

marfat.com

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فرامرز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوی الاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد با بن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجۃ		
۱۶۲ - فتاوی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطار بن حمزہ	عطار بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیۃ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ - الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

marfat.com

١٧٣ - فتح المعين شرح قرة العين	زين الدين بن علی بن احمد الشافعی	٩٢٨
١٧٤ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	٦٣٨
١٧٥ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکنذی	١٢٢٥
١٧٦ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	٤١٤
١٧٧ - فوائد المختصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
١٧٨ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	١٠٣١
١٧٩ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	٢٦٧

ق

١٨٠ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	٨١٧
١٨١ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی المیلباری	٩٢٨
١٨٢ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	٦٥٨
١٨٣ - القرآن		

ک

١٨٤ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	٣٣٤
١٨٥ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	٣٦٥
١٨٦ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	٩٧٣
١٨٧ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
١٨٨ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	١٨٢
١٨٩ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
١٩٠ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	٤٣٠
١٩١ - کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	١٠٥٠
١٩٢ - کتاب الطہور	لابی عبید	
١٩٣ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	٣٢٧
١٩٤ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩
١٩٥ - کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داود	

marfat.com

۱۹۶ - کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۰
۱۹۷ - کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸ - کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹ - کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰ - الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۲۰۱ - کفف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۰۲ - کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳ - الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴ - الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵ - کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶ - کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷ - کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸ - کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹ - الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰ - لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲ - مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳ - مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۲۱۸ - مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

marfat.com

۲۱۹ - المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ - المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ - مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ - مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ - المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ - المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ - مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ - مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ - مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ - مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ - مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ - المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ - المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ - مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ - مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ - مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ - مسند اسحٰق ابن راہویہ	حافظ اسحٰق ابن راہویہ	۲۳۸
۲۳۶ - مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ - مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ - مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ - مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ - مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ - المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ - مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ - مصنف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ - مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

marfat.com

٢٤٥ - معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	٤٣٠
٢٤٦ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	٣٦٠
٢٤٧ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	٣٦٠
٢٤٨ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	٣٦٠
٢٤٩ - معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	٧٤٩
٢٥٠ - مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	٧٤٢
٢٥١ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	٦٩١
٢٥٢ - المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	٦١٠
٢٥٣ - مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	٤٢٨
٢٥٤ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	٩٤١
٢٥٥ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	٥٠٢
٢٥٦ - المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
٢٥٧ - الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصرالدین محمد بن یوسف الحسینی	٥٥٦
٢٥٨ - مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی	٨٠٧
٢٥٩ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	٨٢٧
٢٦٠ - المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	٣٠٧
٢٦١ - المنتقٰی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہید محمد بن محمد بن احمد	٣٣٤
٢٦٢ - منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
٢٦٣ - منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	١٠٠٤
٢٦٤ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	٩٥٦
٢٦٥ - منہاج	شیخ ابوزکریا یحیی بن شرف النواوی	٦٧٦
٢٦٦ - مجمع البحرین	مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	٦٩٤
٢٦٧ - المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
٢٦٨ - المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	٤٥٦
٢٦٩ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المہزوی	٥١٠

marfat.com

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۸۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبیداللہ الرازی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

marfat.com

و		
٢٩٠ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	٧١٠
٢٩١ - الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	٥٠٥
٢٩٢ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	٦٧٣
٢٩٣ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	٥٠٥
ھ		
٢٩٤ - الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	٥٩٣
ی		
٢٩٥ - الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	٩٧٣
٢٩٦ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	٧٦٩

marfat.com

marfat.com